Brown Book

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224897

UNIVERSAL
LIBRARY

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل نبی حواری وان حواری الزبیر بن العوام (البخاری)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نبی کا ایک دوگار رفیق ہوتا ہے اور میرا دوگار زبیر بن العوام ہے

سلسلۂ زبیریہ

(۴)

۳۷۳ ق-س-۶۱۲
373

الزبیر رضی اللہ عنہ

یعنی

سیرت مبارکہ سیدنا حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ

جناب مولوی حسین احمد صاحب زبیری مارہروی ثم المیرٹھی

سنہ ۱۳۷۲ ہجری سنہ ۱۹۵۳ عیسوی

مطبوعہ

مطبع اسراھیمیہ

حیدرآباد دکن

قیمت فی جلد (چھ روپیہ) علاوہ محصول ڈاک

فہرست مضامین کتاب سیرۃ سیدنا حضرت زبیرؓ

عنوان	صفحہ
تعارف	ک
دیباچہ	ھ
حضرت زبیرؓ سلسلۂ انساب	۱
قبہ	〃
کعبؓ	〃
کلاب	〃
زہرہ بن کلاب	۳
قصی بن کلاب	〃
تولیت کعبہ و حکومت مکہ	〃
قیام دارالندوہ	〃
ہاشم	۳
بنو اسد بن عبدالعزیٰ	
اسد	
عمرو	۴
ابوضیفی	〃
ورقہ بن نوفل	〃
عثمان بن الحویرث بن اسد	〃
حمید بن زہیر بن حارث بن اسد	۵
عبداللہ ابوبکر الحمیدی	〃
ابوالبختری عاص	〃
عمرو بن اسد بن حارث بن اسد	۶
فاطمہ بنت ابی حبیش بن مطلب بن اسد	〃
سائب بن ابی حبیش قیس	〃
الاسود بن مطلب بن اسد	〃
حضرت شہاب بن اسود بن مطلب	〃
ربیعہ بن الاسود بن مطلب	〃
یزید بن ربیعہ بن اسود بن مطلب	۷
زمعہ بن الاسود بن مطلب	〃

عنوان	صفحہ
یزید بن زمعہ بن الاسود بن مطلب	〃
عبداللہ بن زمعہ	〃
خویلد بن اسد	۸
ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد	〃
حضرت ہالہ بنت خویلد	۹
نوفل بن خویلد	〃
حضرت حکیم بن حزام بن خویلد	〃
ہشام بن حکیم بن حزام بن خویلد	۱۰
حزام یا حذیمہ بن حکیم بن حزام	〃
خالد بن حکیم بن حزام بن خویلد	۱۱
عبداللہ بن حکیم بن حزام	〃
عمر بن حکیم بن حزام	〃
عثمان بن عبداللہ بن حکیم	〃
عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم	〃
ابراہیم بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم	〃
خالد بن حزام بن خویلد	
عدی بن نوفل	〃
اسد بن خویلد	〃
خالدہ بنت خویلد	۱۲
رقیقہ بنت خویلد	〃
العوام بن خویلد	〃
زینب بنت العوام	〃
ام حبیب بنت العوام	〃
ہالہ بنت العوام	〃
بحیر یا بحیر بن العوام	〃
عبدالرحمن بن العوام	〃
السائب بن العوام	〃

عنوان	صفحہ
شیخ ابا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳
ابن العوام بن خویلد بن اسد	〃
ولادت	〃
نام [illegible]	〃
[illegible]	〃
کلاب کی اولاد کا شجرہ	۱۴
تعلیم و تربیت	۱۵
بچپن کی جرأت اور شہ زوری کا ایک واقعہ	〃
آپ کی خوشخطی	〃
حلیہ یا شکل و شمائل	〃
لباس	۱۶
صحت و تندرستی	〃
آغوش اسلام اور اس میں آپکا درجہ	〃
عمر بوقت قبول اسلام	۱۷
استقامت و استقلال	〃
اسلام کی پہلی تلوار جو بے نیام ہوئی	〃
اشاعت اسلام میں کوشش اور بے مثل خطابت	۱۸
اشاعت اسلام میں بے خوفی	〃
ہجرت حبشہ	۱۹
مہاجرین حبشہ کے نام	۲۰
مسلمانوں کے خلاف قریش کی کارروائی	〃
حبشہ کی خدمت میں	〃
مستعدی اور عبور دریائے نیل	۲۱
واپسی از حبشہ	〃
حضرت زبیرؓ کی دوبارہ ہجرت حبشہ	〃
مہاجرین از خاندان حضرت زبیرؓ	〃
نجاشی کا تحفہ	〃

عنوان	صفحہ
مکہ میں شغل معیشت	۲۱
آنحضرت صلعم کی پرورش گوئی	〃
بنو ہاشم کا مقاطعہ و محاصرہ	۲۲
حضرت زبیرؓ کی کوشش اور بنو ہاشم کی رہائی	۲۳
شادی	〃
آنحضرت صلعم کی ہجرت مدینہ اور راستہ میں حضرت زبیرؓ کی پیش بہا کپڑوں کی نذر	〃
ہجرت مدینہ منورہ	۲۵
مدینہ منورہ میں اولین جائے قیام	〃
مواخات مابین مہاجرینؓ و انصارؓ	〃
حضرت زبیرؓ کے انصاری بھائی	۲۶
مہاجرینؓ کی غیرت	〃
حضرت زبیرؓ کی غیرت کے متعلق روایات	〃
تعمیر مکان و زمین و جاگیر عطیہ رسول اللہ صلعم	〃
رسول اللہ صلعم کا عطیہ باغ خرما	۲۷
مہاجرینؓ کے فضائل	〃
عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کی پیدائش	۲۸
عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کی بیعت	〃
غزوات اور حضرت زبیرؓ	〃
غزوۂ بدر العظمیٰ رمضان ۲ھ	۲۹
لشکر اسلام میں صرف دو گھوڑے سوار	۳۱
حضرت زبیرؓ کی قیادت میں قریش کے سقہ کی گرفتاری	〃
حضرت حکیمؓ بن حزام کی کوشش جنگ کے روکنے میں	۳۲
حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں اپنے چچا کا قتل	۳۳
حضرت زبیرؓ کا ابوبکرؓ سے یادگار مقابلہ	〃
حضرت زبیرؓ کی یادگار ریش	۳۵
حضرت زبیرؓ کا ایک دوسرے مشرک سے	

عنوان	صفحہ
مقابلہ اور ارشاد نبوی صلعم	۳۵
شجاعت و سپہ گری	〃
حضرت زبیرؓ کے ایک کاری زخم	〃
حضرت زبیرؓ کی شہرہ آفاق تلوار	۳۶
تلوار کی قیمت	〃
تلوار کی خوبی یا خاصیت	〃
فرشتے حضرت زبیرؓ کے لباس میں	〃
وہ اشخاص جن کے قتل نہ کرنے کے متعلق ارشاد نبوی ہوا تھا	۳۷
مقتول اسیر اور شہید	〃
جنگ بدر کیلئے مدینہ سے غیر حاضری کے ایام	۳۸
ایک اسیر جنگ کو ام المومنین حضرت سودہؓ کا طعنہ	〃
اسیران جنگ کے متعلق مشورہ اور فیصلہ	〃
حضرت عباسؓ اور ان سے فدیہ کی وصولی	۳۹
حضرت زبیرؓ کی عمر جنگ بدر میں	۴۰
جنگ بدر میں حصہ پانیوالوں کی تعداد	〃
اصحاب بدر کا درجہ	〃
غزوۂ بدر کا امتیاز	〃
کفار قریش اور قرآن شریف	〃
شرکائے بدر کے مدارج	۴۱
نقشہ جائے وقوع موضع بدر	〃
یہودی اور غزوۂ بنی قینقاع شوال ۲ھ	۴۲
یہودیوں کے اندیشے	〃
یہودیوں سے معاہدہ	〃
موجودہ شہر بدر	〃
نقشہ غزوۂ بدر	۴۳
سبب جنگ	۴۴
اسلام میں پہلا خمس	〃
پہلی نماز عید	〃

عنوان	صفحہ
حضرت زبیرؓ کا بھالا اور پہلی نماز عید	۴۴
رسول اللہ صلعم کا عصا مبارک و حضرت زبیرؓ	۴۵
رسول اللہ صلعم کا عصاء مہر اور چادر	〃
حضرت زبیرؓ کے نیزے کی منزلت خلیفہ متوکل عباسی کی نظروں میں ۲ھ	۴۶
بدر کا ردعمل غزوۂ سویق ذی الحجہ	〃
غزوۂ احد شوال ۳ھ	〃
آنحضرت صلعم ایک ہزار آدمیوں کیساتھ	۴۷
حضرت زبیرؓ افسر میمنہ	۴۸
حضور صلعم کی تلوار کا حق ادا کرنے کیلئے	〃
حضرت زبیرؓ کی سبقت اور مستعدی	
حضرت زبیرؓ کا حملہ اور دشمن کے میمنہ کی شکست	〃
نقشہ غزوۂ احد	۴۹
حضرت زبیرؓ امیر رسالہ	〃
حضرت زبیرؓ کا حملہ اور خالد ابن الولید کی شکست	۵۰
حضرت زبیرؓ کا ایک مشرک سے اونٹ پر مقابلہ	〃
تیر اندازوں کی غلطی سے مسلمانوں کی شکست	۵۱
حضرت زبیرؓ کی روایت	〃
ابتلا کے وقت حضرت زبیرؓ کی ثابت قدمی	〃
اس روز کے ارشاد نبوی صلعم کے متعلق حضرت زبیرؓ کی روایت	۵۲
حضرت زبیرؓ کے حملہ سے خالد بن الولید کی ہزیمت و پسپائی	〃
حضرت زبیرؓ ابوسفیان کے تعاقب میں	〃
آیت جو احد والوں کی شان میں نازل ہوئی	〃
شہادت حضرت حمزہؓ	۵۴
حضرت جعفرؓ کا بھائی [illegible]	۵۵
اسلامی مساوات کا بے مثل واقعہ	〃
شہداء اور مقتولین احد	۵۶
حضرت زبیرؓ کی دفن میں شرکت	〃

عنوان	صفحہ
ابوسفیان کا دوبارہ تعاقب	۵۶
مدینہ کو واپسی	۵۷
قرآن اور جنگ اُحد	〃
۳ سنہ ہجری کے احکام	〃
واقعہ شہادت حضرت حبیبؓ اور حضرت زبیرؓ	〃
غزوۂ بنی نضیر ۴ سنہ	۵۸
حضرت زبیرؓ کو عطائے جاگیر از اموال بنی نضیر	۶۰
جاگیر کا فاصلہ مدینہ منورہ سے	〃
غزوۂ بدر ثانیہ ذیقعدہ ۴ سنہ	〃
غزوۂ دومۃ الجندل ۵ سنہ	۶۱
غزوۂ ذات الرقاع محرم ۵ سنہ	〃
وغزوۂ مریسیع یا بنی مصطلق شعبان ۵ سنہ	〃
غزوہ ذات الرقاع	〃
غزوہ بنی مصطلق	۶۲
غزوۂ خندق یا احزاب شوال ۵ سنہ	〃
مہاجرین و انصارؓ کے حق میں خندق کھودتے وقت آنحضرت صلعم کی دعا	۶۴
خندق کھودتے وقت مہاجرین و انصارؓ کے اشعار اور حضور اکرم صلعم کے اشعار کا جواب	〃
جنگ خندق کے دنوں میں مسلمانوں کی غذا	〃
مشرکین کی بدعہدی	۶۵
حالات کی نزاکت	۶۶
والدہ ماجدہ حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں یہودیہ کا قتل اور قلعہ کی حفاظت	۶۷
بارگاہ رسالت پناہ صلعم سے حضرت زبیرؓ کو حواری رسول اللہ (صلعم) کا لقب	〃
نقشہ غزوۂ خندق	۶۸
لقب حواری رسول اللہ صلعم کی خصوصیت	۶۹
صرف حضرت زبیرؓ کے لئے حواری کا درجہ اور تعریف	〃
آنحضرت صلعم کا حضرت زبیرؓ سے ارشاد کہ میرے ماں اور باپ تجھ پر قربان	۷۰
خورد سال عبداللہ بن زبیرؓ اور جنگ کا ہولناک منظر	〃
کفار کا حملہ اور حضرت زبیرؓ سے شکست دشمن پر خائبی مار اور آپس میں پھوٹ	〃
غزوۂ بنی قریظہ	۷۱
حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں بنی قریظہ کا قتل	۷۳
بنو قریظہ کی املاک وغیرہ کی تقسیم	〃
غزوۂ ذی قرد ۶ سنہ	۷۴
صلح حدیبیہ و بیعت رضوان ذیقعدہ	〃
بیعت رضوان	۷۶
حضرت زبیرؓ اور بیعت موت	〃
صلح حدیبیہ کے شرائط	۷۷
فضیلت اصحاب بیعت رضوان	۷۸
فتح قلعہ جات خیبر	۷۹
خیبر پر چڑھائی	۸۰
مرحب کا قتل	〃
نقشۃ الحجاز و علاقہ خیبر اور اُس کے قلعہ جات	۸۱
ایک روایت	۸۲
روایت کے متعلق مولانا شبلی کی رائے	〃
حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں مرحب کے بھائی یاسر کا قتل	〃
خیبر کی زمینوں کی تقسیم	۸۳
خیبر کی صحابہؓ شرکائے حدیبیہ میں تقسیم	〃
حضرت زبیرؓ کو خیبر میں وسیع حصہ	〃
حاصل جاگیر	۸۴
یہودیوں کی خلاف ورزی	〃
سنہ ۷ حضرت زبیرؓ کی خوابگی میں	〃
فدک والوں کی درخواست مصالحت	۸۵
غزوۂ وادی القریٰ	〃
نماز قضا	〃
مہاجرین حبشہ کی واپسی	۸۶
عمرۃ القضاء	〃
حضرت خالدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ	۸۷
کی ہجرت مدینہ ۸ سنہ	
فتح مکہ رمضان ۸ سنہ	〃
صحابہؓ کو سفر کی تیاری کا حکم	〃
حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ حضرت حاطبؓ کے قاصد کے تعاقب میں	۸۸
حضرت حاطبؓ سے جواب طلبی	〃
بدریوں کا درجہ	۸۹
مکہ کی جانب روانگی	〃
ابوسفیان کا قبول اسلام	〃
حضرت زبیرؓ علم بردار رسول اللہ صلعم	〃
فتح مکہ میں حضرت زبیرؓ کا لقب صاحب اللوائین	۹۰
فتح مکہ کے متعلق حضرت عروہ بن حضرت زبیرؓ کا بیان	۹۱
حضرت خالدؓ سے بازپرس	۹۶
حضرت زبیرؓ پر شفقت نبوی صلعم	〃
نقشہ فتح مکہ	۹۷
آنحضرت صلعم کا مکہ میں جائے قیام	۹۸
حضرت زبیرؓ کا طعن ابوسفیان پر	〃
آنحضرت صلعم و صحابہ کرامؓ حرم مکہ میں	〃
ارشاد نبوی صلعم فتح مکہ کے دن	〃
بیعت	۹۹
غزوۂ ہوازن یا حنین شوال ۸ سنہ	〃
وادی حنین کا روح فرسا واقعہ	۱۰۰
حضرت زبیرؓ کی استقامت	〃
شکست کے اسباب	〃

عنوان	صفحہ
حنین کی جنگ میں حضرت زبیرؓ کی بے نظیر شجاعت و جانبازی	۱۰۱
حضرت زبیرؓ کی ۸ھ میں ایک اور مہم پر مامور ی ۔	〃
حضرت زبیرؓ کے بھتیجے کی شہادت	〃
غزوہ تبوک رجب ۹ھ	〃
حضرت زبیرؓ کی والدہ کا حضرت اُم کلثوم کی میت کو غسل	۱۰۲
حجۃ الوداع ۱۰ھ	〃
ارشاد نبوی صلعم	〃
عہد نبوت کی آخری مہم ۱۱ھ	۱۰۳
حضور صلعم کا وصال	〃
مسئلہ خلافت	〃
حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ کی حمایت پر	۱۰۴
حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ کی حمایت میں شمشیر برہنہ	〃
حضرت زبیرؓ کی بیعت حضرت صدیق اکبرؓ سے	〃
حضرت زبیرؓ وغیرہ کے حضرت صدیق اکبرؓ کی اوّل اوّل بیعت نہ کرنے کی وجہ	〃
حضرت زبیرؓ کو حضور اکرم صلعم کی عطیہ جاگیر	۱۰۵
فرمان آنحضرت صلعم برائے عطائے جاگیر حضرت زبیرؓ	〃
حضرت زبیرؓ پر شفقت نبوی صلعم	〃
حضرت زبیرؓ کا ایک انصاری سے تنازعہ اور آنحضرت صلعم کا حضرت زبیرؓ کے حق میں فیصلہ	〃
حضرت زبیرؓ اور کتابت رسول اللہ صلعم	۱۰۶
رسول اللہ صلعم کا ایک فرمان بقلم حضرت زبیرؓ بن العوام	۱۰۷
حضرت زبیرؓ کے عہد رسول اللہ صلعم کے دیگر شاغل	〃
حضرت زبیرؓ فقہی احکام کے استنباط کے بھی ماہر تھے	〃
سابقون الاولین صحابہؓ کی قدر و منزلت آنحضرت صلعم کے پاس ۔	۱۰۸

عنوان	صفحہ
حضرت زبیرؓ کے کارنامے خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ میں	
مسلمانوں کی پریشانی	۱۱۰
حضرت اُسامہؓ امیر لشکر	〃
حضرت اُسامہؓ کی مہم کا فائدہ	〃
اِرتداد کا غلبہ	۱۱۱
حضرت زبیرؓ صحابہؓ مدینہ کی حفاظت پر	۱۱۲
مدینہ پر مُرتدین کا حملہ اور پسپائی	〃
خلافت صدیقی کی پہلی فتح	۱۱۳
مُسلمانوں کے حملے	〃
طلیحہ کی شکست	〃
جنگ مُسیلمہ کذّاب سے	۱۱۴
حضرت سائیب کی مُسلمانوں کو ہلاکت	۱۱۵
حضرت زبیرؓ کے بھائی حضرت سائب کی شہادت	〃
اِرتداد کا خاتمہ اور اسلامی فتوحات	〃
امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وصال	۱۱۶
امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نعت	〃
حضرت زبیرؓ کو جاگیر حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف سے	۱۱۸
حضرت زبیرؓ کی جنگ یرموک میں شرکت	〃
فریقین کی فوجوں کی تعداد جنگ یرموک میں	〃
حضرت زبیرؓ اور صحابہ کرامؓ کا دشمن پر حملہ اور فتح	۱۱۹
حضرت زبیرؓ کی لاثانی جگرداری و شجاعت	۱۲۰
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور جنگ یرموک کا ہولناک منظر	〃
حضرت خالدؓ کی معزولی اور جرنیلی حضرت صدیق اکبرؓ	〃
میدان جنگ اور معرکۂ کارزار	۱۲۱

عنوان	صفحہ
رومیوں کی تباہی	۱۲۱
حضرت زبیرؓ کے ایک حملہ کی نشان دار کاری زخم	۱۲۲
حضرت زبیرؓ کے کارنامے خلافت حضرت عمر فاروقؓ میں	
حضرت زبیرؓ کے از ارکان شوریٰ	۱۲۳
حضرت عمرؓ	
ارکان شوریٰ یا اُرباب حل و عقد	〃
ایرانیوں پر فوج کشی	〃
خلیفہ کا عزم سپہ سالاری	۱۲۵
فوج کی ترتیب	〃
ارباب حل و عقد کا مشورہ اور حضرت عمرؓ کی مدینہ کو واپسی	〃
فتح قادسیہ	〃
جنگ جلولا	۱۲۶
ارباب حل و عقد کا حضرت عمرؓ کو دوبارہ مشورہ اور اُسکی مقبولیت	〃
حضرت زبیرؓ کی شرکت ایران کی فتح میں	۱۲۷
حضرت زبیرؓ اور مصر کی فتح	〃
حضرت زبیرؓ کا حضرت عثمانؓ کی شجاعت حضرت عمرؓ کی نظر میں	۱۲۹
حضرت زبیرؓ کی عدیم المثال بہادری اور فسطاط کی فتح	〃
حضرت زبیرؓ کی سپہ سالاری بطور یادگار	〃
حضرت زبیرؓ تنہا دشمن کے قلعہ میں	〃
قلعہ بابلیون کی فتح حضرت زبیرؓ کے ہاتھ پر	۱۳۰

عنوان	صفحہ
حضرت زبیرؓ کی طاعون سے بیخوفی	۱۳۰
حضرت زبیرؓ کا گورنر بننے سے انکار اور جہاد فی سبیل اللہ پر آمادگی	〃
اسکندریہ پر حملہ	۱۳۱
حضرت زبیرؓ ہراول فوج اور قلعہ اُسکندریہ کی تسخیر	〃
شہر فسطاط کی جامع مسجد کی سمت متعین کرنے میں حضرت زبیرؓ کی شرکت	〃
حضرت زبیرؓ کا مصر کی تقسیم کے لئے طلب اور پھر دست کشی	۱۳۲
[illegible] کی زمین اور مکانات مصر میں	〃
[illegible] ساتھ ایک معاہدہ	〃
معاہدہ مع اہل مصر	۱۳۳
نقشۃ المصر	۱۳۴
جنوبی مصر کی فتح	۱۳۵
حضرت عمرؓ کا جوابی خط	〃
[illegible] کرامؓ کا مشورہ اور تیاری جنگ	۱۳۶
حضرت زبیرؓ کا رجز	〃
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور دوسرے [illegible] کی تحقیق	۱۳۷
حضرت زبیرؓ اور [illegible] کی مدد اور [illegible]	۱۳۸
حضرت زبیرؓ اور [illegible]	〃
[illegible] کا [illegible] سے نکلنا	〃
[illegible]	〃
[illegible] کی [illegible]	۱۳۹
صحابہؓ کی شہادت	〃
حضرت زبیرؓ اور چند صحابہؓ کی شب گشت	〃
شکر اسلام کو ہاتھیوں سے پریشانی	〃
ہاتھیوں سے نپٹنے کا ایک نیا طریقہ	۱۴۰
انہاس پر چڑھائی اور حضرت زبیرؓ	〃
انہاس پر حملہ اور فتح	〃
عمرو بن حضرت زبیرؓ کی آمد اور دشمن کی دغابازی۔	۱۴۲
حضرت زبیرؓ کی روانگی ارض فیوم کو فیوم اور ارض فیوم کی فتح حضرت زبیرؓ کے ہاتھ پر	〃
شہر بہنسا	〃
حضرت زبیرؓ معہ اپنے صاحبزادے	۱۴۴
عبداللہ رضؓ کے بہنسا کے محاصرین مسلمانوں کی امداد پر	〃
حضرت زبیرؓ کا ورود بہنسا میں	〃
حضرت زبیرؓ کا ارشاد	〃
بہنسا پر حملہ	〃
ملک بطلوس کا بیس ہزار فوج سے مسلمانوں پر شبخون اور حضرت زبیرؓ	〃
حضرت زبیرؓ کا قلعہ [illegible] میں فاتحانہ داخلہ	۱۴۵
حضرت زبیرؓ اور اکابر صحابہؓ	۱۴۶
کو بطلوس اور اسکے عامل [illegible]	〃
بطلوس کی مسلمانوں سے دغا اور بغاوت اور صدہا صحابہؓ کی شہادت	۱۴۷
اور حضرت اسماءؓ زوجہ حضرت زبیرؓ کی بہادرانہ جنگ	〃
حضرت زبیرؓ اور آپکے صاحبزادے	〃
عبداللہ بن زبیرؓ کا حملہ [illegible] پر	〃
حضرت زبیرؓ کا رجز	۱۴۸
[illegible] [illegible] عبداللہ [illegible]	۱۴۹
زبیرؓ کی غارت [illegible]	〃
فتح بہنسا کے بعد	۱۴۹
انتظام خلافت اور حضرت عمرؓ کی شہادت	۱۵۰
حضرت عمرؓ کا قاتل	〃
جانشینی کی فکر	〃
خلیفہ منتخب کو وصیت	۱۵۱
مشورہ کے لئے ہدایات	〃
دفن کی اجازت طلبی	〃
حضرت زبیرؓ کی حضرت عمرؓ کو قبر میں اُتارنے میں شرکت۔	〃
وسعت فتوحات	〃
حضرت عمرؓ کا کفن مبارک	۱۵۲
[illegible] حضرت عمرؓ	〃
نامزدگان خلافت	〃
طریقہ انتخاب خلیفہ	〃
حضرت زبیرؓ کی دست بردار از خلافت بحق حضرت علی رضؓ	۱۵۳
جلسہ انتخاب	۱۵۴
حضرت عثمانؓ کی تقریر	〃
حضرت زبیرؓ کی تقریر	〃
حضرت سعد بن وقاص رضؓ کی تقریر	۱۵۵
حضرت علی رضؓ کی تقریر	〃
حضرت عثمان غنی رضؓ کی خلافت پر اجماع	۱۵۶
نامزدگان خلافت کے استحقاق کیوجہ	۱۵۷
حضرت عمرؓ کا بیان۔	
حضرت زبیرؓ کی رائے حضرت علی رضؓ کے حق میں	۱۵۸
انتخاب کے متعلق حضرت عمرؓ کا بیان	۱۵۹
حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی نظر میں سب سے افضل کام	۱۶۰
خیبر کے یہودیوں کی شرارت اور جلاوطنی	۱۶۱
حضرت زبیرؓ کا حضرت عمرؓ کی ایک بات ماننے سے انکار	

عنوان	صفحہ
حضرت زبیرؓ کی سفارش پر ایک شاعر کی قید سے رہائی	۱۶۱
حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے درمیان تصفیہ کی سعی	〃
حضرت زبیرؓ کو بھاگیر حضرت عمرؓ کی طرف سے	۱۶۲
حضرت زبیرؓ اور دیوان وظائف	۱۶۳
حضرت زبیرؓ اور خلافت حضرت عثمان غنیؓ	۱۶۴
حضرت عبیداللہ بن حضرت عمرؓ کا خون بہا	۱۶۵
فتوحات	۱۶۶
عبداللہ بن حضرت زبیرؓ اور فتح اذربیجان	〃
حضرت عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کی شرکت جنگ طبرستان و جرجان میں اور اُنکی فتح	〃
حضرت عبداللہ بن حضرت زبیرؓ اور ترتیب قرآن مجید	۱۶۷
مسجد نبوی صلعم کی از سر نو تعمیر	〃
ایران کی فتح کی تکمیل	〃
صحابہ کرامؓ کی وفات	〃
حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی وصیت	۱۶۸
حضرت زبیرؓ کو	
حضرت زبیرؓ کا وصیت پر عمل	〃
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حضرت زبیرؓ کو وصیت	〃
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وصیت متن	〃
اسباب فتنہ و فساد	۱۶۹
محمد بن حضرت ابوبکرؓ کی ناراضی	〃
قریشیوں سے حسد	۱۷۰
رؤسائے کوفہ کی جلاوطنی	〃
یہودیوں کی شرارت	۱۷۱
ابن سبا اور اُسکے ہتھکنڈے	۱۷۲

عنوان	صفحہ
ابن سبا بصرہ میں	۱۷۵
کوفہ میں آمد	〃
ابن سبا کا مصر میں ورود اور جعلی خطوط	۱۷۶
حضرت سعید بن العاص کی مخالفت	〃
حضرت ابوموسیٰ اشعری گورنر کوفہ	۱۷۷
حضرت عثمانؓ کے دو فرمان	〃
جلسہ میں اعتراضات کا ازالہ	۱۷۸
شام جانے سے حضرت عثمانؓ کا انکار	〃
حضرت معاویہؓ کی روانگی اور	〃
صحابہ کرامؓ سے درخواست	
مخالفین کا ارادہ	۱۷۹
منافقین کی چالبازیاں	〃
جعلی خطوط کے ذریعہ پروپیگنڈا	〃
حضرت زبیرؓ و علیؓ و طلحہؓ کا خلافت سے انکار	۱۸۰
حضرت زبیرؓ و علیؓ اور طلحہؓ کی باغیوں کو فہمائش اور اُنکی مدینہ سے واپسی	〃
بلوائیوں کی مدینہ کو واپسی	۱۸۱
مروان کے جعلی خط کے نتائج	۱۸۲
صحابہ کرامؓ اور حضرت عثمانؓ کی عیادت	۱۸۴
صاحبزادگان صحابہ کرامؓ حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر	〃
محمد بن حضرت ابوبکرؓ کا ہمنوا کی ہمراہی سے انکار	۱۸۶
حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی خانہ نشینی	〃
امیر حج	〃
صاحبزادگان صحابہ کرامؓ کی جنگ بلوائیوں سے	〃

عنوان	صفحہ
امیر المومنینؓ کا دیار رسول اللہ صلعم کو چھوڑنے سے انکار	۱۸۷
حضرت عثمان غنیؓ کی پیشن گوئی	〃
صاحبزادگان صحابہ کرامؓ کی دلاوری و ثابت قدمی	۱۸۸
حضرت عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کے حملے	〃
امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی شہادت	〃
سانحہ ہوشربا اور صحابہ کرامؓ	۱۹۱
حضرت عثمانؓ کے دفن کی اجازت طلبی	〃
حضرت زبیرؓ کی شرکت حضرت عثمانؓ کے دفن میں	〃
حضرت عثمان غنیؓ کی نماز جنازہ	〃
روایت حضرت حسنؓ	۱۹۲
حالات حضرت عثمانؓ	〃
مخالفین حضرت عثمانؓ	۱۹۳
حضرت عثمانؓ کے فضایل	۱۹۴
حضرت زبیرؓ کو حضرت عثمانؓ کا عطیہ مال	〃
حضرت زبیرؓ کو جاگیر حضرت عثمانؓ کیطرف سے	〃
حضرت زبیرؓ کے سب سے زیادہ مستحق خلافت ہونیکے متعلق حضرت عثمانؓ کی حدیث	〃
حضرت زبیرؓ کا خلیفہ بننے سے انکار	۱۹۵
حضرت عثمانؓ کی شہادت کا راز	〃
حضرت زبیرؓ اور خلافت حضرت علیؓ	
مدینہ میں بلوائیوں کی حکومت	۱۹۶
انتخاب خلیفہ کی تجویز	〃
حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ	۱۹۷
کا خلافت قبول کرنے سے انکار	
ابن سبا کی کارگر تدبیر	〃
حضرت علیؓ سے بیعت	〃

عنوان	صفحہ
حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ کی مشروط بیعت	۱۹۷
بیعت نہ کرنے والے اصحاب	۱۹۸
قاتلین کی شناخت کی کوشش	۱۹۹
حضرت زبیرؓ و طلحہ کا حضرت علیؓ سے قصاص کا مطالبہ	〃
بلوائیوں کا مدینہ خالی کرنے سے انکار	۲۰۰
حضرت ابن عباسؓ کا مشورہ	۲۰۱
تقرر والیان حکومت اور نزاکت حالات	۲۰۲
حضرت امیر معاویہؓ کا بیعت پر سکوت	۲۰۳
حضرت امیر معاویہؓ کا قاصد اور اسکی مشکلات	〃
حضرت علیؓ کا شام پر حملہ کرنے کا ارادہ	۲۰۴
حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں آمد	〃
مکہ معظمہ میں آمد کی وجہ	〃
شام پر حملہ کی تیاری	۲۰۵
مکہ سے مخالفت کی خبر	〃
اہل مدینہ کا اضطراب	۲۰۶
حضرت ابن عمرؓ کا جنگ سے احتراز اور مکہ کو روانگی	〃
شہادت حضرت عثمانؓ سے اُم المومنین حضرت صدیقہؓ کو صدمۂ عظیم	〃
مکہ معظمہ میں اُم المومنینؓ کی ایک تقریر	۲۰۷
حضرت عثمانؓ کے خون کا قصاص لینے پر مکہ معظمہ کے لوگوں کی آمادگی	۲۰۸
حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کا مکہ معظمہ میں ورود	۲۰۹
اصحاب کرامؓ اور اُم المومنینؓ میں مشورہ	〃
حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کا بغرض اصلاح	〃
حضرت عائشہؓ و نیز کیا مکہ بصرہ کیلئے کوچ	
مروان بن الحکم کی شرارت اور حضرت عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کی امامت نماز	۲۱۰
مروان کی دوسری شرارت	۲۱۱
گورنر بصرہ کے ایلچیوں سے گفتگو	〃
بصرہ کے عمائدین کی گورنر بصرہ سے سرد مہری	〃
گورنر بصرہ کی کوشش کی ناکامی	۲۱۲
طرفین کا اجتماع اور اُم المومنینؓ کی تقریر	〃
تقریر کا اثر	۲۱۳
فریقین میں معاہدۂ بصرہ پر قبضہ کی شرائط	〃
حضرت کعب بن سورؓ کا سفر مدینہ	〃
حضرت علیؓ کا خط گورنر بصرہ کے نام	۲۱۴
گورنر بصرہ کے نقص عہد کی وجہ سے جنگ	〃
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا بیت المال پر قبضہ	〃
بصرہ میں داخل ہونے کے بعد حضرت زبیرؓ و طلحہؓ کے خطبے	۲۱۵
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حکیم بن جبلہ کی گفتگو	۲۱۶
حکیم بن جبلہ کا حشر	〃
قاتلین حضرت عثمانؓ کا قتل	۲۱۷
اُم المومنینؓ کی دعوت شرکت	〃
حضرت زبیرؓ کا آگے بڑھکر حضرت علیؓ پر حملہ کرنے کا ارادہ	〃
اہل مدینہ سے حضرت علیؓ کی استمداد اور اُس کا نتیجہ	〃
حضرات زبیرؓ و طلحہؓ پر حضرت علیؓ کا خروج	۲۱۸
حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کی گفتگو	〃
حضرت ابوموسیٰؓ گورنر کوفہ کا جواب	۲۲۰
حضرت علیؓ کے فرستادوں کو گفتگو	۲۲۴
مناز فقین کی سازش	۲۲۵

عنوان	صفحہ
دونوں لشکروں کا اپنے اپنے مقامات سے آگے بڑھکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں قیام	۲۲۶
حضرت علیؓ کی حضرت طلحہؓ سے باتیں	۲۲۷
حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ میں گفتگو	〃
حضرت زبیرؓ کی اپنے صاحبزادے کے غلط خیال کی اصلاح	۲۲۸
حضرت زبیرؓ و حضرت عمارؓ بن یاسر کے قتل کا خوف	۲۲۹
حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کے لشکروں کی تعداد	〃
طرفین میں شرائط صلح پر اتفاق	〃
منافقین کی شرارت سے فوجوں میں تصادم	۲۳۰
حضرت طلحہؓ کی شہادت	۲۳۱
حضرت زبیرؓ پر حضرت عمارؓ کا حملہ اور آپکا قتل	۲۳۳
حضرت عمارؓ کے قتل کرنے سے گریز غلط فہمیاں اور رفتار جنگ	〃
جنگ کا اہم مرکز	۲۳۴
جنگ کے خاتمہ کی تدبیر	۲۳۵
حضرت اُم المومنین بی بی عائشہ کا بقصد قیام مکہ معظمہ	۲۳۶
حضرت علیؓ حضرت اُم المومنینؓ کی خدمت میں	〃
حضرت اُم المومنینؓ کی معہ اپنے بھائی کے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مدینہ منورہ کو روانگی	۲۳۷
فرقہ سبائیہ کی ایک اور شرارت	〃
سبائیوں کا اصلی مقصد	۲۳۸
سبائیوں کی ترک تازیاں	〃
سبائیوں کی حضرت علیؓ سے بغاوت	〃
سبائیوں کا حضرت علیؓ کے دربار میں رسوخ کا نتیجہ	۲۳۹
شہادت حضرت عثمان غنیؓ اور واقعات جنگ پر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا بصیرت افروز تبصرہ	۲۴۰

عنوان	صفحہ
حضرت زبیرؓ کی شہادت	۲۴۳
حضرت علیؓ کی بشارت حضرت زبیرؓ کے قاتل کو جہنم کی خودکشی	〃
حضرت زبیرؓ کی تلوار کی سپردگی اُم المومنین حضرت عائشہؓ کو	۲۴۴
حضرت زبیرؓ کی تدفین	〃
قصہ زبیرؓ و قبور حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ اور جنگ جمل کا میدان	〃
نقشہ عراق عرب جس میں قصبہ زبیر اور مقام جنگ جمل دکھلایا گیا ہے	۲۴۶
حضرت زبیرؓ کا ماتم	۲۴۷
حضرت زبیرؓ کا شیعہ حضرت عائشہؓ کی زبانی	۲۴۸
جریر بن الخطفی کے اشعار	۲۴۹
شہادت حضرت زبیرؓ کی خبر حضور صلعم کی زبان مبارک سے	〃
حضرت زبیرؓ کا شوق شہادت اپنے صاحبزادوں کے نام شہداء کے نام رکھنا اُنکے مرتبہ شہادت پانے کی اُمید پر	〃
حضرت زبیرؓ کو جنگ جمل کے دن اپنی شہادت کا یقین تھا	۲۵۰
حضرت زبیرؓ و طلحہؓ حضور اکرم صلعم کے ہمسایہ ہوں گے	〃
حضرت زبیرؓ عشرہ مبشرہ میں ایک ہیں	〃
جنکے جنتی ہونے کی حضور اکرم صلعم نے بشارت دی شجرہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم	۲۵۱
حضرت زبیرؓ کی جنگ جمل کے دن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو وصیت اور حضرت زبیرؓ کی متروکہ دولت	۲۵۲
حضرت زبیرؓ کی املاک	〃
حضرت زبیرؓ پر قرض ہونے کی وجہ	〃
قرض کی تعداد	۲۵۲
ادائیگی قرض	〃
حضرت زبیرؓ کی دولت	۲۵۳
حضرت زبیرؓ کے اوقاف	〃
ذریعہ معاش اور تمول	〃
آپکے باغات و محلات کی موجودگی چوتھی صدی ہجری میں اچھی حالت میں	۲۵۴
طرز معاشرت	〃
اخلاق و عادات	〃
خوف الٰہی	〃
تقویٰ اور پرہیزگاری	۲۵۵
حق پرستی	〃
قوت ایمانی	〃
عبادات و طاعات	〃
مساوات پسندی	〃
فیاضی اور نرم دلی	〃
امانت داری	۲۵۶
سفارشیں بھی فرمایا کرتے تھے	۲۵۷
مصالح اسلام کے ساتھ وابستگی	〃
اصابت رائے	〃
غیبت	〃
آپکے صاحبزادے کی پیدائش سے صحابہ کرام میں غلغلہ شادمانی	۲۵۸
اولاد کی محبت و تربیت	〃
رسول اللہ صلعم کی کتابت۔ قرآن مجید کی ترتیب	〃
حفظ قرآن	〃
حدیث	〃
تفسیر	۲۵۹
فقہ	〃
مغازی	۲۵۹
حساب	〃
اطاعت	〃
ایثار نفس	〃
نعمت دنیا کی بشارت	〃
اخلاق و عادات	〃
متروکات آنحضرت صلعم میں حضرت زبیرؓ کو حصہ	〃
آپ کی یادگاریں	۲۶۰
(۱) مسجد بقیع الزبیر (۲) مسجد سدۃ الزبیر	〃
چند خاص یادگاریں	〃
(۱) بھالا (۲) برچھی (۳) تلوار	〃
(۴) سپر بھی	۲۶۱
حضرت زبیرؓ کے چند شخصی معاملات	〃
شوق	〃
مہموں سے بے پروائی اور شوق جہاد	〃
موت سے بے خوفی	〃
شجاعت (جنگ بدر۔ جنگ اُحد	۲۶۲
غزوہ خندق۔ جنگ خیبر۔ فتح مکہ۔	〃
غزوہ حنین۔ غزوہ تبوک۔ جنگ یرموک	〃
جنگ مصر وغیرہ وغیرہ)	〃
حضرت زبیرؓ کی شجاعت کا اثر حضرت علیؓ پر	۲۶۵
آنحضرت صلعم سے والہانہ محبت	〃
شفقت نبوی صلعم کے متعلق حضرت عمرؓ کا بیان	〃
سب سے زیادہ مستحق خلافت ہونے کے بارے میں حضرت عثمان غنیؓ کا بیان	〃
حضرات زبیرؓ و طلحہؓ و علیؓ اور مرنے والے شخص کا حشر	〃
حضرت زبیرؓ کی [illegible]	۲۶۶
[illegible]	〃

عنوان	صفحہ
ازواج و اولاد	۲۶۷
حضرت اسماءؓ ولادت، نام و نسب	۲۶۸
محبت و شفقت سے عاری نہ تھا	۲۷۰
شجاعت و بہادری	۲۷۱
فیاضی	〃
حضرت اسماءؓ کا مکان دار اسماءؓ	۲۷۲
تقدس	〃
راسخ الاعتقادی	۲۷۳
رسول مقبول صلعم کیساتھ آپکے حج	〃
اخلاق و اخلاص و نماز کسوف میں شرکت	۲۷۴
بے تول کر خرچ سے احتراز	〃
حضرت اسماءؓ کی اولاد	〃
اسلامی سادگی	〃
وظیفہ	〃
روایت حدیث	〃
ایک حدیث	۲۷۵
دلیری و بہادری	〃
قدر قامت یا تن و توش	〃
تعبیر خواب	〃
حضرت اسماءؓ کا بار اور آیت تیمم کا نزول	〃
عدالجواد کے ساتھ رہا حق	۲۷۶
اخلاقی جرأت اور صبر و استقلال	〃
وفات	۲۷۸
وصیت	〃
طبیب	〃
حضرت اسماءؓ کی مائیں نیز بھائی اور بہنیں	〃
حضرت عائشہؓ	۲۷۹
حضرت ام کلثومؓ	۲۸۰
حضرت ام حبیبہؓ	۲۸۱

عنوان	صفحہ
حضرت زینبؓ	۲۸۲
حضرت الرباب	〃
حضرت تماضر	۲۸۳
حضرت زبیرؓ کی بیویاں جو آپ کی وفات کے بعد زندہ تھیں	〃
امیر المومنین عبداللہ بن حضرت زبیرؓ	〃
خلافت امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر ایک نظر	۲۸۶
اولاد حضرت عبداللہ بن حضرت زبیرؓ	۲۸۹
سیدنا حضرت عروہ بن زبیرؓ	۲۹۰
اولاد عروہ بن حضرت زبیرؓ	۲۹۱
سیدنا مصعب بن حضرت زبیرؓ	۲۹۲
اولاد مصعب بن حضرت زبیرؓ	۲۹۴
منذر بن حضرت زبیرؓ	۲۹۵
منذر بن حضرت زبیرؓ کی شرکت بحری جنگ میں	〃
مزید حالات	〃
منذر بن حضرت زبیرؓ کی جاگیر	۲۹۶
اولاد و ازواج	〃
اولاد منذر بن حضرت زبیرؓ	۲۹۷
محمد بن منذر بن حضرت زبیرؓ	〃
عمرو بن المنذر بن حضرت زبیرؓ	〃
عاصم بن منذر بن حضرت زبیرؓ	〃
الزبیر بن عبداللہ بن احمد بن سلیمان	〃
بن عبداللہ بن عاصم بن المنذر بن حضرت زبیرؓ	
عثمان بن منذر بن حضرت زبیرؓ	〃
فلیح بن محمد بن منذر بن حضرت زبیرؓ	۲۹۸
ابراہیم بن المنذر	〃
[illegible]	〃

عنوان	صفحہ
فاطمہ بنت المنذر بن حضرت زبیرؓ	۲۹۸
حفصہ بنت عبدالرحمن بن حضرت ابوبکرؓ	〃
زوجہ منذر بن حضرت زبیرؓ	〃
عاتکہ زوجہ منذر بن حضرت زبیرؓ	〃
عبیدہ بن حضرت زبیرؓ	〃
گورنری مدینہ منورہ	〃
گورنری سے معزولی	〃
ازواج و اولاد عبیدہ بن حضرت زبیرؓ	۲۹۹
منذر بن عبیدہ بن حضرت زبیرؓ	〃
ازواج و اولاد	〃
عمر بن حضرت زبیرؓ	۳۰۰
عمرو بن حضرت زبیرؓ کا مکان مدینہ میں	۳۰۲
حوض عمرو	〃
ازواج و اولاد	〃
عمرو بن عمرو بن حضرت زبیرؓ	۳۰۳
محمد بن عمرو بن حضرت زبیرؓ	〃
حمزہ بن حضرت زبیرؓ و اولاد	〃
عاصم بن حضرت زبیرؓ	〃
خالد بن حضرت زبیرؓ	〃
ازواج و اولاد	〃
عثمان بن خالد بن حضرت زبیرؓ	۳۰۴
جعفر بن خالد بن حضرت زبیرؓ	〃
عثمان بن محمد الاصغر بن خالد بن حضرت زبیرؓ	〃
محمد بن عثمان بن محمد بن خالد بن حضرت زبیرؓ	〃
جعفر بن حضرت زبیرؓ	۳۰۵
وفات اور ازواج و اولاد	۳۰۶
محمد بن جعفر بن حضرت زبیرؓ	۳۰۷
صالح بن جعفر بن حضرت زبیرؓ	〃
[illegible]	〃

ی

عنوان	صفحہ
خدیجۃ الکبریٰ بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر	۳۰۷
اُم الحسن بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر اور اولاد	〃
خدیجۃ الصغریٰ بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر	〃
رُملہ بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر و اولاد	۳۰۸
سودہ بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر و اولاد	۳۰۹
عمرو بن سعید کی شہادت	〃
اولاد سودہ بنت حضرت زبیرؓ	۳۱۰
ہند بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر	〃
حبیبہ دختر حضرت زبیرؓ کے شوہر اور اولاد	۳۱۰
زینب بنت حضرت زبیرؓ	۳۱۱
عائشہ بنت حضرت زبیرؓ	〃
مختلف ممالک میں جن ناموں سے	〃
خاندان حضرت زبیرؓ موسوم ہوا	۳۱۲
ہندوستان میں خاندان حضرت زبیرؓ جن ناموں سے مشہور ہے	〃
شانِ خداوندی	۳۱۲
حضرت زبیرؓ کا مکان مکہ معظمہ میں	〃
حضرت زبیرؓ کے غلام نافع۔ بُرد۔ حبیب	۳۱۲
مروان بن روی	〃
مرزوق الثقفی۔ ابوالبہ وہب بن کیسان	〃
بہتی	۳۱۳
ابوعبیہ مولائے حضرت زبیرؓ بن العوام	〃
حُمید بن قیس الاعرج	〃
اسمٰعیل بن حکیم	۳۱۴
زمیل بن عباس	〃
خاتمہ کتاب	〃
ہماری مصنفہ کتاب خاندان زُبیری کنتوری پر چند اظہار خیال تبصرے اور تنقیدیں	۳۱۹ و ۳۲۰

تعارف

از

مولوی مقبول احمد صاحب سہسوانی

میرے دوست جناب مولوی حسین احمد صاحب زبیری اُن لوگوں میں ہیں جنھیں اسلاف سے فقط لگاؤ نہیں بلکہ عشق ہے اور اس کا یہ تقاضہ ہے کہ وہ جس مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں اسلاف کی تاریخ حافظہ کی الماری میں سجا کر بیٹھ جاتے ہیں جس میں کہیں ابن جریر طبری نظر آتے ہیں۔ کہیں علامہ شبلی نعمانی ہوتے ہیں کہیں ابن سعد دکھائی دیتے ہیں اور کہیں ابن اثیر۔

ان کے حافظہ کے کتب خانہ میں عربی اردو ہی کی تاریخیں نہیں ہیں بلکہ حدیث اور قرآن کا دفتر بھی ہے جس میں بخاری کا مرتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے ساتھ ہی مسجد کے زیر سایہ جرمنی اور انگریزی کتابیں بھی ہیں۔ باتیں کرتے ہیں تو بزرگوں کی باتیں کرتے ہیں اور لکھتے ہیں تو بزرگوں کے حالات لکھتے ہیں گویا ان کا ہنسنا بولنا چلنا پھرنا سب کچھ ان بزرگوں کے لیے ہے جن کی نسبت کا انہیں فخر ہے۔ چلنا پھرنا میں نے اس لئے کہا کہ مولوی حسین احمد صاحب نے جیل پھر کر نہ جانے کن کن کتب خانوں کو چھانا ہے کس کس کتاب کی ورق گردانی کی ہے کہاں کہاں سے یہ گوہر نایاب حاصل کئے ہیں جن سے زیر نظر کتاب "تذکرہ حضرت زبیرؓ" بھری ہوئی ہے یوں تو حضرت زبیرؓ کے حالات میں متعدد اہل قلم نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے مگر جس تفصیل کے ساتھ مولوی صاحب موصوف نے پیش کیا ہے اردو زبان میں پہلی چیز ہے۔

یہ اگرچہ سوانح حضرت زبیرؓ کے نام سے موسوم ہے مگر دراصل خاندان زبیر کی مکمل تاریخ اور زبیری انسائیکلوپیڈیا ہے جن میں بیٹی بیٹے بیویاں یہاں تک کہ حضرت زبیرؓ کے وہ غلام بھی چلتے پھرتے نظر آتے ہیں جنھوں نے اسلام کی خدمات میں نمایاں حصہ لیا ہے اور ان ہی غلاموں کا حال دیکھنے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ عہد رسالت اور صحابہؓ کے زمانہ میں غلاموں کو پھٹے کپڑے پہنا کر فقط بازار میں نہیں پھرایا جاتا تھا نہ مسالے پسوائے جاتے تھے نہ روٹیاں پکوائی جاتی تھیں بلکہ ان کی زندگی سنوارنے اور انہیں انسان بنانے کی سعی بھی کی جاتی تھی جس کا نمونہ دوسرے غلامانِ اسلام کے ساتھ حضرت زبیرؓ کے یہ غلام ہیں جن کا کتاب میں ذکر ہے۔

اس کتاب میں حضرت زبیرؓ کے بہادرانہ کارنامے اسلام کے لئے انکی فداکاری اور جاں نثاری سخاوت اور دریا دلی حق شناسی اور حق گوئی ایک ایک چیز کو ایسی تفصیل سے بتایا ہے کہ زندگی کا ہر واقعہ اور حیات زبیرؓ کا ہر شعبہ پڑھنے والے کی نگاہ کے سامنے آجاتا ہے حضرت زبیرؓ ان مخصوص صحابہؓ میں ہیں جنھیں اسلام میں اوّلیت کا مقام حاصل ہے نہ فقط ثبات حق کے لحاظ سے بلکہ ان تمام عظیم الشان محاربات میں بھی جو عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت علیؓ کے زمانہ تک ہوئے ہیں حضرت زبیرؓ شجاعت و بسالت کا مجسم نمونہ نظر آتے ہیں اور ان کی ہر ادا دلیری پامردی اور حق پرستی کا دل کشا منظر ہے۔

خیالات اور طریق کار کا اختلاف بسا اوقات ذاتی اختلاف کی شکل اختیار کر لیتا ہے مگر حضرت زبیرؓ کی زندگی اس سے یکسر پاک تھی اور جیسا کہ اس کتاب میں آپ دیکھیں گے کہ جب حضرت علیؓ کے مقابلہ کے وقت انہوں نے محسوس کیا کہ مجھے مقابلہ سے ہٹ جانا چاہیئے تو بغیر کسی ادنیٰ تامل کے جنگ سے کنارہ کش ہو گئے اور بہ ظاہر یہی وجہ انکی شہادت کی ہوئی۔

حضرت زبیرؓ رسول اللہ کے صحابی بھی تھے پھوپی زاد بھائی بھی اور حواری رسول اللہ بھی بشارت یافتہ بھی تھے

ل

اور صدیق اکبرؓ کے داماد بھی حضرت زبیرؓ ہر لحاظ سے بلند مرتبہ تھے، ان کی دولت و ثروت بھی اتنی تھی کہ آج جب ہم ان اعداد کو دیکھتے ہیں جس کا تاریخوں میں تذکرہ ہے اور اس کتاب میں پوری شرح و تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے تو حیرت ہو جاتی ہے اور پھر جب یہ دیکھتے ہیں کہ ساری دولت ان کی داد و دہش اور انفاق فی سبیل اللہ کے سامنے بے حقیقت ہو گئی تھی تو ان کی عالی حوصلگی کے تصور سے خاندان زبیر کا سر سب سے اونچا نظر آنے لگتا ہے۔

کثرت دولت اس وقت بُری ہوتی ہے جبکہ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ کی وعید میں آئے اور جوڑ جوڑ کر انبار لگائے جائیں لیکن اگر اس کی اتنی ہی حقیقت ہو کہ کیا انداختم در دل مگر انداختم در گل تو یہی دولت نظر استحسان سے دیکھی جاتی ہے۔ حضرت زبیر کی دولت بھی ایسی ہی دولت تھی۔ ملک کو اس کتاب کی اس لئے بھی ضرورت تھی کہ زبیری خاندان کے متعلق قسم قسم کی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں اور مولوی حسین احمد صاحب نے حضرت زبیر کے حالات کے ساتھ زبیری خاندان کے ان اکابر کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے جو دوسرے ناموں سے مشہور ہوئے ہیں اور یہ کاوش ہر لحاظ سے مستحسن اور تاریخ میں قیمتی انکشاف ہے۔

مجھ سے مولوی حسین احمد صاحب نے جب کتاب کے تعارف کے لئے ذکر کیا تو میں نے سوچا کہ یہ تو وہ بات ہوئی کہ کسی زراعت پیشہ سے کہا جائے کہ تم ڈاکٹری کا نسخہ لکھو مگر محض اس لئے کہ حضرت زبیرؓ سے مجھے صدیق ہونے کے سبب ایک نسبت خاص ہے، یہ چند الفاظ لکھے ہیں تاکہ شبداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم میری نجات اور بخشش کے لئے یہ چند سطریں شاید ذریعہ بن جائیں۔

مقبول احمد سیوہاروی

م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

دُنیا کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ انقلابی دَور سے گزرتی رہی ہے اور آج بھی وہ اسی حال میں مُبتلا ہے۔ مگر اسوقت ہماری قوم کا جو حال ہے اور جسطرح وہ احساس کمتری کا شکار ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ اُس نے اپنے بزرگوں کے حالات جاننے اور اُن کی زندگی سے فائدہ اُٹھانے کی طرف سے اپنی توجہ کو ہٹا لیا ہے۔

یہ بدیہی بات ہے کہ جو قوم بھی اپنے بزرگوں کے اُن حالات سے جنکی وجہ سے وہ بامِ ترقی پر پہنچ گئے تھے ناواقف رہ جاتی اور فائدہ نہیں اُٹھاتی ہے وہ زندگی کے دَوڑ میں پیچھے رہ جاتی اور قعرِ مذلّت و گمنامی میں جا پڑتی ہے وہ قوم نہایت بدنصیب ہے جو اپنے بزرگوں کے یادرکھنے کے قابل کارناموں کو بھلا دے۔

اَسلاف کے کارنامے اقوام کو اُبھارنے میں بہت کچھ معین و مددگار ثابت ہوتے ہیں بہت سی تقریروں اور تحریروں سے وہ اثر پیدا نہیں کیا جاسکتا جو شخصیتوں کی مثالوں سے پیدا ہوتا ہے۔

اگر قوم اپنے بزرگوں کے حالات سے واقف ہونے کی طرف متوجہ ہو جائے تو یقیناً وہ ایسا روشن مینار دیکھے گی جسکی روشنی میں اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ جائے گی اور اپنی اُس گم شدہ فوقیت و عظمت کو پھر پالے گی جس نے تمام دُنیا کو اسکے قدموں پر ڈال دیا تھا۔

پس مسلمانوں میں سے بُرائیاں اور کمزوریاں دُور کرنے کیلئے اور اُن کی شوکتِ رفتہ کو پھر واپس لانے کے لئے اسوقت سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ بزرگانِ اسلام خاص کر اصحاب رسول اللہ صلعم کے حالات سے انھیں روشناس اور واقف کرایا جائے۔

درحقیقت صحابہ کرامؓ کے حالات ہی ہمارے لئے اچھا نمونہ بن سکتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "میرے بعد میرے ہدایت پائے ہوئے جانشینوں کی پیروی کرو" صحابہ کرامؓ ہی اصل میں تعلیم محمدی صلعم کی عملی مثال اور آنحضرت صلعم کے اصلی نمونہ تھے۔ مہاجرین اوّلین کے متعلق خدا کا ارشاد ہے کہ "وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین پر جگہ دیدیں گے تو یہ لوگ نماز قایم کریں گے زکوٰۃ دیں گے نیکی کا حکم دیں گے اور بُرائی سے روکیں گے"

صحابہ کرامؓ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جہالت و باطل پرستی کے قلعوں کو کن کن مشکلات اور حالات میں فتح کیا اور اُن کی تسخیر و فراست۔ ملک داری اور جہاں بانی نے تاریخ عالم کے صفحات پر کیسے کیسے نقش و نگار چھوڑے ہیں اور باوجود اس شوکت و جلالت کے اُن کی خانگی زندگی میں ایثار علی النفس کا کس قدر ظہور ہوتا تھا۔ انہوں نے سیر چشمی۔ فیاضی۔ مہمان نوازی۔ اصابت رائے۔ ایفائے عہد۔ پرہیزگاری۔ شجاعت اور کمالات انسانی کی نہ مٹنے والی یادگاریں کس رتبہ اور پایہ کی چھوڑی ہیں۔ اُن میں کیسے کیسے قاید اور رجل تھے جن کے کارناموں پر دُنیا آج تک محوِ حیرت ہے صحابہ کرامؓ تنگدست تھے تب بھی حلال طیّب سے رغبت رکھتے تھے اکل حرام سے انھیں پرہیز تام تھا۔ تلاوت قرآن اور تسبیح و تہلیل اُن کا محبوب شغلہ تھا خدا کا خوف اُن پر ایسا غالب تھا کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے تھے۔ اُن میں کا ہر فرد ایک دوسرے کی محبّت کے نشہ میں سرشار تھا۔ وہ خدا کے لئے محبت کرتے تھے اور بغض رکھتے تو اللہ ہی کے واسطے۔

ان صحابۂ کرامؓ میں بھی عشرۂ مبشرہ کا درجہ سب سے بلند ہے کیونکہ سابقون الاسلام ہونے کی وجہ سے دین کے پھیلانے میں انہیں جس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرنی پڑیں وہ دوسروں کو کم تر پیش آئیں۔ یہ انہیں کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ اسلام بحر بیکراں بن گیا اور برق و باد کی طرح اٹھ کر ساری دنیا پر چھا گیا۔

اُن کے درجات معلوم کرنے کے لئے صرف یہ ہی ایک واقعہ کافی ہے کہ ایک موقع پر حضرت خالد بن الولیدؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ (یکے از اصحاب عشرہ مبشرہ) سے ایک معاملہ پر اس طرح بحث کی کہ سخت کلامی تک نوبت پہنچ گئی۔ آنحضرت صلعم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت خالدؓ سے فرمایا کہ "خالد خاموش رہو خدا کی قسم اگر اُحد کے برابر تمہارے پاس سونا ہو اور تم اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو تب بھی تم میرے صحابہؓ میں سے کسی ایک کی بھی سعی فی سبیل اللہ کی اہمیت کی برابری نہیں کر سکتے۔"

اس ارشاد نبوی صلعم سے صاف ظاہر ہے کہ ان اصحاب عشرہ مبشرہ کی جانفشانیوں اور حسن اخلاص کا کیا مرتبہ ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں ان اصحاب باصفاؓ کے حالات میں اوّل تو کتابیں ہی نہیں ہیں اور اگر کچھ ہیں بھی تو وہ اس قدر مختصر ہیں کہ اُن سے ان صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی پر کافی روشنی نہیں پڑتی۔

ضرورت تھی کہ ان صحابہ کرامؓ کے ایسے تفصیلی حالات مسلمانوں کے سامنے پیش کئے جاتے جو اُن کی تمام زندگیوں پر محیط ہوتے جن کو پڑھ کر اُن میں خصائل پسندیدہ کے ساتھ بلند ہمتی اور مصائب کو برداشت کرنے کی قوت پیدا ہوتی۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے من حیث القوم اس اہم کام کو ایسا پس پشت ڈالا گویا اس کی انہیں ضرورت ہی باقی نہیں رہی تھی۔ مسلمانوں نے بڑی بڑی سلطنتیں قایم کیں اور شان و شوکت کے عجیب و غریب مظاہرے کئے مگر روح حقیقی کی استواری کے لئے کوئی قدم نہ بڑھایا۔

عربوں نے اوائل اقتدار کے وقت قرآنی تعلیم اور احادیث کی تلاش و تحقیق میں کافی تگ و دو کی اور اس کے ساتھ اسماءالرجال کا ایک نیا شعبہ قائم کیا اس طرح ایک طرف تو صحابہ کرامؓ کے واقعات زندگی کو مرتب شکل میں پیش کیا اور دوسری طرف اس کو اس قدر پھیلایا کہ تابعین۔ طبع تابعین سے لے کر علماء، فضلا اور حکما کے حالات و کارنامے بھی ضبط تحریر میں آ گئے۔ اپنی ان کوششوں سے انہوں نے عربی زبان کو سوانحی اور تاریخی بے مثل تصنیفات سے مالا مال کر دیا۔ مگر جب بغداد کی سلطنت پر زوال آیا اور اس پر عجمی امراء پورے طور سے چھا گئے تو یہ عربی شاہکار پردۂ خفا میں جا پڑے۔ اور فارسی زبان کے پورے دور عروج میں ان عربی تصانیف کو فارسی زبان میں منتقل کر دئے جانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی حالانکہ اس وقت بھی ضرورت اس وجہ سے تھی کہ مسلمانوں میں عربی کے بجائے فارسی کا سکہ رائج ہو چکا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب بجائے بزرگان متقدمین کے حالات معلوم کرنے کے جذبہ کے اُن میں تصوف اور شاعری کا بے پناہ سیلاب آ گیا جس میں وہ بہتے چلے گئے اور اُن کو دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ رہی۔ حکومت کی سرپرستی۔ دولت کی فراوانی۔ شعراء کی قدردانی سے یہ ہوا کہ کام کرنے والے ہی بے خبری۔ نااہلی اور خدائی احکام سے لاپرواہی رنگ لائی خداوند جل و علی کا قانون یہ ہے کہ جب کسی قوم کا شیرازہ۔ بدحالی اور بیکاری بن جائے وہ مفلوج ہو کر رہ جائے اُس میں اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ ناپید ہو جائیں تو اس پر ایسی قوم مسلط کر دی جاتی ہے جو ظلم و ستم میں ممتاز ہوتی ہے دور جانے کی ضرورت نہیں اس کے لئے ہندوستان کی تاریخ کے اوراق شاہد ہیں ہندو کی تاریخ کا ایک مبتدی بھی اس سے واقف ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کے زوال کے کیا اسباب ہوئے اور مسلمانوں پر کیا کیا ستم ٹوٹے۔

سلطنت مغلیہ جب دم توڑ رہی تھی اُسوقت اُردو زبان منظر عام پر آئی مگر اس کا خمیر کیونکہ بہت کچھ فارسی کا مرہون منت تھا لہٰذا فارسی کی فرسودیت اسکو ورثہ میں ملی مگر جب ۱۸۵۷ء میں سلطنت مغلیہ برائے نام بھی باقی نہیں رہی اور اُس نے

آخری سنبھالا لے کر بالکل دم توڑ دیا اور مسلمانوں پر جو گذرنا تھا گذر گیا تو خدا کے چند بندوں نے مسلمانوں کی روبی حالت سے متاثر ہو کر ان کے ابھارنے کے جو مختلف وسایل اختیار کئے اُسوقت اُنھیں یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ مسلمانوں کے سامنے اُن کی ابتدائی تاریخ اور بزرگوں کے سوانحات وحالات کو پیش کیا جائے تاکہ اُن سے واقف ہو کر اُن میں جذبۂ عمل پیدا ہو سکے لیکن اُس کام میں اُنھیں یہ دقت پیش آئی کہ فارسی زبان میں ایسی کتابیں موجود نہیں تھیں جن سے اس طرح استفادہ کر سکے قوم کے سامنے رسول اللہ صلعم صحابۂ کرامؓ۔ بہادران اسلام۔ فاتحین اور علماء وفضلا وغیرہ کے حالات کو لاکر اُن میں قوت عمل کا جذبہ پیدا کیا جاتا اب اُن کے لئے عربی زبان کے جواہر پاروں سے استفادہ حاصل کئے بغیر آگے بڑھنا ناممکن تھا مگر اُن میں سے اکثر مسلمانوں کی لاپروائی کی وجہ سے نیست ونابود ہو چکے تھے اور کچھ اوراق پریشاں کی شکل میں اس طرح بکھرے ہوئے تھے کہ جن کی تلاش وجستجو لاحاصل سمجھ لی گئی تھی۔

اس دورِ ابتلا میں بھی مصر وشام۔ عرب۔ عراق عرب اور شمالی افریقہ کے دوسرے عربی ممالک دُنیا میں موجود تھے مگر علم کی ناقدری اپنے ہی ہاتھوں ہر جگہ ہو رہی تھی آپس کی نااتفاقی اور سیاسی گردشوں سے یہ ممالک ایسے بدحال تھے کہ متقدمین بزرگوں کی تصانیف کی طرف اُنھیں بھی کچھ توجہ نہ تھی مگر جب خدا کو کوئی کام کرانا منظور ہوتا ہے تو وہ دشمنوں سے بھی کرا دیا کرتا ہے چنانچہ اس بارے میں بھی ایسا ہوا اگرچہ یورپ کی قومیں مسلمانوں اور اسلام کی دشمن تھیں اور اُن کے سیاسی توشۂ پر ڈاکے ڈالتی چلی جارہی تھیں مگر انہیں دشمنوں نے اور اُن میں بھی خصوصاً جرمنی نے عربی جواہر پاروں یعنی قدیم کتابوں کو تلاش اور حاصل کرنے کی کوشش کی اور وہاں مستشرقین کی ایک ایسی عالم وفاضل جماعت میدان عمل میں آگئی جس نے اپنی پوری زندگی صرف اسی مقصد کے حصول کے لئے تج دی۔ دُنیا کے ہر حصہ میں اُنہوں نے تلاش وجستجو کا ایک لامتناہی سلسلہ قایم کر دیا اور ان گم شدہ کتابوں کو تلاش کر کے دُنیا کے سامنے اسطرح بڑے بڑے علمی مقالے لکھکر پیش کیا جن سے کتابوں کی افادیت اور حقیقت پورے طور سے آشکار ہو جائے اُن کے اس جذبہ کو خاص طور سے پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ علماء اور فضلا ہی نہیں بلکہ جرمن قوم کا شاہنشاہ تک اپنی جیب خاص سے ایک گران قدر رقم طبقات ابن سعد کی تلاش کے لئے دیتا ہے اور پھر بطور خاص اُس کی طباعت اور اشاعت کراتا ہے یہ اُسی کی کوشش اور توجہ کا سبب ہے کہ آج دُنیا ابن سعد کے اس علمی کارنامے سے اسوقت روشناس ہے۔ طبری اور اسی طرح بہت سے عربی شاہکار ان یورپین اقوام کے صرف زر اور کوششوں ہی سے ہم تک پہنچے ہیں۔

ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں کہ ہندوستان میں زوال حکومت کے بعد جب رہبران قوم نے قوم کو اُبھارنے کی کوشش کی تو اُنھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جب تک بزرگوں کے کارناموں سے روشناس نہ کرایا جائے گا قوم میں ہمت وایثار وقربانیوں کا فقدان رہے گا۔ چنانچہ قرآن شریف۔ احادیث۔ سوانحات وغیرہ کے ترجمے ہوئے اور اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ ان کے بھولے ہوئے حالات خود اُن کی زبان میں پیش کئے گئے بعد ازاں یہ تراجم کا دور بھی گذر گیا اور اب ان مباحث پر مستقل تصانیف سامنے آنے لگیں۔ لکھنؤ۔ اعظم گڈھ۔ لاہور اور حیدر آباد دکن وغیرہ مقامات پر ادارے قائم ہو گئے جنھوں نے اپنے دائرہ عمل میں کارہائے نمایاں کئے اور موجودہ حالات میں بھی جسطرح ممکن ہے اس کام کو چلا رہے ہیں۔ دار المصنفین اعظم گڈھ نے سیرۃ نبوی صلعم۔ سیر الصحابہؓ۔ اسوۂ صحابہؓ اور صحابیاتؓ۔ خلفاء راشدین سیر المہاجرینؓ سیر الانصارؓ وغیرہ کتابیں۔ عربی ماخذوں سے استفادہ حاصل کر کے لکھی ہیں جن سے اس بڑے مقصد کی ایک گونہ تکمیل ہوئی ہے۔ دار الترجمہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے طبری۔ فتوح البلدان۔ کامل ابن اثیر۔ طبقات ابن سعد مروج الذہب ومعدن الجواہر تنبیہ واشراف اور ابن ہشام وغیرہ وغیرہ کتابوں کا ترجمہ کر کے بڑا کام انجام دیا ہے اور اسی کے ساتھ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن نے عربی کی کتابوں کو جگہ جگہ سے تلاش بسیار کے بعد حاصل کر کے

بعد تصحیح شائع کیا ہے جن میں ابن الجوزی کی المنتظم اور ابن الدبیثی المتوفی ۶۳۷ھ کی کتاب الجرح والتعدیل۔ امام بخاری المتوفی ۲۵۶ھ کی التاریخ الکبیر کی متعدد جلدیں اور محمد بن حبیب المتوفی ۲۴۵ھ کی کتاب المحبر شامل ہیں۔ آخر الذکر کتاب کا دنیا میں صرف ایک نسخہ ایک جرمن یہودی خاتون ایلزہ لیختن شتیتر کے پاس تھا جس نے اس کتاب کے چند ابواب پر ایک مقالہ لکھ کر آکسفورڈ یونیورسٹی سے ۱۹۳۴ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ دائرۃ المعارف نے اس کو بڑی جدوجہد سے حاصل کیا اور ڈاکٹر محمد عبید اللہ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (پیرس) سے اسکی تصحیح کرا کر اسے شائع کیا۔

یہ کتاب بھی عربی میں شائع ہوئی ہے اردو دان طبقہ اس سے مستفید نہیں ہو سکتا چونکہ اس کتاب میں حضرت زبیرؓ اور اُن کے آباد اولاد کے بھی جابجا تذکرے موجود ہیں اور ڈاکٹر صاحب موصوف ہم محلہ ہونے کی وجہ سے ہماری اس سعی سے واقف تھے لہٰذا انہوں نے اس کتاب کا ایک نسخہ ہمیں بھی مرحمت فرمایا اور ہماری خواہش ہم کو مطلوبہ مواد کا ترجمہ بھی کر کے دیا۔ کتاب کی خوبی کو دیکھ کر ہمارے برادر خورد عزیزم امداد احمد زبیری بی۔ اے (علیگ) ڈپٹی ایڈیٹر عثمانیہ نے ڈاکٹر صاحب سے پوری کتاب کا ترجمہ کر دینے کے لئے اصرار کیا۔ بالآخر ڈاکٹر صاحب مجبور ہو گئے اور جامعہ عثمانیہ کی ایک تعطیلات گرما میں اس کتاب کا ترجمہ اسطرح تکمیل پا گیا کہ ڈاکٹر صاحب ترجمہ بولتے جاتے اور برادر عزیز اس کو املا کرتے تھے چنانچہ یہ ترجمہ ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے خود ڈاکٹر صاحب موصوف کو بھی رسول مقبول صلعم کے حالات مبارکہ سے دلی لگاؤ ہے اس سلسلہ میں "عہد نبوی صلعم کے میدان جنگ" "عہد نبوی صلعم کی سیاسی دستاویزیں" اور "رسول اکرم صلعم کی سیاسی زندگی" وغیرہ آپ کی پُر از معلومات کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

حضرات عشرہ بشرہؓ میں سے چند پر جداگانہ کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد مرحوم سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کے ایما پر ایک مختصر کتاب مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی صدر یار جنگ مرحوم نے سیرۃ الصدیق رضؓ طلبا کے استفادہ کے لئے لکھی تھی۔ علامہ شبلی نے "الفاروق" تحریر فرمائی۔ حضرت عثمان غنیؓ پر بہت معمولی قسم کے رسالے نظر سے گذرے ہیں مگر جس جامعیت کی کتاب آپ کے حالات میں ہونی چاہئے تھی وہ اسوقت تک نہیں لکھی گئی۔ حضرت علیؓ کے حالات میں جو چند کتابیں ہماری نظر سے گذری ہیں اُن کو واقعاتی نہیں بلکہ جذباتی کہنا چاہئے مولوی فضل احمد صاحب نے "تذکرہ سیدنا حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ" اور مولانا ابو محمد امام الدین صاحب رام نگری نے "فاتح شام" (حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے حالات میں) لکھی ہیں۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ پر بہت ہی چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے گئے ہیں۔ حضرت سعید بن زیدؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان دو حضرات عشرہ مبشرہ کے حالات مبارکہ میں علیحدہ کوئی چھوٹا سا رسالہ بھی ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ البتہ کبھی کسی ماہوار مذہبی پرچہ میں اُن کے جو مختصر حالات چھپے ہیں اُنھیں تحقیق و تلاش سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلعم کے اُن اصحاب گرامی قدر کے حالات کی تلاش و جستجو سے جنہوں نے رسول مقبول صلعم کے ساتھ دن رات سختیاں جھیلتے ہوئے اسلام کو پھیلانے اور بام ترقی پر پہنچانے کی سعادت حاصل کی اور جن کے تن کی تکمیل کی ہے کیسی چشم پوشی برتی ہے۔ لہٰذا ہم ان اصحاب باصفاؓ میں سے اسوقت سیدنا حضرت زبیرؓ کے ہمہ گیر حالات مبارکہ کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

سیدنا حضرت زبیرؓ کو اسلام میں سبقت کا یہ حال ہے کہ آپ مرد وں میں چوتھے مسلمان ہیں۔ آپ کی پھوپھی اُم المومنین حضرت خدیجہؓ جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اُن کو شامل کر کے اسلام لانیوالوں میں آپ کا درجہ پانچواں ہے آپ کی پوری زندگی عہد نبوی صلعم سے لیکر خلفائے راشدین کے ادوار پر محیط ہے اور محیط بھی اس طرح پر کہ اس سارے زمانے میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں آپ شریک نہ ہوئے ہوں۔ پندرہ یا سولہ سال کی

عمر میں فدائیت اسلام کا جو عہد خدا اور اُسکے رسول صلعم سے باندھا تھا اس کو شروع سے آخری دم تک اسطرح نبھایا کہ اسلام کے شروع میں آنحضرت صلعم پر فدائیت کیلئے جو تلوار سب سے پہلے بے نیام اور بلند کیگئی وہ آپ ہی کی تلوار تھی اور جب فرمودۂ رسول اللہ تصلعم میدان جنگ میں ایسی حالت میں آپکو یاد دلایا گیا کہ آپکا پلہ ہر طرح بھاری تھا تو بلا کسی تامل کے آپ نے نہ لوٹنے کی قسم کھائی اور میدان سے علیحدہ ہوکر اسطرح اپنی جان کو فدا کر دیا کہ شہادت کا درجہ حاصل فرمالیا۔ آپکی شجاعت و بسالت۔ نبرد آزمائی۔ بیخوفی اور ثابت قدمی کے کارنامے ایسے عدیم النظیر ہیں جو اپنی مثال آپ ہی ہیں۔ آپکی جرأت و بیخوفی اور مستعدی کا ایک واقعہ ہے کہ اگرچہ اسوقت آپ سب مسلمانوں میں کم عمر یعنی صرف اٹھارہ سال کے تھے مگر آپنے تن تنہا دریائے نیل کو مشک کے ذریعہ سے پار کر کے اور میدان جنگ میں جاکر اور پھر وہاں سے واپس تشریف لاکر مسلمانوں کو شاہ نجاشی کی فتح کی خوشخبری سنائی تھی ——— **بدر** کی جنگ میں جس ذبح سے آپ شریک ہوئے وہ خدائے بزرگ برتر کو ایسی پسند آئی کہ اس نے فرشتوں کو آپ ہی کے لباس میں نازل فرماکر آپکی غیبوبیت و فدویت کے شرف کو سب پر آشکارا فرمادیا۔ اسی جنگ میں آپکے نبرد آزمائی اور شجاعت کے بڑے کارنامے ظہور میں آئے قریش کا بہادر بوکرش آپ ہی کے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اترا اور اُس کے قتل کے بعد قریش کی باجلال فوج مٹھی بھر مسلمانوں کے سامنے اپنے مقتول و مجروح چھوڑ کر اسطرح بھاگی کہ انکی یہ شکست اسلام کے مقابلہ میں انکی ترک تازیوں کے خاتمہ کی غمخواری کر رہی تھی۔

جنگ اُحد میں سب سے پہلے آپ ہی نے قریش کی فوج پر حملہ کر کے لڑائی کا آغاز کیا اور خالد ابن الولید سردار فوج قریش کو شکست فاش دی۔ اور جب تیر اندازوں کے جگہ چھوڑ دینے کی وجہ سے مسلمانوں میں ابتری پھیل گئی تو دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے سرکار دو عالم صلعم کی حفاظت کیلئے پہنچ گئے اور وہاں سے بھی دشمنوں کو پسپا کر دیا۔ پھر زخمی ہوجانیکے باوجود دشمن اصحابؓ کیساتھ آپ نے قریش کا ایسا تعاقب کیا کہ مکہ کو واپس لوٹ جانیکے سوا انہیں کچھ بن نہ پڑا ——— **جنگ خندق** میں محاصرہ اسقدر شدید تھا کہ آنحضرت صلعم نے لوگوں سے تین بار فرمایا محاصرین کی کون خبر لائیگا مگر ہر دفعہ سوائے حضرت زبیرؓ کے کوئی کھڑا نہ ہوا اور جب حضرت زبیرؓ مشکل حالات میں اکیلے جاکر انکی خبر لائے تو حضور اکرم صلعم نے آپکے فدائیانہ کارناموں کیوجہ سے آپکو اپنے **حواری** کے خطاب سے ممتاز فرمایا اور پھر جب آپ تن تنہا جاکر بنی قریظہ کی خبر لائے تو رحمت اللعالمین صلعم ایسے متاثر ہوئے کہ بے ساختہ آپکی زبان مبارک سے نکلا "میرے ماں باپ تجھ پر قربان"۔ اسی جنگ میں آپ نے قریش کے ایک زبردست حملہ کو روکا اور انکی جماعت کو درہم برہم کر دیا نیز قریش کے بہادر نوفل کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ——— **خیبر** کی لڑائی میں مرحب کا بھائی یاسر جو قوت اور تنومندی اور بہادری میں ممتاز تھا آپ ہی کے ہاتھوں موت سے ہمکنار ہوا ——— **فتح مکہ** کے دن آنحضرت صلعم نے مہاجرین و انصار دونوں کی سپہ سالاری کے علم آپکو عطا فرمائے تھے اسلئے آپ **صاحب اللوائین** کے لقب سے ملقب ہوئے اور حجون میں رایت نبوی صلعم آپ ہی نے گاڑا تھا۔

جنگ حنین میں بارہ ہزار میں سے اسی اصحابؓ جو آنحضرت صلعم کیساتھ ثابت قدم رہے اُن میں ایک آپ بھی تھے اور دشمنوں کو شکست دینے میں جو شجاعت و بہادری آپنے عمل میں لائی اُسکی وجہ سے سب میں ممتاز ہوئے آپنے چند صحابہؓ کیساتھ **مرتدین کے حملہ** کو مدینہ منورہ کے باہر ہی روکا اور ایسا سبق پڑھایا کہ دوبارہ انہیں حملہ کرنیکی جرأت نہیں ہوسکی اور **جنگ یرموک** میں رومیوں کی عظیم الشان فوج کے مقابلہ میں جیسے بسالت کے جوہر آپنے دکھلائے اور تن تنہا دشمن کی ساری فوج کو چیر کر جسطرح پار نکل گئے اُسکی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں موجود نہیں ہے۔

مصر کی لڑائیوں خصوصاً **اسکندریہ فسطاط** اور دیگر بڑے قلعوں نیز علاقوں کی فتح میں آپکے کارنامے خاص درجہ رکھتے ہیں۔ فسطاط کی جنگ کا سب سے حیرت انگیز منظر وہ تھا جب آپ تن تنہا تلوار ہاتھ میں لے کر سیڑھی کے ذریعہ دشمن کے سامنے قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے تھے آپ کی اس بیباکی اور جرأت سے دشمن ایسے مرعوب ہوگئے اور مسلمانوں کے حوصلے اتنے بلند ہوگئے کہ وہ قلعہ جو سات ماہ کے محاصرہ کے بعد بھی فتح نہیں ہوسکا تھا آسانی کیساتھ اُسیوقت فتح ہوگیا ——— آپکا خود ارشاد ہے کہ اسلام کی نصرت اور سربلندی کے کارناموں کیوجہ سے میرا کوئی عضو ایسا نہیں ہے جو زخمی نہ ہوا ہو حتیٰ کہ اس سے ستر عورت بھی نہیں بچا۔ آپ کے یہی کارنامے ہیں جنکی وجہ سے آپ بہادران اسلام کی صف اوّل میں نمایاں مقام رکھتے ہیں **آپ عہد** سے ہمیشہ کنارہ کش رہے ۳۱ھ میں جب نکسیر کے مرض میں مبتلا ہوکر حضرت عثمان غنیؓ کو اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی اور آپنے حضرت زبیرؓ کو بلاکر وصیت کی کہ میرے بعد میرے قائم مقام تم ہونا تو آپ نے صاف انکار کر دیا البتہ جہاد فی سبیل اللہ آپکا محبوب شغلہ تھا ——— مگر ان کارناموں سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ آپ صرف جنگ و جدال ہی کیلئے پیدا ہوئے تھے۔ ایک طرف یہ جنگیں تھیں تو دوسری طرف آپکی تجارت کا سلسلہ شام یمن مصر عراق اور حبش وغیرہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اسی لئے

ہر جگہ آپکے مکان موجود تھے۔ مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ کے زمانہ تک یہ حویلیاں اچھی حالت میں موجود تھیں۔ آپ کے تجارتی اُصول یہ تھے کہ نہ خراب مال لیا جائے اور نہ زائد نفع کیلئے اُسے رُکا جائے اس تجارت کی وجہ سے آپ بہت ممتاز تھے آپکی دولت کا اندازہ پانچ کروڑ درہم لگایا گیا ہے۔

آپ اپنی دولت سے بڑی فیاضی کیساتھ بیواؤں اور محتاجوں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپنے ایک زمین چھ لاکھ میں فروخت کی تو لوگوں نے کہا آپ نے سستے داموں بیچ دی آپنے جواب دیا خدا کی قسم میں نقصان میں نہیں رہا اور اُسی وقت وہ چھ لاکھ راہِ خدا میں دیدئے۔ تجارت کے علاوہ آپ بڑی بڑی جاگیروں کے بھی مالک تھے۔ ایک طرف لڑائی سے وہ شغف اور تجارت سے یہ دلچسپی تھی تو دوسری جانب آپکی انتظامی قابلیت۔ امانت اور دیانتداری کا ایسا شہرہ عام تھا کہ صحابہ کرامؓ اپنی اولاد اور متاع کیلئے آپ ہی کو اپنا وصی بناتے تھے اور آپ ان فرائض کو بھی ایسی خوبی سے انجام دیتے تھے جو اپنی آپ مثال ہیں۔

آپ بڑے متحمل اور حلیم تھے باوجود بڑے بارثروت صحابی ہونیکے معمولی کام بھی خود اپنے ہاتھ سے انجام دینے میں کسرِ شان نہیں سمجھتے تھے تحمل و ایمانداری سے اپنی روزی پیدا کرتے تھے طرزِ معاشرت نہایت سادہ تھا اپنے باغ اور کھیتوں میں خود پانی دیدیا کرتے اور راتوں کو جاکر اپنے املاک کی خود ہی حفاظت کرتے حالانکہ آپکے پاس ایسے ہزار غلام تھے غرضکہ چھوٹے چھوٹے اور محنت طلب کاموں کے کرنے سے آپکو عار نہ تھا آپکے سب کام خدا اور رسول اللہ صلعم کے حکموں کے ہمیشہ مصلح اسلام کیساتھ رہتے اور اپنی اصابت رائے سے خلفا اور مسلمانوں کو مستفید فرماتے تھے۔ حق گوئی، مساوات پسندی۔ فراخ حوصلگی، نرم دلی۔ خوف الٰہی، تقویٰ و پرہیزگاری محبت و مروت۔ غیرت و ہمیت اور شجاعت و بسالت میں فرد فرید تھے۔ یہ ہی وہ فداکاریاں اور کارگزاریاں تھیں جنکی وجہ سے آپ رسول خدا صلعم کے محبوب اور ایسے محبوب رہے کہ حواری کے خطاب سے معزز فرمائے گئے اور دو مرتبہ حضور اکرم صلعم نے اپنے ماں باپ کو آپ پر قربان کیے جانیکا ارشاد گرامی فرمایا اور اپنے دست مبارک سے آپکے چہرے کو گرد و غبار سے صاف فرمایا اور اسی دنیا میں بہشت کی بشارت بھی آپکو دیگئی۔

حضرت زبیرؓ کے یہ ہی اوصاف حمیدہ تھے جنکی وجہ سے ہم نے خیال کیا کہ انکو ضبطِ تحریر میں لایا جائے تاکہ ایک طرف تو عہد نبوی صلعم کے تمام حالات اور دوسری جانب خلافت راشدہ کے واقعات یکے بعد دیگرے نظر سامنے آجائیں اور اس پورے عہد میں جو پارٹ حضرت زبیرؓ نے ادا فرمایا ہے اُس سے مسلمان روشناس ہوکر بہت کچھ سبق حاصل کرسکیں کیونکہ اس حیاتِ مبارکہ میں رزم و بزم کے گوناگوں جلوے سامنے آجاتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان واقعات کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ ان بزرگوں کی باصفا لڑائیاں بھی اللہ کیلئے تھیں اور صلح و آشتی بھی اللہ ہی کیواسطے تھی۔ ہم خداوند جل وعلیٰ سے توفیق طلب کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اپنے ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے اور ہماری بگڑی گھڑی میں ان ہی کے نمونے ہمارے پیشِ نظر رہیں جنکی روشنی میں ہم اپنی منزلِ مقصود کو پاسکیں۔

اے خداوند تعالیٰ تو نے اپنے حبیب پاک کے صدقہ میں ان بزرگوں کو نصرت و عزت عطا فرمائی تھی اسیطرح اُمت محمدی صلعم کو بھی سربلندی و حوصلہ مندی عطا فرما اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے آمین ثم آمین۔

[illegible] مولوی علی رضا صاحب بی۔ اے سابق اسسٹنٹ کنٹرولر آف اسکاؤٹس اور اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف اسکولس ریاست حیدرآباد دکن کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں [illegible] ہماری اس کتاب کی طباعت کے انتظام اور نقشوں کے ترتیب دینے میں جس جوش سے امداد فرمائی وہ اُنکے اُس جذبۂ اسلامی کا بین ثبوت ہے جس سے انھیں بہرہ وافر حاصل ہے موصوف نے جس دلسوزی کیساتھ اس کام میں مدد پہنچائی ہے اُمید ہے کہ صاحب سیرۃ کے حق میں [illegible] ضرور [illegible] حصہ ملے گا اور کیا عجب ہے کہ یہ ہی چیز انکی [illegible] کا باعث ہو۔ انگریزی زبان میں "لائف آف الزبیرؓ" لکھوانے کی شکل میں رُونما ہوا۔ اسلئے اُن کیلئے [illegible] سے زیادہ ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے [illegible] دلی میں کامیاب و کامران رہیں۔

ہم مولوی مقبول احمد صاحب سیوہاروی کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے تعارف تحریر فرماکر ہم سے اپنے خلوص اور صاحب سیرۃؓ سے اپنی والہانہ عقیدت کا خاص طور سے اظہار فرمایا ہے۔

اسی ضمن میں ہم اپنے چھوٹے بھائی عزیز القدر میاں امداد احمد بی۔ اے علیگ ڈپٹی ایڈیٹر عثمانیہ کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے ہماری اس تالیف کیلئے مواد فراہم کرنے میں کوشش کیں محنتیں اٹھائیں اور ہمارے لئے ایسے سامان مہیا کردیئے کہ دوسرے سب کاموں کیطرف سے بے نیاز ہوکر ہم یکسوئی اور اطمینان کیساتھ اس مبارک کام میں منہمک ہوسکے یہ اُنکے خلوص نیت ہی کا ثمرہ ہے جو خداوند کریم کیطرف سے اسطرح دیا گیا ہے کہ سیدنا حضرت زبیرؓ کی (جن سے انہیں صلبی تعلق بھی ہے) سیرتِ مبارکہ موجودہ صورت میں منظرِ عام پر آگئی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ عزیز موصوف ہمارے شکریہ سے بے نیاز ہیں مگر ہمارے لئے انکا شکریہ ادا کرنا لازم ہے اور دعا ہے کہ وہ اس حیاتِ مبارکہ کے طفیل میں ہمیشہ دین و دنیا میں کامیاب و بامراد رہیں اور صحت و تندرستی نیز خوشی و خوانی ہر گھڑی ان کے شاملِ حال رہے آمین ثم آمین۔ فقط

حسین احمد زبیری

۱۹ شوال المکرم ۱۳۴۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلسلۂ نسب

سلسلۂ نسب یہ ہے زبیرؓ بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیّ بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدّ[1] بن عدنان۔

عدنان کا سلسلہ آگے چل کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہونچتا ہے جن کے متعلق اہل عرب کا خیال ہے کہ آپ کے بعد جو عرب ظہور میں آئے اُن کے آپ ہی مورث اعلیٰ اور جدِ کبیر ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں علی بن رباح[2] لخمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تمام عرب (حضرت) اسمٰعیل[3] بن (حضرت) ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔

فہر عدنان کی دسویں پشت میں فہر کو تجارتی سربلندی اور ہیبت و شوکت اور ریاست مکہ حاصل تھی۔ اور انہیں کی اولاد قریش کہلاتی ہے۔ چنانچہ ہشام بن محمد کے بیان کے مطابق فہر "جامع قریش" ہے۔

بعض مورخین فہر کے دادا النضر کو قریش اول اور فہر کو قریش دوم کہتے ہیں۔ کیونکہ نضر کی تمام نسل زیادہ تر فہر ہی سے چلی۔ اس لئے قریش کا خطاب بھی اُن کی طرف منتقل ہوگیا۔ اور تمام بنو فہر قریش کہلانے لگے۔[4]

فہر کا زمانہ تیسری صدی عیسوی میں بیان کیا جاتا ہے۔

کعب فہر کے پوتے کعب بن لوی بن غالب بن فہر بھی اپنے قبیلہ ہی میں نہیں بلکہ سارے عرب میں ممتاز اور صاحب عزّ و وقار تھے چنانچہ اہل عرب اپنے سنہ تاریخ کا شمار کعب کی وفات کے وقت سے لیا کرتے تھے۔

سوائے حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ بن جرّاح بن اُہیب بن ضمعہ بن حارث بن فہر کے جملہ حضرات عشرہ مبشرہ کے آپ ہی جدِّ اعلیٰ ہیں کیونکہ ان سب کا سلسلۂ نسب آنحضرت صلعم کے سلسلۂ نسب سے مل کر آپ ہی پر منتہی ہوتا ہے۔

کلاب یہ کعب کے پوتے اور مرّہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا اصلی نام حکیم ہے۔ کلاب نام پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ شکار دوست ہونے کی وجہ سے اُنہوں نے شکاری کتّے بہت سے جمع کر رکھے تھے۔

---

[1] علامہ سعودی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے سلسلۂ نسب میں معدّ سے ہم اس لئے آگے نہیں بڑھے کہ حضور صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے" آپ نے فرمایا ہے کہ نسب کی روایت کرنے والے اس سے آگے سلسلہ ملانے میں جھوٹ بولتے ہیں"۔ [2] طبقات ابن سعد ص ۶۱ [3] ترجمہ طبری جلد اوّل حصہ سوم ص ۲۵ و ۲۶۔

کلاب نہایت باوقار اور صاحب مرتبت شخص تھے اور آپ کے دونوں صاحبزادے زہرہ اور زید الملقب بہ قصیٰ بہت نامور ہوئے۔

زہرہ بن کلاب بنو زہرہ کے جد اعلیٰ ہیں۔ حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اسی گھرانے کے افراد ہیں۔

عبد مناف بن زہرہ کے ایک بیٹے وہیب کی صاحبزادی ہالہ عبدالمطلب کی زوجہ اور آنحضرت صلعم کے تین چچاؤں سید الشہداء حضرت حمزہؓ۔ مقوم اور حجل اور ایک صاحبزادی سیدہ حضرت صفیہؓ (والدہ ماجدہ حضرت زبیرؓ) کی ماں تھیں۔

عبد مناف بن زہرہ کے دوسرے صاحبزادے وہب کی صاحبزادی آمنہ آنحضرت صلعم کی والدہ ماجدہ تھیں۔

قصیٰ بن کلاب ان کو سرکار دو عالم صلعم۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے جد چہارم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کا اصلی نام زید تھا کعبہ کے متولی اور مکہ کے امیر حلیل بن حبشیہ الخزاعی نے اپنی بیٹی حبیٰ کے ساتھ ان کی شادی کر دی جس کے بطن سے ان کے چار بیٹے عبدالدار۔ عبد مناف۔ عبدالعزیٰ اور عبد قصیٰ۔ اور دو بیٹیاں تخمر اور برّہ پیدا ہوئے۔ جب ان کے بیٹوں نے دُور دراز ملکوں میں جا کر تجارت کے ذریعہ دولت و عزت حاصل کر لی تو قصیٰ کی طاقت بہت بڑھ گئی۔

تولیت کعبہ و حکومت مکہ تولیت کعبہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے نکل کر خاندان جرہم میں آ گئی تھی۔ اور بعد ازاں قبیلہ خزاعہ نے کعبہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ قصیٰ کے خسر کا تعلق آخر الذکر قبیلہ خزاعہ سے تھا۔ جب ان کے خسر کا بغیر اولاد نرینہ انتقال ہو گیا تو انہوں نے قریش اور کنانہ سے مل کر جرہم و خزاعہ کے قبیلوں کو اندرون شہر سے نکال باہر کیا اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد ہونے کی وجہ سے خانہ کعبہ کی تولیت اور مکہ کی امارت حاصل کر لی۔ اور[1] قریش کے تمام قبیلوں کو اکٹھا کر کے مکہ میں آباد کیا۔ اس سے پیشتر یہ قبائل شہر مکہ کے باہر وادیوں اور پہاڑوں میں سکونت پذیر تھے۔

کیونکہ قصیٰ کی وجہ سے قریش کا نظام پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا اس لئے قریش نے ان کا نام مجمع رکھا اور اُن کے اقبال سے نیک فال لینے لگے۔ قریش کے جملہ دینی و دنیاوی امور کا تصفیہ اُن ہی کی رائے اور حکم پر منحصر ہو گیا۔ اور وہ اپنے تمام کام زندگی کے ہوں یا موت کے قصیٰ کی سعادت۔ تفضل اور شرافت کی وجہ سے مذہبی عقیدے کی طرح اُن کے بغیر انجام نہ دیتے۔

قصیٰ پہلے شخص ہیں جنھیں حکومت و بادشاہت ملی اور اُن کی قوم نے دل سے اُن کی اطاعت کی۔ انہوں نے۔

قیام دار الندوہ ایک دار الندوہ بھی (دار المشورہ) بنایا۔ یہ قریشیوں کی پارلیمنٹ تھی۔ جہاں جملہ ملکی۔ مالی۔ مذہبی۔ جنگی اور معاشرتی معاملات طے کئے جاتے تھے۔ چالیس سال سے کم کا کوئی شخص اس کا رکن نہیں بنایا جاتا تھا۔ لیکن قصیٰ کے چاروں صاحبزادے اس عمر کی قید سے مستثنیٰ قرار دئے گئے تھے۔ اس طرح قصیٰ نے باقاعدہ گورنمنٹ قائم کر کے اُس کے قانون اور قاعدے مقرر کئے۔ رعایا پر ٹیکس لگایا اور ہر طرح حجازی سلطنت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کیا۔

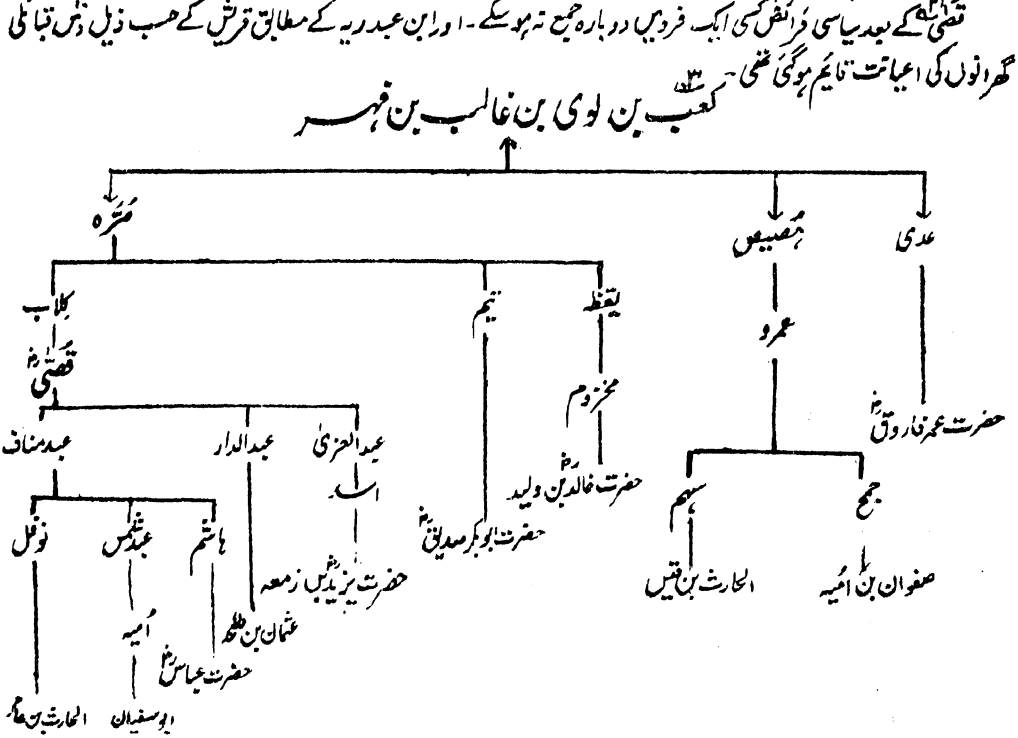
قصیٰ نے مرنے سے قبل یہ دیکھ کر کہ اُن کا بڑا لڑکا عبدالدار اپنے دوسرے بھائیوں عبد مناف و عبدالعزیٰ سے عزت و دولت میں کمزور ہے۔ دار المشورہ یعنی دار الندوہ۔ رفادہ (حاجیوں کے کھانے انتظام) سقایہ (حاجیوں کے پانی کا انتظام) کعبہ کی تولیت۔ لوا وغیرہ وغیرہ جملہ خدمتیں اُس کے سپرد کر دیں۔ قصیٰ اور عبدالدار کی حیات میں دوسرے بھائیوں اور اُن کی اولاد نے اس جانب کوئی توجہ نہیں دی۔ لیکن ان بزرگوں کے اُٹھ جانے کے بعد آنحضرت صلعم کے پڑدادا ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ اور حضرت زبیرؓ کے پڑدادا اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ اور دوسرے قبائل نے اپنے حقوق طلب کئے۔ مکہ کے جملہ قبائل میں جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں مگر آخر کار صلح صفائی ہو گئی۔ اور اسد بن عبدالعزیٰ کو دار الندوہ کی صدارت و انتظام

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۱۹۔

حج کے آنے والوں کی دعوت اور محتاجوں کی خبر گیری سپرد ہوئی۔ اور ہاشم بن عبد مناف کے بھائی عبد الشمس کو ٹیکس جمع کرنے اور حاجیوں کے لئے پانی مہیا کرنے کا انتظام تفویض ہوا۔ دوسرے اداروں کی تقسیم بھی عمل میں آئی۔ اور عبد الدار کی اولاد کے حوالے فوجی انتظام اور تولیت کعبہ رہی[1]

قصیٰ[2] کے بعد سیاسی فرائض کسی ایک فرد میں دوبارہ جمع نہ ہو سکے۔ اور ابن عبد ربہ کے مطابق قریش کے حسب ذیل دس قبائلی گھرانوں کی اعیانت قائم ہو گئی تھی۔



ان قبائل قریش نے ایک اچھا خاصہ ترقی یافتہ دستور مملکت قائم کر لیا تھا جس میں تمام اہم اور بنیادی امور کا انتظام تھا ایک دو نہیں۔ ان دس گھرانوں میں نظم و نسق کی روائتیں اور تجارب پیدا ہو گئے تھے۔

ہاشم قصیٰ کی اولاد خوب پھلی پھولی اور آج تک شرافت و نجابت کو اُس سے شرف حاصل ہے چنانچہ ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ نے نام آوری حاصل کی اور بنو ہاشم کے جد اعلیٰ ہوئے آپ کے صاحبزادے عبد المطلب آنحضرت صلعم کے دادا اور حضرت زبیرؓ کے نانا تھے علاوہ ازیں قصیٰ کی اولاد کا دوسرا گھرانا بنو اسد بھی بڑا نام ور ہوا۔ اسی خاندان میں حضرت زبیرؓ شامل ہیں۔

بنو اسد بن عبد العزیٰ

اسد بن عبد العزیٰ بن قصیٰ بڑے نامور اور با وجاہت و ذی حشم سردار قریش تھے۔ دار الندوہ یعنی قریشی پارلیمنٹ کی صدارت و انتظام آپ سے متعلق ہوا اور اس خدمت پر آپ کی اولاد بھی نسلاً بعد نسل متمکن رہی اس کے علاوہ آپ ایک نئے بطن اسدی[4] کے بھی اسی طرح مورث اعلیٰ ہوئے جس طرح آپ کے حقیقی چچازاد بھائی ہاشم بن عبد مناف ابن قصیٰ ہاشمی قبیلہ کے مورث اعلیٰ ہوئے۔

---

[1] طبری جلد دوم حصہ سوم صفحہ (۹ تا ۲۳) [2] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی صفحہ (۳۹ تا ۴۱) مولفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور ۱۳۶۹ ہجری [3] اس شجرہ میں پوری کڑیاں نہیں دی گئی ہیں بلکہ شروع اور درمیان کے کچھ نام دیکر آخر میں ان شخصیتوں کے نام لکھے ہیں جو رسول اللہ صلعم کے زمانے میں خدمات کے حامل تھے۔
[4] عقد الفرید جلد دوم صفحہ (۳۷) و کتاب المجبر صفحہ (۱۶۶ و ۱۶۷) و کتاب الانساب امام سمعانی۔

آپ کو سرکار دو عالم صلعم کے اجداد میں ہونے کا شرف حاصل ہے کیونکہ آپ کی صاحبزادی اُم حبیب آنحضرت صلعم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی حقیقی نانی تھیں۔ اور سرکار دو عالم صلعم کے چچا سید الشہدا حضرت حمزہؓ اور اُن کی حقیقی بہن سیدہ حضرت صفیہؓ (والدہ محترمہ حضرت زبیرؓ) جناب اسدؓ کی پوتی عیلہ بنت مطلب بن اسد کے نواسے اور نواسی تھے۔ آپ نے اپنے چچازاد بھائی ہاشم بن عبد مناف بن قصیؓ کی ایک صاحبزادی خالدہ بنت ہاشم سے بھی شادی کی تھی۔

اولاد آپ کو خدا نے دو بیویوں کے بطن سے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائی تھیں جن کے نام عمروؓ۔ ابو صیفیؓ الحارث۔ نوفل۔ حویرثؓ۔ المطلب۔ خویلد۔ اور اُم حبیبؓ۔ رُقیہؓ اور ارنبؓ ہیں۔

عمرو آپ نے طویل عمر پائی۔ اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کے چچا کی حیثیت سے اس لئے مشہور ہیں کہ آپ ہی نے اُن کا نکاح آنحضرت صلعم سے پڑھا تھا۔

ابو صیفی آپ بھی نامور لوگوں میں تھے۔ ابن درید نے صفحہ (۱۰۱) پر آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

وَرَقہ بن نوفل پہلے شخص ہیں جنھوں نے قریش میں سریانی اور عبرانی زبانوں کو حاصل کیا اور ان میں مہارت پیدا کی آپ ہی ہیں جنھوں نے عبرانی سے انجیل و توریت کا ترجمہ عربی زبان میں کیا۔

قریشیوں میں قبل از اسلام جن چار اشخاص نے بُت پرستی سے بیزاری کا اظہار کیا تھا اُن میں سے ایک آپ اور دوسرے آپ کے چچازاد بھائی عثمان بن حویرث بن اسد تھے۔

اس دنیا میں آپ پہلے شخص ہیں کہ جب آنحضرت صلعم پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ خوف زدہ ہو گئے تھے تو آپ کی اس حالت کو دیکھ کر اُم المومنین بی بی خدیجہؓ آنحضرت صلعم کو وَرَقہ کے پاس لے گئیں تھیں جس پر وَرَقہ نے آپ کو تسلی دی اور کہا کہ تو ہی وہ پیغمبر ہے جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ اگر میں اُس وقت تک زندہ رہا جب علانیہ طور سے مبعوث ہو تو میں تیری پُرزور حمایت کرونگا۔ وَرَقہ نے اس کے بعد بھی متعدد مرتبہ آنحضرت صلعم کی تعلیم کے متعلق علانیہ طور سے اعتراف کیا ہے۔

وَرَقہ ہی ہیں جنھوں نے آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے سے قبل سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کو آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے کی بشارت دی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت صدیق اکبرؓ حضور اکرم صلعم کے مبعوث ہوتے ہی ایمان لے آئے اور تصدیق نبوت فرمائی۔

وَرَقہ بن نوفل کے جنتی ہونے کی بھی سرکار دو عالم صلعم نے بشارت فرمائی ہے۔ وَرَقہ بن نوفل آنحضرت صلعم کے علانیہ طور پر مبعوث ہونے سے قبل ہی نوّے سال سے زیادہ عمر میں وفات پا گئے۔

عثمان بن الحویرث بن اسد آپ حرب فجار میں ایک مرتبہ اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے سے قبل قریش کے چار بزرگوں عثمان بن الحویرث ان کے چچازاد بھائی وَرَقہ بن نوفل حضرت عمرؓ کے چچازاد بن عمرو بن نفیل اور عبد اللہ بن جحش نے ایک جگہ جمع ہو کر بُت پرستی سے بیزاری ظاہر کی اور دین ابراہیمی کی تلاش میں دُور دُور دراز ملکوں کے سفر کئے۔ چنانچہ عثمان بن حویرث دین الٰہی کی تلاش میں شام گئے۔ اور وہاں سے قیصر رُوم کے پاس جا کر نصرانی ہو گئے۔ قیصر رُوم سے اُن کے بیحد مخلصانہ تعلقات پیدا ہو گئے تھے۔ یہ ایک باحوصلہ شخص تھے۔ قیصر ان کی

لہ ڈاکٹر فیلی الزبیرؓ سے طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ (۱۱۳ و ۱۱۴) سے ترجمہ سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ (۴۰۹) کہ ابن دُرید صفحہ (۱۰۵) و ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۶ ھ آغانی جلد (۳) صفحہ (۶۳) و نووی صفحہ (۱۱۴) ابن اثیر جلد (۵) صفحہ (۸۸) ہ ترجمہ سیرت ابن ہشام جلد (۱) صفحہ (۴۸۰) ہ ترجمہ خصائص الکبریٰ سیوطی صفحہ (۵۵ و ۵۶) ہ التوّل الجمیل سے شرح شفاء العلیل صفحہ (۹۶) مولفہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ و خصائص الکبریٰ صفحہ (۲۴۰) ہ ہی نام کی چار لڑائیاں مختلف اوقات میں ہوئیں تھیں ہ کتاب المحبر صفحہ ۱۷۰۔

بہت عزت کرتا تھا۔ اور اُس نے انہیں حکومت مکہ کا فرمان دیکر روانہ کیا تھا جس میں مکہ والوں کو حکم دیا تھا کہ ان کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیں۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ صاحب۔ عثمان کے لئے بڑے اچھے مواقع حاصل تھے۔ کیونکہ مکہ والے غلّہ اور دوسری ضروریات نیز تجارتی کاروبار کے لئے مصر فلسطین اور شام کے رُومی صوبوں کے دست نگر تھے۔ اس لئے وہ آسانی سے فرمانِ قیصری کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ مگر مکہ کے ایک جلسہ میں جو اسی غرض سے منعقد کیا گیا تھا۔ عثمان ہی کے ایک رشتہ دار نے جلسہ میں اُٹھ کر اس خیال کی مخالفت کی اور کہا کہ مکہ کے آزاد باشندے بادشاہت کی بدعنوانیوں کو کسی طرح نہیں قبول کر سکتے۔ اس کی وجہ سے جلسے کی رائے بدل گئی اور عثمان محروم ہو کر شام واپس چلے گئے۔

قیصر روم نے اس کا بدلہ یوں لیا کہ اپنے قلمرو مکہ والوں کے لئے بند کردی۔ اور اُن کے جو تاجر اُس وقت قیصری مملکت میں موجود تھے اُنہیں قید کر لیا۔

حُمید بن زُہیر بن حارث بن اُسد انکی اولاد میں عبداللہ ابوبکر الحمیدی ہیں جو اسد بن عبدالعزیٰ میں آپ کے نام سے ایک نیا بطن باگھرانہ قائم ہوا جس کو الحمیدی بھی کہا جاتا ہے۔

عبداللہ ابوبکر الحُمیدی بن الزُّبیر بن عیسیٰ بن عبید اللہ بن الزبیر بن عبداللہ بن حمید۔ اپنے زمانے کے فاضلین میں سے تھے۔ اور علامہ سفیان بن عُیینہ کے شاگرد رشید تھے۔ جن کی خدمت میں آپ نے ۱۹ سال تک رہ کر کسب علوم کیا آپ روایت میں بڑے ثابت قدم تھے مسلم بن خالد وکیع۔ اور امام شافعیؒ وغیرہ آپ سے روایت بیان کرتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کے ہمراہ آپ نے مصر کا سفر کیا تھا۔ اور اُن کے انتقال تک وہیں رہے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ میں نے اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی چاہنے والا عبداللہ ابوبکر حمیدی سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا۔

آپ کے سب سے مشہور شاگرد صحیح بخاری کے جامع محمد بن اسمٰعیل بخاری ہیں جنھوں نے صحیح بخاری کی ابتدا انہیں کی حدیث سے کی ہے۔ اور اُنہوں نے بہت سی حدیثیں آپ سے روایت کی ہیں۔

آپ کا انتقال ۲۱۹ھ میں بمقام مکہ ہوا۔

ابوالبختری عاص بن ہشام بن الحارث بن اسد یہ آنحضرت صلعم کے دشمنوں میں تو شامل تھے مگر اُن سے بُغض نہیں رکھتے تھے۔ اُنہوں نے کئی مرتبہ اُن لوگوں کی مخالفت کی تھی جو آنحضرت صلعم کو ستایا کرتے تھے چنانچہ ایک دن شعب ابوطالب میں آنحضرت صلعم کو حکیم بن حزام کچھ گیہوں پہنچانے کے لئے جا رہے تھے تو اُن کو ابوجہل نے پہنچانے سے روکا ابوالبختری وہیں ایسے موقع پر پہنچ گئے اور اس کو اس حرکت سے منع کیا پھر ابوجہل کی سخت کلامی پر اُس کو ایک ڈنڈے سے ایسی ضرب لگائی کہ وہ لہولہان اور بیدم ہو گیا۔ اور شعب ابوطالب میں سے آنحضرت صلعم اور خاندان ہاشم کو نکال لانے والوں میں سے ایک تھے۔ اسی لئے جنگ بدر میں جب یہ مکہ کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لئے آئے تو آنحضرت صلعم نے ان کے قتل کرنے سے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا۔ جب لڑائی میں ایک مسلمان مجذرؓ نے ان کے مقابلہ میں آکر کہا کہ ہتھیار ڈال دو آنحضرت صلعم نے تمہارے قتل کرنے سے ہمیں منع فرمایا ہے تو ابوالبختری نے اُن سے اپنے ساتھی کے لئے پوچھا کہ اس کے لئے کیا حکم ہوا ہے۔ مجذرؓ نے جواب دیا کہ ہم اسے قتل کر دیں گے۔ یہ حکم صرف تمہارے لئے ہے ابوالبختری نے یہ سنکر شعر پڑھا "ایک شریف زادہ کبھی اپنے ساتھی کو دشمن کے حوالے نہیں کرتا۔ اب چاہے وہ کامیاب ہو یا مر جائے" لڑے اور مارے گئے۔

---

۱ طبقات الحفاظ جلد ۱ ۸) ڈوائی فیملی الزبیرؓ صفحہ (۱۰ و ۱۱) ۲ طبقات ابن سعد جزء خامس صفحہ (۳۶۰) وطبقات الحفاظ ۳ ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ (۵۰۱) والمصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ (۱۰۳۲) ۴ طبقات الحفاظ جلد ۱ ۸۔ ڈوائی فیملی الزبیرؓ صفحہ (۱۰ و ۱۱) و ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ (۴) ۵ کتاب الانساب ۶ سمعانی جلد ۱ ۷ ترجمہ طبری جلد ۱ حصہ سوم صفحہ (۹۲) ۸ ترجمہ طبری جلد (۱) حصہ سوم صفحہ (۱۳۳) ۹ ترجمہ طبری جلد (۱) حصہ سوم صفحہ (۱۹۲ و ۱۹۳)۔

عمرو بن اُمیہ بن حارث بن اَسد

آپ[1] ابتدائے اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور حبشہ کی طرف ہجرت کی اور بہ اتفاق رواۃ دوسری ہجرت حبشہ میں وہیں اُن کی وفات ہوئی۔

فاطمہؓ بنت ابی حبیش قیس بن مطلب بن اَسد

احادیث[2] کی کتابوں میں ان کا ذکر ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے آنحضرتؐ سے نماز کے متعلق ایک سوال کیا تھا جس کا رسول اکرم صلعم نے جواب دیا تھا۔

یہ وہ خاتون ہیں[3] جن سے استحاضہ کی حدیث روایت ہے اور ان سے حضرت عروہؒ بن حضرت زبیرؓ اور حضرت اُم سلمہؓ نے روایت کی ہے۔ یہ فاطمہ عبداللہ بن جحش کی بیوی تھیں اور اُم المومنین حضرت زینبؓ کی بھاوج۔ حضرت[4] فاطمہؓ نے اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے بہت حدیثیں روایت کی ہیں۔

سائب بن ابی حبیش قیس

آپ جنگ بدر میں کفار قریش کے طرف سے لڑکر مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوگئے تھے پھر آپ[5] نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ کی پوتی فاطمہ بنت[6] عبداللہؓ بن سائب کی شادی حضرت مصعبؓ بن حضرت زبیرؓ سے ہوئی اور یہاں عیسیٰ الاکبر، عکاشہ اور سکینہ پیدا ہوئے۔

الاسود بن مطلب بن اَسد

یہ قریش کے چند بڑے نامور سرداروں میں ایک تھا۔ اس نے[7] اپنے چچازاد بھائی عثمان بن حویرث کی اس خواہش کو کہ قیصر روم کی مدد سے خود کو مکہ کا بادشاہ بنالیں پامال کردیا تھا۔ خانہ کعبہ کی[8] تعمیر کے جھگڑے میں بھی یہ سب میں پیش پیش تھا۔ اور جنگ پر بالکل آمادہ تھا۔ لیکن اس موقع پر آنحضرت صلعم کے حسن تدبیر سے جنگ رُک گئی بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ لیکن یہ اسلام نہیں لایا۔ اور کفر پر شدت سے قایم رہا۔ اس کے دو بیٹے اور ایک پوتا جنگ بدر[9] میں مارے گئے۔ اور باقی بیٹوں اور اُن کی اولاد نے اسلام قبول کیا۔ اور اسلام کے نامور ہیرو ہوئے۔

حضرت ہبارؓ بن اسود بن مطلب

مکہ کے عمائد میں تھے فتح مکہ کے بعد آپ نے اسلام قبول کیا۔ اور ۱۵ھ[10] میں اجنادین (ملک شام کی) لڑائی میں رومیوں کے مقابلہ میں شہید ہوگئے۔ آپ کی اولاد میں عمر بن عبدالعزیز نے سندھ میں عمران گورنر سندھ کو قتل کرکے خلیفہ متوکل کے زمانے میں ایک وسیع اور خود مختار قریشی سلطنت[11] ۲۳۸ھ میں قائم کرلی تھی جس کا دارالسلطنت منصورہ تھا۔ یہ سلطنت ۳۸۲ھ تک آپ کی اولاد میں متوارث رہی۔ آپ ہی کی اولاد میں شیخ الاسلام حضرت بہاؤ الدین ذکریا سہروردی ملتانی المتوفی ۶۶۶ھ ہوئے ہیں۔ اور آپ ہی کی نسل میں ایک دولت مند صاحب حوصلہ سمجھدار اور بوڑھے بزرگ بحر ہند ہوتے ہوئے چین تشریف لے گئے۔ اور وہاں بڑی عزت و حرمت کے ساتھ شہنشاہ چین کے مہمان رہے۔ انہوں نے چین سے متعلق جو حالات ابوزید محمد بن یزید سیرافی سے بیان کئے تھے۔ اُن حالات کو علامہ مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب و معدن الجواہر میں ابوزید سے سن کر درج کیا ہے۔

ربیعہ بن الاسود بن مطلب

آپ نے مسافروں کے لئے ایک کھجور[12] کا درخت وقف کردیا تھا جسے آنحضرت صلعم نے بہت احسن کام قرار دیا تھا۔ چنانچہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے شعر کہا تھا کہ "یہ ہی وہ چیز ہے کہ جس کے متعلق (حضرت امیر) معاویہؓ نے کہا تھا کہ۔ کاش میں ربیعہ بن الاسود کے کھجور کا درخت والا ہوتا اور فضائلت مجھے نہ ملتی"

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ (۸۹) و جزو اول صفحہ (۱۳۸) [2] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ (۵۱۸) و ابن الحجر جلد ۴ صفحہ (۴۳۳) (دنوی صفحہ ۲۵۲) و صحیح بخاری [3] ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ (۱۳۳) [4] سیرت حضرت عائشہؓ صفحہ ۳۴ مولفہ سید سلیمان ندوی [5] شمس التواریخ جلد اول صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ مطبع منشی نور آگرہ ۱۳۱۸ھ [6] طبقات ابن سعد [7] تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۴۵ [8] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۹۳ و ۹۴ و ابن ہشام صفحہ ۴۶۱ [9] کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۲۰۰ [10] فتوح البلدان بلاذری جزو دوم صفحہ ۳۰۳ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۵۹۹ و ابن حوقل کی کتاب الممالک المسالک مطبوعہ یورپ [11] ترجمہ طبری جلد سوم حصہ سوم و چہارم صفحہ ۱۵۱ و ۴۵۲ و آئینہ حقیقت نما باب ۱۰ فصل صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۲ و عجائب الہند مولفہ بزرگ بن شہریار مطبوعہ لیڈ صفحہ ۳ و ۴ و ۱۰۳ و ۱۰۴ و تنبیہ و اشراف علامہ مسعودی و مروج الذہب و معدن الجواہر مسعودی صفحہ (۳۷۵ تا ۳۸۰) [12] کتاب المحبر صفحہ (۳۰۴)۔

یزید بن ربیعہ بن اسود بن مطلب آپ سے بھی دار الندوہ کا انتظام متعلق رہا تھا۔ قریش کے جو بیس منصبوں میں ایک منصب تھا اور خاندان اسد سے متعلق رکھتا تھا۔

آپ ۶۳ھ میں جنگ حرّہ میں شہید ہوئے۔

زمعہ بن الاسود بن مطلب یہ اپنی فیاضیوں کی وجہ سے بہت مشہور تھے اور اُن تین لوگوں میں سے تھے جن کے نام کے ساتھ ذات الرقب (سفر کے لئے سہارا) بطور لقب کے استعمال کیا جاتا تھا۔ خاص کر اس وجہ سے کہ تجارتی سفر کے موقعوں پر شام کی تمام زبانوں کے ماہر ہونے کی وجہ سے سارے کاروان والوں کی ترجمانی کر سکتے تھے۔

یہ جب سفر پر جاتے تو ان کے ساتھ کا کوئی شخص کھانا نہیں پکاتا تھا۔ یہ سب کو اپنے دسترخوان پر ہی کھلاتے تھے۔

ان کی بیوی قریش الکبریٰ بنت ابی اُمیہ۔ اُم المومنین حضرت بی بی اُم سلمہؓ کی بہن تھیں۔

بنی ہاشم کو شعب ابوطالب میں سے نکال کر لے آنیوالوں میں سے ایک یہ بھی تھے۔

یہ بحالت کفر جنگ بدر میں مارے گئے۔

یزید بن زمعہ بن الاسود بن مطلب آپ کا وقار مکہ میں بہت تھا جب کبھی قریش پنچایت کرتے تو وہ فیصلہ کا انحصار آپ ہی پر رکھتے اور سارے معاملہ کو آپ ہی کے سپرد کر دیتے۔

جب آپ کبھی کسی تجویز کے موافق ہوتے تو خاموش رہتے تھے اور جب کبھی مخالف ہوتے تھے تو پوری مجلس کی رائے کے خلاف آپ کا فیصلہ قابل تسلیم ہوتا تھا۔

آپ نے ابتداء ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ اُن لوگوں میں تھے جنہوں نے حبشہ کو ہجرت کی تھی۔

فتح خیبر کے بعد جب آپ حبشہ سے واپس ہوئے تو آپ نے سرکار دو عالم صلعم کے ساتھ شریک ہو کر تمام غزوات میں حصہ لیا۔ اور جنگ حُنین میں شہید ہوئے۔ کیونکہ آپ کا گھوڑا اجناح بدک گیا جس سے آپ گر پڑے اور شہید کر دئے گئے۔ بعض لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ آپ طائف کی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ آپ کی خالہ تھیں۔

عبداللہ بن زمعہ آپ کا شمار بھی باوقار قریشیوں میں تھا۔ آپ نے شروع ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں اجنبی لوگوں کو پیش کرنے پر مامور تھے۔

حالت مرض میں جب آنحضرت صلعم نے کسی کو نماز پڑھانے کے لئے ارشاد فرمایا تو آپ ہی نے مسجد نبوی میں جا کر حضرت صدیق اکبرؓ کے نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو امامت کے لئے کہا تھا۔

آپ اُم المومنین حضرت زینبؓ کے پہلے خاوند تھے۔ اسی لئے آپ کے بیٹے ابو عبیدہؓ کو ابن زینبؓ بھی کہا گیا ہے۔ آپ کا شمار اہل مدینہ میں ہوتا ہے۔ اور آپ سے حضرت عروہؒ بن حضرت زبیرؓ جیسے اصحاب نے روایت کیا ہے۔ صحیح بخاری میں بھی آپ کی حدیثیں موجود ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے وقت اُن کی حفاظت کرتے ہوئے آپ خود بھی شہید ہو گئے۔ عبداللہ بن زمعہ کے صاحبزادے ابو عبیدہ بہت فراخ دل باحوصلہ اور مہمان نواز تھے۔ جن کی صاحبزادی ہندہ سے عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حضرت حسنؓ کی شادی

---

۱ حدائق الفرید ۲ ترجمہ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۵۱ ۳ ابن ہشام صفحہ (۵۰۸) ۴ کتاب المحبر صفحہ ۱۳۰ ۵ کتاب المحبر صفحہ ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ ۶ ڈائی فیلی الزبیرؓ صفحہ ۱۳ ۷ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۲۳ ۸ ابن ہشام صفحہ ۵۰۸ ۹ کامل ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۰ ۱۰ ڈائی فیلی انوبر صفحہ ۱۲۰ ۱۱ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۴ ۱۲ ازالۃ الخفا عن خلافت الخلفا جلد اول ۱۳ شاہ ولی اللہ صاحب ہلوی صفحہ ۲۵۵ و طبقات ابن سعد ترجمہ اردو جزو رابع صفحہ ۳۲ و ۳۳ ۱۴ ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۵۳ ۱۵ ڈائی فیلی الزبیرؓ صفحہ ۱۳ ۱۶ المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۹۹۹ و ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۸۷ ۱۷ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۳۱ ۱۸ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۴ ۱۹ ڈائی فیلی الزبیرؓ

ہوئی تھی اور جن کے بطن سے محمد مہدی (نفس ذکیہ) اور ابراہیم وہ دو بیٹے تھے جنھوں نے ۱۴۵ھ میں ابوجعفر منصور عباسی کے خلاف خروج کئے تھے۔ محمد بن بشیر الخارجی مشہور شاعر ابوعبیدہ ہی کے پاس مستقل مہمان کی حیثیت سے مقیم رہا کرتے تھے۔ عثمان بن حکیم سے مروی ہے کہ میں نے ابی عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ کے خاندان کے پاس رسول اللہ صلعم کے چند موئے مبارک دیکھے جو حنا سے رنگے ہوئے تھے۔

خویلد بن اسد یہ سرداران قریش میں نہایت معزز اور ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ اور اپنے بنی عم بنو عبدالدار بن قصی کے کہ یہ حلیف تھے حرب فجار دوم میں قبیلہ بنی اسد کی قیادت آپ کے ہاتھ میں تھی یہ جنگ عام الفیل سے بیس سال بعد مکہ کے قریب میدان عکاظ میں ہوئی تھی۔ یہ عرب کی سب سے بڑی اور مشہور جنگ ہے۔ ابتداءً قریش پسپا ہو رہے تھے لیکن اُن کے عزم و ثبات نے جنگ کا رُخ بدل دیا۔ اور بنو قیس نے ہزیمت اُٹھائی۔ اسی حرب فجار میں اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے والد اور حضرت زبیرؓ کے دادا خویلد بن اسد مشہورانہ لڑتے ہوئے مارے گئے۔

محمد بن حبیب المتوفی ۲۴۵ھ نے لکھا ہے زمانہ جاہلیت میں شرف اور سرداری قریش میں تقصی بن کلاب کی اولاد کو حاصل تھی۔ اس بارے میں اُن سے کوئی جھگڑا نہ تھا۔ اور ان کے مقابلہ میں کسی کو فخر و ناز بھی نہ تھا اُنہیں کی اطاعت ہوتی رہی اور وہ ہی سرداری کرتے رہے۔

اِن کی اولاد اُم المومنین حضرت خدیجہؓ حضرت ہالہؓ۔ رقیقہ۔ خالدہ۔ توفل۔ اسد حزامؓ (والد حضرت حکیمؓ) العوام (والد ماجد حضرت زبیرؓ) اور عدی ہیں۔

اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد آپ بڑی صاحب دولت و ثروت بیوی تھیں وہ اپنا مال تجارت ملک شام و عراق و یمن میں بھیجا کرتی تھیں۔ اور وہ اتنا ہوتا تھا کہ اُن کی سامان لدھونے والی اونٹنیاں۔ تمام قریش کے سامان لے جانے والی اونٹنیوں کے برابر ہوتی تھیں۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلعم نے بھی اس کام کو انجام دیا۔ اور جس میں پہلے سے کہیں زیادہ نفع حاصل ہوا۔

آپ بیوہ تھیں۔ حسن و جمال و عقل و دانش میں یکتا اور دولت و ثروت اور مروت و شریفانہ اخلاق میں فرد تھیں۔ آپ کے ان اوصاف نے اشراف قریش کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ اور آپ کو برابر پیام نکاح وصول ہوتے رہتے تھے لیکن قضاء و قدر کو کچھ اور منظور تھا۔ اور آپ کو اُم المومنینؓ بننے کا فخر حاصل ہونا تھا لہٰذا آپ سردار دو عالم صلعم کے ازدواج میں آئیں بقول طبری اُس زمانہ میں آپ سب سے زیادہ نجیب۔ شریف اور دولت مند خاتون تھیں۔ پھر آپ نے جو خدمات ادا فرمائیں اُن سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔ آپ ہی تھیں کہ جنھوں نے سب سے پہلے اسلام میں رسالت کی تصدیق کی۔ اور اپنی تمام دولت اسلام کی خدمت میں نثار کر دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے ہی دامن پرورش میں پروان چڑھے رسالت مآب صلعم کو جو تکالیف اور شدائد برداشت کرنے پڑے اُس میں آپ برابر کی شریک رہیں۔ بقول ابن ہشام آپ اسلام کے متعلق آنحضرت صلعم کی سچی مشیر کار اور ممد و معاون تھیں۔ سوائے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم کے جو اُم المومنین حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلعم کی ساری اولاد۔ حضرت قاسم۔ حضرت عبداللہ (الملقب بہ طاہر و طیب) اور بی بی زینبؓ بی بی رقیہؓ بی بی اُم کلثومؓ اور بی بی فاطمہؓ آپ ہی کے بطن سے پیدا ہوئی۔

---

۱ طبقات ابن سعد جلد ثالث صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷ ۲ المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۱۴ و کامل ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۲۸ و جلد اصفحہ ۴۴۳ ۳ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۳۵ و سیرۃ الصحابہ صفحہ ۱ و شجرۂ ڈائی فیملی الزبیرؓ و طبقات ابن سعد جزء رابع صفحہ ۱۸ و کتاب المحبر صفحہ ۱۰۰ ۴ المحبر صفحہ ۱۶۵۔

حضرت ہالہ بنت خویلد آپ کے صاحبزادے حضرت ابوالعاص بن ربیع سے رسول اللہ صلعم کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی شادی ہوئی تھی۔ حضرت ہالہؓ کی آواز اپنی بہن اُم المومنین حضرت خدیجہؓ سے بہت مشابہ تھی اور آنحضرت صلعم اکثر آپ کو تحائف بھیجتے رہتے تھے۔

نوفل بن خویلد یہ اپنے زمانے کے مشہور بہادر اور معزز لوگوں میں تھے۔ یہ اَسَدُالقریش یعنی قریش کے شیر کہلاتے تھے۔ اپنے بھائی العوام بن خویلد کے انتقال کے بعد اپنے بھتیجے حضرت زبیرؓ کے ولی تھے۔ جن سے اُن کو بہت محبت تھی۔ مگر جب حضرت زبیرؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کی خبر اُن کو ہوئی تو وہ بھڑک اُٹھے اور حضرت زبیرؓ کو چٹائی میں لپیٹ دیتے کہ ہاتھ پاؤں نہ ہلا سکیں اور پھر اُن کی ناک میں دھواں پہنچاتے تھے کہ وہ اسلام سے پھر جائیں۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت طلحہؓ کو اسلام لانیکی وجہ سے ان دونوں کو نوفل بن خویلد نے ایک ہی رسّی میں باندھ کر بہت ہی تکلیفیں پہنچائی تھیں تو اس واقعہ سے ان دونوں کا لقب قرینین پڑ گیا تھا۔ یعنی (باہم بندھے ہوئے) جنگ بدر میں اُمرائے قریش کے ساتھ جنگ کرنے کے واسطے گئے تھے۔ اور وہاں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے۔ ابن حجرؒ اور ڈائی عیلی المزبیرؓ میں ہے کہ حضرت علیؓ یا خود اپنے بھتیجے حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے۔

حضرت حکیمؓ ابن حزام بن خویلد آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر واقع ہوئی۔ حضرت علیؓ کی ولادت بھی خانہ کعبہ میں ہوئی لیکن حضرت حکیمؓ سے اڑتالیس برس بعد۔ زمانہ جاہلیت میں بھی آپ قریش میں ممتاز شان رکھتے تھے اور زمانہ اسلام میں بھی آپ کی امارت۔ صائب رائے۔ سخاوت۔ تقویٰ و طہارت مشہور تھی۔

زمانہ جاہلیت میں آپ کو جو خلوص و والہانہ محبت آنحضرت صلعم سے تھی وہ ہر زمانہ میں قائم رہی۔ چنانچہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلعم جب مدینہ تشریف لے آئے تب بھی یہ جذبۂ محبت و مودت برابر قایم رہا۔

اصابہ میں مذکور ہے کہ نبوت سے قبل آنحضرت صلعم کے جو تین خاص دوست تھے۔ اُن میں سے ایک آپ تھے۔ دوسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور تیسرے عثمان بن ثعلبہؓ تھے جو جاہلیت میں طبابت و جراحی کا پیشہ کرتے تھے بعد ازاں مکہ میں مسلمان ہو گئے تھے۔

آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ رسول اللہ صلعم نے فتح مکہ میں اعلان فرمایا تھا کہ جو شخص حکیمؓ بن حزام اور ابوسفیانؓ بن حرب کے گھر میں پناہ لے گا اُسے امان ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے جنازہ کی نماز آپ ہی نے پڑھائی تھی۔ آپ نے ۵۴ھ میں ایک سو بیس برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ علم نسب کے آپ بہت بڑے عالم تھے۔ (صحیح بخاری)

آنحضرت صلعم سے آپ کی محبت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اسلام قبول کرنے سے بہت پہلے جب سردار قریش ہونے کی وجہ سے آپ بدر میں آئے تھے۔ آپ نے اس جنگ کو روکنے میں اپنے اثر سے کام لیکر سپہ سالار قریش کو جنگ نہ کرنے پر آمادہ کر لیا تھا۔ مگر جب ابوجہل کی شدید مخالفت کی وجہ سے جنگ ناگزیر ہو گئی تو آپ اس میں شریک نہیں ہوئے اور قبل جنگ مکہ کو روانہ ہو گئے۔

آپ شام سے چند غلام لائے تھے جن میں کم عمر زیدؓ بن حارثہ بھی تھے ان کے پاس ان کی پھوپھی اُم المومنین حضرت خدیجہؓ بن خویلد گئیں تو حکیمؓ نے اُن سے کہا کہ پھوپھی جان آپ ان چھوکروں میں سے جسے چاہیں منتخب فرمالیں وہ آپ کا

۱؎ ابن ہشام صفحہ ۴۶۲ و نووی صفحہ ۴۴۱ و ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۵۵۷ و ابن حجر جلد ۴ صفحہ ۸۱۲ ۲؎ صحیح بخاری صفحہ ۱۶۶ ۳؎ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۳۵
۴؎ اسد الغابہ ۵؎ طبقات ابن سعد جزء ثالث صفحہ ۱۵۲ ۶؎ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول صفحہ ۱۶۵ ۷؎ جلد اول صفحہ ۵۸ ۸؎ ترجمہ سیرۃ ابن ہشام حصہ اول صفحہ ۳۶۱۔

ہوگا تو اُم المومنینؓ نے زیدؓ کو منتخب کیا اور لے لیا۔ رسول اللہ صلعم نے انھیں اُم المومنینؓ کے پاس دیکھا تو زیدؓ کو اُن سے مانگ لیا۔ اُم المومنینؓ نے انھیں آپ کے حوالہ کر دیا تو آنحضرت صلعم نے اُنھیں آزاد کر دیا اور متبنیٰ بنا لیا۔ یہ واقعہ آپ پر جی نازل ہونے سے پہلے کا تھا۔ حضرت زیدؓ مردوں میں اسلام لانیوالوں میں دوسرے ہیں۔

دار الندوہ کے بھی آپ مالک بن گئے تھے۔ جس کو بعد میں حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا۔ اور یہ ساری رقم غربا میں تقسیم کر دی۔ جب اس پر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اپنے چچا حکیمؓ بن حزام سے اپنی ناراضگی اور خفگی کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کے ذریعہ سے جنت میں ایک مکان حاصل کر لیا ہے۔

حرمؓ کا منصب رفادہ (غریب حجاج کی خبر گیری) کا منصب بھی آپ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

آپؓ قریش کے بہت بڑے دولت مند رئیس اور باعزت بزرگ تھے جس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں آپ نے ایک سو غلام سو اونٹوں پر سوار کر کے آزاد کئے تھے۔

اسی طرح اسلام میں بھی آپ کی سخاوت کا سلسلہ جاری رہا۔ حالت اسلام میں جب آپ نے حج کیا ہے تو اُس وقت بھی آپ کے ساتھ سو اونٹ قربانی کے تھے۔ جن کی جھولیں بیش قیمت تھیں۔ اور گلوں میں چاندی کے ہار اور چاندی ہی کی تختیاں تھیں جن پر لکھا ہوا تھا۔ عتقا اللہ من حکیم بن حزام (یعنی) حکیم بن حزام کے آزاد کردہ۔

اسی حج کے موقع پر آپ نے ایک ہزار بھیڑیں ذبح اور تقسیم کیں۔

ہشامؓ بن حکیمؓ بن حزام بن خویلد

بزرگؓ اور بہترین صحابہؓ میں سے تھے۔ اور اُن لوگوں میں سے تھے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہمیشہ پابند تھے۔

حضرت عمرؓ بن الخطابؓ اور بہت سے اصحاب نے آپ سے روایت کی ہے۔ اپنے والد بزرگوار سے پہلے آپ کا انتقال ہو گیا اور آپ کے والد ماجد نے ۵۴ھ میں انتقال کیا تھا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنؐ کی سات قراءتوں میں سے ایک قراءت آپ سے متعلق ہے۔

آپ مضبوط پرگو اور بڑے صاحب کردار تھے۔ حضرت عمرؓ جب کبھی یہ کہنا چاہتے تھے کہ وہ کسی چیز کو ناپسند کرتے ہیں تو فرمایا کرتے کہ جب تک میں اور ہشام زندہ ہیں یہ چیز کسی طرح واقع نہیں ہو سکتی۔

حزامؓ یا خدیمہ بن حکیم بن حزامؓ

حضور اکرم صلعم جب پہلی بار حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے تو خدیمہ بن حکیمؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ واپسی پر آپ نے آنحضرت صلعم کے متعلق نسطورا راہب جو حال حضرت اُم المومنینؓ سے بیان کیا تھا اور جو حالات آنحضرتؐ کے دیکھے تھے۔ اُن سے آگاہی بخشی ان حالات کو سن کر اور آپ کی دیانت و امانت سے متاثر ہو کر ہی حضرت اُم المومنینؓ کے دل میں رسول اللہ صلعم سے شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ حضرت خدیمہؓ اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کے ساتھ سفر میں حضرت خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ کو بھی ساتھ کر دیا تھا انہوں نے بھی حضرت خدیجہؓ سے سارے حالات بیان کر دیئے تھے

۱؎ نووی صفحہ (۲۴۲) وابن حجر جلد ۱ صفحہ (۱۸۷) واسد الغابہ ۲؎ اصابہ ذکر حکیم بن حزام ۳؎ اصابہ حکیمؓ بن حزام ۴؎ ڈائی فیملی الزبیرؓ صفحہ (۲۳) ۵؎ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۱۵۵
۱؎ ڈائی فیملی الزبیرؓ صفحہ ۲۴ ۲؎ نووی صفحہ (۶۰۵) وابن اثیر صفحہ (۶۱) ۳؎ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۴ و ۴۵ ۴؎ نووی صفحہ (۲۱۲) وابن حجر جلد اول صفحہ (۱۸۰)

خالد بن حکیم حزامؓ بن خویلد آپ کا ایک روایت میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے بحث کی تھی جبکہ انہوں نے مال غنیمت کے سلسلہ میں چند لوگوں کو سزا دی تھی آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا تھا کیا آپ نے نہیں سُنا کہ خدا کے رسول صلعم نے کہا ہے کہ سخت ترین سزا آئندہ دُنیا میں اُس شخص کو ملے گی جو لوگوں کو اس دنیا میں سخت ترین سزا دے انھیں جانے بھی دیا کیجئے حضرت ابو عبیدہؓ نے اُن لوگوں کو چھوڑ دیا ع۱

عبداللہؓ بن حکیم حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے علم بردار تھے۔ اور جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے ع۲۔

عُمر بن حکیم بن حزامؓ اپنے بھائی عبداللہ بن حکیم کی طرح اُن لوگوں میں تھے جن کے ساتھ سکینہ بنت حضرت حسینؓ بن حضرت علیؓ نے نکاح کیا تھا نا معلوم ترتیب کے ساتھ ع۳

عثمانؓ بن عبداللہ بن حکیمؓ کی شادی حضرت زبیرؓ کی صاحبزادی رملہ سے ہوئی تھی۔ یہ اُن لوگوں سے تعلق رکھتے تھے جنھوں نے (قصور کی پاداش میں بحکم حضرت عبداللہ بن زبیرؓ) عمرو بن حضرت زبیرؓ کے دُرّے لگائے تھے ع۴

عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم آپ کی شادی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی صاحبزادی فاطمہ سے ہوئی تھی ع۵

ابراہیم بن عثمان بن عبداللہ بن حکیمؓ ان کی ایک صاحبزادی خدیجہ تھیں جن کی شادی عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن حضرت عبداللہ بن حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی ع۶

خالدؓ بن حزامؓ بن خویلد ابتدائے اسلام میں آپ مکہ ہی میں مسلمان ہوئے اور حبشہ کو ہجرت کی لیکن راستہ میں جب کہ آپ حبشہ کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے ایک سانپ نے ڈس لیا اور آپ وفات پا گئے۔ آپ کے چچازاد بھائی حضرت زبیرؓ جو پہلے ہی حبشہ میں موجود تھے خوشی کے ساتھ ان کے آنے کا انتظار کر رہے تھے لیکن جب ان کی انتقال کی خبر ملی تو اُن کو بہت رنج ہوا ع۷

کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی یہ آیت ان ہی کی شان میں اُتری ہے کہ من یخرج من بیتہ مہاجراً الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ ع۸ ترجمہ (جو شخص اپنے گھر سے خدا اور رسولؐ کی طرف ہجرت کرنے کی نیت سے نکلا اور اسی حالت میں اُس کا انتقال ہو گیا اُس کا اجر (ثواب) یقینی ہے

ان کی اولاد میں منہ بنت خالد ہیں اور مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد اور ضحاک بن عثمان بن عبداللہ اور عثمان بن ضحاک بن عثمان اور ضحاک بن عثمان بن ضحاک بن عثمان بڑے بڑے راویان احادیث نبویؐ ہیں۔

آپ کی شادی اپنے چچا العوّام کی صاحبزادی اور حضرت زبیرؓ کی بہن اُم حبیب سے ہوئی تھی

عدی بن خویلد حصین بن الحارث ابن المطلب بن عبد مناف بن قصیٰ کی اولاد میں عبداللہ شاعر تھے اُن کی والدہ اُم عبداللہ بنت عدی بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ ابن قصیٰ تھیں ع۸

اسد بن خویلد ابن الاثیر میں ہے کہ اُسد بن خویلد کا ذکر اس حیثیت سے آیا ہے کہ اُنھوں نے آنحضرت سے ایک حدیث روایت کی ہے ع۹

ع۱ ابن اثیر جلد ۲ صـ۸۶ ع۲ ابن اثیر جلد ۳ صـ۱۴۵ و معارف ابن قتیبہ صـ۱۱۳ و اسد الغابہ ع۳ معارف ابن قتیبہ صـ۱۰۹ ع۴ آغانی جلد ۱۶ صـ۸۸ ع۵ آغانی جلد ۱۶ صـ۸۸ ع۶ طبقات ابن سعد ع۷ طبقات ابن سعد جزو رابع صـ۸۸ و ۸۹ ع۸ ترجمہ اُردو طبقات محمدؐ ابن سعد حصہ دوم جزو خامس صـ۳۳ مطبوعہ مطبع جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن در سنہ ۱۳۶۴ھ ع۹ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱ صـ۶۹۔

خالدہ بنت خویلد کے واسطے سے جو اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کی بہن ہیں علاج بن ابی سلمہ بن عبدالعزیٰ بن غیرہ کے آنحضرتؐ ساڑھو بنے ع۱

رقیقہ بنت خویلد کے واسطے سے عبداللہ بن بجاد بن الحارث بن حارثہ بن سعد بن تیم بن مُرہ بن کعب کے آنحضرتؐ ساڑھو بنے ایمہ آپکی صاحبزادی کے متعلق طبقات میں ہے کہ یہ ابتدائے اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں و اسلام لانیکی وجہ سے مشرکین کیطرف سے انکو تکلیفیں پہنچی تھیں ع۲

العوام بن خویلد آپ پدر بزرگوار حضرت زبیرؓ کے اور حقیقی بھائی اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے ہیں آپ سرداران قریش میں سے تھے اپنے قبیلہ کی قیادت کرتے ہوئے جنگ فجار آخری میں بہادرانہ لڑکر مُرہ بن مُعتب کے ہاتھ سے مارے گئے خدا نے آپکو سات بیٹے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائیں جنکے نام یہ ہیں۔ اسود۔ اُخرم یُعلیٰ حضرت سائبؓ۔ عبدالکعبہ (عبدالرحمن) سیدنا حضرت زبیرؓ۔ زینب۔ اُم الحبیب اور ہند ہیں۔

العوام کی ایک شادی سرکار دوعالم صلعم کی پھوپی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب بن ہاشم سے ہوئی تھی۔ اُن کے بطن سے آپکے حضرت سائب۔ عبدالکعبہ (عبدالرحمن) اور سیدنا حضرت زبیرؓ تین فرزند پیدا ہوئے باقی اولاد آپ کی دوسری بیویوں سے ہوئی۔

ابن قتیبہ نے حضرت صفیہؓ کے بطن سے آپکے دو بیٹے حضرت سائبؓ اور حضرت زبیرؓ بتائے ہیں لیکن محمد ابن سعد نے انکے علاوہ عبدالکعبہ کو بھی بتایا ہے اور ابن اثیر نے عبدالکعبہ کی ماں کا نام اُم الخیر بنت مالک بن عُمیلہ لکھا ہے اور یہ کہ وہ قبیلہ عبدالدار بن قصی سے تھیں۔ بہرحال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت سائبؓ اور حضرت زبیرؓ حقیقی ماں جائے بھائی تھے اپنے بڑے صاحبزادے کے نام پر حضرت صفیہؓ کی کنیت اُم السائب تھی ع۳

زینب بنت العوام آپ کی شادی حضرت حکیم بن حزام سے ہوئی تھی جن سے آپکو عبداللہ۔ خالد۔ ہشام اور یحییٰ پیدا ہوئے ع۴

ام حبیب بنت العوام آپ کی شادی حضرت خالد بن حزام سے ہوئی تھی جن سے ایک بیٹی اُم الحسن پیدا ہوئی ع۵

ہند بنت العوام آپ کی شادی حضرت زید بن حارثہؓ سے ہوئی تھی۔ ع۶

بحیر یا بحیر بن العوام آپکو سعد اللہ وحشی نے قتل کیا تاکہ ابو زمیر الدوسی کا انتقام لے انکو سوۃ المجاز میں قتل کیا گیا یہ واقعہ زمانہ جاہلیت میں ہوا بعض روایتوں کے متعلق جنگ بدر کے بعد پیش آیا بعض روایت کرتے ہیں کہ انکا انتقال مسیلمہ کذاب سے لڑتے ہوئے یمامہ میں ۱۲ھ ہجری میں ہوا ع۷

عبدالرحمن بن العوام آپکا اصلی نام عبدالکعبہ تھا فتح مکہ کے وقت سلام لانے پر آنحضرتؐ نے نام تبدیل کر دیا آپ جنگ یرموک ۱۳ھ میں شہید ہوئے ع۸

اسائب بن العوام آپ حضرت زبیرؓ کے بڑے بھائی اور قدیم الاسلام ہیں۔ آپ اُحد اور غزوہ خندق اور بعد کے تمام غزوات میں رسول صلعم کے ساتھ شریک رہے حضرت صدیق اکبرؓ کے شروع زمانہ خلافت میں مکہ اور طائف کے سوا تمام عرب مُرتد ہو گیا تھا اور مسیلمہ کذاب کی سرکردگی میں سرکشی اختیار کر لی تھی جس کی وجہ سے جنگ یمامہ کی ہولناک لڑائی ۱۲ھ میں پیش آئی۔ ایک وقت ایسا آیا کہ مسلمان پسپا ہونے لگے تو اُس وقت حضرت سائبؓ نے جوش میں آکر مسلمانوں کو للکارا کہ اے لوگو بہت بھاگ کر اپنی فروگاہ پر آ گئے ہو اور جب آدمی ہٹ کر اپنی فروگاہ پر آ جاتا ہے تو اُس کے لئے پھر کوئی جگہ نہیں رہتی جہاں وہ بھاگ کر جا سکے اس سے مسلمانوں میں پھر جوش پیدا ہو گیا اور انہوں نے مشرکوں کو شکست دیدی اور اُن کا سردار مسیلمہ کذاب مارا گیا۔ اُس وقت حضرت سائبؓ نے بڑی بہادری سے جنگ جوئی کا اظہار کیا اس جنگ میں جو لوگ شہید ہوئے اُن میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ اس معرکہ میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں قریش کے (۲۳) اور انصار کے تقریباً (۷۰) شہید تھے لیکن مسلمانوں کی اس بہادری اور شجاعت نے ارتداد کا خاتمہ کر دیا ع۹

ع۱ کتاب المجرحت ۱ ع۲ کتاب المجرحت ۱ و طبقات ابن سعد جلد ۸ صـ ۱۸۶ ع۳ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ و طبقات ابن سعد جلد ۶ صـ ۲۷ و کامل ابن اثیر جلد ۳ صـ ۳۱۳ و ذوالی فیلی الزبیرؓ صـ ۲۷ و آغانی جلد ۱۹ صـ ۱۸۱ ع۴ نووی صـ ۶۰۵ و ابن الاثیر جلد ۵ صـ ۲۶۹ ع۵ ابن حجر جلد ۴ صـ ۲۸۵ و ۲۸۶ ع۶ طبقات ابن سعد حصہ دوم جز خامس صـ ۲۵ ع۷ ابن درید صـ ۵۷ و ابن حجر جلد ۴ صـ ۲۸۱ ع۸ ابن اثیر جلد ۳ صـ ۳۱۳ و ذوالی فیلی الزبیرؓ صـ ۲۷ ع۹ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد ۱ صـ ۱۳۵ و صـ ۱۳۶ و طبقات ابن سعد جز رابع صـ ۸۸ و ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صـ ۱۲۸ و فتوح البلدان بلاذری جزء اوّل صـ ۱۴۲ تا صـ ۱۴۸ ۔

سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن العوام بن خویلد بن اسد

ولادت صبح صادق کے وقت ہجرت نبوی صلعم سے اٹھائیس سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے۔

نام، کنیت، لقب نام زبیرؓ کنیت ابو عبداللہ اور لقب حواری رسول اللہ صلعم و صاحب اللوائین تھا۔[1]

آپ کا نام آپ کی والدہ ماجدہ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب بن ہاشم نے اپنے جری اور بہادر بھائی زبیرؓ بن عبدالمطلب کے نام پر جو جنگ فجار دوم میں تمام بنی ہاشم کے سردار اور علم بردار تھے رکھا تھا۔

رشتہ داریاں رسول مقبول صلعم سے (۱) آپ کی والدہ ماجدہ حضرت صفیہؓ سرور کائنات صلعم کی پھوپھی تھیں۔ اسلئے آپ آنحضرت صلعم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

(۲) آپ کی نانی اور آنحضرت صلعم کی والدہ ماجدہ چچازاد بہنیں تھیں۔

(۳) آنحضرت صلعم کی زوجہ محترمہ ام المومنین بی بی خدیجہؓ آپ کی سگی پھوپھی تھیں۔

(۴) آنحضرت صلعم سے آپ کا جدی سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں جناب قصیؔ پر مل جاتا ہے۔

(۵) حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماءؓ آپ سے اور منجھلی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلعم سے منسوب تھیں۔ اس طرح آپس میں دونوں ساڑھو بھی تھے۔

آپ کو اس طرح آنحضرت صلعم سے متعدد نسبتیں حاصل تھیں اور اس قدر نسبتیں ذات نبوی صلعم سے کسی دوسرے کو حاصل نہ تھیں۔

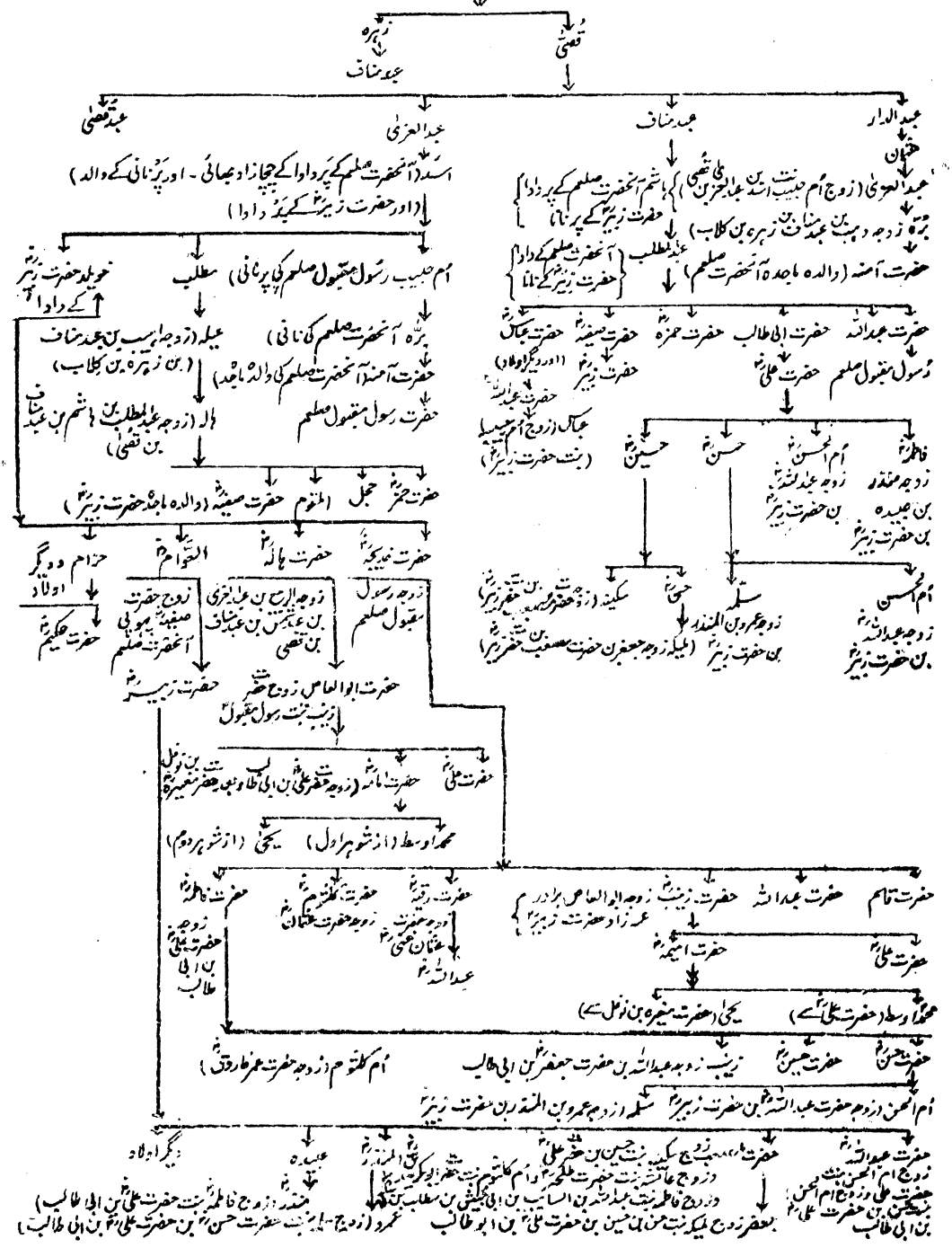
حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ المتوفی ۱۲۳۹ھ تحفہ اثنا عشریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ علمائے نسب نوشتہ اند کہ کثرت جہات قرابت با رسول اللہ صلعم کہ زبیرؓ را میسر آمدہ ہیچکس را نبودہ۔ اول۔ اجتماع نسب او۔ در قصیؔ بن کلاب۔ کہ جد پنجم رسول اللہ صلعم است۔ دیگر آنکہ مادر او صفیہؓ عمہ رسول اللہ صلعم است۔ وجدہ وے خالہ حقیقہ رسول اللہ است۔ ہالہ بنت وہب بن عبد مناف و عمہ پدرش ام حبیب بنت اسد جدہ رسول صلعم است۔ و نیز زوجہ رسول صلعم خدیجہؓ عمہ حقیقی اوست۔ نیز وے ہمزلف رسول صلعم است۔ اسماء بنت ابی بکرؓ خواہر عائشہ صدیقہؓ زوجہ اوست۔

اب ہم ایک شجرہ پیش کرتے ہیں جس سے بیک نظر آپ کی رشتہ داریوں کا حال واضح ہو جاتا ہے۔

---

[1] آنحضرت صلعم کا علم فتح مکہ کے دن حضرت زبیرؓ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا علم بھی آنحضرت صلعم نے آپ ہی کے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب صاحب اللوائین یعنی دو علم والے ہوا۔

کلاب


کلاب
زہرہ
عبد مناف
قصی
عبد الدار
عبد العزیٰ
عبد قصی
اسد (آنحضرت صلعم کے پردادا کے چچازاد بھائی - اور پرنانی کے والد)
(اور حضرت زبیرؓ کے پردادا)
ام حبیب رسول مقبول صلعم کی پرنانی)
مطلب
خویلد حضرت زبیرؓ کے دادا
بنت آنحضرت صلعم کی نانی)
عیلہ (زوجہ ایوب بن عبد مناف (بن زہرہ بن کلاب)
حضرت آمنہ آنحضرت صلعم کی والدہ ماجدہ)
حضرت رسول مقبول صلعم
ہالہ (زوجہ عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی)
حضرت حمزہ
حجل
المنوم
حضرت صفیہؓ (والدہ ماجدہ حضرت زبیرؓ)
حضرت خدیجہؓ
حضرت ہالہؓ
العوامؓ
حزام و دیگر اولاد
زوجہ رسول مقبول صلعم
زوجہ ارم بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی
زوج حضرت صفیہؓ پھوپھی آنحضرت صلعم
حضرت حکیمؓ
حضرت زبیرؓ
حضرت ابو العاص زوج حضرت زینب بنت رسول مقبولؐ
حضرت علیؓ
حضرت عائشہؓ (زوجہ حضرت علیؓ بن ابی طالب بعد حضرت مغیرہؓ بن نوفل)
محمد اوسط (از شوہر اول)
یحییٰ (از شوہر دوم)
حضرت عبد اللہ
حضرت زینب زوجہ ابو العاص برادر عمزاد حضرت زبیرؓ
حضرت قاسم
حضرت امیمہؓ
حضرت علیؓ
حضرت فاطمہؓ زوجہ حضرت علیؓ بن ابی طالب
حضرت رقیہؓ زوجہ حضرت عثمانؓ
حضرت کلثومؓ زوجہ حضرت عثمانؓ
عبد اللہؓ
محمد اوسط (حضرت علیؓ کے)
یحییٰ (حضرت مغیرہ بن نوفل کے)
حضرت حسنؓ
حضرت حسینؓ
زینب زوجہ عبد اللہ بن حضرت جعفرؓ بن ابی طالب
ام کلثوم (زوجہ حضرت عمر فاروقؓ)
ام الحسن (زوجہ حضرت عبد اللہؓ بن حضرت زبیرؓ
سلمہ (از زوجہ عمرو بن المنذر بن حضرت زبیرؓ
حضرت عبد اللہؓ
زوج ام الحسن بنت حضرت علی و زوج ام الحسن بنت حسنؓ بن حضرت علیؓ بن ابی طالب
حضرت
زوج سکینہ بنت حسین بن حضرت علیؓ
زوج عائشہ بنت حضرت طلحہؓ و ام کلثوم بنت حضرت ابو بکرؓ
زوج فاطمہ بنت عبد اللہ بن السائب بن ابی حبیش بن مطلب بن اسد
جعفر زوج لیکہ بنت من بن حسین بن حضرت علیؓ بن ابو طالب
عبیدہ
دیگر اولاد
منذر (زوج فاطمہ بنت حضرت علیؓ بن ابی طالب)
عمرو (زوج ام الحسن بنت حضرت حسنؓ بن حضرت علیؓ بن ابی طالب)

تعلیم و تربیت جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کو عربی علم ادب کی تعلیم دی گئی۔ پھر آپ فن حرب کی طرف متوجہ ہوئے۔ کیوں کہ آپ کا رجحان اس فن کی طرف زیادہ تھا۔ آپ نے فن حرب کی طرف ایسی محنت اور ذہانت صرف کی کہ جس کی وجہ سے شجاعانِ عرب میں آپ ایک امتیاز خاص کے مالک بن گئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت صفیہؓ بن عبد المطلب کو ابتدا ہی سے یہ خیال تھا کہ آپ کی ایسی تربیت کی جائے کہ جوان ہوکر آپ ایک عالی حوصلہ بہادر اور اولو العزم مرد مردانہ ثابت ہوں۔ چنانچہ وہ بچپن میں معمولی چشم نمائی کے علاوہ آپ کو مارنے سے بھی دریغ نہ فرماتیں تھیں۔ اور محنت و مشقت کے کاموں کا عادی بناتی تھیں۔ جس کی وجہ سے ایک دفعہ نوفل بن خویلد بن اسد جو اپنے بھائی عوام بن خویلد کے انتقال کے بعد اپنے بھتیجے حضرت زبیرؓ کے ولی تھے۔ حضرت صفیہؓ پر نہایت خفا ہوئے اور کہا کہ تم اس بچے کو مارتے مارتے مار ڈالو گی۔ اور بنو ہاشم سے کہا کہ تم لوگ صفیہؓ کو سمجھاتے کیوں نہیں۔

حضرت صفیہؓ عرب کی شاعرہ تھیں۔ انھوں نے حسب ذیل اشعار میں اُنکی خفگی کا اس طرح جواب دیا کہ:-

من قال ابی البغضۃ فقد کذب انما اضربہ کی یلب ویھزام الجیش وبانی السلب۔

(ترجمہ:- جس نے کہا کہ میں اس سے بغض رکھتی ہوں۔ اُس نے جھوٹ کہا۔ میں اس کو اس لئے مارتی ہوں کہ عقلمند ہو، فوج کو شکست دے اور مالِ غنیمت حاصل کرے۔ [1]

بچپن کی جرأت اور شہزوری کا ایک واقعہ اس تربیت کا یہ اثر تھا کہ آپ بچپن ہی میں بڑے بڑے مردوں کا مقابلہ کرنے لگے تھے۔ ایک دفعہ مکہ میں ایک جوان آدمی سے مقابلہ پیش آیا۔ حضرت زبیرؓ نے لڑکر اُس کا ہاتھ توڑ ڈالا۔ لوگ اُسے لادکر شکایتہً حضرت صفیہؓ کے پاس لائے تو اُنہوں نے معذرت اور عذر خواہی کے بجائے سب سے پہلے یہ پوچھا کہ تم نے زبیرؓ کو کیسا پایا۔ یہ بہادر ہے یا بزدل۔ [2]

آپ کی خوش خطی ظہور اسلام کے بعد صحابہ کرامؓ میں جو لوگ خوش خطی میں دوسروں سے ممتاز تھے وہ مہاجرین میں پانچ ہیں۔ (۱) حضرت زبیرؓ (۲) حضرت علیؓ (۳) حضرت عمرؓ (۴) حضرت عثمانؓ (۵) حضرت طلحہؓ اور انصارؓ میں سیدنا ابی ابن کعبؓ سیدنا زید بن ثابتؓ ان کے علاوہ اور بھی تھے۔

محمد حسن البول کہتے ہیں کہ مصر میں جو تواریخ اور آثار محفوظ ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کی کتابت ایسی تھی کہ "حروف مہمل و معجم" میں کوئی فرق نہ تھا۔ اب جن حروف کو منقوط دیکھ رہے ہو یہ فرق خلافت سلیمان بن عبد الملک بن مروان سے پیدا ہوا ہے۔ [3]

حلیہ یا شکل و شمایل "ابن زناد" ہشام بن عروہؓ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد عروہؓ بن حضرت زبیرؓ سے کہ حضرت زبیرؓ بہت لمبے تھے۔ جب وہ سواری پر سوار ہوتے تو اُن کے پیر زمین سے لگ جاتے تھے۔ گہرے چشم تھے۔ اور اُن کے بدن پر بال بہت تھے۔ میں لڑکپن میں اُن کے مونڈھے کے بال کو پکڑ کر کھڑا ہوا کرتا تھا۔ [4]

کہا محمد بن عمر نے کہ مجھ سے عبد الرحمن بن ابی الزناد نے بیان کیا۔ انہوں نے ہشام بن عروہؓ سے سنا جنھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زبیرؓ بن العوام نہ بہت زیادہ لانبے تھے اور نہ بہت پستہ قد سے بہت زیادہ پُر گوشت نہ تھے۔

---

[1] طبقات ابن سعد و اصابہ تذکرہ زبیرؓ [2] طبقات ابن سعد جزء ثالث صلہ و اصابہ تذکرہ زبیرؓ [3] الخط الاسلامی مولفہ سید محمد یوسف الدین صوبہ دار صوبہ گلبرگہ مطبوعہ مطبع نظام المطابع چھتہ بازار حیدرآباد دکن ۱۳۴۶ھ [4] ترجمہ معارف ابن قتیبہ جلد اول مولفہ مسلم ابن قتیبہ الکاتب الادیب المتوفی ۲۷۶ھ مطبوعہ آسیہ پریس لکھنؤ۔

بلکہ جسم نہایت مناسب تھا۔ ڈاڑھی زیادہ گھنی نہ تھی۔ اور اُن کے بالوں کا رنگ سرخی مائل سیاہ تھا۔ بدن پر بال بہت تھے۔ رنگ گندم گون تھا۔ کبھی آپ کے سر کے بال کاندھوں تک آجاتے تھے۔ بسا اوقات میں حضرت زبیرؓ کے سر کے بالوں کو اُن کے کاندھوں پر سے پکڑتا اور اُن کی چوٹی پر لٹک جاتا تھا جب کہ میں بچہ تھا۔ مدت العمر آپ نے ڈاڑھی میں خضاب نہیں کیا۔ [1]

لباس لباس عموماً سادہ زیب تن فرماتے تھے۔ عمامہ رنگین باندھتے تھے۔ حالتِ جنگ میں ریشمین کپڑا بھی استعمال فرمایا ہے۔ جس کی حضور اکرم صلعم نے اجازت دیدی تھی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کو خارش تھی۔ اس لئے حضور صلعم نے اُن کو ریشم پہننے کی اجازت دیدی تھی۔ [2]

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت زبیرؓ نے جوؤں کی شکایت کی تو انہیں آپ نے (آنحضرت صلعم نے) ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ ایک جہاد میں میں نے اُن کے جسم پر ریشمی کپڑا دیکھا۔ [3]

عارم بن الفضل نے سعید ابن زید سے اور انہوں نے علی بن زید سے اور انہوں نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت زبیرؓ کو ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت تھی۔

عبدالوہاب بن عطاء نے روایت کیا ہے کہ سعید بن ابی عروبہ نے کسی سے ریشم کے متعلق سوال کیا۔ بس انہوں نے قتادہؓ سے اور انہوں نے انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے صرف حضرت زبیرؓ کو ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ [4]

صحت و تندرستی محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ حضرت زبیرؓ میں تغیر نہیں ہوا تھا یعنی بڑھاپے کا۔ [5]

آغوشِ اسلام اور اُس میں آپ کا درجہ آنحضرت صلعم نے سب سے پہلے اپنے گھر سے تبلیغ شروع کی (۱) سب سے پہلے آپ کی بیوی اُم المومنین بی بی خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد ایمان لائیں۔ ابن سعد واقدی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہماری تمام جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل قبیلہ میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ بنت خویلد رسول اللہ صلعم پر ایمان لائیں اُن کے بعد ان تین صاحبوں۔ ابوبکرؓ علیؓ اور زیدؓ بن حارثہ کے متعلق ارباب سیر و تاریخ میں اختلاف رائے ہے کہ ان میں پہلے کون اسلام لایا۔ [6]

(۲) حضرت علیؓ کو پانچ برس کی عمر میں آنحضرت صلعم اپنے چچا ابو طالب کے گھر سے لے آئے تھے وہیں حضرت علیؓ نے آپ کے اور بی بی خدیجہؓ کے آغوش تربیت میں پرورش فرمائی۔ اسلام لاتے وقت آپ کم عمر تھے آپ کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی۔

(۳) حضرت زیدؓ بن حارث پہلے اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کے غلام تھے جنھیں اُن کے بھتیجے حضرت حکیم بن حزامؓ نے چار سو درہم میں خریدا تھا۔ اور اپنی پھوپی کے نذر کر دیا تھا۔ اُم المومنین بی بی خدیجہؓ نے بعد میں حضرت زید بن ثابتؓ کو آنحضرت صلعم کو ہبہ کر دیا تھا اور آپ نے انہیں اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا۔ اس لئے اُن کو زید بن محمدؐ کہنے لگے تھے۔

(۴) حضرت ابوبکرؓ اپنی قوم میں مقبول اور محبوب تھے۔ مشہور اور با اخلاق تھے۔ قریش کے انساب کے ماہر اور تجارت کیا کرتے تھے۔ تجارت اور حسن صحبت کی وجہ سے اُن کے تمام قوم والے اُن کے پاس آیا کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے اپنی قوم والوں کو جن پر انکو بھروسہ تھا اور جو انکے پاس آکر تبرک مجلس ہوتے تھے اسلام کی دعوت دینی شروع کی۔

اس سلسلہ میں حضرت عروہؓ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ بن العوام حضرت عثمانؓ بن عفان حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اُن کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور جب انہوں نے

---

[1] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۷۵ مولفہ محمد بن سعد المتوفی ۲۳۰ھ مطبوعہ لیدن جرمن [2] ترجمہ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۷۵ ترجمہ مولوی سید عبدالرحیم جلالی مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی [3] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۳۳۶ تا ۳۷۶ ترجمہ مرزا حیرت دہلوی [4] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۷۵ [5] ترجمہ طبقات ابن سعد حصہ دوم جزو خامس صفحہ ۶ [6] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۵۔

حضرت ابوبکرؓ کی دعوت قبول کرلی تو وہ اُن کو رسول اللہ صلعم کے پاس لائے اور یہ باقاعدہ اسلام لے آئے اور نماز پڑھی۔
یہ وہ آٹھ آدمی ہیں جو اول اول اسلام لائے۔ نماز پڑھی۔ رسول اللہ صلعم کی تصدیق کی اور جو پیام اللہ کی جانب سے رسول اللہ صلعم لائے تھے۔ اُس پر ایمان لائے۔
اس کے بعد مسلسل اتر بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ (حضرت عُبیدہ بن الجراحؓ حضرت ابوسلمہؓ حضرت اَرقم مخزومیؓ حضرت ابوعُبیدہ بن حارثؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ نے اسلام قبول کیا۔ [۱]
ابوالاسود محمدؒ بن عبدالرحمٰن بن نوفل سے مروی ہے کہ زبیرؓ نے ابوبکرؓ کے چار یا پانچ دن بعد اسلام قبول کیا۔ [۲]
یزیدؒ بن رومان سے مروی ہے کہ عثمان بن عفانؓ اور طلحہؓ بن عُبیداللہ۔ زبیرؓ بن العوام کے شانِ قدم پر نکلے۔ دونوں رسول اللہ صلعم کے پاس گئے آپ نے دونوں پر اسلام پیش کیا۔ انہیں قرآن پڑھ کر سنایا حقوق اسلام سے آگاہ کیا اور اللہ کی جانب سے بزرگی کا وعدہ کیا تو دونوں ایمان لے آئے اور تصدیق کی۔
چوتھے یا پانچویں مسلمان سے یہ مطلب ہے کہ صرف مردوں میں حضرت زبیرؓ چوتھے مسلمان ہیں اور اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کو ملاکر پانچویں مسلمان ہیں۔ [۳]

عمر بوقت قبول اسلام قبول اسلام کے وقت آپ کی عمر صرف پندرہ یا سولہ سال کی تھی۔

استقامت و استقلال آپ کے چچا نوفل بن خویلد بن اسد نے اسلام سے منحرف کرنے کے لئے آپ پر بڑی بڑی سختیاں کیں وہ آپ کو چٹائی میں لپیٹ دیتے تھے کہ آپ حرکت نہ کرسکیں پھر ناک میں اس قدر دُھونی دیتے کہ دَم گھٹنے لگتا۔ مگر آپ یہ ہی کہے جاتے کہ چچا جو چاہو کرلو لیکن میں اب کافر نہیں ہوسکتا۔
صحیح بخاری میں ہے کہ آپ کی والدہ صفیہؓ بنت عبدالمطلب رسول اللہ صلعم کی پھوپی تھیں [۴] اور آپ قدیم الاسلام ہیں سولہ سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔ قبول اسلام کی وجہ سے آپ کے چچا نے آپ کو دھوئیں کی سزا دی تھی۔
عبداللہ بن نمیر نے ہشام بن عروہؒ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ تمہارے والد اُن لوگوں میں تھے جنھوں نے سخت مصایب ہونے کے باوجود بھی اللہ اور رسول اللہ صلعم کی دعوت کو لبیک کہا۔ [۵]

اسلام کی پہلی تلوار جو بے نیام ہوئی کم سنی ہی میں ایک روز یہ سنکر کہ سرکارِ دو عالم صلعم کو مشرکین نے گرفتار کرلیا ہے آپ نے بجوذی سے تلوار کو بے نیام کرلیا اور برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے مجمع کو چیرکر دَرِ اقدس پر پہنچے خبر غلط تھی۔ حضور اکرم صلعم مقام بلند پر تشریف فرما تھے اس طرح حضرت زبیرؓ کو ملاحظہ فرماکر استفسار فرمایا کہ اے زبیرؓ کیا بات ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ مجھے خبر ملی تھی کہ آپ گرفتار کرلئے گئے ہیں۔ اس لئے عنانِ صبر میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ سرکارِ دو عالم صلعم آپ کی اس جان نثاری سے بہت خوش ہوئے اور آپ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ یہ ہی تلوار تھی جو اسلام کے لئے سب سے پہلے دفعہ کھینچی گئی یا اُٹھائی گئی۔
زبیرؓ بن العوام۔ ابوعبداللہ قریشی کے مشہور ہیں اُن کی والدہ کا نام صفیہؓ بنت المطلب تھا۔ سب سے پہلے فی سبیل اللہ آپ ہی نے تلوار کھینچی تھی۔ [۶]
حضرت زبیرؓ وہ شخص ہیں جنھوں نے سب سے پہلے خدا کے راستہ میں تلوار اُٹھائی حضرت سعید بن مُسیبؒ فرماتے ہیں کہ

---

[۱] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص۵ و طبقات ابن سعد جز ثالث ص۱ و سیرۃ النبی جلد اول ص۱۱۱ و موفقیات موالد و ائی نیلی الزبیر ص۲۸ و ۲۹ [۲] ترجمہ طبقات ابن سعد حصہ دوم جزو خامس ص۵۵ [۳] طبقات ابن سعد حصہ اول جز خامس ص۱۱۶ و ۱۱۹ [۴] ترجمہ بخاری جلد اول ص۵ ترجمہ سید وایم جلالی [۵] طبقات ابن سعد جز ثالث ص۱۳ [۶] الصحایح ترجمہ شکواۃ شریف ص۹۸۵۔

پہلا وہ شخص ہے جس نے خدا کے لئے تلوار بے نیام کیا وہ حضرت زبیرؓ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک دن مکہ میں انہوں نے یہ آواز سنی کہ سرکار دو عالم صلعم مقتول ہوگئے۔ یہ سنتے ہی آپ ننگے بدن اپنے گھر سے نکلے آپ کے ہاتھ میں چمکیلی تلوار تھی۔ گھر سے نکلنے کے بعد سرکار دو عالم صلعم سے آپ کی ملاقات ہوگئی۔ جب سرکار دو عالم صلعم نے آپ کو حالتِ عریانی میں اس طرح دیکھا تو فرمایا۔ زبیرؓ تم کو کیا ہوگیا ہے کہ ننگے تلوار ہاتھ میں کئے نکلے ہو۔ آپ نے عرض کیا کہ میں نے ایسی ایک آواز سنی ہے کہ آپ قتل کر دیئے گئے۔ اس پر آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا ارادہ کیا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے عرض کیا کہ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اہلِ مکہ سے اس بارے میں لڑوں گا۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ کے لئے دعا فرمائی۔ [1]

اشاعتِ اسلام میں کوشش اور بے مثل خطابت

جس زمانے میں آپ کو دولت اسلام نصیب ہوئی وہ ایک اضطراب آفریں زمانہ تھا۔ ہر طرف جہالت کی حکمرانی تھی۔ بت پرستی کا بازار گرم تھا اور بتوں کے خلاف ایک حرف زبان سے نکالنا ہولناک جرم تھا۔

ان حالات کی پرواہ نہ کر کے آپ نے اشاعتِ اسلام میں خوب خوب کوشش کی۔

آپ کا معمول تھا کہ مختلف قبائل کے پاس جا کر اسلام کی خوبیاں اور بت پرستی کے نقصانات ظاہر فرماتے۔

سنہ نبوی صلعم میں قبیلہ بنو قیس کے سردار کے سامنے آپ نے جو تقریر کی اس کا ترجمہ یہ ہے:-

"ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہان کا خالق و مالک ہے۔ واحد و یکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غنی ہے۔ بے نیاز ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر چیز اسی نے پیدا کی ہے اور وہ ہی تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔

برادرانِ وطن بتوں کو خدائی کاموں میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں۔ وہ مجبور محض ہیں۔ ان کی پرستش کرنا بدترین حماقت ہے۔ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلعم بت پرستی سے منع کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے مقدس رسول ہیں۔ ان کی زندگی تمام دنیا کے لئے شمع ہدایت ہے۔ وہ بے انتہا انصاف پسند۔ نہایت خلیق۔ نہایت رحمدل اور مددِ حق غریب نواز ہیں۔ وہ عدل و انصاف کے بادشاہ ہیں۔ رحم و کرم کے آفتاب ہیں اور صداقت کے حامی ہیں۔ ان کو غریبوں سے محبت ہے۔ وہ ان کے رنج و غم میں شریک ہوتے ہیں اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔ ان کی مسکین پروری کا یہ عالم ہے کہ کبھی کوئی سائل ان کے در سے محروم نہیں جاتا میں تمکو دعوت دیتا ہوں کہ انکے پیام کو قبول کرو۔"

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ:-

حضرت زبیرؓ ایک سرگرم داعیٔ اسلام تھے۔ ان کی دعوت و تبلیغ سے تقریباً ساٹھ آدمی اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ صرف ایک جانباز مجاہد اور سرفروش سپاہی ہی نہیں۔ بلکہ ایک بے مثل خطیب بھی تھے۔

اشاعتِ اسلام میں بے خوفی

ایک مرتبہ شعب ابو عامر میں قبیلہ بنو قیس کے ایک فتنہ انگیز سردار نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ تم ہمارے قبیلہ کو اسلام کی دعوت نہ دو۔ ورنہ تم کو ہلاک کر دیں گے۔

حضرت زبیرؓ نے کہا۔ اگر تم قتل کی دھمکی نہ دیتے تو میں شاید تمہارے مشورہ پر غور کرتا لیکن اب جب کہ تم قتل کی دھمکی دیتے ہو میں اپنا اولین فرض سمجھتا ہوں کہ تمہارے قبیلہ کے سامنے بت پرستی کے نقصانات ظاہر کروں۔ اور اسلام کے فضائل بیان کروں۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ نے ایک پرجوش تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

---

[1] موفقیات از زبیر بن بکار صفحہ ۲۶۰

"یا عباد اللہ۔ تم جن بتوں کی پرستش کرتے ہو وہ بالکل مجبور ہیں۔ میں اُن کو ہر لمحہ پامال کر سکتا ہوں وہ ایک ذرہ کے برابر بھی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

بھائیو۔ لائق عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ تمام جہان کا خالق و مالک ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں وہ ہم کو رزق عطا فرماتا ہے۔ اور سارے جہان کو پالتا ہے۔ یہ عظیم الشان آسمان۔ یہ وسیع زمین یہ چمکتے ہوئے ستارے۔ اور یہ آفتاب و ماہتاب اور طرح طرح کے درخت اور آدمی بتوں نے پیدا نہیں کئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ پس وہ ہی لائق عبادت ہے۔

ہمارے آقا اسلام کے داعی محترم حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہمارے خاندان کے آدمی ہیں ہم اُن کے حالات سے پورے طور پر واقف ہیں۔ وہ امین ہیں۔ صادق ہیں۔ اور غریب پرور ہیں۔ اور وہ سچے نہ ہوتے تو ہم ہرگز اُن پر ایمان نہ لاتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔"

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ:۔

اس حقیقت آفریں تقریر کو سن کر قبیلہ بنو قیس کے آٹھ آدمی آغوش کفر سے نکلکر آغوش اسلام میں آئے۔ سردار قبیلہ کو یہ جسارت ناگوار گذری لیکن وہ حضرت زبیرؓ کو نقصان نہ پہنچا سکا۔

ہجرت حبشہ تین برس کی خفیہ تبلیغ سے ستّو سوا سو ۱۲۵ افراد نے اسلام قبول کر لیا تھا ۶ نبوی میں کفار نے اپنے قہر و غضب کی بجلیاں گرانی شروع کر دیں تھیں۔ آگ پر لٹایا۔ جلتی ریت پر سلایا۔ اوپر سے بھاری بھاری پتھر رکھدیئے ہر طرح کی توہین و تذلیل اور ظلم و زبردستی شروع کر دی۔ معززین بھی نہ بچ سکے۔

حضرت صدیق اکبرؓ خاصی عمر کے اور معزز تھے۔ کسی نے آنحضرت صلعم کی حمایت پر اُن کی ڈاڑھی نوچ لی۔

حضرت عثمانؓ کا چچا حکم بن ابو العاص اُن کو رسی سے باندھتا اور کہتا کہ اس نئے دین کو چھوڑ دو۔

حضرت زبیرؓ کو اُن کا چچا چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیتا کہ وہ اس دین کو چھوڑ دیں۔

مظلوم مسلمان کفار کی سختیاں سہتے سہتے عاجز آ گئے تھے۔ نہ خوف سے کہیں چل سکتے تھے نہ عبادت کر سکتے تھے اس لئے اُن کو ایسی جائے پناہ کی ضرورت تھی جہاں اطمینان و سکون حاصل کر سکیں۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے مشورہ دیا کہ تم لوگ فی الحال حبش کو ہجرت کر جاؤ۔ وہاں کا بادشاہ رحمدل اور منصف ہے وہ تمکو آرام سے رکھیگا۔ حکم پاتے ہی مسلمان ہجرت پر آمادہ ہو گئے۔

عروہ بن حضرت زبیرؓ نے اس سلسلہ میں عبد الملک بن مروان کو لکھا تھا جب رسول اللہ صلعم نے اپنی قوم کو اس ہدایت اور نجات کی طرف جسے دیکر اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا دعوت دی تو اتنا ہی وہ آپ سے کنارہ کش نہیں ہوئے بلکہ قریب تھا کہ آپ کی بات مان لیتے۔ مگر جب آپ نے اُن کے جھوٹے معبودوں کا ذکر کیا اور قریش کی ایک جماعت جو صاحب املاک تھی طائف سے مکہ آئی۔ تب انہوں نے آپ کی بات کا برا سمجھا اور آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔ اور انہوں نے آپ کے قرابت داروں کو آپ کے خلاف برانگیختہ کیا۔ اس طرح اکثر لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ البتہ صرف تھوڑے سے وہ لوگ آپ کے ساتھ رہ گئے۔ جن کو اللہ نے اسلام پر قائم رکھا۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزرا پھر قریش کے رؤساء نے مشورہ کر کے اس بات کا تہیہ کر لیا کہ اُن کے بیٹے۔ بھائی یا قبیلہ والوں میں سے جو مسلمان ہو گئے ہیں اُن کو کسی نہ کسی طرح سے اسلام سے برگشتہ کیا جائے۔

یہ رسول اللہ صلعم کے پیرو مسلمانوں پر بڑی تکلیف اور سخت آزمائش کا وقت تھا۔ جو اُن کے بہکانے میں

آگئے وہ مُرتد ہوگئے۔ اور جن کو اللہ نے اس فتنہ سے بچانا چاہا وہ بدستور اسلام پر قائم رہے۔ جب مسلمانوں کے ساتھ یہ شرارت کی گئی۔ رسول اللہ صلعم نے اُن کو حبشہ چلے جانے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس وقت حبشہ کا بادشاہ نجاشی نہایت عادل اور نیک فرماں روا تھا۔ اُس کی حکومت کی تعریف کی جاتی تھی۔ اس سے پہلے سے حبشہ۔ قریش کی تجارت گاہ تھا۔ جب یہ تجارت کی غرض سے وہاں جاتے تو وہاں خوراک کی فراوانی اور امن پاتے اور تجارت میں فائدہ کماتے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کو حبشہ جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب مکہ میں مسلمانوں پر جبر ہونے لگا اور رسول اللہ صلعم کو خوف ہوا کہ یہ فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ آپ نے ان کو حبشہ بھیجدیا۔ مگر خود آپ وہیں رہے کہیں نہ گئے۔ اس عہد میں چند سال مسلمانوں پر سخت گزرے۔ یہاں تک کہ آپ نے مکہ میں اسلام کا اعلان فرمایا۔ اور قریش کے کچھ اشراف اسلام لے آئے۔ [1]

حارث بن النفیل سے مروی ہے کہ اس پہلی ہجرت میں جن مسلمان مہاجرین نے خفیہ طور پر متفرق حالت میں ہجرت کی اُن کی تعداد گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ اُن کے سوا اور پیدل شعیبہ آئے۔ اللہ نے اُن کی مدد کی کہ عین اُسی ساعت میں دو تجارتی جہاز بندر گاہ آئے۔ یہ اُن کو نصف دینار کرایہ میں حبشہ لے گئے۔ رسول اللہ صلعم کی نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مسلمانوں نے یہ ہجرت کی۔ قریش نے ساحلِ سمندر تک اُن کا تعاقب کیا۔ مگر اُن کے آنے سے پہلے یہ لوگ جہازوں میں سوار ہو چکے تھے۔ اس لئے وہ کسی کو نہ پا سکے۔ ان مسلمانوں نے بیان کیا ہے کہ ہم بخیریت حبشہ پہنچے۔ وہاں بادشاہ نے ہم سے بہت اچھا سلوک کیا۔ ہمیں اپنے دین کے بارے میں قطعی آزادی اور امن ملا۔ ہم نے اللہ کی عبادت کی۔ نہ ہم ستائے گئے اور نہ کوئی ناگوار بات سنی۔

مہاجرین حبشہ کے نام اس پہلی ہجرت میں حضرت زبیرؓ شامل تھے۔ اُن مہاجرین کے ناموں کی تفصیل یہ ہے:۔ (۱) عثمان بن عفانؓ اُن کے ساتھ اُن کی بیوی رقیہؓ بنت رسول اللہ صلعم بھی تھیں۔ (۲) ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ ان کے ساتھ ان کی بیوی سلمہؓ بنت سہیل بن عمرو بھی تھیں۔ (۳) زبیرؓ بن العوام بن خویلد بن اسد (۴) عبدالرحمٰنؓ بن عوف بن عبد عوف بن الحارث بن زہرہ (۵) ابوسلمہؓ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ان کے ساتھ ان کی بیوی اُم سلمہؓ بنت ابی اُمیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی تھیں۔ (۶) عثمان بن مظعونؓ (۷) عامر بن ربیعہ العنزی یہ قبیلہ عنزہ بن وائل سے تھے نہ کہ اُس قبیلہ عنزہ سے جو بنی عدی بن کعب کے حلیف تھے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حشمہ بھی تھیں۔ (۸) مصعبؓ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار (۹) ابوسبرہؓ بن ابی رہم بن عبدالعزیٰ العامری (۱۰) حاطبؓ بن عمرو بن عبد شمس (۱۱) سہیلؓ بن بیضاء جو بنی الحارث بن فہر سے تھے۔ (۱۲) اور عبداللہؓ بن مسعود بنی زہرہ کے حلیف۔ [2]

اس قافلہ کی روانگی کے بعد حضرت جعفرؓ بن ابوطالب روانہ ہوئے۔ اور پھر یکے بعد دیگرے مسلمان حبشہ جانے لگے۔ ان میں وہ بھی تھے جو اپنے اہل کو لے کر گئے تھے۔ اور وہ بھی تھے جو تنہا گئے تھے۔ ان سب کی تعداد پہلے قافلہ والوں کو ملا کر بیاسی ہوگئی۔ ان میں وہ بھی ہیں جن کے ساتھ اُن کے بیوی بچے گئے تھے۔ یا جن کی اولاد حبشہ میں پیدا ہوئی یا جو تنہا گئے تھے۔ [3]

مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کا وفد شاہ حبش کی خدمت میں قریش مسلمانوں کا آرام و سکون کب گوارا کر سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے نجاشی کے پاس ایک وفد تحفہ و ہدایہ دیکر بھیجا اور درخواست کی کہ وہ مسلمانوں کو حبش سے نکالدے۔ اور اُن کے سپرد کردے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کر اُن سے استفسار حال کیا اور مسلمانوں کی طرف سے سفیر ہو کر سفارت کو ناکام لوٹا دیا۔

---

[1] ترجمہ طبری جلد اوّل حصہ سوم صفحہ ۹۱۱۸۴ ۔ [2] ترجمہ طبری صفحہ ۹۱۱۸۵ ۔ [3] الفاً صفحہ ۹۱۱۸۵

مستعدی اور عبور دریائے نیل

اس اثنا میں کسی دشمن نے نجاشی کے ملک پر حملہ کیا جس کی مدافعت کے لئے نجاشی کو خود جانا پڑا۔ صحابہ مہاجرین رضؓ نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے ایک شخص جائے اور میدان جنگ سے جو دریائے نیل کے پار تھا خبر بھیجتا رہے۔ کہ اگر ضرورت ہو تو ہم بھی نجاشی کی مدد کے لئے جائیں۔ حضرت زبیرؓ اگرچہ سب سے کم سن تھے لیکن انہوں نے اس ضرورت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اور مشک کے ذریعہ سے دریائے نیل کو پار کر کے میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ ادھر تمام صحابہؓ نجاشی کی فتح کی دعا مانگتے تھے۔ چند روز کے بعد حضرت زبیرؓ واپس آئے اور خوشخبری سنائی کہ نجاشی کو خدا نے فتح دی۔ [1]

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے کہ نجاشی اپنے دشمن پر غلبہ پائے اور اپنے ملک میں اس کو پوری قدرت حاصل رہے۔ اسی حالت میں ہونے والی بات کے منتظر تھے کہ ایکا ایکی حضرت زبیرؓ نکلے اور وہ دوڑتے چلے آرہے تھے اور اپنی چادر سے اشارہ کر رہے تھے کہ خوش ہو جاؤ نجاشی نے فتح پائی اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو برباد کر دیا۔ اور اس کو اس کے ملکوں میں اقتدار حاصل ہو گیا۔ اس وقت کی سی خوشی مسلمانوں میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔ مسلمان نجاشی کے پاس بڑی عزت سے رہے۔ [2]

واپسی از حبشہ

مہاجرین حبش میں تھوڑے عرصہ ہی آرام سے رہنے پائے تھے کہ ان کو اہل مکہ کے اسلام قبول کر لینے کی غلط خبر ملی۔ اس خبر سے ان کو فطرتاً وطن لوٹنے کا شوق پیدا ہوا کہ اب وہاں بھی امن نصیب ہو گا۔ اس خیال سے اکثر صحابہؓ مکہ روانہ ہو گئے۔ مگر مکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ اب یہ اصحابؓ بڑی کشمکش میں پڑ گئے۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ لیکن بالآخر کسی نہ کسی کی امان میں داخل ہو کر مکہ آ گئے۔ البتہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دو ایک دن ٹھہر کر واپس حبش چلے گئے۔ [3]

حضرت زبیرؓ کی دوبارہ ہجرت حبشہ

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت زبیرؓ نے ملک حبشہ کی طرف دونوں ہجرتیں کیں۔ [4]

مہاجرین از خاندان حضرت زبیرؓ

خاندان اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ میں سے (۱) سعید بن عبد قیسؓ (۲) خالد بن حزامؓ (۳) اسود بن نوفلؓ (۴) عمروؓ بن امیہ (۵) یزید بن زمعہؓ (۶) مالک بن زمعہؓ (۷) سلیط بن عمروؓ (۸) سکران ابن عمروؓ اس دوسری ہجرت میں شامل تھے۔ [5]

نجاشی کا تحفہ

مسلمانوں کے ساتھ نجاشی کے تعلقات نہایت اچھے رہے۔ اس نے تین عدد نیزے حضور صلعم کی خدمت میں۔ حضرت زبیرؓ بن العوامؓ کے توسط سے گزرانے جن کو آپ نے مکہ میں آ کر حضور اکرمؐ کی خدمت بابرکت میں پیش کر دیا۔

مکہ میں شغل معیشت

مکہ کی واپسی کے بعد حضرت زبیرؓ نے اپنا قومی اور آبائی پیشہ تجارت اختیار کر لیا جس کی وجہ سے آپ کو شام و یمن و عراق وغیرہ دور دراز مقامات کے سفر کرنے پڑتے تھے۔ چنانچہ جس وقت آنحضرت صلعم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو اس وقت آپ ملک شام سے تجارتی مال لے کر مکہ معظمہ واپس تشریف لا رہے تھے۔ اور حضور اکرم صلعم سے راستہ میں ملاقی ہوئے تھے۔

آنحضرت صلعم کی پیش گوئی

حضور اقدس صلعم نے مکہ کے قیام کے زمانہ ہی میں حضرت زبیرؓ کی شہادت کی خبر دی تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول پاک صلعم اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ اور زبیرؓ کوہ حرا پر تھے کہ پہاڑ کو جنبش ہوئی حضرت صلعم نے فرمایا ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر صرف نبی صدیق اور شہید ہیں۔ [6]

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۶۵ و ابن ہشام و طبری و ابن سعد [2] ترجمہ سیرت ابن ہشام جلد صفحہ ۵۰۵ و ۵۱۶ [3] طبقات ابن سعد و سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۲۱۲ [4] طبقات ابن سعد جزو اول صفحہ ۱۰۲ [5] طبقات ابن سعد جزو اول صفحہ ۱۰۳ [6] المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۹۴۱۔

بنو ہاشم کا مقاطعہ اور محاصرہ

۶ھ میں جب حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ بھی اسلام لے آئے اور علانیہ تبلیغ ہوئی تو کفار قریش کا غصہ اور بھی بھڑکا۔

جب آنحضرت صلعم کو آپ کے شفیق چچا ابو طالب نے تبلیغ سے نہیں روکا اور ہر قسم کی ترغیب و تحریص نیز دھمکی بھی کارگر نہ ہوئی اور سیلاب اسلام بڑھتا ہی چلا تو قریش نے جلسہ کرکے یہ بات طے کی کہ نہ صرف آنحضرت صلعم بلکہ تمام خاندان بنی ہاشم کو محصور و مقید کرکے اُس سے جملہ تعلقات منقطع کرلئے جائیں۔ اور محاصرہ اس احتیاط و نگرانی کے ساتھ کیا جائے کہ رزق کا ایک دانہ اور پانی کا ایک قطرہ تک اُن کے حلق میں نہ پہنچنے پائے۔ آنحضرت صلعم کے قتل میں بنو ہاشم کے انتقام کا خوف تھا۔ قید کرنے میں بھی جنگ کا اندیشہ تھا لیکن اُس کی یہ تدبیر کی گئی کہ معاہدہ منزا میں تمام قبائل مکہ شرکت کریں کیونکہ بنو ہاشم تنہا سب کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔

جب معاہدہ مکمل ہوکر سب قبائل کے سرداروں کے دستخط ہوگئے تو اُسے درِ کعبہ پر لٹکا دیا گیا۔

اُس معاہدہ کے دفعات یہ تھے:-

(۱) اُن لوگوں سے میل جول قطعی نہ رکھا جائے۔ (۲) جو اُن سے تعلق رکھے اُس کا بھی مقاطعہ کردیا جائے۔ (۳) اُن تک خورد و نوش کا سامان نہ پہنچنے دیا جائے۔ (۴) ان کے ساتھ خرید و فروخت کسی قسم کی نہ رکھی جائے۔ (۵) اس وقت تک یہ مقاطعہ برابر قایم رکھا جائے جب تک یہ لوگ رسول اللہ صلعم کو اپنی مرضی کے ساتھ قتل کے لئے قریش کے حوالہ نہ کردیں۔

جناب ابو طالب کو اس معاہدہ کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے تمام خاندان کو لے کر دامنِ کوہ کے اپنے ایک وسیع مکان میں پناہ گزین ہوئے۔ قریش خود اس فکر میں تھے۔ انہوں نے فوراً مکان کو محصور کرلیا۔ اور ہر چار طرف پہرہ لگا دیا۔ (اسی پناہ گاہ کا نام شعب ابو طالب ہے یہ واقعہ ۷ھ نبوی کا ہے) کچھ دن تو خوں خوں گزر گئے مگر پھر تو مصیبت و تکلیف کی ایک قیامت برپا ہوگئی محاصرہ کی طوالت کی وجہ سے گھاس اور پتے بھی کھانے کے لئے نہیں رہے تھے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات کو کہیں سے سوکھا ہوا چمڑہ ہاتھ آگیا اُسی کو دھو کر آگ پر بھونا اور پانی ملا کر کھایا۔ اکثر طلح کے پتے کھانے پڑتے تھے۔

تاہم اس زمانے میں بھی اُم المومنین حضرت خدیجہؓ اسدی کے اثر سے جو حضور اکرم صلعم کے ساتھ شعب ابو طالب میں تھیں کبھی کبھی باہر سے کھانا پہنچ جاتا تھا۔ جس کو اُن کے خاندان والے چھپا کر کسی نہ کسی طرح بھیجا کرتے تھے۔

اسی اثنا میں ایک دن ابو جہل کی حکیمؓ بن حزام بن خویلد بن اسد۔ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے سے مڈبھیڑ ہوگئی اُن کے ہمراہ ایک غلام تھا جس پر گیہوں لدا تھا اور وہ اُسے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے پاس شعب ابو طالب میں لوا کر لے جا رہے تھے۔ ابو جہل نے انہیں پکڑ کر کہا کہ تم بنی ہاشم کے لئے کھانا لے جا رہے ہو۔ سنجدا تم اسے لیکر نہیں بڑھ سکتے ورنہ میں تم کو تمام مکہ میں رسوا کردوں گا۔ اتنے میں ابو البختری عاص بن ہشام بن الحارث بن اسد وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے ماجرا دریافت کیا تو ابو جہل نے کہا یہ دیکھو حکیمؓ بنی ہاشم کی خوراک لے کر جا رہے ہیں۔ ابو البختری اسدی کہنے لگے یہ تو اپنی پھوپھی کے لئے جو محمد (صلعم) کے ساتھ ہیں خوراک لے کر جا رہے ہیں۔ جنہوں نے آدمی بھیجکر اُن سے منگوائی ہے۔ تم کیوں روکتے ہو۔ جانے دو۔ مگر ابو جہل نے کسی طرح نہ مانا اور سخت کلامی کرنے لگا تو ابو البختری نے ابو جہل کے ایسی ضرب لگائی کہ وہ لہولہان و سیدم ہوگیا۔ [1]

---

[1] طبری جلد اول حصہ سوم ص ۹۳۹۔

حضرت زبیرؓ کی کوشش اور بنو ہاشم کی رہائی

بنی ہاشم سخت مصیبت میں تھے کہ آخر کار اُن کی رہائی کا سامان اس طرح ہوا کہ ایک روز ہشام مخزومی نے جو خاندان بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار تھا۔ حضرت زبیرؓ کے پاس (جو اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے) جا کر کہا۔ کیوں زبیرؓ تم کو یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ پیو اور ہر قسم کا لطف اُٹھاؤ اور تمہارے ماموں ابوطالب کو ایک دانہ تک نصیب نہ ہو حضرت زبیرؓ نے کہا۔ کیا کروں تنہا ہوں اگر ایک شخص بھی میرا ساتھ دے تو میں اس ظالمانہ معاہدہ کو پھاڑ کر پھینکدوں ہشام نے کہا۔ میں موجود ہوں۔ دونوں ملکر مطعم بن عدی کے پاس گئے اُنہوں نے بھی ساتھ دیا اور ابوالبختری اسدی و زمعہ بن الاسود اسدی نے بھی امداد کا وعدہ کیا۔ دوسرے دن یہ سب ملکر حرم میں گئے۔ حضرت زبیرؓ نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہا "اے اہل مکہ یہ کیا انصاف ہے کہ ہم لوگ آرام سے بسر کریں اور بنو ہاشم کو آب و دانہ نصیب نہ ہو۔ خدا کی قسم جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نہ کر دیا جائے گا میں باز نہ آؤں گا" ابوجہل برابر سے بولا۔ کوئی اس معاہدہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ زمعہ اسدی نے کہا تو جھوٹ بکتا ہے جب یہ لکھا گیا تھا اُس وقت بھی ہم راضی نہ تھے۔ غرض مطعم نے ہاتھ بڑھا کر دستاویز چاک کر دی۔ پھر مطعم بن عدی۔ عدی بن قیس۔ زمعہ بن الاسود اسدی۔ ابوالبختری عاص اسدی اور حضرت زبیرؓ سب ہتھیار باندھ کر بنو ہاشم کے پاس گئے اور اُن کو درّہ یعنی شعب ابوطالب سے نکال لائے۔ یہ واقعہ ۱۰ سنہ نبوی کا ہے۔[1]

اسی محاصرے کے زمانے میں معراج ہوئی اور نماز پنجگانہ فرض ہوئی۔ اور محاصرہ اُٹھنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد اُم المومنین بی بی خدیجہؓ اور جناب ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔

شادی

مکہ معظمہ ہی میں حضرت زبیرؓ کی شادی حضرت اسماءؓ سے ہوئی۔ جن کا لقب ذات النطاقین ہے۔ اور جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بڑی صاحبزادی اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن ہیں۔ حضرت زبیرؓ کی شادی حبشہ سے واپس آنے پر ہوئی۔ لیکن شادی کے بعد ہی حضرت زبیرؓ بغرض تجارت شام تشریف لے گئے تھے جہاں سے اُس وقت اُن کی واپسی ہوئی جب کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ سے مدینہ کو روانہ ہو چکے تھے اور راستہ میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں کپڑے پیش کرنے کی عزت حاصل کی تھی۔

آنحضرت صلعم کی ہجرت مدینہ اور راستہ میں حضرت زبیرؓ کی بیس بہادروں کی نذر

اُم المومنین بی بی خدیجہؓ اور جناب ابوطالب کے اثرات مکہ میں بہت تھے۔ دونوں آنحضرت صلعم کے سچے ہمدرد اور پشت و پناہ تھے۔ سنہ نبوی میں دونوں کے انتقال کر جانے سے قریش کے لئے میدان صاف ہو گیا۔ اور اُنہوں نے حضور اکرم صلعم کو دل کھول کر ستانا شروع کیا۔ طرح طرح کے ستانے کے طریقے ایجاد کئے۔ کوئی کوڑہ پھینکتا۔ کوئی راستہ میں کانٹے بچھا دیتا۔ کوئی گالیاں دیتا۔ لڑکوں کے غول پیچھے رہتے ہر موقع پر ہلاکت کا خطرہ تھا۔ اور تبلیغ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے حضور صلعم طائف تشریف لے گئے۔ اس لئے کہ اگر وہاں کے رؤسا نے اسلام قبول کر لیا تو دشواری باقی نہیں رہے گی مگر وہاں آپ کے ساتھ مکہ سے بھی زیادہ بدتر سلوک ہوا تو آپ واپس تشریف لے آئے۔ اور مایوس ہو کر قریش کو تبلیغ کرنا چھوڑ دیا۔

اب آپ صرف اُن قبائل کو جو حج وغیرہ کے لئے آتے تھے دعوت اسلام فرماتے ہیں۔ لیکن یثرب (مدینہ)

---

[1] ابن ہشام و ابن اثیر و طبقات ابن سعد و سیرۃ النبیؐ جلد اوّل صفحہ ۲۲۷ تا ۲۳۰۔

کے چھ آدمیوں کے سوائے کسی کو قبول اسلام کی توفیق نہیں ہوئی۔

مدینہ واپس جاکر ان لوگوں نے اپنی قوم سے رسول اللہ صلعم کا ذکر کیا۔ اور انہیں اسلام کی دعوت دی جو ان میں بہت مقبول ہوئی۔ اگلے سال ۱۱ سنہ نبوی میں مدینہ کے اور بارہ اشخاص نے آکر اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے عقبہ میں رسول اللہ صلعم سے ملاقات کر کے آپ سے ان امور پر بیعت کی کہ:-

"ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ چوری۔ زنا۔ اور اولاد کا قتل نہ کریں گے کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے۔ نہ کسی کے لئے غلط بات کہیں گے۔ کسی نیک بات میں رسول اللہ صلعم کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گے" جہاد اس وقت فرض نہیں ہوا تھا۔

اس بیعت کے بعد آنحضرت صلعم نے ان کے ہمراہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کی تعلیم اور اشاعت اسلام کے لئے مدینہ منورہ بھیجدیا۔ جن کی تبلیغ سے خزرج و اوس کے قبیلے مسلمان ہو گئے۔ یہود۔ وائل۔ واقف۔ اور قبیلہ خطمہ کے سوا مدینہ کا ہر گھر مسلمان اور اسلام کا شیدائی بن گیا۔

تیسرے سال ۱۳ سنہ نبوی میں مدینہ کے بہتر آدمیوں نے آکر خفیہ طور پر عقبہ ہی میں پھر بیعت کی۔ (پہلی بیعت کو عقبۂ اولیٰ اور دوسری کو بیعت عقبۂ ثانیہ کہتے ہیں)۔

جب مشرکین کی طرف سے اذیتوں کی کوئی انتہا نہیں رہی تو آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ جن لوگوں کو کفار کے ستم سے نجات نہیں مل سکتی وہ مدینہ کو ہجرت کر جائیں۔ سب سے پہلے ابوسلمہؓ عبداللہ اشہلؓ پھر حضرت بلالؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ نے ہجرت کی ان کے بعد حضرت عمرؓ نے بیس آدمیوں کے ساتھ ہجرت کی۔

مدینہ منورہ کی وسعت کم تھی۔ اس لئے مہاجرین زیادہ تر قباء میں جو مدینہ سے دو تین میل ہے قیام کرتے تھے۔

۱۳ سنہ نبوی میں خود جناب رسالت مآب صلعم نے مکہ چھوڑا تو حضرت صدیق اکبرؓ کے ہمراہ تین روز تک تعاقب کے خوف سے غار ثور میں چھپے رہے۔

غار ثور۔ مکہ سے تین میل جانب جنوب ہے۔ پہاڑ کی چوٹی قریباً ایک میل لمبی ہے۔ چڑھائی بہت سخت ہے۔ وہاں سے سمندر دکھائی دیتا ہے۔

جہاں حضرت زبیرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ بعد مغرب کھانا پہنچا دیتیں۔ اور ان کے بھائی حضرت عبداللہؓ دن بھر کی خبریں پہنچا دیا کرتے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ رات کے وقت بکریوں کا ریوڑ چراتے ہوئے وہاں آجاتے اور دودھ پلا کر روانہ ہو جاتے۔ اس انتظام سے حضرت اسماءؓ اور حضرت عبداللہ کے پاؤں کے نشان بھی ریوڑ گزرنے کی وجہ سے مٹ جاتے تھے۔

غار ثور سے مدینہ کو روانگی کے وقت ستوؤں کا تھیلا لٹکانے کے لئے کوئی تسمہ یا رسی نہ ہونے کی وجہ سے حضرت اسماءؓ نے اپنے کمربند (وہ کپڑا جو عورتیں قمیص پر کمر سے باندھا کرتی تھیں) کے دو حصے کر کے ایک تو اپنی کمر میں باندھ لیا۔ اور دوسرے سے ستو کا تھیلا باندھ دیا۔ اس برمحل تدبیر سے آنحضرت صلعم نے خوش ہو کر حضرت اسماءؓ کو ذات النطاقین یعنی دو کمربند والی خطاب عطا فرمایا۔

مدینہ کے راستہ میں حضرت زبیرؓ شام کے سفر سے تجارتی قافلہ لئے ہوئے مکہ کو واپس آتے ہوئے آنحضرت صلعم سے ملے۔ حضرت زبیرؓ نے اس موقع پر حضور اقدس صلعم کی خدمت میں کپڑے یعنی لباس پیش کیا اور عرض کیا کہ مکہ پہنچکر اور سب کی امانتیں دے کر جلد مدینہ آپہنچتا ہوں۔ [1]

---

[1] ترجمہ طبری جلد اوّل حصہ سوم ص ۱۳۵۔

علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں کہ حسنِ اتفاق یہ کہ حضرت زبیرؓ شام سے تجارت کا سامان لے کر آرہے تھے۔ اُنہوں نے آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں چند بیش قیمت کپڑے پیش کئے جو اس بے سروسامانی میں غنیمت تھے۔ [1]

بخاری میں ہے کہ زہریؒ کہتے ہیں مجھے عروہ بن زبیرؒ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم کو اثنائے راہ میں زبیرؓ معہ چند مسلمان سواروں کے جو تاجر تھے اور شام سے لوٹے ہوئے آرہے تھے ملے۔ تو حضرت زبیرؓ نے رسول خدا صلعم کو اور ابوبکرؓ کو سپید کپڑے پہننے کے لئے دئے۔ [2]

ہجرت مدینہ منورہ رسول مقبول صلعم کے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد مکہ معظمہ کی فضا حضرت زبیرؓ کے لئے یکسر بدل ہوگئی اور آپ پر دانہ وار تھوڑے ہی دن کے بعد مکہ معظمہ کے لوگوں کی تمام امانتیں دیکر حضور اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور پھر آپ کے وصال تک کبھی آپ سے جدا نہیں ہوئے۔

مدینہ منورہ میں اوّلین جائے قیام محمدؒ بن عمر سے محمدؒ بن صالح نے اور اُن سے عمر بن قتادہؓ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت زبیرؓ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تو وہ المنذر بن محمدؒ بن اصیحہ بن الجلاح کے مکان پر اُترے یا ٹھہرے۔ [3]

مواخات مابین مہاجرینؓ و انصارؓ رسول اللہ صلعم قبا میں جو مدینہ منورہ سے دو تین میل ہے۔ بنی عمرو بن عوف کے یہاں دوشنبہ، منگل، بدھ اور جمعرات کو مقیم رہے۔ یہاں آپ نے مسجد کی بنیاد رکھی۔ جمعہ کے دن آپ وہاں سے روانہ ہوگئے۔ بعض صاحبوں نے یہ بھی کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ۱۴ دن قبا میں قیام فرمایا۔ پھر مدینہ تشریف لاکر آپ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے یہاں قیام فرمایا۔ آپ دوشنبہ کے دن مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔ اور دوشنبہ ہی کے دن ۱۳ ربیع الاول کو مدینہ منورہ تشریف لائے۔ مدینہ میں داخل ہونے کے وقت حضور اکرم صلعم رئیس قوم مقنن اور حاکم اعلیٰ وہاں کے ہوگئے تھے۔ قبائل اوس وخزرج کے قدیمی تفرقے سب مٹ گئے تھے۔

اب وہ لوگ جنہوں نے اسلام کی مصیبت کے وقت اعانت کی انصارؓ کے لقب سے ملقب ہوئے اور جنہوں نے اپنے وطن اور اعزا کو خیرباد کہہ کر رسول اللہ صلعم کا ساتھ دیا وہ مہاجرینؓ کے پیارے لقب سے پکارے جانے لگے۔ نیز یثرب کا قدیم نام بدل کر مدینۃ النبیؐ ہوگیا۔

اُس وقت جو اصحابؓ مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں چھپ کر اور لٹی کھٹی حالت میں پہنچے تھے۔ اُن میں بلاشبہ بڑے بڑے اربابِ جاہ وثروت اور دولت مند یزرگ بھی تھے۔ مگر اُن کو کسی چیز سے ساتھ لانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اور اب وہ ضرورت مند تھے۔ اس لئے انصارؓ کے گھر مہمان خانے بن گئے تھے۔

آنحضرت صلعم ہر چیز میں نظم وترتیب دیکھنے کے آرزومند اور ساعی تھے۔ اس وجہ سے آپ نے پہلی فرصت میں مہاجرینؓ کی کفالت کا ایسا سہل ومنظم طریقہ جس سے مہاجرین کے جذبات عزت کو بھی ٹھیس نہ لگے۔ اور اُن کی بیکار زندگی کا بھی خاتمہ ہوجائے۔ سوچ لیا اور اپنی حیرت انگیز قوت تنظیم اور فقید المثال دماغ سے کام لے کر مہاجرینؓ و انصارؓ میں باہم رشتۂ اخوت قائم فرما دیا۔

اس کام کے لئے آپ نے انصارؓ و مہاجرینؓ کو حضرت انسؓ بن مالکؓ کے مکان میں جمع کیا۔

---

[1] سیرۃ النبیؐ جلد اوّل ص ۲۵۵ و ۲۵۶ [2] ترجمہ صحیح بخاری ص ۱۸ [3] طبقات ابن سعد جز ثالث ص ۷۱۔ [4] طبقات ابن سعد و کتاب المحبر و تاریخ الخمیس کے مطابق ہجرت سے قبل نبی صلعم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے درمیان مکہ میں مواخات کرادی تھی۔ اس ضمن میں حضرت طلحہؓ کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

ایک طرف انصارؓ کو اور دوسری طرف مہاجرینؓ کو بٹھایا۔ جن کی تعداد اُس وقت پینتالیس تھی۔ (یعنی انصارؓ و مہاجرینؓ انوے آدمی تھے جن میں مواخات کرائی)۔

اس کے بعد انصارؓ سے فرمایا کہ یہ مہاجرینؓ تمہارے بھائی ہیں۔

پھر آپ ایک ایک انصاریؓ اور مہاجرؓ کو بلاتے اور دونوں سے فرماتے کہ آج سے تم دونوں بھائی بھائی ہو۔ ایسے بھائی جنھیں آج کے بعد دنیا کی کوئی قوت جُدا نہیں کر سکتی۔

اس رشتہ کے بعد وہ حقیقی بھائی بن گئے۔ ایسے بھائی جن کے سامنے حقیقی رشتہ کوئی چیز نہیں رہا۔ حالت یہ ہوگئی تھی کہ کوئی انصاریؓ مرجاتے تو اُن کا مال ان کے مہاجر بھائی کو ملتا۔ اقربا محروم رہتے تھے۔ یہ جو کچھ ہوا وہ ذیل کے حکم ربانی کے ماتحت ہوا۔

"جو لوگ ایمان لائے۔ ہجرت کی۔ اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے اُن لوگوں کو پناہ دی اور اُن کی امداد کی باہم بھائی بھائی ہیں"۔ (سورۂ انفال)۔

لیکن غزوۂ بدر کے بعد جب مہاجرینؓ کو نصرت و امداد کی ضرورت باقی نہ رہی تو حکم بھی بدل گیا اور یہ وحی نازل ہوئی۔

"قرابتدار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں"۔

حضرت زبیرؓ کے انصاریؓ بھائی

حضرت زبیرؓ کے بھائی۔ اس مواخات میں حضرت سلامہؓ بن سلامہ انصاری بنے۔ اسی ضمن میں حضرت کعبؓ بن مالک کا نام بھی بعضوں نے تحریر کیا ہے[۳]

اب جو اس مجلس سے انصارؓ اُٹھے تو ہر انصاریؓ نے اپنے مہاجر بھائی کو لے جاکر اپنی اپنی املاک اور گھر کی ہر چیز دکھائی۔ شمار کرائی اور کہا کہ اس میں سے بحیثیت بھائی کے آدھا آپ کا ہے۔

مہاجرین بہت غیرتمند اور خوددار تھے۔ انھوں نے اپنے بھائی انصارؓ پر اپنا بوجھ ڈالنا گوارا نہیں کیا۔ تجارت سے بعض مزدوری سے اپنی معاش پیدا کرتے تھے۔ [۱]

مہاجرینؓ کی غیرت

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انصارؓ نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ حضورؐ ہمارے اور مہاجرین کے درمیان کھجوروں کے درخت تقسیم کر دیں۔ حضور صلعم نے فرمایا نہیں۔ انصارؓ نے اس پر یہ عرض کیا کہ اچھا مہاجرینؓ ہماری طرف سے محنت کریں اور پیداوار میں شریک ہو جائیں۔ مہاجرینؓ نے کہا۔ ہاں اس کو ہم بسر و چشم مانتے ہیں۔ [۲]

حضرت زبیرؓ کی غیرت کے متعلق روایات

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ حضرت زبیرؓ بڑے غیرت دار آدمی ہیں۔ [۳]

تعمیر مکان زمین و جاگیر عطیۂ رسول اللہ صلعم

مہاجرینؓ نے اُس وقت تو بے سر و سامانی کے عالم میں رشتۂ مواخات منظور کر لیا تھا۔ اُن کی گذر اوقات کا سامان بھی ہو گیا تھا۔ مگر وہ انصارؓ کے مکانات میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ عرب میں اس کو ایک گونہ بُرا سمجھا جاتا تھا۔ اور اس سے تکلیف کا بھی امکان تھا۔

اِس لئے انصار کرامؓ نے اپنی آراضی جو اُن کے مکانات کے گرد و نواح میں اُفتادہ حیثیت میں تھی وہ انہیں دیدی تھی۔

---

[۱] ترجمہ صحیح بخاری جلد اول ص ۱۱۳ [۲] ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم ص ۲۱۲ [۳] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص ۲۷ و کتاب المحبر ص ۷۱ و ۷۲

چنانچہ حضرت زبیر بن العوامؓ کو ایک اچھی اور وسیع زمین مل گئی جس میں اُنہوں نے اپنی رہائش کے لئے ایک کشادہ اور بہتر مکان تعمیر کر لیا۔

بعد ازاں سرکار دو عالم صلعم نے آپ کو اس مکان سے پون کوس کے فاصلہ پر کچھ زمین جاگیر میں عطا فرمائی تھی[1]۔

محمد بن عمر نے محمد بن عبداللہ سے انہوں نے زہریؒ سے اور اُنہوں نے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کو مدینہ میں ایک بڑا وسیع قطعہ زمین عطا فرمایا تھا۔

رسول اللہ صلعم کا عطیہ باغ خرما

ہشام بن عروہؒ نے اپنے والد اور اُنہوں نے اپنی والدہ حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی ہے کہ سرکار دو عالم صلعم نے حضرت زبیرؓ کو ایک خرمے کا باغ جاگیر میں عطا فرمایا تھا۔[2]

مہاجرینؓ کے فضایل

انسان کے لئے تھوڑے عرصہ تک مصائب برداشت کر لینا زیادہ دشوار نہیں ہے۔ کچھ دنوں کے لئے وہ مالی نقصان اور جسمانی اذیتیں برداشت کر سکتا ہے۔ بلکہ اُس سے بڑھ کر ایک مرتبہ وہ جان بھی دے سکتا ہے۔ مگر جیتے جی ہمیشہ کے لئے خویش و اقارب اہل و عیال اور مال و دولت سب کو چھوڑ کر جلا وطنی کی مصیبت نہیں سہ سکتا۔

مہاجرینؓ کا سب سے بڑا ایثار، سب سے بڑی قربانی اور سب سے بڑا شرف۔ یہ ہی ہے کہ وہ صرف خدا اور رسول صلعم کی خوشنودی کے لئے اپنے وطن اپنے اہل و عیال اور اپنے مال و جائداد سب کو چھوڑ کر بے خانماں ہوئے۔

یہ وہ جذبۂ خدویت ہے جس کی مثال مذاہب عالم کے تاریخی مضمون میں نہیں مل سکتی۔

جب وہ گھر سے بے گھر ہوئے تو اُن کی جیب و دامن مال و دولت کے ذخیروں سے خالی تھے۔ کھانے پینے تک کا سہارا نہ تھا۔ وہ ہر قسم کی مادی دولت سے تہی دامن تھے۔ لیکن اُن کے دل۔ ایمان۔ خدا و رسول صلعم کی محبت اور ولولہ مذہب کی دولت سے معمور تھے۔ اور اس نے تمام مزخرفاتِ دُنیوی سے اُن کو بے نیاز کر دیا تھا۔

خدا نے اُن کے یہ تمام صفات قرآن شریف میں خود بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ سورۂ حشر میں مہاجرینؓ کی یہ خصوصیات شمار کرائی گئیں ہیں۔

مالِ غنیمت میں اِن محتاج مہاجرینؓ کا بھی حق ہوتا ہے جو اپنے وطن سے نکالے گئے اور اپنی جائدادوں اور دولت سے محروم کر دیئے گئے۔ اور خدا کے فضل اور اُس کی رضامندی کے متلاشی ہیں۔ اور اُس کے رسول صلعم کی مدد کرتے ہیں۔ یہ ہیں راست باز لوگ (حشر ع ۱)

ان کے اقوال و افعال یہ تھے۔

وہ لوگ اپنے گھروں سے ناحق اس جرم میں نکالے گئے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ ہٹواتا تو کلیسے اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے گرا دئے جا چکے تھے۔ اور جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ اُس کی ضرور مدد کرے گا۔ بیشک اللہ قوت والا اور غالب ہے۔

یہ لوگ (مہاجرینؓ) اگر ہم ان کو حکومت دیکر زمین پر قادر کر دیں تو یہ نمازیں پڑھیں گے۔ زکوٰۃ دیں گے۔ اور لوگوں کو اچھے کام کے لئے کہیں گے۔ اور بُرے کاموں سے منع کریں گے اور انجام خدا ہی کے لئے ہے۔ (حج ع ۶)۔

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری جلد اوّل ص ۲۱۲ [2] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص ۱۰۱

ان قربانیوں کے صلہ میں دنیا اور آخرت کی سب سے گراں بہا نعمت اِن کو حاصل تھی۔ یعنی رضائے الٰہی اور اُس کی رحمت، درجات اور مراتب کے اعتبار سے بھی وہ خدا کے نزدیک سب سے بلند تر تھے۔

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا یہ لوگ اللہ کے نزدیک بہت بلند مرتبہ ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا ربّ ان کو اپنی خوشنودی اور رحمت اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں اُن کو دائمی آسایش ہے۔ اور یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (توبہ ۲۴)۔

اس دُوسری آیت میں نہ صرف مہاجرینؓ کے لئے بلکہ مہاجرینؓ کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لئے بھی اس خوشنودی کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ (دیکھو توبہ ع ۱۳)۔

غرض کہ مہاجرینؓ کے حالات قرآن شریف میں بہت جگہ ہیں (بقرع ۲۷۔ آلِ عمران ع ۲۰۔ نحل ع ۶۔ نحل ع ۱۴۔ حج ع ۸۔ توبہ ع ۱۴۔ نور ع ۳۔ انفال ع ۱۰)۔

عبداللہؓ بن حضرت زبیرؓ کی پیدائش

آنحضرت صلعم کے مدینہ منورہ میں تشریف لے جانے کے ایک سال تک مہاجرینؓ میں سے کسی کے اولاد پیدا نہیں ہوئی تو یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ مسلمانوں کے انقطاعِ نسل کے لئے اُنہوں نے جادو کر دیا ہے۔ اس شہرت کے زمانے میں اِن اوہام باطلہ کی تردید کے لئے عبداللہ بن حضرت زبیرؓ پیدا ہوئے۔

مسلمانوں کو اُن کے پیدا ہونے سے بڑی ہی خوشی اور مسرت ہوئی۔ اور اُنہوں نے اس خوشی میں ایسے نعرۂ تکبیر بلند کئے جس سے مدینہ منورہ کے در و دیوار گونج اُٹھے۔ اور یہ صاحبزادے اسلام کے پہلے فرزند مشہور ہوئے۔

عبداللہؓ بن حضرت زبیرؓ کی بیعت

حضرت عبداللہؓ کی عمر جب آٹھ سال کی ہوئی تو ایک دن حضرت زبیرؓ نے اُن کو رسُول اللہ صلعم کی خدمت بابرکت میں پیش کیا۔ حضور صلعم اُن کو دیکھ کر مُسکرائے اور اس چھوٹے سے مسلمان سے بیعت لی۔

غزوات اور حضرت زبیرؓ

حضرت زبیرؓ عشرہ مبشرہ کے اُن لوگوں میں سے تھے جو بہادری میں بے مثل مانے گئے ہیں۔ وہ آنحضرتؐ کے زمانے میں تمام غزوات میں شریک رہے اور اُن کے بعد بھی برابر لڑائیوں میں شریک رہے۔ شام اور مصر کی فتوحات میں اُن کے بڑے کارنامے ہیں۔ حماد بن اسامہؒ نے ہشام بن حضرت عروہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت زبیرؓ کی عمر اسلام کے وقت سولہ سال تھی اور تمام غزوات رسُول اللہ صلعم میں آپ اُن کے شریک و سہیم تھے۔[1]

روایت کی گئی ہے۔ (مستفق البیان) کہ حضرت زبیرؓ جنگ بدر و اُحد اور تمام غزوات میں حاضر اور رسُول اللہ صلعم کے ساتھ شریک رہے۔ اور یوم اُحد میں ثابت قدم رہے۔ اور موت کی بیعت کی (حدیبیہ) میں فتح مکہ میں تین جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا اُن کے پاس تھا۔[2] بعد میں انصار کا جھنڈا بھی آپ کو حاصل ہو گیا تھا۔

---

[1] نوٹ۔ مدینہ منورہ میں تشریف لا کر آنحضرت صلعم کے لئے یہ ضروری ہوا کہ مہاجرینؓ و انصارؓ اور مدینہ منورہ کی حفاظت قریش کی مخالفت سے فرمائیں۔ کیونکہ قریش نے تمام قبائل عرب میں مسلمانوں کے خلاف ایک آگ بھڑکا کر مدینہ منورہ اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے اوّل یہ تدبیر کی گئی کہ قریش کی شام سے جو تجارت ہوتی تھی اور جس کا راستہ مدینہ منورہ کے قریب ہو کر گزرتا تھا اُسے رُوک دیا جائے تاکہ قریش صلح کرنے پر مجبور رہوں۔ دوسرے قریش مکہ کے مسلمانوں کے خلاف منصوبوں سے

[1] و [2] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص ۷۱ و ۷۲۔

غزوۂ بدر العظمیٰ (رمضان ۲ھ)

ہجرت کے دُوسرے سال تک کوئی اہم واقعہ پیش نہیں آیا۔ صرف اس قدر ہوا کہ دو تین دفعہ قریش چھوٹے چھوٹے گروہوں میں مدینہ منورہ کی طرف بڑھے تھے لیکن آنحضرت صلعم نے خبر پاکر اُن کے رُوکنے کے لئے تھوڑی تھوڑی سی فوجیں بھیجدی تھیں اور وہ وہیں رُک کے گئے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ نے جنگ بدر کے متعلق عبدالملک بن مروان کو حسب ذیل بیان لکھ کر بھیجا تھا کہ "ابوسفیان بن حرب قریش کے تقریباً ستر سواروں کے ساتھ جو سب تجارت کے لئے شام گئے ہوئے تھے اور وہاں سے واپس آرہے تھے اُس کے ساتھ اُن کا تمام روپیہ اور سامانِ تجارت تھا۔ جب یہ حجاز واپس آنے لگے تو اس کی خبر رسول اللہ صلعم اور اُن کے صحابہؓ کو ملی۔ اس سے پہلے اُن میں لڑائی جاری تھی جس میں کئی آدمی مقتول ہو چکے تھے۔ ابن الحضرمی بھی کئی آدمیوں کے ساتھ نخلہ میں قتل ہو چکا تھا اور قریش کے چند آدمی قید بھی کر لئے گئے تھے۔ اُن میں سے بعض مغیرہ کے بیٹے تھے۔ نیز اُن میں اُن کا مولیٰ ابن کیسان بھی تھا۔ اب مسلمانوں کی ایک جماعت ابوسفیان اور اُس کے قافلہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے مدینہ سے چلی۔ جن کا خیال تھا کہ بلا لڑے بھڑے وہ اُن کے قبضہ میں آجائے گا۔ ابوسفیان کو جب یہ معلوم ہوا کہ اصحاب رسول اللہ صلعم اس کا راستہ رُوکنا چاہتے ہیں تو اُس نے قریش کے پاس آدمی بھیجکر درخواست کی کہ تم اپنے اسباب تجارت کو بچاؤ۔ قریش کو اُس کی اطلاع ہوئی تو اس خبر کے سنتے ہی مکہ والے دوڑے جب تک نبی صلعم بدر نہ آگئے اُن کو اور اُن کے صحابہؓ کو قریش کی اس جمعیت کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ ابوسفیان نے اس خوف سے کہ بدر پر دشمن گھات میں ہوگا اُس سمت سے بچکر ساحل کی راہ پکڑلی۔"[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) واقفیت حاصل کی جائے۔

تیسرے جو مسلمان بمجبوری مکہ میں رہ گئے تھے۔ اُن کی حفاظت کے سامان پیدا کئے جائیں۔

چوتھے قریش کی حملہ آوری کی مدافعت کی جائے۔

پانچویں مدینہ منورہ اور اُس کے قرب وجوار کے قبایل سے امن وآشتی کے معاہدے کئے جائیں تاکہ وہ قریش کی مدد نہ کرسکیں۔ اگر وہ ان معاہدات کی پابندی نہ کریں تو اُن سے جنگ کی جائے۔

اِن ہی اسباب کی بنا پر ہجرت کے بعد دس سال تک آنحضرت صلعم سریوں اور غزوات میں مشغول رہے۔

(ا) سَرِیَہ اُس فوج کو کہتے ہیں جس میں سرکار دو عالم صلعم نے بذات خود شرکت نہیں فرمائی بلکہ فوج پر صحابۂ کرامؓ میں سے کسی ایک کو سردار بنا کر بھیجا۔

بقول بعض سریوں کی تعداد تینتالیس[43] ہے۔ اُن کی تعداد میں اختلاف ہے۔ عبداللہ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد سے وفات تک رسول اللہ صلعم نے بیالیس[35] مہمات جہاد کے لئے روانہ فرمائیں۔

(ب) غزوات اُن کو کہتے ہیں کہ جن افواج کے ساتھ حضور اکرم صلعم بذات خاص شریک ہوئے۔

ابوجعفر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے چھبیس[26] غزوات میں شرکت فرمائی جن لوگوں نے آپ کے غزوات کی تعداد چھبیس بیان کی ہے اُنہوں نے غزوۂ خیبر اور وہاں سے جو آپ مدینہ منورہ آئے بغیر وادی القریٰ کے لئے گئے تھے اس کو ایک غزوہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ ایک ہی سلسلہ میں ہوئے۔ اور جو آپ کے غزوات کی تعداد ستائیس[27] کہتے ہیں وہ دونوں واقعوں کو علیحدہ علیحدہ ایک غزوہ کہتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۳۰)

---

[1] ترجمہ طبری جلد اوّل حصہ سوم صفحہ ۲۱۳۔

علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ ماہ رمضان کی تین شبیں گزر چکی تھیں کہ تین سو گیارہ[۳۱۱] مہاجرینؓ و انصارؓ کے ساتھ آنحضرت صلعم مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ جن میں چوہتر[۷۴] مہاجرینؓ اور باقی انصارؓ تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین سو تیرہ[۳۱۳] تھے۔ یا تین سو چودہ[۳۱۴] تھے لیکن خبر مستفیض یہ ہے کہ تین سو[۳۰۰] اور کئی آدمی تھے۔

قریش کی جانب نو سو پچاس[۹۵۰] جنگجو تھے جن میں چھ سو[۶۰۰] زرہ پوش تھے۔ اُن کے ساتھ سو[۱۰۰] گھوڑے تھے۔ یعنی سو سوار اسلحہ بند۔ تین سو کے پاس نامکمل اسلحہ اور پانچسو[۵۰۰] پورے ہتھیاروں سے آراستہ تھے۔ [۱]

براءؓ روایت کرتے ہیں کہ میں اور ابن عمرؓ بدر میں خورد سال خیال کئے گئے (یعنی لڑائی میں نہیں شریک کئے گئے۔ اور جنگ بدر میں کچھ اوپر ساٹھ[۶۰] آدمی مہاجرؓ اور کچھ اوپر دو سو چالیس[۲۴۰] آدمی انصارؓ تھے۔ [۲]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹) عبداللہ بن ابی بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ (۱) پہلا غزوہ جس میں آپ نے شرکت فرمائی وہ غزوۂ ودّان ہے۔ اور یہ ہی غزوۂ الابواء ہے جو صفر ۲ھ میں ہوا۔ (۲) اس کے بعد غزوۂ بواط ہوا جو کوہ رضویٰ کی سمت میں پیش آیا۔ (۳) پھر غزوۂ العشیرہ ہے جو ینبوع کے شکم میں وقوع پذیر ہوا۔ (۴) اس کے بعد بدر کا پہلا غزوہ ہے جس میں آپ کرز بن جابر کے تعاقب میں گئے تھے۔ (۵) اس کے بعد بدر کا وہ غزوہ ہوا جس میں قریش کے اشراف و عمائد مارے گئے۔ اور اسیر کئے گئے۔ (۶) اس کے بعد سُلیم کا غزوہ ہوا جس میں آپ الکدر تک پہنچے تھے جو بنی سُلیم کا چشمہ ہے۔ (۷) غزوۂ بنی قینقاع شوال ۲ھ میں ہوا۔ (۸) اس کے بعد ذی المحجہ ۲ھ میں غزوۂ السویق ہوا جس میں ابوسفیان کے تعاقب میں قرقرۃ الکدر تک پہنچے تھے (۹) اس کے بعد غزوۂ غطفان ہوا جس میں آپ نجد کی طرف پورش کی تھی اور اسی کو غزوۂ امر بھی کہتے ہیں (۱۰) اس کے بعد غزوۂ بحران ہے یہ فرع کے اوپر حجاز میں ایک کان ہے۔ (۱۱) اس کے بعد اُحد کا غزوہ ہوا (۱۲) اس کے بعد حمراء الاسد کا غزوہ ہوا (۱۳) اس کے بعد بنی النضیر کا غزوہ ہوا (۱۴) اس کے بعد نخلستان میں ذات الرقیع کا غزوہ ہوا (۱۵) اس کے بعد بدر کا تیسرا غزوہ ہوا (۱۶) اس کے بعد غزوۂ دومۃ الجندل ہوا (۱۷) اس کے بعد غزوۂ خندق ہوا (۱۸) اس کے بعد بنی قریظہ کا غزوہ ہوا (۱۹) اس کے بعد خزاعہ کے بنی المصطلق کا غزوہ ہوا (۲۰) اس کے بعد غزوۂ حدیبیہ ہوا اس میں آپ کا ارادہ لڑائی کا نہ تھا اور مشرکین نے آپ کو کہ جانے سے روک دیا (۲۱) اس کے بعد غزوۂ خیبر ہوا (۲۲) اس کے بعد آپ عمرہ کی قضا کے لئے مکہ گئے (۲۳) اس کے بعد فتح مکہ کا غزوہ ہوا (۲۴) اس کے بعد غزوۂ حُنین جسے اوطاس و ہوازن بھی کہتے ہیں ہوا۔ (۲۵) اس کے بعد غزوۂ طایف ہوا (۲۶) اس کے بعد غزوۂ تبوک ہوا۔

ان غزوات میں سے بدر۔ اُحد۔ خندق۔ قریظہ۔ مصطلق۔ خیبر۔ فتح۔ حُنین اور طایف۔ ایسے ہوئے کہ اُن میں رسول اللہ صلعم نے لڑائی میں حصہ لیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم گیارہ[۱۱] غزوات میں خود لڑے ان میں نو[۹] وہ ہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ ان کے علاوہ انہوں نے غزوۂ ذی القرد کو شمار کیا ہے جس میں آپ خود لڑے اور آپ کے غلام مدعم کو نیزہ لگا اسیطرح غابہ کے واقعہ میں بھی آپ خود لڑے اور آپ نے کئی مشرکین کو قتل کیا اور اسی واقعہ میں محرز بن نضلہ قتل ہوئے۔ (ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۵۳۵ و ۵۳۶)۔

ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ میں زید بن ارقمؓ کے برابر بیٹھا تھا کسی نے اُن سے پوچھا کہ نبی صلعم نے کفار پر کتنی مرتبہ چڑھائی کی۔ انہوں نے جواب دیا انیس[۱۹] مرتبہ پھر سائل نے پوچھا کہ آپ کتنی مرتبہ آنحضرت صلعم کیساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ فرمایا سترہ[۱۷] مرتبہ ابو اسحٰق نے کہا پہلے کونسی لڑائی ہوئی تھی۔ زید بن ارقمؓ نے بجواب ابو اسحٰق کہا عُشیرہ یا عُسیرہ (شک راوی ہے) حضرت قتادہؓ سے (جو اُس کے دوسرے اُستاد ہیں) پوچھا۔ انہوں نے کہا عُشیرہ۔ (ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۱۸۶)۔

---

[۱] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۳۳۲ و ۳۳۳ [۲] ترجمہ صحیح بخاری ص ۱۸۹۔

دُوسری روایت میں حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے سے بیان کرتے تھے کہ بدری کچھ اُوپر تین سو دس تھے۔ مطابق اصحاب طالوت۔ کے جو اُن کے ساتھ نہر کے پار اُترے گئے۔ اور وہ سب مومن ہی تھے۔ [1]

شرکائے بدر میں سے اُنچاس نام لکھے ہیں۔ رسُول پاک محمدؐ بن عبداللہ ہاشمی۔ ایاس بن بکیر۔ ہلال بن رباح حمزہ بن عبدالمطلب۔ حاطبؓ ابی بلتعہ۔ ابو حذیفہؓ بن عتبہؓ بن ربیعہ قریشی۔ حارثہؓ بن ربیع انصاری۔ (یہ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ صرف دیکھنے گئے تھے۔ لڑنے کے واسطے نہیں نکلے تھے) حبیب بن عدی۔ خنیس بن حذافہ۔ رفاعہ بن رافع۔ رفاعہ بن عبدالمنذر۔ ابو لبابہ انصاری۔ زبیر بن العوام۔ زید بن سہل۔ ابوطلحہ انصاری۔ ابوزید انصاری سعد بن مالک زہری۔ سعد بن خولہ۔ سعید بن زید۔ سہل بن حنیف۔ ظہیر بن رافع۔ ظہیر کا بھائی۔ حضرت ابوبکر۔ عبداللہ بن عثمان۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبدالرحمن بن عوف۔ عبیدہ بن حارث۔ عباد بن صامت۔ عمر بن خطاب۔ عثمان بن عفان (ان کو رسُول اللہ صلعم نے اپنی صاحبزادی کی تیمارداری کے لئے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن مال غنیمت کا حصہ اِن کو دیا گیا)۔ علی بن ابی طالب۔ عمرو بن عوف۔ عقبہ بن عمرو۔ عاصم بن ربیعہ۔ عاصم بن ثابت۔ عویم بن ساعدہ۔ عتبان بن مالک۔ قدامہ بن مظعون۔ قتادہ بن نعمان۔ معاذ بن عمرو۔ معوذ بن عفراء۔ معوذ کا بھائی عوف بن حارث۔ مالک بن ربیعہ۔ مُرارہ بن ربیع۔ معن بن عدی۔ مصطح بن اثاثہ۔ مقداد بن عمرو۔ ہلال بن اُمیہ۔ [2]

لشکر اسلام میں صرف دو گھوڑے سوار

حاکم اور بیہقی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ ہمارے ساتھ جنگ بدر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑا زبیرؓ کا تھا اور ایک گھوڑا مقداد بن الاسودؓ کا تھا۔ حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کا نام لیل تھا۔ [3]

مہاجرینؓ و انصارؓ کے پاس سوائے ان دو بزرگوں کے گھوڑوں کے اور کسی کے پاس کوئی گھوڑا نہ تھا۔ صرف ستر اونٹ تھے۔ پورے اسلحہ بھی نہیں تھے۔ نیزہ تھا تو تلوار نہ تھی۔ اور تلوار تھی تو نیزہ نہ تھا۔

ابواسامہؓ نے ہشام بن حضرت عروہؓ سے روایت کی ہے کہ جنگ بدر میں صرف دو گھوڑے تھے جن میں سے ایک پر حضرت زبیرؓ سوار تھے۔ [4]

حضرت زبیرؓ کی قیادت میں قریش کے سقّہ کی گرفتاری

رسُول اللہ صلعم مدینہ منورہ سے چل کر بدر کے قریب آکر شب باش ہوئے۔ آپ نے حضرت زبیرؓ کو صحابہؓ کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ بدر کے ایک چشمہ آب کو بھیجا۔

مسلمانوں کو اس بات کا قطعی علم نہ تھا کہ قریش اُن کے مقابلہ کے لئے آگئے ہیں۔ آنحضرت صلعم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔ آپ نماز ہی میں تھے کہ قریش کے بعض سقے بدر کے اُس چشمے پر پانی لینے آئے۔ اُن میں بنی الحجاج کا ایک حبشی غلام بھی تھا۔ اُسے مسلمانوں کی ایک جماعت نے جسے رسول اللہ صلعم نے۔ حضرت زبیرؓ کی قیادت میں چشمہ پر بھیجا تھا۔ گرفتار کر لیا۔ اُس غلام کے دوسرے ساتھی بھاگ کر قریش کے پاس چلے گئے۔ اور مسلمان اُسے رسُول اللہ صلعم کی خدمت میں لائے جو اپنی خوابگاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اُس سے ابوسفیان اور اُس کی جماعت کی خبر پوچھی۔ اُس نے بیان کیا کہ قریش کی اس جماعت میں جو مقابلہ پر آئی ہے۔ فلاں فلاں قبیلے اور سردار ہیں۔ [5]

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری ص۱۸۹ [2] صحیح بخاری جلد دوم پارہ ۱۴ کتاب المغازی ص۳۸۵ [3] خصائص الکبریٰ ص۵۳۱ [4] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص۵ [5] ترجمہ طبری جلد اول حصہ دوم ص۱۶۳ تا ۱۶۵۔

اب نبی صلعم اپنے مقام سے اُٹھ کر اُس چشمے پر آکر فروکش ہوئے۔ آپ نے پیالیں پانی سے بھر لیں۔ اور پھر اُسی چشمے کے اُوپر اپنے صحابہؓ کی صف بندی کی۔[1]

جب سب لوگ پہنچ گئے تو قریش کے چند آدمی جن میں حکیم بن حزام اسدی اپنے گھوڑے پر سوار ساتھ تھے۔ بڑھ کر رسول اللہ صلعم کے ساختہ حوض پر آئے۔ آپ نے فرمایا ان کی مزاحمت نہ کرو آنے دو۔

جس شخص نے بھی اُس حوض کا پانی پیا وہ مرگیا۔ البتہ حکیم بن حزام (حضرت زبیرؓ کے چچازاد بھائی) قتل سے بچ گئے۔ اور اپنے وصیبہ گھوڑے کی وجہ سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد وہ اسلام لے آئے۔ اور مخلص مسلمان ہوئے۔[2]

حضرت حکیم بن حزام کی کوشش جنگ کے روکنے میں

جب بدر میں دونوں لشکر خیمہ زن ہوئے تو آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو قریش کے پاس بھیجا۔ انہوں نے لشکر قریش میں تشریف لے جاکر کہا کہ "ہم تم ایک جدی ہیں اور ایک ہی خون ہے۔ ہماری تمہاری لڑائی نہایت مذموم ہے۔ بہتر ہے کہ وطن واپس ہو جاؤ۔ حکیم بن حزام اسدی نے حضرت عمرؓ کی تائید کی۔ اور کہا کہ یہ شخص اچھی کہتا ہے۔ مناسب ہے کہ اس کی بات مانو اور گھر چلو۔

ابوجہل تڑاق سے بول اُٹھا کہ ہم اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔ جب تک مسلمانوں سے اپنا عوض نہ لے لیں نہ جائیں گے۔

اس موقع پر بھی جب کہ دونوں فوجیں مقابلہ پر کھڑی ہیں تو اُس وقت بھی حکیم بن حزام اسدی حضرت زبیرؓ کے چچازاد بھائی نے جو قریش کے ساتھ تھے خونریزی کو روکنے کی ایک بار اور کوشش کی۔ انہوں نے سردار فوج عُتبہ سے جاکر کہا کہ آپ چاہیں تو آج کا دن آپ کی نیک نامی کی ابدی یادگار رہ جائے گا۔ عُتبہ نے کہا کیونکر حکیم بن حزام نے کہا کہ قریش کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ صرف حضرمی کا خون ہے۔ وہ آپ کا حلیف تھا۔ آپ اُس کا خون بہا ادا کر دیجئے۔ عُتبہ نیک نفس آدمی تھا اُس نے نہایت خوشی سے منظور کر لیا۔ لیکن کیونکہ ابوجہل کا اتفاق رائے ضروری تھا۔ حکیم۔ عُتبہ کا پیغام لے کر اُس کے پاس گئے۔

ابوجہل نے سُن کر کہا کہ عُتبہ کی ہمت نے جواب دیدیا ہے۔ عُتبہ کے فرزند حضرت ابوحذیفہؓ اسلام لاچکے تھے۔ اور اس معرکہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ آئے تھے۔ ابوجہل کو یہ بدگمانی ہوئی کہ عُتبہ اس لئے جی چراتا ہے کہ اُس کے بیٹے پر آنچ نہ آئے۔

پھر اُس نے حضرمی کے بھائی عامر کو بلا کر کہا کہ دیکھتے ہو۔ تمہارا خون بہا تمہاری آنکھوں کے آگے آکر نکلا جاتا ہے۔ عامر نے عرب کے دستور کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور گرد اُڑا کر واہ عمراہ۔ واہ عمراہ۔ کا نعرہ مارنا شروع کیا۔ اس واقعہ نے فوج میں آگ لگا دی۔

عُتبہ نے ابوجہل کا طعنہ سُنا تو غیرت سے نہایت برہم ہوا۔ اور کہا کہ میدانِ جنگ بتا دے گا کہ کون مرد ہے اور لڑائی کے لئے ہتھیار باندھ لئے۔

چونکہ آنحضرت صلعم اپنے ہاتھ خون سے آلودہ کرنا نہیں پسند فرماتے تھے۔ صحابہؓ نے میدان کے کنارے ایک چبوترہ کا سائبان تیار کیا کہ آپ اُس میں تشریف رکھیں۔

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۱۶۲ [2] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۶)۔

حضرت سعد بن معاذؓ دروازے پر تیغ بکف کھڑے ہوئے کہ کوئی اُدھر پڑ نہ پائے۔
آنحضرت صلعم نے اُصولِ جنگ کے مطابق فوجیں مرتب کیں۔ مہاجرین کا علم حضرت مصعب بن عمیرؓ کو عنایت فرمایا۔ خزرج کے علم بردار حباب بن منذرؓ اور اوس کے سعد بن معاذؓ مقرر ہوئے صبح ہوتے ہوتے صف آرائی شروع کی۔ دستِ مبارک میں ایک تیر تھا۔ اُس کے اشارے سے صف قایم فرماتے تھے کہ کوئی شخص آگے پیچھے نہ رہنے پائے۔ اور منع فرمادیا کہ کسی کے منہ سے آواز نہ نکلنے پائے۔

اب دونوں صفیں سامنے مقابل تھیں۔ آنحضرت صلعم پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے کہ خدایا تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے اُسے آج پورا کر۔ تحویت اور بیخودی کے عالم میں چادر کندھے پر سے گر گر پڑتی تھی اور آپ کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ کبھی سجدے میں گرتے اور فرماتے تھے کہ خدایا اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو نہ پوجا جائے گا۔ اس بیقراری پر بندگانِ خاص کو رقت آگئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ "حضور خدا اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ آخر روحانی تسکین کے ساتھ۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (قمر) (فوج کو شکست دی جائے گی۔ اور وہ پشت پھیر دیں گے) پڑھتے ہوئے لبِ مبارک فتح کی پیش گوئی سے آشنا ہوئے۔

قریش کی فوجیں اب بالکل قریب آگئیں۔ تاہم آپ نے صحابہؓ کو پیش قدمی سے روکا۔ اور فرمایا کہ جب دشمن پاس آجائیں تو تیر سے روکو۔

لڑائی کا آغاز یوں ہوا کہ سب سے پہلے عامر حضرمی جس کو بھائی کے خون کا دعویٰ تھا آگے بڑھا اور مجمع حضرت عمرؓ کا غلام اُس کے مقابلہ پر نکلا مارا گیا۔ اسود بن عبدالاسد مخزومی جو ایک تند خو آدمی تھا۔ فوج سے برآمد ہوکر حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

عتبہ سردارِ لشکر جو ابوجہل کے طعنہ سے سخت برہم تھا۔ اب وہ بھی بھائی اور بیٹے کو لے کر میدان میں نکلا لیکن شیبہ بن ربیعہ حضرت حمزہؓ سے اور ولید بن عتبہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں مارا گیا۔ عتبہ بن ربیعہ نے حضرت عبیدہؓ بن الحارث کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہوا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے لپٹ کر ایک ساتھ عتبہ پر تلوار ماریں اور قتل کردیا۔ اور عبیدہؓ بن الحارث کو جن کا پاؤں قطع ہوگیا تھا اپنی فوج میں اُٹھا لائے۔ [1]

حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں اپنے چچا کا قتل

یہ معرکہ ایسا جانبازانہ تھا کہ سب سے بڑا حیرت انگیز منظر یہ تھا کہ دونوں فوجوں کے عزیز رشتہ دار ایک دوسرے کے مقابلہ میں تلوار کے سامنے تھے۔ اس جنگ میں باپ نے بیٹے کو، بیٹے نے باپ کو اور بھائی نے بھائی کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ کفارِ قریش کے لشکر میں حضرت زبیرؓ کے چچا نوفل بن خویلد بن اسد اور دوسرے قریبی بھائی بند نہایت برخشتہ دار تھے۔ ابن جریر اور ذہبی فی الزبیرؓ میں ہے کہ نوفل بن خویلد بن اسد حضرت علیؓ یا اپنے بھتیجے حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ [2]

حضرت زبیرؓ کا ابوکرش سے یادگار مقابلہ

سعید بن العاص کا بیٹا عبیدہ صف سے نکلا اور پکارا کہ میں ابوکرش ہوں۔ اُس کی دلیری مشہور تھی۔ ہر بہادر شخص کو یارا نہ تھا کہ اُس سے مقابل ہوتا۔ حضرت زبیرؓ اُس کے مقابلہ کو بڑھے۔ کیونکہ اُس کی آنکھوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ آپ نے اک کو ایسی زور سے برچھی ماری کہ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ برچھی اس درجہ پیوست ہوگئی تھی حضرت زبیرؓ نے اُس کی دامن پر پاؤں اڑا کر کھینچا تو بڑی مشکل سے نکلی۔ لیکن اُس کے دونوں سرے ٹوٹ گئے۔

---

[1] زرقانی و طبری جلد اوّل حصہ سوم ص ۱۷۷ و ۱۷۸ [2] ابن حجر جلد اوّل صفحہ ۵۰ و ذہبی فی الزبیرؓ ص ۱۰

حضرت زبیرؓ اور ابوکرش کے واقعہ کو جناب حفیظ صاحب جالندھری نے شاہنامہ اسلام میں صفحات ۱۰۳ تا ۱۰۶ پر ان پُرزور و پُراثر الفاظ میں نظم کیا ہے جس کو شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

زبیرؓ اس رنگ سے گھس کر لڑے کہسان کے اندر
زمین پر لگ گئے کشتوں کے پشتے آن کے اندر

اگرچہ شانہ و بازو پہ کھائے زخم بھی کاری
اگر چہ چلتے چلتے بن گئی تلوار بھی آری

مگر بپھرے ہوئے تھے دشمنوں کے طعن سن سن کر
خدا کے دشمنوں کو مارتے جاتے تھے چن چن کر

اچانک ایک مشرک پہلواں للکار کر نکلا
اکڑ کر بلبلا کر اور نعرے مار کر نکلا

کہ نادانو مسلمانو۔ شجاعت پر نہ اترائو
میں ہوں بوکرش تم سب مل کے میرے سامنے آؤ

نظر آیا کہ یہ۔ انساں نہیں۔ پتلا ہے آہن کا
کوئی حصہ جز آنکھوں کے نظر آتا نہیں تن کا

بشر تھا یا کہ تھا بے ڈول سا ایک ڈول لوہے کا
چڑھا رکھا تھا جس نے تن کے اوپر خول لوہے کا

کوئی حربہ ہو کیسے کارگر اس مرد آہن پر
کہ از سر تا بپا فولاد کا بلبوس تھا تن پر

یہ کل آہن کی شاید ڈھل کے آئی تھی جہنم سے
زمین پر اپنے پیروں چل کے آئی تھی جہنم سے

بڑھا سوئے مسلماناں جو کافر رجز پڑھ پڑھ کر
تو پھرتی سے زبیرؓ اس کے مقابل ہو گئے بڑھ کر

مزاحم پا کے اپنی راہ میں اللہ والے کو
اٹھایا مرد آہن پوش نے دیو زاد بھالے کو

مگر ہشیار و چابکدست تنہا اللہ والا بھی
تھا خوش بختی سے اس کے ہاتھ ایک چھوٹا سا بھالا بھی

ادھر نیزہ چلا اس کا ادھر سے مرد غازی کا
لگے کرنے دو شکر اب نظارہ تیزہ بازی کا

بہم رد و بدل سے جرأتیں دو سمت گرمائیں
جھڑیں چنگاریاں دونوں سنانیں مل کے ٹکرائیں

پیا پے باندھتا تھا بند کندے توڑنے والا
مگر اس سے زیادہ مستعد تھا کھولنے والا

بلا کے طعن تھے۔ پر پیچ چوٹیں تھیں نگاہیں تھیں
سنانیں تھیں کہ دو بہن دار سانپوں کی زبانیں تھیں

جما کر پینترا۔ کر کے اشارہ مرد غازی نے
آنی رکھتے ہی ایک ہکہ جو مارا مرد غازی نے

ہوائی کر دیا۔ باطل کے نیزے باز کا نیزہ
زمین پر سر کے بل آیا۔ غرور و ناز کا نیزہ

دکھائی کچھ کمی دشمن کے حیلے نے نہ طاقت نے
مگر نیزہ اڑا ڈالا۔ زبیرؓ بالیا قت نے

نظر آئی جو فی الفور مرگ اس اقتدار کے اندر
لرز کر رہ گیا دل سینۂ فولاد کے اندر

قریشی پہلواں کے ہاتھ سے جب اڑ گیا بھالا
تو ہٹ کر ہاتھ اس نے قبضۂ شمشیر پر ڈالا

مگر اب جان نثار احمدؐ مرسل کی باری تھی
کہ برچھی ہاتھ میں تھی اور قضا کی سازگاری تھی

جھپٹ کر شیر نے ایک وار دشمن پر کیا کاری
جہاں آنکھوں کے دو سوراخ تھے برچھی وہاں ماری

سناں اس زور سے آہن کا چہرہ توڑ کر گذری
گھسی چشم عدو میں کاسۂ سر پھوڑ کر گذری

سر خود سر نے حق سے سرکشی کرنے کا پھل پایا
کہ پہل برچھی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا

گرا فولاد کا پتلا زمیں پر سرنگوں ہو کر
نکسیر بہہ گیا آنکھوں کے رستے موج خوں ہو کر

قفس کے ٹوٹنے سے طائر جان اڑ گیا آخر
ادھر کھینچی جو برچھی زور سے۔ پھل مڑ گیا آخر

مگر ہاں یادگار ضرب اسلامی رہی برچھی
بوقت جنگ دست راست کی حامی رہی برچھی

دو لشکر کر رہے تھے برسر میداں یہ نظارہ
کہ آہن پوش انساں ایک اشارے میں گیا مارا

صدائے نعرۂ تکبیر سے پھر گونج اٹھی وادی
کہ جس نے مشرکوں میں غیض کی ایک لہر دوڑا دی

حضرت زبیرؓ کی یادگار برچھی

یہ برچھی جس سے حضرت زبیرؓ نے ابوکرش کو مارا تھا۔ یادگار رہی۔ اُسے حضرت زبیرؓ سے رسُول مقبول صلعم نے مانگ لیا۔ پھر وہ چاروں خلفا کے پاس اُن کی اجازت سے منتقل ہوتی رہی۔ بعدہٗ وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آئی۔

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں۔ میں بدر کے دن عُبیدہ بن سعید بن العاص سے ملا۔ وہ ہتھیاروں کو اِس طرح لگائے ہُوئے تھا کہ اُس کا جسم بجز آنکھوں کے نہ دکھائی دیتا تھا۔ اُسے ابُوذات الکرش کہتے تھے۔ اُس نے کہا میں ابُوذات الکرش یعنی دلاور ہوں۔ میں نے اُس پر نیزے سے حملہ کیا۔ اُس کی آنکھ میں میں نے نیزہ مارا اور وہ مرگیا۔

ہشامؒ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ حضرت زبیرؓ نے کہا میں نے اپنا پاؤں اُس کے اُوپر رکھ کر اپنے ہاتھ کو اَنگڑائی لینے والے کی طرح اُس نیزے کے نکالنے کے واسطے دراز کیا اور مجھے اُس کے نکالنے میں بہت ہی کوشش کرنی پڑی۔ پھر بھی اُس کی دو تو طرفیں ٹیڑھی ہوگئیں۔

عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ رسُول خدا صلعم نے وہ نیزہ (حضرت) زبیرؓ سے مانگا۔ اُنہوں نے رسُول خداؐ کو دیدیا۔ جب رسُول خُدا صلعم نے وفات پائی تو (حضرت) زبیرؓ نے لے لیا۔ پھر (حضرت) زبیرؓ سے وہ نیزہ (حضرت) ابوبکرؓ نے مانگا تو اُنہیں دیدیا۔ پھر جب (حضرت) ابوبکرؓ نے انتقال فرمایا تو وہ نیزہ (حضرت) عمرؓ نے (حضرت) زبیرؓ سے مانگا۔ اُنہیں دے دیا۔ جب (حضرت) عمرؓ نے اِس جہان سے رحلت کی تو (حضرت) زبیرؓ نے وہ نیزہ لے لیا۔ پھر اُسے (حضرت) عثمانؓ نے مانگا تو وہ نیزہ اُنہیں دے دیا۔ جب (حضرت) عثمانؓ شہید کئے گئے تو وہ نیزہ (حضرت) علیؓ اور ان کے اولاد کے ہاتھ آگیا۔ بالآخر (حضرت) عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کو لے لیا اور وہ اُنہیں کے پاس ان کے شہید ہونے تک رہا۔ [1]

حضرت زبیرؓ کا ایک دوسرے مُشرک سے مقابلہ اور ارشاد نبوی صلعم

ایک اور مُشرک نے ٹیلے پر کھڑے ہوکر مبارزت چاہی حضرت زبیرؓ فوراً گئے اور اُس سے لپٹ گئے۔ پھر دونوں قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے آنے لگے تو سب کی نظریں (ان) دونوں کی طرف لگ گئیں سرکارِ دو عالم صلعم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ دونوں میں جو سب سے پہلے رُکے گا وہ مقتول ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ مشرک پہلے زمین پر آگرا حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے واصل بہ جہنم ہوا۔

شجاعت و سپہ گری

حضرت زبیرؓ جنگ بدر میں سخت زخمی ہو جانے پر بھی برابر شمشیر زنی کرتے رہے مشرکین کو قتل کرتے کرتے آپ کی تلواریں ٹوٹ جاتے پڑ گئے تھے۔ لیکن آپ نے اُس وقت تک تلوار ہاتھ سے نہ رکھی جب تک کہ اللہ کی مدد اور مسلمانوں کی شجاعت و ثابت قدمی سے حق کو غلبہ اور باطل کو شکست نہ ہوگئی۔

حضرت زبیرؓ کے ایک کاری زخم

جنگ بدر میں حضرت زبیرؓ کے کاندھے پر زخم لگنے کی وجہ سے جو گڑھا پڑ گیا تھا۔ اُس کے متعلق حضرت عروہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بچپن میں اُس میں اُنگلیاں ڈالا کرتا تھا۔ [2]

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری ص۱۹۴ [2] کنز العمال ص۳۱۶ ج۶ [3] ترجمہ صحیح بخاری ص۱۹

حضرت زبیرؓ کی شہرۂ آفاق تلوار

حضرت عروہ بن زبیرؒ کہتے ہیں کہ جب میرے بھائی عبداللہ بن زبیرؓ شہید کئے گئے۔ اور اُن کا مال جس میں حضرت زبیرؓ کی تلوار بھی تھی۔ حجاج نے لے لیا۔ اُس وقت مجھے عبدالملک بن مروان نے کہا۔ اے عروہؓ تم زبیرؓ کی تلوار پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ عبدالملک نے کہا اُس کی نشانی بتاؤ۔ میں نے کہا اُس میں دندانے ہیں جو بدر کے دن کثرتِ جنگ سے پڑ گئے تھے۔ عبدالملک نے کہا۔ تم سچ کہتے ہو۔ اور یہ مصرع پڑھا ؎ بھن فلول من قراع الکتائب۔

یعنی وہ تلواریں لشکروں کے مارنے سے کند ہو گئی ہیں۔ پھر عبدالملک نے وہ تلوار عروہؓ کو دیدی۔

حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ کی تلوار پر چاندی کا کام کیا ہوا تھا۔ ہشام بن عروہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عروہؓ کی تلوار پر بھی چاندی کا کام تھا۔ [1]

تلوار کی قیمت

ہشام بن عروہ بن حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ بوقت تقسیم ترکہ وغیرہ اُس تلوار کے تین ہزار درہم یا دینار قیمت لگائی اور اُسے بعض دعاوی میں سے عثمان بن عروہؓ نے اپنے حصہ میں لے لیا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں اُسے لوں۔ [2]

تلوار کی خوبی یا خاصیت

جعفر بن الحسین الہبی بیان کرتا ہے کہ جس رات کو رشید نے جعفر (برمکی) کو قتل کیا۔ اُس کی دوسری صبح کو انس بن ابی الشیخ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ رشید اور اُس کے درمیان کچھ مکالمہ ہوا۔ پھر رشید نے اپنی مسند کے نیچے سے ایک تلوار نکالی اور حکم دیا کہ ابھی اس سے اس کی گردن اڑا دی جائے۔ اُس وقت انہوں نے اپنی مثال میں انس کے قتل سے پہلے یہ شعر پڑھا۔ ؎

"تلمظ السیف من شوق الی انس" فالسیف یلحظ والاقدام منتظر"

یعنی تلوار نے بتا لی ہے انس کی جانب اپنی زبان دراز کی۔ اب تلوار غور سے دیکھ رہی ہے اور موت منتظر ہے۔ انس کو قتل کر دیا گیا۔ مگر اُس کے قتل سے پہلے ہی تلوار پر خون دوڑ گیا تھا۔ رشید کہنے لگے۔ اللہ۔ عبداللہ بن مصعب (ابن ثابت بن عبداللہ بن حضرت زبیرؓ) پر رحم کرے۔ اُن کی تلوار کیسی تیز ہے۔

مگر تمام دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ تلوار حضرت زبیرؓ بن العوام کی تھی۔ [3]

فرشتے حضرت زبیرؓ کے لباس میں

حضرت زبیرؓ جنگ بدر میں زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اور جس کو بطور نقاب منہ پر ڈال رکھا تھا۔ حضرت زبیرؓ کی یہ ایک ایسی قابل رشک اور شاندار فضیلت ہے کہ فرشتے بھی اس جنگ میں اسی لباس میں تھے۔

محمد بن عمر نے موسیٰ بن ابراہیم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ بدر میں حضرت زبیرؓ فرشتوں کے زرد لباس میں تھے۔

یہ ہی روایت وکیع نے ہشام بن عروہؓ سے کی ہے۔ اور یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن حضرت زبیرؓ سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ اور مرہؒ نے حمزہ بن عبداللہ بن حضرت زبیرؓ سے روایت کی ہے۔

عمرو بن اصم الکلامی نے ہمام سے اور انہوں نے ہشام بن عروہؓ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری ص۱۹ [2] ترجمہ تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم ص۷۰ و ۷۱ [3] کنز العمال ص۴۱۶۔

ہے کہ سرکارِ دوعالم صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔ "ان الملائکۃ نزلت علی سیماء الزبیرؓ" یعنی فرشتے اُترے تھے۔ حضرت زبیرؓ کی علامت پر۔ [1]

عباد بن حمزہ بن حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ فرشتے بدر کے دن زرد رنگ کی پگڑی پہنے ہوئے اُترے تھے۔ اور حضرت زبیرؓ بھی اسی قسم کے لباس میں ملبوس تھے۔ [2]

غزوۂ بدر میں (حضرت زبیرؓ) ایک زرد رنگ کی چادر سے عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اور لشکرِ اسلام کے میمنہ پر تھے۔ آپ جس قسم کے لباس میں ملبوس تھے۔ فرشتے اُسی قسم کے لباس میں اُترے تھے۔ [3]

وہ اشخاص جن کے قتل نہ کرنے کے متعلق ارشاد نبویؐ ہوا تھا

آنحضرت صلعم نے لڑائی سے پہلے جن لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ وہ قتل نہ کئے جائیں اُن میں حضرت زبیرؓ کے چچازاد بھائی ابوالبختری اور حضرت عباسؓ بھی تھے۔

(۱) ابوالبختری اسدی کے قتل سے رسول اللہ صلعم نے اس لئے منع فرمایا تھا کہ اُنہوں نے تمام مکہ کے زمانے میں کبھی آپ سے بدسلوکی نہیں کی۔ کبھی ایذا نہیں دی۔ اور کبھی ایسی بات نہیں کی۔ جو آنحضرت صلعم کو ناگوار خاطر ہوئی ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی منجملہ اُن لوگوں کے تھے جنھوں نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے خلاف جو معاہدہ قریش نے لکھ کر کعبہ میں آویزاں کیا تھا۔ اُسے فسخ کر دیا تھا۔ (یعنی اُس معاہدہ کو چاک کر کے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جاکر شعب ابوطالب سے آنحضرت صلعم اور آپ کے خاندان کو نکال لائے تھے)۔ لیکن اب ابوالبختری نے شرافت کے ماتحت مارا جانا گوارا کیا اور جان بخشی اپنے ہمراہی کو چھوڑ کر قبول نہیں کی۔

واقعہ یہ ہوا کہ بدر کی جنگ میں۔ عدی کے مجذرؓ بن زیادہ البلوی انصار۔ کے حلیف کی اُن سے مڈبھیڑ ہوئی تو مجذرؓ نے ابوالبختری سے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے تمہارے قتل سے منع فرمایا ہے۔ ابوالبختری نے اپنے زنیتو کے متعلق دریافت کیا کہ اُس کے متعلق کیا حکم ہے۔

مجذرؓ نے کہا کہ ہم اُسے نہیں چھوڑتے کے۔ صرف تمہارے واسطے حکم ہے۔ ابوالبختری نے جواب دیا کہ اگر ایسا ہے تو میں اور وہ دونوں ساتھ جان دیں گے۔ تاکہ مکہ کی قریش عورتیں میرے متعلق یہ نہ کہیں کہ میں نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے رفیق کو قربان کر دیا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے۔

"لم یسلم ابن حرۃ اکیلہ حتی یموت او یری دونہ"

یعنی۔ ایک شریف زادہ کبھی اپنے ساتھی کو دشمن کے حوالے نہیں کرتا۔ اب چاہے وہ مرجائے یا کامیاب ہو۔

مجذرؓ پر حملہ آور ہوئے اور مارے گئے۔ [4]

مقتول، اسیر اور شہید

ابوالبختری کے علاوہ قریش کے اور بڑے بڑے سردار ابوجہل۔ عتبہ بن ربیعہ۔ نوفل بن خویلد بن اسد۔ شیبہ۔ منبہ۔ عاص بن ہشام۔ عقیل بن اسود بن عبدیغوث زمعہ بن الاسود بن عبدیغوث۔ اُمیہ بن خلف وغیرہ قتل ہوئے۔ اور قریش نے ہتھیار ڈال دی۔

(۲) مسلمانوں نے بہت سوں کو گرفتار کر لیا۔ جن میں حضرت عباسؓ عقیل (حضرت علیؓ کے بھائی) نوفل اسود بن عامر۔ عبداللہ بن زمعہ۔ اور بہت سے بڑے بڑے معزز لوگ تھے۔ (نیز قیدیوں میں حضرت زینبؓ

---

[1] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص۵ [2] طبقات ابن سعد جزو اول ص۱۷ [3] ڈائی نیلی از بیہقی ص۲۵ و ۲۹ [4] ترجمہ تاریخ طبری جلد ۱ حصہ سوم ص۱۹۲ تا ۱۹۳۔

بنت رسول اللہ صلعم کے شوہر ابو العاص بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد الشمس بھی تھے)۔
خاتمہ جنگ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف چودہ شخصوں نے شہادت پائی۔ جن میں چھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ قریش کے ستر آدمی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ [1]

علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباسؓ نے حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت کی ہے کہ جب بدر کے دن ہم نے مقابلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دی۔ اُن میں سے ستر قتل اور ستر قید ہوئے۔
(الف) یہ بھی کہا گیا ہے کہ قریش کے اور اُن کے حلیفوں کی جانب سے جو قتل ہوئے اُن کی تعداد سینتالیس اور جو قید ہوئے اُن کی تعداد اُنہتر تھی۔
(ب) اُس روز مقتولین قریش کی تعداد پینتالیس تھی اور اتنے ہی قید ہوئے۔ مسلمانوں میں چودہ آدمی شہید ہوئے۔ [2]

جنگ بدر کیلئے مدینہ سے غیر حاضری کے ایام

غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلعم کے تشریف لیجانے سے مدینہ میں واپس آنے کے دن تک اُنیس روز آپ باہر رہے۔ ماہ رمضان میں آٹھ شبیں باقی رہی تھیں کہ مدینہ میں آپ واپس تشریف لائے۔
مدینہ میں آپ نے ابن اُم کلثومؓ کو جو نابینا تھے۔ اپنا قایم مقام مقرر فرمایا تھا۔ ان کا نام عمر بن قیسؓ تھا۔ اور اُن کا تعلق بنی عامر بن لوئی بن غالب کے خاندان سے تھا۔ [3]
ماہ رمضان کے اُنیس دن ہوئے تھے کہ جمعہ کی صبح کو لڑائی ہوئی۔ یہ روایت عبد اللہ بن اسودؓ نے اپنے باپ سے اور اُنہوں نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور خارجہؓ بن زید الانصاری نے اپنے باپ زید سے کی ہے۔
علقمہؓ بن زید نے ابن مسعودؓ سے دوسری روایت کی ہے کہ سترہویں رمضان کی صبح لڑائی ہوئی۔
عبد الرحمٰنؓ بن سلمیٰ کا بیان ہے کہ حسن بن علیؓ بن ابی طالب سے یہی مروی ہے۔ اور محمدؐ بن عمر (واقدی) صاحب مغازی و سیر بھی اسی جانب گئے ہیں۔ [4]
ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اُنیس رمضان کو لیلۃ القدر کی تلاش کرو۔ کیونکہ یہی بدر کی رات ہے۔
دوسرے راوی کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی جمعہ کے دن سترہویں رمضان کو ہوئی۔
اس کے متعلق دوسرے سلسلہ سے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ لیلۃ القدر کو سترہویں رات میں تلاش کرو۔ اور یہ آیت پڑھی۔ "یوم الفرقان (الجمعان)" اور یہ بدر کی صبح ہے۔ پھر کہا اُنیس کو اور یا اکیس کو تلاش کرو۔

ایک اسیر جنگ کو اُم المومنین حضرت سودہؓ کا طعنہ

اسیران جنگ جب مدینہ منورہ میں آنحضرتؐ کے سامنے آئے تو اُم المومنین حضرت سودہؓ بھی تشریف رکھتی تھیں۔ اِن قیدیوں میں اُن کے عزیز سہیل بن عمرو بھی تھے۔ اُن پر نگاہ پڑی تو بے ساختہ بول اُٹھیں کہ تم نے عورتوں کی طرح خود و بیڑیاں پہن لیں۔ یہ نہ ہو سکا کہ لڑ کر مر جاتے۔ [5]

اسیران جنگ کے متعلق مشورہ اور فیصلہ

آنحضرت صلعم نے مدینہ منورہ تشریف لاکر صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ اسیران جنگ کے ساتھ کیا کیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۰۳، ۳۰۴ [2] ترجمہ تنبیہ و اشراف ص ۳۶۳ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۱۶ [4] ابن ہشام و ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۰۱

نے عرض کیا کہ سب اپنے ہی عزیز قریب ہیں۔ فدیہ لے کر چھوڑ دئے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ رائے دی کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کر دے۔ علیؓ اپنے بھائی عقیل کو حمزہؓ اپنے بھائی عباس کو اور میں اپنے عزیز کو قتل کر دوں۔ اسی طرح سب کریں۔ آنحضرت صلعم نے حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے کو پسند فرما کر اور فدیہ لیکر چھوڑ دیا۔[1]

اسیرانِ جنگ سے چار چار ہزار درہم فدیہ لیا گیا۔ مگر جو لوگ نادار تھے وہ یوں ہی چھوڑ دئے گئے اُن میں جو لکھنا جانتے تھے اُن کو حکم ہوا کہ دس لوگوں کو لکھنا سیکھانے پر چھوڑ دئے جائیں گے۔[2]

آنحضرت صلعم کے بڑے داماد حضرت ابو العاصؓ بن ربیع حضرت زینبؓ کے شوہر اور حضرت زبیرؓ کے پھوپھی زاد بھائی بہت بڑے تاجر و مالدار تھے۔ لیکن اُن کے پاس فدیہ کی رقم موجود نہ تھی۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت زینبؓ نے مکہ سے اپنے شوہر کے فدیہ کے لئے کچھ مال بھیجا اُس میں وہ ہار بھی تھا جو اُم المومنین بی بی خدیجہؓ نے اُن کو جہیز میں دیا تھا۔ آنحضرت صلعم اُس ہار کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو زینبؓ کی خاطر اُس کے اسیر شوہر کو رہا کر دو۔ اور اس ہار کو واپس دیدو۔ سب نے عرض کیا کہ ہم بخوشی اس کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ ابو العاص کو چھوڑ دیا گیا۔ مگر حضور صلعم نے اس موقع پر ابو العاص سے یہ شرط کر لی یا خود انہوں نے رسول اللہ صلعم سے وعدہ کیا کہ وہ حضرت زینبؓ کو آپ کے پاس بھیجدیں گے۔ مگر بظاہر نہ اس بات کو اُنہوں نے کہا اور نہ خود رسول اللہ صلعم نے اُس وقت اس کا اظہار کیا۔[3]

حضرت عباسؓ اور اُن سے فدیہ کی وصولی

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب عباسؓ مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلعم نے اُن سے فرمایا کہ چونکہ تم دولت مند ہو۔ تم اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن مجذم متعلقہ بنی الحارث بن فہر کا زرِ فدیہ ادا کرو۔ عباسؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلعم میں مسلمان تھا مجھے تو میری قوم نے یہ جبراً اس مہم میں شریک کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارے اسلام سے اللہ زیادہ واقف ہوگا۔ اگر تمہارا بیان سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اُس کی جزائے خیر دے گا۔ مگر بظاہر تو تم ہم پر چڑھ کر آئے تھے۔ لہٰذا فدیہ دیدو۔ اس سے پہلے رسول اللہ صلعم نے اُن کے پاس کا بیس اُوقیہ سونا لے لیا تھا۔ عباسؓ نے کہا۔ آپ اُس سونے کو زرِ فدیہ سمجھ لیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اُس سے کیا تعلق وہ تو اللہ نے ہم کو بطور غنیمت دیا ہے۔ عباسؓ نے کہا میرے پاس روپیہ نہیں ہے (غریب ہوں) آپ نے فرمایا۔ مکہ سے چلتے وقت تم نے جو مال (اپنی زوجہ) اُم الفضل کے پاس رکھوایا تھا۔ اور تم نے وصیت کی تھی کہ اگر میں اس مہم میں مارا جاؤں تو اس میں سے فضل کو اتنا عبداللہ کو اتنا۔ قثم کو اتنا۔ عبید اللہ کو اتنا دینا۔ وہ مال کیا ہوا۔ عباسؓ نے کہا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق مبعوث کیا ہے۔ اس بات سے سوائے میرے اور میری بیوی کے اور کوئی واقف نہ تھا۔ میں جانتا ہوں آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر عباسؓ نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا اور حلیف کا زرِ فدیہ ادا کر دیا۔[4]

اس موقع پر جو اسیرانِ جنگ کے حالات لکھے ہیں اس سے مقصود اُن صحابہ کرامؓ کا جو جنگ بدر میں شریک ہوئے اور وہ جو اس موقع پر اُن کے مقابلہ میں آئے اور پھر بعد میں اسلام لائے۔ فرق مراتب ظاہر کرنا ہے۔

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۰۶ و ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۱۱ [2] مسند ابن حنبلؒ جلد اول ص ۲۴۶ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۰۸ و ۲۰۹
[4] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۰۸ و ۲۰۹۔

حضرت زبیرؓ کی عمر جنگ بدر میں

محمد بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے مصعبؓ بن ثابت بن عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت زبیرؓ جنگ بدر میں شریک تھے تو ان کی عمر اس وقت اُنتیس[29] سال کی تھی۔ اور جب شہید ہوئے تو انکی عمر چونسٹھ[64] برس کی تھی۔ [1]

جنگ بدر میں حصہ پانیوالوں کی تعداد

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ قریش میں سے جتنے لوگ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور اُن کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا گیا تھا اُن کی تعداد کل اکیاسی تھی۔

لیکن حضرت عروہؓ بہ روایت حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو حصہ دیا گیا تھا اُن کی تعداد ایک سو تھی۔

حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ بدر کے دن مہاجرینؓ کے سو حصے مقرر کئے گئے تھے۔ [2]

رسول اللہ صلعم نے مالِ غنیمت میں گھوڑے کے دو حصے اور سوار کا ایک حصہ لگایا۔ [3]

کیونکہ جنگ بدر میں سوائے حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کے مسلمانوں میں سے اور کسی کے پاس گھوڑے نہ تھے اس لئے ان دونوں بزرگوں کو تین تین حصے اور باقی سب کو ایک ایک حصہ ملا۔

اصحابِ بدر کا درجہ

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ آیت (لا یستوی القاعدون۔ شہ کاٹے بدر کے حق میں نازل ہوئی ہے)۔ مطلب یہ ہے کہ جو جنگ بدر میں شریک ہونے سے بیٹھ رہے اور وہ مسلمان جو جنگ بدر میں جاکر شریک ہوئے باہم برابر نہیں ہیں۔ [4]

غزوۂ بدر کا امتیاز

غزوۂ بدر کو دیگر غزوات پر جو امتیازات حاصل ہیں۔ اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ خود خدا نے اپنے کلام پاک میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے۔ (دیکھو سورۂ انفال)

قرآن مجید میں ایک اور آیت اسی بدر کے واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اُس وقت جب کہ آپ مدینہ میں تشریف رکھتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری تفسیر سورۂ انفال میں تصریحاً مذکور ہے۔ آیت یہ ہے:-

"لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ" (نساء) ترجمہ۔ بجز معذوروں کے وہ لوگ جو بیٹھ رہے اور وہ لوگ جو خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں برابر نہیں ہو سکتے۔ خدا نے ہی مجاہدین کو جو مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں درجہ میں فضیلت دی ہے۔ صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو پہلے غیر اولی الضرر کا جملہ نہ تھا۔ یہ آیت سن کر حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ (جو نابینا تھے اور جن کو جنگ بدر کے زمانے میں مدینہ منورہ میں آنحضرت صلعم نے اپنا قایم مقام بنا کر چھوڑا تھا)۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اندھے پن کا ذکر کیا۔ اُس پر وہیں یہ جملہ نازل ہوا۔ غیر اولی الضرر۔ یعنی معذوروں کے سوا۔

کفار قریش اور قرآن شریف

کفار قریش جو مکہ سے لڑنے کے لئے بدر میں آئے اُن کی نسبت قرآن مجید میں ہے۔ "ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا و

---

[1] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص۹ [2] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص۱۲ [3] تنقیح الاشراف علامہ سعودی ص۳۵ [4] ترجمہ صحیح بخاری جلد اول ص۱۳۴ [5] سیرۃ النبی جلد اول ص۳۱۔

رباء الناس ویصدون عن سبیل اللہ ؕ

ترجمہ (ان لوگوں کی طرح نہ بنو) جو اپنے گھروں سے مغرورانہ نمائش کیساتھ خدا کی راہ سے رُوکتے ہوئے نکلے۔

چونکہ درحقیقت وہ (کفار قریش) مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے نکلے تھے جس سے مقصود اپنے زُور و قوت کا اعلان و نمایش اور اسلام کی ترقی کا انسداد تھا۔ اس لئے خدا نے اس کو غرور و نمایش اور صد عن سبیل اللہ کہا۔

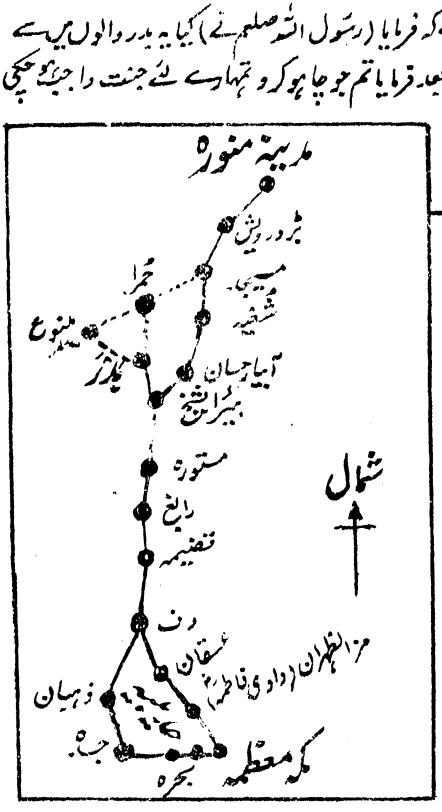
شرکائے بدر کے مدارج

خدا نے تمام شرکائے بدر کے گناہ معاف کردئے۔ بدر کے صحابہؓ کی یہ عزت تھی کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں اُن کے وظایف سب سے زیادہ تھے۔ کسی صحابیؓ کے نام کے ساتھ بدری کہنا خاص امتیاز کا سبب تھا۔ دیکھو بخاری و مسلم۔ [1]

حضرت قیسؓ کہتے ہیں کہ اہل بدر میں سے ہر شخص کو پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ ملتا تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ ہم بدریوں کو دوسرے لوگوں پر فضیلت دیں گے۔ [2]

جو لوگ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اُن سے غلطی ہو جاتی تب بھی حضور اکرم صلعم درگزر فرماتے کہ یہ شرکائے بدر میں سے ہیں ان کے لئے جنت یقینی ہے۔

حضرت حاطبؓ کے کفار قریش کو مکہ خط بھیجنے کے واقعہ میں ہے کہ فرمایا (رسول اللہ صلعم نے) کیا یہ بدر والوں میں سے نہیں ہے۔ اور خدا بدر والوں کی حالت پر آگاہ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد فرمایا تم جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں۔ اور عرض کیا۔ خدا اور اُس کا رسولؐ ہی خوب واقف ہے۔ [3]



نوٹ:۔ بدر ایک گاؤں کا نام تھا۔ جہاں ہر سال میلہ لگا کرتا تھا۔ اور اُس خطہ کے قریب مدینہ منورہ سے اسّی میل کے فاصلہ پر ہے جہاں شام سے مدینہ منورہ جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں میں ہو کر گزرتا ہے۔ ابن جبیر اندلسی لکھتے ہیں کہ آدھی رات کو روانہ ہو کر دن نکلتے نکلتے ہم بدر میں داخل ہوئے۔ اس موضع میں خرمے کے باغ بہت ہیں۔ اور آب رواں کا ایک چشمہ ہے۔ موضع کا قلعہ بلند ٹیلہ پر ہے۔ اور قلعہ کا راستہ پہاڑوں کے بیچ میں ہے۔ وہ قطع زمین نشیب میں ہے۔ جہاں اسلامی لڑائی ہوئی تھی۔ آج کل اُس زمین میں خرمے کا باغ ہے۔ اور اُس کے بیچ میں گنج شہیدان ہے۔ اس آبادی میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف جبل رحمت ہے۔

لڑائی کے دن اس پہاڑ پر فرشتے اُترے تھے۔ اس پہاڑ کے سامنے جبل الطبول ہے۔ اُس کی قطع ریت کی سی ہے کہتے ہیں کہ ہر شب جمعہ کو اس پہاڑ سے نقارے کی آواز آتی ہے۔ اس لئے جبل الطبول نام کہا ہے۔ یہاں سے مدینہ منورہ تین منزل ہے۔ [4]

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۲۲، ۳۲۴ [2] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۳۰ [3] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۳۰ [4] سفرنامہ ابن جبیر اندلسی ص ۱۶۲۔

یہودی اور غزوۂ بنی قینقاع شوال ۲ھ

یہودیوں کے تین قبیلے۔ قینقاع۔ نضیر۔ اور قریظہ تھے جو مدینہ کے اطراف اور حوالی میں آباد تھے۔ اور عموماً زمیندار نیز دولت مند تجار و صناع تھے۔ قینقاع زرگری کا پیشہ کرتے تھے۔ اور سب میں بہادر تھے۔ اُن کے پاس اسلحہ جنگ کے ذخیرے مہیا رہتے تھے[1]

یہودیوں کے اندیشے

بدر کی فتح نے یہودیوں کو زیادہ اندیشہ ناک کر دیا۔ اُن کو نظر آیا کہ اسلام ایک طاقت بنا جاتا ہے۔ قینقاع چونکہ سب سے زیادہ بہادر تھے۔ اِس لئے اُنہوں نے اعلان جنگ کی جرأت کی آنحضرت صلعم سے جو معاہدہ اُنہوں نے کیا تھا اُسے توڑ دیا۔[2]

یہودیوں سے معاہدہ

جب آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تھے تو آپ کا یہودیوں سے جو وہاں قابض تھے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ (۱) مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے۔ (۲) مدینہ کی حفاظت میں مسلمانوں کی مدد کریں گے۔

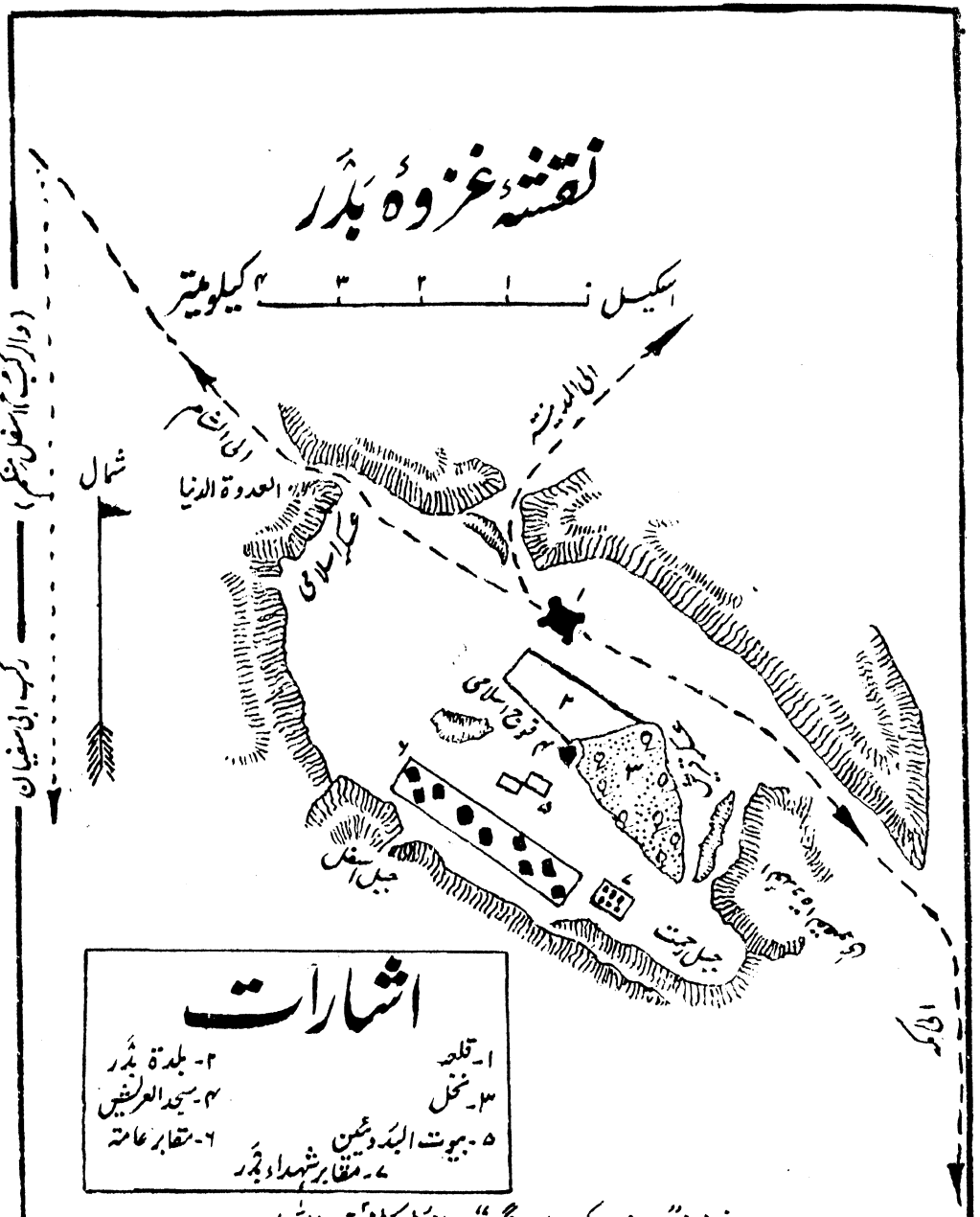
ابن سعد نے لکھا ہے کہ واقعہ بدر میں یہودیوں نے فتورش اور حسد ظاہر کیا اور عہد کو توڑ دیا۔ عاصم بن قتادہؓ سے مذکور ہے کہ بنی قینقاع پہلے یہود ہیں جنھوں نے اُس معاہدہ کی جو اُن کے اور رسُول صلعم کے مابین طے پایا تھا خلاف ورزی کی اور اُن کی آپ سے بدر اور اُحد کے درمیان جنگ ہوئی۔[3]

موجودہ شہر بدر

اس کے متعلق ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ آج کل یہ ایک بڑا گاؤں ہے۔ کئی سو پختہ مکانات پتھر کے بنے ہوئے ہیں جن کو مقامی اصطلاح میں قصر (جمع قصور) کہتے ہیں۔ شہر میں دو مسجدیں ہیں۔ ایک پنج وقتہ نماز کے لئے ہے جسمیں ایک منارہ یا اذان دینے کا ماذنہ بھی ہے۔ دوسری مسجد جسے مسجد عمامہ اور مسجد عرش بھی کہتے ہیں۔ یہاں کی جامع مسجد ہے یعنی اسمیں جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے۔ یہ ایک نہایت اہم تاریخی مسجد ہے کیونکہ یہ اس جگہ تعمیر ہوئی ہے۔ جہاں غزوۂ بدر کے موقع پر جناب سالت آب صلعم کے لئے عریش یا چھونپڑی تیار کی گئی تھی۔ یہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔ جہاں سے میدانِ جنگ دیکھ سکتے ہیں۔ مگر آج کل باغوں اور کھجور کے اونچے پیڑوں کی وجہ سے وہاں سے بدر کا میدان کارزار نہیں دیکھ سکتے۔ پانی کا چشمہ جو زمین دوز نہر کی صورت میں ہے۔ ان ہر دو مسجدوں کے صحن میں گزرتا اور وضو کے حوضوں کا کام دیتا ہے۔ آبادی سے ملا ہوا دُور تک کئی میل کے رقبہ پر پھیلا ہوا نخلستان کا سلسلہ چلا گیا ہے جس میں کچھ ترکاری بھی کاشت ہوتی ہے۔ ہر جمعہ کو یہاں بازار لگتا ہے جس میں دُور دُور سے بدو آ کے اور خرید و فروخت یا تبادلہ اشیاء کرتے ہیں۔ بدو عموماً گھی، کھالیں، روغن بلیساں، اونٹ بکریاں اور اُونی کمبلیں یا عبائیں فروخت کے لئے لاتے ہیں۔ قبل اسلام بدر میں سالانہ ہفتہ بھر ایک بڑا میلہ لگتا تھا۔ اور غالباً یہاں ایک بڑا بت خانہ بھی تھا۔ اس کے آثار تو اب نہیں ہیں۔ لیکن بیر الشیخ سے بدر کو جائیں تو بدر کے قریب کوئی میل بھر پہلے سڑک کے قریب عجیب شکل کی ایک چٹان ملتی ہے جو بالکل بیٹھے ہوئے اونٹ کی طرح نظر آتی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب ہر ایسی عجیب چیز کی پوجا شروع کر دیتے تھے۔ کوئی تعجب نہیں۔ جو یہی ایک بت رہا ہو۔ بدر ایک بیضوی شکل کا میدان ہے۔ کوئی ساڑھے پانچ میل لمبا اور چار میل چوڑا۔ اطراف بلند پہاڑ ہیں۔ مگر شام اور مدینہ جانے کے راستے جو وادیوں میں سے گزرتے ہیں یہیں ملتے ہیں ترکی دور میں شریف عبد المطلب نے اس میدان میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا تھا۔ مگر اب وہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔ یہ میدان سنگلاخ یا ریتیلا ہے۔ مگر جنوب مغربی حصہ کی زمین نرم ہے جنگ بدر کے دن بارش ہوئی تھی تو یہ مقام جہاں قریش کا پڑاؤ تھا دلدل بن گیا تھا۔ مگر اب یہاں ایک سرسبز نخلستان ہے۔ بدر کے اطراف جو پہاڑ ہیں اُن کے مختلف حصوں کے مختلف نام ہیں۔ آج بھی ان سفید پہاڑیوں میں سے ایک کا نام العدوۃ الدنیا۔ اور دوسری کا نام العدوۃ القصوٰی ہے۔ ان دونوں کے مابین جو اُونچا پہاڑ ہے اسے جبل اسفل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے پیچھے وادی بارہ میل پر سمندر ہے۔ اور ابو سفیان کا قافلہ راستہ کترا کر ساحل کے کنارے کنارے گزر گیا تھا۔ قرآن میں اس کا ذکر والرکب اسفل منکم کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ (عہد نبوی کے میدان جنگ ص ۱۲۱)

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۶۱ [2] طبقات ابن سعد ابن ہشام [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۲۔



(ماخوذ از "عہد نبوی کے میدان جنگ" مولفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

سبب جنگ اب ایک سبب بھی اتفاقاً پیش آگیا جس نے اس آگ کو اور زیادہ بھڑکا دیا۔ ایک انصاری عورت بازار میں یہودی کی دکان پر آئی۔ یہودی نے اس کی بے حرمتی کی تو ایک مسلمان نے غیرت میں آکر اس یہودی کو قتل کر دیا۔ یہودیوں نے مسلمان کو مار ڈالا۔

آنحضرت صلعم یہ حالات معلوم کر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان کو سمجھایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم قریش نہیں ہم سے معاملہ پڑے گا تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی اس کا نام ہے۔ چونکہ ان کی طرف سے نقض عہد اور اعلان جنگ ہو گیا تھا مجبور ہو کر آنحضرت صلعم نے چڑھائی کی۔ آخر وہ قلعہ بند ہو گئے اور پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد اس بات پر راضی ہوئے آنحضرت صلعم جو فیصلہ کریں گے اسے مان لیں گے۔ [1]

علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ ماہ شوال کے نصف دن گزرے تھے کہ بنی قینقاع کے یہودیوں سے رسول اللہ صلعم غزوہ آ ہوئے ان یہودیوں کی تعداد چار سو تھی۔ آنحضرت صلعم نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ جو ہلالی ماہ ذیقعدہ تک محصور رہے آخر آپ کے حکم پر بغیر کسی شرط کے انہوں نے ہتھیار ڈال دئے۔ آپ نے ملک شام کے علاقہ اذرعات میں انکو جلا وطن کر

طبری میں ہے کہ عاصم بن عمر و بن قتادہ سے مروی ہے کہ آپ نے پندرہ دن ان کا محاصرہ رکھا۔ اس اثنا میں ان کا کوئی آدمی مقابلہ پر برآمد نہیں ہوا۔ پھر انہوں نے رسول اللہ صلعم کے حکم پر ہتھیار رکھ دئے اور اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ ان سب کی مشکیں باندھ لی گئیں۔ آپ ان سب کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔ مگر عبداللہ بن ابی (منافق) نے ان کی سفارش کی۔ اس بیان کے سلسلہ میں یہ بات بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ اچھا ان کو چھوڑ دو۔ ان پر اور اس پر جو ان کے ساتھ ہے اللہ کی لعنت ہو۔ پھر آپ نے ان کو جلا وطن کر دیا اور ان کی املاک کو بطور غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ زمیندار نہ تھے۔ صرف کاشت کار تھے۔ آپ کو ان کے پاس سے اسلحہ اور آلات کشت کی ایک بڑی مقدار ہاتھ لگی۔

اسلام میں پہلا خمس ابو جعفر نے کہا ہے کہ اسی غزوہ میں اسلام میں پہلا خمس لگایا گیا۔ آپ نے اپنا خاص خمس لیا اور عام حصہ لیا یعنی چار حصوں کو صحابہؓ میں تقسیم فرما دیا۔ یہ پہلا خمس ہے جو رسول اللہ صلعم نے لیا ہے۔ اس غزوے میں آپ کا علم سفید حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے پاس تھا۔ اور کوئی نشان نہ تھے۔

پہلی نماز عید آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ عید قربان آگئی۔ آپ نے اور خوش حال صحابہؓ نے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو قربانی کی۔ آپ صحابہؓ کے ساتھ عیدگاہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں آپ نے عید کی نماز پڑھائی۔

عید کی یہ پہلی نماز ہے جو آپ نے مدینہ میں صحابہؓ کو پڑھائی۔ اور وہیں عیدگاہ میں آپ نے اپنے ہاتھ سے دو مینڈھوں کو ذبح کیا جیسا بیان کیا گیا ہے ایک بکری ذبح کی۔ [2]

حضرت زبیرؓ کا بھالا اور پہلی نماز عید ۲ھ میں مسلمانوں کو زکوٰۃ فطر کا حکم ہوا۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے فطر سے ایک یا دو دن قبل مسلمانوں کو خطاب کیا اور فطرہ کا حکم دیا۔ اس سال آپ نماز عید کے لئے شہر سے باہر عیدگاہ تشریف لے گئے۔ اور آپ نے سب کو نماز پڑھائی

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول ص۳۰۱ [2] ترجمہ تنبیہ واشراف مسعودی ص۳۶۰ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص۲۲ و ۲۲۱۔

پہلا موقع تھا کہ آپ نماز عید کے لئے عید گاہ تشریف لے گئے۔

اسی سال لوگ آپ کے لئے بھالا لے گئے۔ اور آپ نے اس کی سمت کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ یہ بھالا حضرت زبیرؓ بن العوام کا تھا۔ جو نجاشی شاہ حبش نے ان کو دیا تھا۔

اس کے بعد تمام عیدوں میں یہ آپ کے لئے عید گاہ لے جایا جاتا تھا۔ طبری لکھتے ہیں کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ بھالا اب بھی مدینہ میں موجود ہے۔ [1]

ڈائی فیلی الزبیرؓ میں ہے کہ نجاشی نے حضرت زبیرؓ کو ایک چھوٹا نیزہ تحفہ دیا تھا جس کو آپ نے بدر میں رسول خداؐ کے سامنے اس وقت پیش کیا جب آپ مدینہ میں عید کا خطبہ پڑھنے گئے تھے۔ [2]

رسول اللہ صلعم نے انصار کے دو یتیم لڑکوں سہل و سہیل سے بنی نجار میں زمین خرید کر مسجد بنائی جس کے کھجنے کھجور کے تنے کے تھے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ کچی اینٹوں کی دیواریں بنائی گئیں تھیں۔ آپ کے اصحابؓ نے اور آپ نے خود اس کی تعمیر کی تھی۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا تھا۔ اس پر آپ مدت اپنے اصحابؓ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے سولہ مہینہ تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ آپ چاہتے تھے کہ آپ کا قبلہ کعبہ کی طرف پھیر دیا جائے۔ اور خدا سے دعا فرماتے تھے۔ آپ نے اپنی مسجد میں دو رکعت نماز ظہر پڑھائی تھی کہ آپ کو حکم دیا گیا کہ مسجد حرام کی طرف منہ کریں۔ آپ اس کی طرف گھوم گئے۔ ساتھ ہی تمام مسلمان بھی گھوم گئے۔ ہجرت کے اٹھارویں مہینے قبلہ کی طرف پھیر دیے جانے کے ایک مہینہ بعد ماہ رمضان کا فرض روزہ نازل ہوا۔ اسی سال آپ نے صدقۂ فطر کا حکم دیا۔ یہ زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ آپ عید کی نماز خطبے سے پہلے بغیر اذان و اقامت پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے آگے ایک ٹیڑھی سوٹھ کی لکڑی (ستوہ کے لئے) کھڑا کر لگا دی جاتی تھی کہ گزرنے والوں کی نمازیں سامنا نہ ہو۔ یہ لکڑی حضرت زبیرؓ بن العوام کی تھی۔ جس کو وہ ملک حبشہ سے لائے تھے۔ اور ان سے رسول اللہ صلعم نے لے لی تھی۔ [3]

رسول اللہؐ کا عصائے مبارک و حضرت امیر معاویہؓ

سنہ ۵۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے حکم دیا کہ رسول اللہ صلعم کا منبر مدینہ سے شام میں منتقل کر دیا جائے۔ فرمایا کہ منبر اور رسول اللہ صلعم کا عصا مدینہ میں نہیں چھوڑے جا سکتے۔ کیونکہ ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے عصا بھی طلب کیا۔ جو اُن دنوں سعد القراظ کے پاس تھا۔

اس کے متعلق ایک اور روایت یہ ہے کہ حضرت جابرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے جا کر عرض کیا کہ اے امیر المومنین یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آپ رسول اللہ صلعم کے منبر کو اس جگہ سے ہٹاتے ہیں۔ جہاں خود حضور اکرم صلعم نے اسے رکھدیا تھا۔ اور اگر آپ ان کا عصائے مبارک بھی شام کو لے جانا چاہتے ہیں۔ تو بہتر ہے کہ خود مسجد کو بھی منتقل کر دیجئے۔ اس لئے حضرت امیر معاویہؓ نے ان کو وہیں چھوڑ دیا۔

عبد الملک اور اس کے بیٹے ولید اور سلیمان نے بھی اپنی اپنی حکومتوں کے زمانوں میں منبر اور عصا کو منتقل کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر بعد میں باز آ گئے۔ [4]

رسول اللہؐ کا عصا، مُہر اور چادر

علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ مروان بنی امیہ کا آخری خلیفہ جب ۱۳۲ھ میں عباسیوں کے مقابلہ میں مارا گیا تو اس کے ایک غلام نے رسول اللہ صلعم

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۶۰ [2] ڈائی فیلی الزبیرؓ [3] ابن سعد ورق جزو ثالث ص ۳۴ و ۳۵ [4] ترجمہ کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۶۲۔

کا عصا۔ چادر۔ اور مُہر اُس کے حکم سے گاؤں کے باہر ریت میں دفن کر دیں۔ مروان کا یہ غلام مروان کے قتل کے بعد چھپ گیا۔ عامر بن اسمٰعیل جب اس گرجا کی طرف بڑھا جہاں مروان کی بیٹیاں اور بیویاں تھیں۔ وہیں وہ غلام بھی لگیا۔ جب اُسے گرفتار کر لیا گیا تو اُس نے ان تینوں چیزوں کی نشاندہی کر دی جنھیں مروان نے اس لئے دفن کر دیا تھا کہ بنی عباس کے ہاتھ نہ آئیں۔ عامر نے ریت میں سے نکال کر ان کو عبداللہ بن علی کے پاس بھیجدیا۔ اُس نے ابوالعباس سفاح کے پاس بھیجدیا۔ یہ چیزیں خلفائے بنی عباس میں ایک سے دوسرے کو وراثت میں ملتی رہیں۔ مقتدر کے عہد تک موجود تھیں۔ بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ مقتدر کے قتل کے دن چادر نبوی اُس کے بدن پر تھی۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ آیا یہ سب چیزیں آج یعنی ۳۳۲ھ میں المتقی باللہ کے پاس جب کہ وہ رقہ میں جاکر فروکش ہوئے تھے موجود ہیں یا ضائع ہو گئیں۔[1]

حضرت زبیرؓ کے نیزے کی منزلت خلیفہ متوکل عباسی کی نظروں میں

خلیفہ متوکل علی اللہ عباسی کے حالات میں طبری نے حضرت زبیرؓ کے متذکرۂ بالا نیزے کا دوبارہ اس طرح حال لکھا ہے کہ اسی سال ۲۴۳ھ میں جیسا کہ بیان کیا گیا متوکل کو وہ نیزہ دیا گیا جو نبی صلعم کا تھا۔ اور جس کا نام عنزہ تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ وہ نجاشی شاہِ حبشہ کا تھا۔ اُس نے حضرت زبیرؓ بن العوام کو دیا۔ اور حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر وہ مؤذنوں کے پاس رہتا تھا۔ اور عیدین میں رسول اللہ صلعم کے آگے لایا جاتا تھا۔ اور میدان میں لاکر سامنے گاڑ دیا جاتا تھا۔ آپ اُس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ متوکل نے اُسے اپنے آگے لے چلنے کا حکم دیا۔ پولیس افسر اُسے اُس کے آگے لے جاتا تھا اور خود اُس کا نیزہ نایب پولیس افسر لئے چلتا تھا۔

بدر کا ردِ عمل غزوۂ سویق ذی الحجہ ۲ھ

ابوسفیان نے منت مانی تھی کہ جب تک مقتولانِ بدر کا انتقام نہ لیگا غسل جنابت نہ کرے گا۔ نہ سر میں تیل ڈالیگا۔ چنانچہ وہ دو سو شتر سواروں کے ساتھ مدینہ پر بڑھا۔ یہود کے متعلق معلوم تھا کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں مدد دیں گے۔ یہود بنی نضیر کے سردار سلیم بن مشکم نے ابوسفیان کو مدینہ کے مخفی راز بتائے۔ صبح کو ابوسفیان نے عریض پر جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے حملہ کیا اور ایک انصاری سعدؓ بن عمرو کو قتل کر کے چند مکانوں اور گھاس کے انبار میں آگ لگا دی۔

آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ نے (صحابہؓ کے ساتھ) تعاقب کیا۔ ابوسفیان کے پاس رشد کا سامان صرف ستو تھے۔ گھبراہٹ میں وہ ستو کے بورے پھینکتا گیا۔ جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔ اس لئے غزوہ کا نام غزوۂ سویق پڑا۔[2]

غزوۂ اُحد شوال ۳ھ

بدر کی جنگ نے اگرچہ قریش کا زور گھٹا دیا۔ لیکن وہ شکست کھا کر جوش سے بیتاب تھے۔ اس ہزیمت کے بعد وہ برابر تیاریوں میں مشغول رہے۔ انہوں نے شعراء کے ذریعہ سے قبایل میں جوش پھیلا دیا۔ ذی الحجہ ۲ھ میں دو سو شتر سواروں کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچکر دھوکے سے دو مسلمانوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلعم کو خبر ہوئی تو جیسا ابھی اوپر بیان ہوا ہے ابوسفیان بچ کر نکل گیا۔ اور بھی ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات پیش آتے رہے۔

بنی قینقاع کی گرفتاری اور جلاوطنی کی وجہ سے یہودیوں کی دشمنی اور لڑائیوں کا بھی سلسلہ شروع ہو گیا۔

---

[1] ترجمہ مروج الذہب مسعودی ص ۲۱۴ [2] ترجمہ طبری جلد سوم حصہ سوم و چہارم ص ۵ [3] سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۳۷۔

شوال ۳ھ میں اُحد[1] کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ [2]

قریش اچھی طرح تیار ہو کر بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ ایک روز عکرمہ بن ابی جہل اور دوسرے سرداروں نے جن میں صفوان بن اُمیہ بھی تھا۔ ابوسفیان سے جا کر کہا کہ محمدؐ نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مکہ جوشِ انتقام سے لبریز ہے۔ آپ کو اس کا انتقام لینا چاہیئے۔ تجارت کا تمام منافع مصارف جنگ کے لئے الگ رکھا ہے۔ اس پر ابوسفیان نے شعراء کے ذریعہ سے تمام قبائل عرب میں جوش پیدا کیا۔ پھر ایک عظیم لشکر کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ جس کے ہمراہ کامل ساز و سامان کے ساتھ جیوشِ بنی کنانہ بن خزیمہ اور اہلِ تیامہ نیز عورتیں بھی تھیں جو اس لڑائی میں جوشِ جنگ بڑھانے کا بڑا ذریعہ تھیں۔ کیونکہ جس لڑائی میں عورتیں ہوتی تھیں تو عرب اُن کی بے حرمتی کے خیال سے جانوں پر کھیل جاتے تھے۔ لیکن اس لڑائی میں وہ خود جوشِ انتقام سے لبریز تھیں۔ اُن کی اولاد جنگ بدر میں قتل ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ تہیہ کر کے آئیں تھیں کہ اولاد کے قاتلوں کا خون پیکر دم لیں گی۔ بڑے بڑے معزز گھرانوں کی عورتوں کے نام جو فوج میں شامل ہوئیں یہ ہیں۔

(۱) ہند زوجہ ابوسفیان (عُتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہؓ کی ماں)۔
(۲) اُم حکیم (زوجہ عکرمہ بن ابی جہل)۔
(۳) برزہ (مسعود ثقفی طائف کے رئیس کی بیٹی)۔
(۴) فاطمہ (خالد بن الولید کی بہن)۔
(۵) ریطہ (عمرو بن العاص کی زوجہ)۔
(۶) سلافہ۔ طلحہ بن ابوطلحہ بن عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار کی بیوی)
(۷) خناس (حضرت مُصعب بن عمیرؓ کی ماں)۔
(۸) عمرہ بنت علقمہ بنی الحارث بن عبدِ مناۃ بن کنانہ۔

قریش بدھ کے دن جبل اُحد میں آ کر اُترے تھے۔ یہ اُس دن اور جمعرات و جمعہ وہیں ٹھیرے رہے۔ [3] نماز جمعہ پڑھ کر رسُول اللہ صلعم اُن کے مقابلہ پر بڑھے۔ صبح آپ نے اُحد کی گھاٹی میں کی اور ہفتہ کے روز نصف شوال میں جنگ اُحد ہوئی۔ [4]

آنحضرت صلعم ایک ہزار آدمیوں کیساتھ

غزوۂ اُحد کے لئے روانہ ہوئے مگر عبداللہ بن ابی بن سلول اس جمعیت میں سے ایک ثلث آدمیوں کے ساتھ آنحضرت صلعم سے الگ ہو گیا۔ قریش اور اُن کے حلیفوں کی جماعت تین ہزار تھی۔ جن میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھوڑے تھے۔ نیز پندرہ عورتیں تھیں۔ [5]

واقدی نے بیان کیا ہے کہ مقام شیخین سے عبداللہ بن اُبی (منافق) تین سو آدمیوں کے ساتھ رسُول اللہ

---

[1] **نوٹ**۔ اُحد مدینہ منورہ سے تین ساڑھے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے۔ جو شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ [5]

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۳۰ تا ۲۴۰ [2] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۴۱ [3] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی ص ۲۴۶ [4] عہد نبویؐ کے میدان جنگ ص ۱۹۔

کے ساتھ صرف سات سو مسلمان رہ گئے۔ سہ شنبہ شام طلوع شفق کے ساتھ آنحضرت صلعم شیخین روانہ ہوئے۔ اس مقام پر دو جحر تھے۔ جہاں دو اندھے یہودی مرد اور عورت کھڑے ہو کر لوگوں سے سلف کے واقعات بیان کرتے تھے۔ اس وجہ سے اُن کا نام شیخین ہو گیا۔ یہ جگہ مدینہ کے اطراف میں ہے۔

مشرکین تین ہزار تھے۔ اُن میں دو سو سوار اور پندرہ سو عورتوں کے محمل تھے۔ اُن میں سات سو زرہ پوش تھے۔ اُن کے مقابلہ میں صرف ایک سو مسلمان زرہ پوش تھے۔ [1]

حضرت زبیرؓ افسر میمنہ

آنحضرت صلعم نے اُحد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی شروع کی۔ اُس کے دامن میں دونوں فوجیں صف آراء ہوئیں۔

آنحضرت صلعم نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ فوج کے عقب پر متعین کیا کہ اُدھر سے کفار حملہ نہ کرنے پائیں۔ آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ بن العوام کو میمنہ پر اور منذر بن عمرو کو میسرہ پر مامور فرمایا۔

عبداللہ بن مخرمہؓ کو داہنے اور ابو سلمہؓ بن الاسد مخزومی کو بائیں طرف ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو اور حضرت سعد بن وقاصؓ کو لشکر کے آگے اور مقداد بن عمرو کو پیچھے قایم کیا۔ حضرت حمزہؓ کو مقدمۃ الجیش مقرر فرمایا اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کو علم دیا۔

حضور صلعم کی تلوار کا حق ادا کرنے کیلئے حضرت زبیرؓ کی سبقت اور مستعدی

جب رسول اللہ صلعم نے اپنی تلوار کھینچکر فرمایا کہ اس کا حق کون ادا کرے گا تو حضرت زبیرؓ نے تین دفعہ اپنے آپ کو پیش کیا۔ لیکن آنحضرت صلعم نے وہ تلوار حضرت ابو دجانہؓ کو دی۔ [2] حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ جنگ اُحد کے دن رسول اللہ صلعم ایک تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے اُسے بغور دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کون ہے جو اس کو لے کر اس کا حق ادا کرے۔ میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اس کا مستحق ہوں۔ آپ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور پھر فرمایا۔ کون اس تلوار کو اس کے حق کے لئے لیتا ہے۔ میں نے پھر کہا۔ یا رسول اللہ صلعم میں اس کا مستحق ہوں۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ اور پھر فرمایا۔ کون اس تلوار کو لیتا ہے۔ اس مرتبہ ابو دجانہؓ نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ میں اس کا حق ادا کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اس تلوار کا حق یہ ہے کہ اس سے کسی مسلم کو قتل کیا جائے اور کوئی کافر اس سے بھاگ کر بچنے نہ پائے۔ پھر آپ نے وہ تلوار اُن کو دیدی۔ [3]

حضرت زبیرؓ کا حملہ اور دشمن کے میمنہ کی شکست

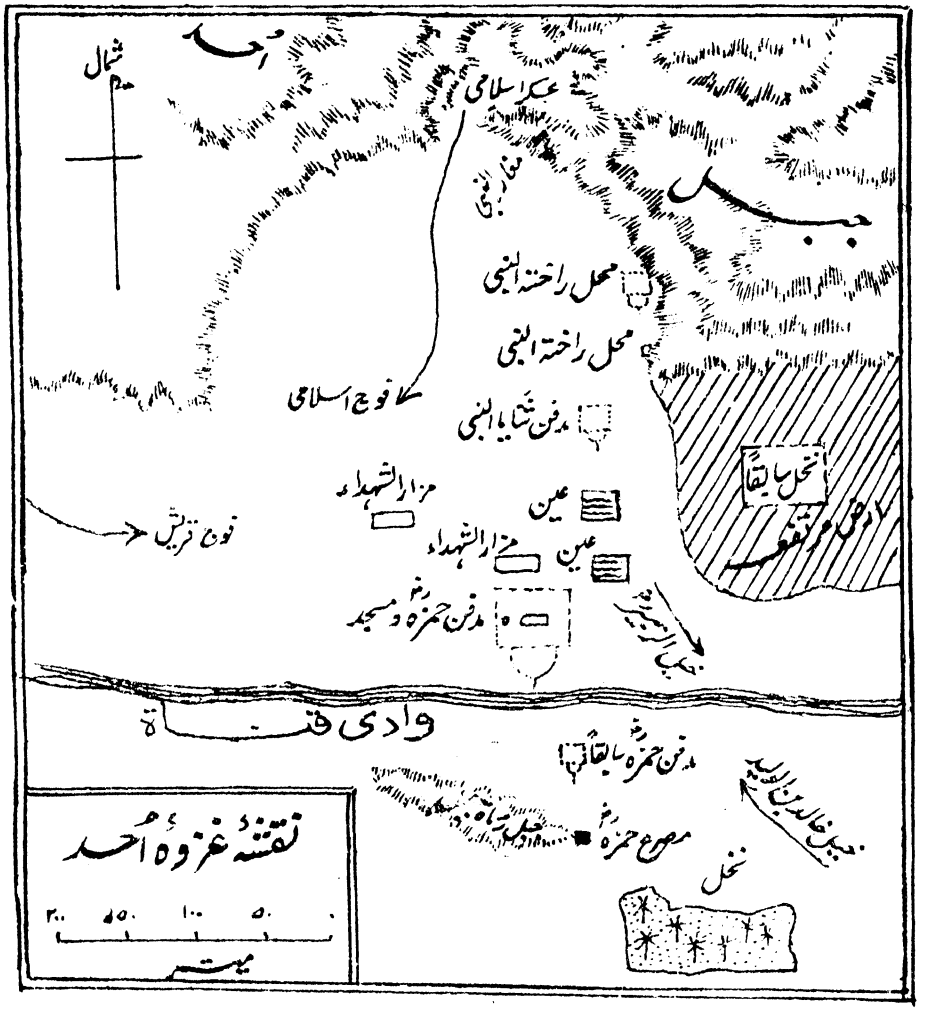
۷ شوال ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے حضرت زبیرؓ نے اپنی رکاب کی فوج سے کر حملہ کیا اور قریش کے میمنہ کو شکست دی۔ پھر عام جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے دشمنوں کی صفوں کو اُلٹ دیا۔ [4]

طبری میں ہے کہ قریش نے اپنے دو سو سواروں کو اصل جماعت سے ہٹا کر خالد ابن الولید (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی قیادت میں اپنے میمنہ پر متعین کیا تھا۔ عکرمہ بن ابی جہل اُن کے میسرہ پر تھے۔

رسول اللہ صلعم نے اپنے قادر اندازوں پر بنی عمرو بن عوف کے عبداللہ بن جبیرؓ کو جو اُس روز تیر

---

[1] تاریخ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۱۴۳ [2] زرقانی ص ۳۲۳ [3] تاریخ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۱۴۲ [4] زرقانی ص ۳۲۳



ماخوذ از "عہد نبوی کے میدان جنگ" مولفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ

سفید کپڑوں کی وجہ سے نمایاں تھے۔ مقرر فرمایا۔ اُن کی تعداد پچاس تھی۔ حضور صلعم نے اُن سے فرمایا کہ چاہے لڑائی کا رنگ ہمارے موافق ہو یا مخالف تم اپنی جگہ سے مت ہٹنا۔ اور ہمارے عقب سے دشمن کو کسی طرح ہم پر یورش نہ کرنے دینا۔ اِس موقع پر آنحضرت صلعم دو زرہیں زیب تن فرما کر معرکہ میں برآمد ہوئے تھے۔

حضرت زبیرؓ امیر رسالہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابوسفیان ۳ شوال کو اُحد آکر فروکش ہوا۔ رسول اللہ جنگ کے لئے برآمد ہوئے۔ آپ نے جنگ کے لئے مسلمانوں کو دعوت دی۔ وہ جمع ہو گئے۔

آپ نے (حضرت) زبیرؓ کو رسالہ کا امیر مقرر فرمایا۔ اُس روز اُن کے ساتھ مقدادؓ بن اسود الکندی بھی تھے۔ آپ نے عَلَم۔ قریش کا مُصعب بن عُمیرؓ کو دیا اور حضرت حمزہؓ کو آپنے اپنے آگے بھیجدیا۔ یہ حُسّر آئے۔ [1]

جب حریفوں کا مقابلہ ہوا اور ایک دوسرے کے قریب آگئے تو ہند بنت عتبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مردوں کے عقب میں کھڑی ہوگئی۔ وہ سب دَف بجانے لگیں اور اُن کے حوصلے بڑھانے لگیں۔ اس موقع پر ہند یہ شعر گا رہی تھی۔ نحنُ بناتُ طارق نمشی علی النمارق۔ ان تقبلوا نعانق۔ او تدبروا نفارق۔ فراق غیر وامق۔

یعنی "ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔ ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔ اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے۔ اور پیچھے قدم ہٹایا تو تم سے ہم الگ ہو جائیں گے"۔ نیز اُس نے کہا۔ ویھاً بنی عبد الدار۔ ویھاً حماۃ الادبار۔ ضرباً بکُل تیار۔

یعنی "اے بنی عبدالدار۔ اے پشت بچانے والو۔ شمشیر بُرّاں سے مارو"۔ اب عام جنگ شروع ہوگئی۔

حضرت زبیرؓ کا حملہ اور خالد ابن الولید کو شکست

مُشرکین کے سمت سے خالد ابن الولید جس کے ہمراہ عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ لڑنے کے لئے سامنے آئے۔

آپ نے (حضور صلعم نے) حضرت زبیرؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ خالد ابن الولید کے سامنے جاکر میرے حکم تک ٹھیرے رہو۔ دوسرے سواروں کو آپ نے دوسری سمت بھیجا اور تا حکم ٹھیرنے کا حکم دیا۔

ابوسفیان۔ لات و عزیٰ کو ساتھ لئے ہوئے میدان میں آیا۔ آپ نے (حضور صلعم نے) حضرت زبیرؓ کو حملہ کا حکم بھیجا۔ اُنھوں نے خالد بن الولید پر حملہ کیا۔ اللہ نے اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو شکست دی۔ اِس موقع پر رسُول اللہ صلعم نے ولقد صدقکم اللہ وعدہ۔ اور اس کے بعد اذا تحسونھم۔ تک تلاوت فرمایا۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ "اللہ عزوجل نے مومنوں سے اپنی نصرت کا وعدہ کیا ہے"۔ [2]

خالد ابن ولید کو شکست دے کر (حضرت) زبیرؓ بن العوام اور حضرت مقدادؓ بن الاسود نے مشرکین پر دوبارہ حملہ کیا۔ اور اُن کو مار بھگایا۔ اسی طرح رسُول اللہ صلعم اور آپ کے صحابہؓ نے حملہ کیا۔ اور ابوسفیان کو مار کر بھگا دیا۔ [3]

حضرت زبیرؓ کا ایک مُشرک سے اُونٹ پر مقابلہ

ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ ابن شہابؒ اور عاصم بن عمر ابن قتادہؒ اور محمدؒ بن یحیٰ بن حبّان وغیرہم نے جو ہمارے علماء سے ہیں مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ یوم اُحد میں ایک مرد مشرکین سے نکلا اور اُس نے جنگ کے واسطے کسی کو بلایا۔ اور وہ اُونٹ پر سوار تھا۔ اُس کی طرف زبیرؓ گئے اور اُس کی طرف جست کی۔ وہ مرد اپنے اونٹ پر تھا۔ زبیرؓ اُس کے ساتھ اُس کے اُونٹ پر چڑھ گئے۔ پھر اُس کی گردن پر چپٹ گئے اور اونٹ پر لڑنے لگے۔ رسُول اللہ صلعم نے فرمایا۔ جو مرد زمین کی پستی پر ہوگا وہ مقتول ہوگا۔ مشرک زمین پر گرا اور مشرک کے اُوپر زبیرؓ گرے۔ زبیرؓ نے اُسی کی تلوار سے اُسے ذبح کر ڈالا۔ اس حدیث کی روایت بیہقی نے کی ہے۔ [4]

---

[1] [2] [3] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۴۶ تا ۲۴۸ [4] خصائص الکبریٰ صفحہ ۵۷

تیر اندازوں کی غلطی سے مسلمانوں کی شکست

جب مشرکین کو شکست ہو گئی تو خالد ابن الولید مشرکین کے رسالہ کے افسر نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر اسلامی فوج کے عقب پر جا کر حملہ کر دیا۔ قادر انداز وں نے تیروں سے اُس کی خبر لی جس سے خالد رُک گیا۔

مگر اس کے بعد قادر اندازوں نے رسُول اللہ صلعم کے صحابہؓ کو مشرکین کے پڑاؤ کے عین وسط میں مالِ غنیمت کی لُوٹ میں مشغول دیکھا تو وہ بھی لُوٹنے کے لئے دوڑے (وہ سمجھے کہ اب معرکہ فتح ہو چکا) - مگر اُن میں سے بعض نے کہا کہ ہم رسُول اللہ صلعم کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور یہیں ٹھیرتے ہیں - مگر اُن کا بیشتر حصہ لُوٹنے کے لئے اصلی فوج میں جا ملا -

خالد نے جب دیکھا کہ اب بہت کم قادر انداز رہ گئے ہیں - اُس نے پھر حملہ کر کے قادر اندازوں کو قتل کر دیا - اور اُن سے فارغ ہو کر نبی صلعم کے صحابہؓ پر (پشت سے) حملہ کیا - مشرکین نے جب دیکھا کہ اُن کا رسالہ جنگ میں مصروف ہے اُنھوں نے جنگ کے لئے ایک دوسرے کو للکارا - اب سب نے مِل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا - اور اُن کو شکست دی اور بے دریغ قتل کیا - [1]

حضرت زبیرؓ کی روایت

حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ میں نے ہند بنت عُتبہ کے خادموں اور اُس کے ساتھیوں کو تیزی سے میدان سے بھاگتے ہوئے دیکھا - اُس کے پکڑ لینے میں کوئی شے مانع نہ تھی - اتنے میں جب کہ ہم نے دشمن کو مقابلہ سے مار بھگایا تھا ہمارے تیر انداز لُوٹنے کے لئے دشمن کی فرودگاہ چلے آئے اور اُنھوں نے دشمن کے رسالہ کے لئے ہمارے عقب کو غیر محفوظ چھوڑ دیا - چنانچہ دشمن کے رسالہ نے پیچھے سے (بے خبری میں) ہمیں آلیا - اُسی وقت کسی نے چلا کر کہا کہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم مارے گئے - اُس کے سنتے ہی ہمارے حوصلے پست ہو گئے - اور دشمن کے حوصلے ہم پر بڑھ گئے - حالانکہ ہم دشمن کے عَلَم برداروں کو ختم کر چکے تھے اور اُن میں سے اب کسی کو اپنے جھنڈے کے پاس آنے کی جُرأت نہیں ہوتی تھی - [2]

ابتلا کے وقت حضرت زبیرؓ کی ثابت قدمی

تیر اندازوں کے اپنی جگہ سے ہٹتے ہی خالد بن ولید نے دفعتہً عقب سے سخت حملہ کیا - مسلمان کیونکہ ہتھیار ڈال کر غنیمت میں مصروف ہو چکے تھے - اس ناگہانی زد کو نہ رُوک سکے - مسلمانوں نے مڑ کر دیکھا تو تلواریں برس رہی تھیں - بدحواسی میں دونوں فوجیں اس طرح مل گئیں کہ خود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے گئے بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اُکھڑ گئے رسُول اللہ صلعم نے دیکھا تو صرف گیارہ یا چودہ جان نثارین میں حضرت زبیرؓ بھی تھے - ہم رکاب تھے -

رسُول اللہ صلعم پر پتھروں اور تیروں کی بوچھار ہو رہی تھی - یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے - پیشانی پر زخم آیا - اور رُخساروں میں مغفر کی کڑیاں چُبھ گئیں - اُس کے ساتھ آپ ایک گڈھے میں گر گئے - اور لوگوں کی نظر سے چھپ گئے - اور ایسی برہمی میں یہ غل مچ گیا کہ رسُول اللہ صلعم شہید ہو گئے - اس خبر نے مسلمانوں کے استقلال کو اور متزلزل کر دیا - اور جو جہاں تھا وہیں سراسیمہ ہو کر رہ گیا - بعض تو

---

[1] طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۴۶ [2] طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۵۱، ۲۵۲ -

ایسے سراسیمہ ہوئے کہ اُنھوں نے مدینہ پہنچ کر دم لیا۔ کچھ لوگ جان پر کھیل کر لڑتے رہے۔ بعضوں نے مایوس ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے۔

حضرت عمرؓ بھی اسی تیسرے گروہ میں تھے مگر میدان سے گئے نہ تھے۔

اس وقت جب کہ کفار کی پوری طاقت آنحضرت صلعم کی ذاتِ مبارک پر حملہ میں صرف ہونے لگی تو حضرت ابو دجانہؓ نے اپنی پشت کو سپر بنا لیا۔ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ آنحضرتؐ کی حفاظت کے لئے دیوار آہنیں بن گئے۔ برابر دشمن کے مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ اور تیر و تلوار چلا کر اُن کو روکتے رہے۔ حضرت طلحہؓ نے عقب سے آپ کو بچایا۔ ایک تیر اُن کے ہاتھ پر آکر لگا جس سے اُن کا ہاتھ خشک ہو گیا۔

گڑھے سے نکل کر آنحضرت صلعم پہاڑ پر تشریف لے گئے تو اُس وقت آپ کے ساتھ تیس ۳۰ صحابہؓ موجود تھے جن میں حضرت زبیرؓ شریک اور شامل تھے۔

ابو جعفر نے کہا ہے کہ جب مسلمانوں کو اُن کے عقب سے آلیا گیا۔ وہ بھاگے۔ مشرکین نے اُن کو بیدریغ قتل کیا۔ اس مصیبت کی وجہ سے مسلمانوں کے تین حصے ہو گئے تھے۔ ایک مارا گیا۔ ایک زخمی ہوا۔ اور ایک شکست کھا کر بھاگ گیا۔ خود رسول اللہ صلعم جنگ کی وجہ سے اس قدر تھک گئے تھے کہ آپ کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں آپ کے سامنے کے چوکے کے بیں سے نیچے کے دانت ٹوٹ گئے۔ آپ کا منھ شق ہو گیا۔

رُخسار اور بالوں کی جڑ کے پاس پیشانی زخمی ہوئی۔ ابن قمیئہ نے آپ کے سر کے بائیں حصہ پر تلوار ماری۔ اور عُتبہ بن ابی وقاص نے آپ کو زخمی کر دیا۔ [1]

اُحد میں خالد ابن الولید کے پشت کے حملہ سے مسلمانوں میں ایسا تلاطم ہوا کہ آنحضرت صلعم کے پاس سات مہاجرؓ اور سات انصارؓ کل چودہ ۱۴ آدمی رہ گئے تھے۔

مہاجرین میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ بن العوام حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے۔

انصار میں حضرت حباب بن المنذرؓ حضرت ابو دجانہؓ حضرت اُسید ابن حضیرؓ حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت حارث ابن ضمہؓ رہ گئے۔ [2]

غزوۂ اُحد کے دن حضرت زبیرؓ ثابت قدم رہے۔ [3]

ابن الشہاب الزہریؒ سے مروی ہے کہ شکست اور رسول اللہ صلعم کی شہادت کی خبر مشہور ہو جانے کے بعد سب سے پہلے بنو سلمہ کے کعبؓ بن مالک نے آپ کو شناخت کیا۔ خود اُن سے مروی ہے کہ میں نے آپ کی آنکھوں کو جو خود کے نیچے چمک رہی تھیں پہچانا۔

پھر اپنی انتہائی بلند آواز میں اعلان کیا کہ اے مسلمانوں بشارت ہو۔ رسول اللہ صلعم یہ موجود ہیں۔ اس پر آپ نے مجھ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب مسلمانوں نے آپ کو پہچانا کہ آپ موجود ہیں وہ آپ کے پاس آ گئے۔ آپ درّہ کی طرف چلے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ اور حارثؓ بن الصمہ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تھی۔ [4]

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۵۴ و ۲۵۵ [2] زرقانی ص [3] موفقیات از ڈائی فیملی الزبیرؓ ص ۲۸ و ۲۹ [4] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۶۔

رسول اللہ صلعم پہاڑ کی ایک بڑی چٹان پر چڑھنے کے لئے اُٹھے۔ مگر آپ تھکے ہوئے تھے۔ دُوسرے دُو ہری زرہیں پہن رکھی تھیں۔ اس لئے آپ اپنی جگہ سے اُٹھ نہ سکے۔
حضرت طلحہؓ بن عُبید اللہ آپ کے لئے بیٹھ گئے۔ تب آپ اُٹھ کر اُن پر سوار ہو گئے۔

اُس روز کے ارشادِ نبویؐ کے متعلق حضرت زبیرؓ کی روایت

حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ میں نے اُس روز رسول اللہ صلعم کو کہتے سنا کہ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ اِس خدمت گزاری کی وجہ سے طلحہؓ نے اپنا حق واجب کر لیا۔ [1]

حضرت زبیرؓ کے حملہ سے خالد ابن الولید کی دُوبارہ پسپائی

جب آنحضرت صلعم پہاڑ پر تشریف لے گئے اُس وقت خالد ابن الولید اپنے دستۂ فوج کے ساتھ آنحضرت صلعم کی طرف بڑھا تو آپ نے خالد کو آتا ہوا دیکھ کر فرمایا۔ اے خدایا یہ لوگ یہاں تک نہ آنے پائیں۔ حضرت زبیرؓ نے چند مہاجرینؓ و انصارؓ کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ کیا اور اُن لوگوں کو پسپا کر دیا۔ [2]

ابو سفیان سالار قریش درّہ کے قریب پہنچ کر پکارا کہ اِس گروہ میں (حضرت) محمدؐ ہیں یا نہیں۔ آنحضرتؐ نے اِشارہ کیا کہ کوئی جواب نہ دے۔ اُسے کسی نے جواب نہ دیا تو بولا ضرور مارے گئے۔ اور کہا۔ اعلٰی ھُبل یعنی اے ہبل بلند ہو جا۔ رسول اللہ صلعم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جواب دو۔ اللہ واعلٰی واجل یعنی خدا ہبل سے برتر ہے۔ [3]

ابو سفیان پہاڑ سے پلٹ کر جانے لگا تو اُس نے بلند آواز میں مسلمانوں سے کہا کہ اب آیندہ سال پھر بدر میں تم سے مقابلہ ہو گا۔ رسول اللہ صلعم نے اپنے کسی صحابیؓ سے فرمایا کہ کہدو۔ ہاں ضرور۔

حضرت زبیرؓ ابو سفیان کے تعاقب میں

دونوں فوجیں میدانِ جنگ سے علیحدہ ہوئیں تو مسلمان زخموں سے چُور تھے۔ تاہم اِس خیال سے کہ ابو سفیان مسلمانوں کو مغلوب سمجھ کر دُوبارہ حملہ آور نہ ہو۔ آپ نے (حضور صلعم نے) مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ کون اُن کا تعاقب کریگا۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے آپ کو پیش کیا اور ستّر آدمیوں کی جماعت سے تعاقب کے لئے روانہ ہو گئے۔ [4]

آیت جو اُحد والوں کی شان میں نازل ہوئی

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ :۔ آیت۔ الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم ۵ جنگ اُحد والوں کی شان میں اُتری ہے۔

ترجمہ آیت۔ جن لوگوں نے زخمی ہو جانے کے بعد بھی خُدا و رسولؐ کے احکام کی تعمیل کی اُن میں اُن لوگوں کے لئے بڑا ثواب ہے۔ جو نیک و پرہیزگار تھے۔

حضرت عائشہؓ نے (حضرت) عروہؓ (ابن الزبیرؓ) سے کہا کہ اے میرے بھانجے۔ تیرے والد زبیرؓ بھی ان ہی (حکم قبول کرنے والوں) میں تھے۔ جب جنگ اُحد کے دِن نبی صلعم کو جو کچھ پہنچنا تھا پہنچا۔ اور

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۶۰ [2] زرقانی ص ۵۳۲ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۶۱ و ۲۶۲ [4] زرقانی ص ۵۳۲۔

مشرک واپس چلے گئے۔ آپ نے اُن کے دوبارہ آجانے کے خیال سے فرمایا۔ کون ہے جو اُن کفار کے پیچھے جاوے۔ اُن میں سے ستّر آدمیوں نے قبول کیا۔

حضرت عروہؓ کہتے ہیں ان ہی میں سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زبیرؓ تھے۔ [1]

جس وقت عروہ بن زبیرؓ نے اس آیت الذین استجابوا کے معنی دریافت کئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ تمہارے باپ زبیرؓ اور ابوبکرؓ کی شان میں ہے۔ اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے مجھ سے فرمایا۔ خدا کی قسم تیرے باپ اُن لوگوں میں تھے جنھوں نے زخمی ہونیکے بعد بھی۔ خدا و رسول اللہ صلعم کی آواز پر لبیک کہی تھی۔ [2]

شہادت سیدنا حضرت حمزہؓ

جنگ اُحد کا سب سے دردناک واقعہ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی شہادت ہے۔ کافروں نے حضرت حمزہؓ کا مثلہ کیا تاک کان وغیرہ کاٹ لئے۔ سینہ چاک کر ڈالا۔ کلیجہ کا ٹکڑا چبایا جس کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو بے حد صدمہ ہوا۔ اور ارشاد فرمایا کہ (حضرت) صفیہؓ (والدہ ماجدہ حضرت زبیرؓ) کی پریشانی کا اگر مجھے خیال نہ ہوتا تو میں انھیں چڑیوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دیتا۔ کہ قیامت کے روز مختلف جگہوں سے اُن کی تخلیق ہوتی۔ [3]

محمد بن جعفر بن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے حضرت حمزہؓ کو اس حال میں مقتول پایا تو آپ نے فرمایا کہ اگر صفیہؓ کو رنج نہ ہو۔ یا میرے بعد یہ بات سنت نہ ہو جائے تو میں ان کو بغیر دفن کئے اسی طرح یہاں چھوڑ دوں تاکہ درندے اور پرندے ان سے اپنی شکم پُری کرلیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ بھی مجھے قریش پر فتح عطا کی تو اُن کے تیس مقتولوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

مسلمانوں نے جب دیکھا کہ آپ کو آپ کے چچا کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا اُس پر اس قدر رنج اور غصہ ہے تو اُنہوں نے عرض کیا کہ اگر ہمیں ابد الآباد تک کسی دن ان مشرکین پر فتح ہوئی تو ہم اُن کے اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے کہ آج تک کسی عرب کے ساتھ نہ کیا ہو۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے اس ارشاد اور پھر صحابہؓ کے اس قول کے متعلق اللہ عزوجل نے قرآن میں۔ وان اقبتم بمثل ما عوقبتم ولئن صبرتم لھو خیر الصابرین تک آخر سورۃ تک نازل فرمایا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔

"اگر تم عذاب دو جیسا تمہیں دیا گیا۔ (تو کرو) اور البتہ اگر تم صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے لئے وہ بہتر ہے"

اس وحی کی بنا پر رسول اللہ صلعم نے مشرکین کو معاف کر دیا۔ اور خود صبر کر لیا۔ اور مقتول کے جسم کو قطع برید کرنے کی ممانعت فرما دی۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ صفیہؓ بنت عبد المطلب اپنے حقیقی بھائی حمزہؓ کو دیکھنے آئیں تو رسول اللہؐ نے اُن کے بیٹے (حضرت) زبیرؓ بن العوام سے کہا کہ تم اُن کے پاس جاؤ اور انھیں لوٹا دو۔ تاکہ جو کچھ اُن کے بھائی کے ساتھ ہوا ہے وہ اُسے نہ دیکھنے پائیں۔

حضرت زبیرؓ اُن کے پاس گئے اور کہا اماں جان آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ آپ واپس چلی جائیں۔

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری ص۲۰۱ [2] ترجمہ صحیح بخاری ص۵۸۱ [3] ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم ص۲۹۴ [4] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص۳۰۔

انھوں نے پوچھا کہ کیوں پھر کہا مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کے اعضاء کو قطع بُرید کیا گیا ہے۔ اللہ کی راہ میں یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

اگر محض اسی وجہ سے ممانعت کی گئی ہے تو میں اس ممانعت سے خوش نہیں ہوئی۔ انشاء اللہ میں صبر و ضبط سے کام لوں گی۔

حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلعم سے آکر اُن کا قول بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اچھا اُنھیں آنے دو۔

وہ حمزہؓ کے پاس آئیں اُن کو خوب دیکھا۔ اُن پر رحمت بھیجی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور اُن کے لئے طلب مغفرت کیا۔

پھر رسول اللہ صلعم کے حکم سے دفن کر دئے گئے۔ [1]

حضرت صفیہؓ اپنے بھائی کی تدفین کے لئے دو کپڑے لے کر آئیں پس آپ دو کشادہ کپڑوں میں دفن کئے گئے۔ [2]

حضرت صفیہؓ کا بھائی کی موت پر استقامت و صبر

لڑائی کے ختم پر حضور اکرم صلعم اور دوسرے صحابہؓ شہید دیکھی نعشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ

حضرت حمزہؓ کو اس حالت میں دیکھا نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں حضورؐ نے اس خیال سے کہ آخر عورت ہیں ایسے ظلموں کے دیکھنے کا تحمل مشکل ہوگا۔ ان کے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کر دو۔ انھوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضورؐ نے دیکھنے کو منع فرمایا ہے انھوں نے کہا کہ میں نے یہ سُنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے گئے ہیں۔ اللہ کے راستہ میں یہ کونسی بڑی بات ہے۔ ہم اس پر راضی ہیں۔ میں اللہ سے ثواب کی اُمید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ صبر کروں گی۔ حضرت زبیرؓ نے حضورؐ سے جا کر اس کلام کا ذکر کیا۔ تو حضورؐ نے اس جواب کو سُن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرما دی۔ آکر دیکھا۔ انا للہ پڑھی اور اُن کے لئے الاستغفار اور دُعا کی۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ اُحد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آ رہی تھی حضورؐ نے فرمایا دیکھو عورت کو روکو حضرت زبیرؓ کہتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں۔ میں جلدی سے روکنے کے لئے بڑھا مگر وہ قوی تھیں۔ ایک گھونسا میرے مارا اور کہا پرے ہٹ۔ میں نے کہا کہ حضور صلعم نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہو گئیں۔ اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے لئے لائی تھی کہ میں ان کے استقلال کی خبر سُن چکی تھی۔ اِن کپڑوں میں ان کو کفنا دینا۔

اسلامی مساوات کا ایک مثل واقعہ

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت صفیہؓ کے دیئے ہوئے کپڑے لیکر حضرت حمزہؓ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاریؓ شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سہیلؓ تھا۔ ان کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا۔ جیسا حضرت حمزہؓ کا تھا۔ ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہؓ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاریؓ کے پاس ایک بھی نہ ہو۔ اس لئے ہم نے دونوں کے لئے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا۔ مگر ایک کپڑا ان میں بڑا تھا۔ دوسرا چھوٹا تو ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصہ میں آ جائے گا وہ ان کے کفن میں لگایا جائے۔ قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیلؓ کے حصہ

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۶۴ و ۲۶۵ [2] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص ۹۰۔

میں آیا۔ اور چھوٹا حضرت حمزہؓ کے حصہ میں آیا جو اُن کے قد سے بھی کم تھا کہ اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانکدو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈالدو۔ [1]

یہ دو جہاں کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے وہ بھی اس طرح کہ حضرت صفیہؓ اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کے لئے دو کپڑے دیتی ہیں مگر یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاری بھائی بے کفن رہے۔ لہذا ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے اور پھر چھوٹا کپڑا اس شخص کے حصہ میں آتا ہے جو کئی وجہ سے ترجیح کا استحقاق بھی رکھتا ہے غریب پروری اور مساوات کا اس سے بہتر و عملی اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

شہداء اور مقتولین اُحد

مسلمانوں کی طرف جنگ اُحد میں ستر آدمی شہید ہوئے جن میں زیادہ تر انصارؓ تھے۔ حضرت حمزہؓ (آنحضرت صلعم کے چچا اور حضرت زبیرؓ کے ماموں) حضرت عمرہ بن الجموعؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت عبداللہ بن جحشؓ (حضرت زبیرؓ کے خالہ زاد بھائی) عبداللہ بن عمرو بن حزام (حضرت زبیرؓ کے چچا زاد بھائی تھے) مہاجرینؓ میں اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اُن لوگوں کو جن میں بہت محبت تھی۔ ایک ہی قبر میں دفن کردو۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ اور اُن کے بھانجے عبداللہ بن جحش ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔ عبداللہ بن عمرو بن حزام اور عمروؓ بن الجموع ایک قبر میں دفن ہوئے۔ [2]

عبداللہ ابن حمید اسدی مشرکین میں ایک نامی گرامی آدمی تھا۔ اسی اُحد کی لڑائی میں مارا گیا۔

اُحد کے دن تیئیس [23] مشرک مقتول ہوئے۔ جن میں عبداللہ بن حمید بن زہیر بن حارث بن اسد بن عبدالعزیٰ بھی تھا۔ [3]

اُحد کی لڑائی میں چار مہاجرؓ اور باقی انصارؓ شہید ہوئے۔ [4]

حضرت زبیرؓ کی دفن میں شرکت

ان چار مہاجرینؓ شہداء میں حضرت حمزہؓ (حضرت زبیرؓ کے ماموں) اور عبداللہ بن جحشؓ بھی تھے۔ حضرت حمزہؓ عبداللہ بن جحشؓ کے ماموں تھے۔ یہ دونوں ایک قبر میں دفن کئے گئے۔ حضرت حمزہؓ کی قبر میں ابوبکرؓ عمرؓ علیؓ اور زبیرؓ اُترے۔ رسول اللہ صلعم اُن کی قبر پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ حضرت حمزہؓ کو غسل دے رہے ہیں اس لئے کہ وہ اُس روز حالتِ جنابت میں تھے۔ [5]

ابوسفیان کا دوبارہ تعاقب

ابوسفیان۔ اُحد سے روانہ ہو کر جب مقام روحا میں پہنچا تو اُسے خیال آیا کہ کام نا تمام رہ گیا۔ آنحضرت صلعم کو پہلے ہی سے گمان تھا دوسرے ہی دن آپ نے اعلان کرا دیا کہ کوئی واپس نہ جائے۔ چنانچہ حمرا الاسد تک جو مدینہ سے آٹھ میل ہے آپ تشریف لے گئے۔

معبد خزاعی نے آنحضرت صلعم سے ملکر اور واپس جا کر ابوسفیان سے کہا کہ محمدؐ اس سرو سامان سے آ رہے ہیں کہ

---

[1] ہمیں بحوالہ حکایات صحابہؓ ص ۶۱ و ۶۲ [2] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص [3] طبقات ابن سعد جزو اول ص ۳ [4] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص ۹ [5] طبقات ابن سعد اردو حصہ دوم جزو خامس ص ۵۰۔

اُن کا مقابلہ ناممکن ہے یہ سُن کر ابوسفیان واپس گیا

مدینہ کو واپسی | ابوجعفر نے کہا ہے کہ تیسرے دن کے بعد آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لے گئے [1]

قرآن اور جنگ اُحد | قرآن مجید میں سورۂ آل عمران میں غزوۂ اُحد کا مفصل ذکر موجود ہے۔

۲ھ کے احکام | اس سال وراثت کا قانون نافذ ہوا اب تک وراثت میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہ تھا اُن کے حقوق کی تفصیل کی گئی۔

واقعہ شہادت حضرت خبیبؓ اور حضرت زبیرؓ | ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلعم نے ایک چھوٹا سا لشکر جاسوسی [2] کے طور پر بھیجا۔ اور اس پر عاصمؓ ابن ثابت کو امیر کیا وہ لوگ چلے گئے۔ یہاں تک کہ جس وقت وہ عسفان اور مکہ کے درمیان تھے۔ ہذیل کے ایک قبیلہ سے لوگوں نے اُن کا ذکر کیا۔ چنانچہ قریب ایک سو تیر اندازوں نے اُن کا پیچھا کیا۔ اُن کے قدموں کے نشانوں کو دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اُن کے پاس جا پہنچے جب کہ عاصمؓ اور عاصم کے اصحابؓ کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے کہا کہ تمہارے واسطے عہد اور میثاق ہے اگر تم لوگ ہمارے پاس اُترو گے تو ہم تم لوگوں میں سے کسی ایک کو بھی قتل نہ کریں گے۔

عاصمؓ نے سن کر کہا۔ میں کافر کے ذمہ میں نہیں اُترتا۔ اُن لوگوں نے یہاں تک تیر مارے کہ عاصمؓ کو معہ سات آدمیوں کے مار ڈالا۔ خبیبؓ۔ زیدؓ بن دثنہ اور ایک مرد باقی رہ گئے۔ اُن ہذیلیوں نے ان سے عہد و پیمان کیا جب وہ لوگ اُن کے پاس اُتر گئے۔ جب اُن لوگوں کو اُن پر قابو مل گیا تو اُنہوں نے اپنی کمانوں کے چلوں کو کھول کر اُن تینوں کو باندھ لیا۔ تیسرا مرد جو مسلمانوں میں سے تھا اُس نے اُن کے ساتھ جانے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ اوّل ہی بیوفائی ہے۔ انہوں نے اسے گھسیٹا اور ساتھ لے چلنے کی بہت کوشش کی وہ نہ سمجھ گیا تو انہوں نے اُسے قتل کر ڈالا۔ خبیبؓ بن عدی انصاری اور زید بن دثنہ کو لے کر چلے گئے اور مکہ پہنچ کر بیچ ڈالا۔ حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خرید لیا۔ خبیبؓ وہ تھے جنہوں نے یوم بدر میں حارث کو قتل کیا تھا۔ اور چند روز اسیری کی حالت میں رکھ کر اُن کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ جب حضرت خبیبؓ کو لوگوں نے قتل کے لئے باہر نکالا تو انہوں نے کہا مجھ کو دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ انہوں نے نماز ادا کی اور پھر یہ دعا مانگی۔ اے میرے خدا اُن لوگوں کو گن کر ایک ایک کر کے ہلاک کر اور متفرق طور پر اُن کو قتل کر ڈال اور اُن میں سے کسی کو باقی نہ رکھ۔ اور میرے اس واقعہ کی خبر آنحضرت صلعم کو پہنچا دے۔ نماز کے بعد دشمنوں نے انکو سولی پر چڑھا کر نیزوں سے چھیدنا ڈالا جس وقت وہ قتل ہوئے اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور اُنکی خبر آنحضرت صلعم کو پہنچی

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ کون ہے جو میرے خبیبؓ کی لاش کو دیکھ

---

[1] قبیلہ قارہ و عضل کے لوگوں نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی تھی کہ کچھ ایسے لوگ ان کے ساتھ کر دیئے جائیں جو انہیں دین اسلام کی تعلیم دیں اور اُن کے مطالب سمجھائیں۔ اسی درخواست کی بنا پر رسول اللہ صلعم نے مرثد اور [illegible] کو بھیجا تھا جن کے غداری کی گئی۔

[2] مسلمانوں میں تشہد ہونے سے پہلے جو دو رکعت نماز پڑھنے کا دستور ہے یہ حضرت خبیبؓ کی ہی سنت ہے۔

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۰۲ تا ۲۰۴ [2] سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۵۶ [3] ترجمہ خلد و اشرف مصری ص ۳۲۸ و ۳۲۹

اُتار لائے سیدنا حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ ہم اس حق کو کیا لائیں گے۔

ابو یوسف نے کتاب اللطائف میں ضحاکؒ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو بھیجا کہ حضرت خبیبؓ جس لکڑی سے لٹک رہے ہیں اُن کو اُس پر سے وہ اُتار لیں۔ یہ دونوں صاحب مکہ معظمہ پہنچے۔

حضرت خبیبؓ کے اطراف انہوں نے چالیس مردوں کو ایسے حال میں پایا کہ وہ نشے میں تھے۔ ان دونوں صاحبوں نے اُن کو اُتار لیا اور حضرت زبیرؓ نے اپنے گھوڑے پر خبیبؓ کی لاش کو رکھ لیا۔ خبیبؓ نرو تازہ تھے۔ اُن کی کوئی شے گلی سڑی نہ تھی۔ جب مشرکین کو لاش لے جانے کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت زبیرؓ کا پیچھا کیا۔ جب ان بزرگوں نے دشمن کو قریب آتے دیکھا تو حضرت زبیرؓ نے لاش کو زمین پر رکھ دیا اور کہا اے زمین یہ آنحضرت صلعم کی امانت ہے تو اس کو احتیاط سے رکھ۔ زمین نے حضرت خبیبؓ کی لاش کو نگل لیا اسی وجہ سے آپ کا لقب بلیع الارض (زمین کا نگلا ہوا) ہو گیا۔ اور کہا سید نا حضرت زبیرؓ نے مستعد بہ جنگ ہو کر دشمن کے سواروں کو ڈانٹا اور فرمایا کہ میں زبیر بن العوام ہوں اور یہ میرے رفیق مقدادؓ بن الاسود ہیں۔ اگر لڑنے کی ہمت ہو تو سامنے آؤ نہیں تو واپس جاؤ۔ یہ سنکر دشمنوں کے حواس باختہ ہو گئے اور سب واپس چلے گئے اور حضرات زبیرؓ و مقدادؓ نے مدینہ منورہ پہنچکر دربار رسالتؐ میں سارا واقعہ عرض کر دیا

غزوہ بنی النضیر ۴ھ

۴ھ میں بنی نضیر کا واقعہ پیش آیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ عمرو بن اُمیہ ضمری نے قبیلہ عامر کے اُن دو شخصوں کو قتل کر دیا۔ جن کو رسُول اللہ صلعم نے وعدہ حفاظت دلایا تھا۔ عامر بن الطفیل نے رسُول اللہ صلعم کو لکھا کہ باوجود عہد و پیمان کے آپ کے آدمی نے ہمارے دو آدمی مار ڈالے ان کی دیت ادا کرو۔ آنحضرت صلعم قبا تشریف لے آئے اور وہاں سے بنو النضیر کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اس دیت کی ادائی میں اُن کی مدد لیں کیونکہ بنو النضیر اور بنو عامر ایک دوسرے کے دوست اور حلیف تھے۔

آپ کے ساتھ بہت سے مہاجرؓ اور انصارؓ تھے جن میں حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ بن العوام حضرت طلحہؓ حضرت سعد بن معاذؓ حضرت اُسید بن حضیرؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ تھے۔[۲]

جب آنحضرت صلعم دیت ادا کرنے کے لئے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے تو یہودیوں نے آپ پر بالاخانہ سے پتھر گرانا چاہا آپ کو اُن کے اس ارادے کا حال معلوم ہو گیا اور آپ فوراً مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے آئے

موسیٰ بن عقبی۔ مولیٰ خاندان حضرت زبیرؓ کی روایت ہے کہ ان لوگوں نے قریش سے در پردہ سازش کی اور انکو آمادۂ جنگ کیا۔ نیز اُن کو مخفی مواقع بتائے۔[۳]

اُحد کے واقعہ کی وجہ سے انہیں پروپگنڈہ کا موقع مل گیا تھا۔ اور منافقین و یہود کے حوصلے بڑھ گئے تھے یہودیوں نے مسلمانوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ وہ یہ چاہتے ہی نہ تھے کہ مسلمان مدینہ منورہ میں رہیں۔ السلام علیکم کے بجائے وہ سام علیکم۔ یعنی موت تمہیں آئے کہتے تھے۔ یہاں تک کہ بنو نضیر نے آنحضرت صلعم کو اوپر سے پتھر گرا کر شہید کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ اس پر آنحضرت صلعم نے اُن کو ترک سکونت کرنے کو کہلا بھیجا تو انہوں نے آنحضرت صلعم کے حکم کو نہ مانا۔ حیی بن اخطب کو رسول اللہ صلعم کے پاس اس پیام کے ساتھ بھیجا کہ ہم اپنے وطن سے نہیں نکلتے۔ اب جو تم سے ہو سکے کر لو۔ اس پیام کو سُنکر رسول اللہ صلعم نے تکبیر کہی

---

[۱] خصائص الکبریٰ ۱ ص ۵۹ تا ۵۹۴ [۲] ابن ہشام و زرقانی و ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۸۶ [۳] ابن ہشام و زرقانی

(آپ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی) اور فرمایا کہ یہودیوں نے لڑائی منظور کر لی۔ [1]

بنو نضیر نے آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ تیس آدمیوں کو لیکر آئیں۔ ہم اپنے احبار کو لے کر آئیں گے۔ چونکہ وہ بغاوت کی تیاری قریش کے اُن کو آمادہ کرنے پر کر چکے تھے۔ حضور اکرم صلعم نے اُن کو کہلا بھیجا کہ جب تک تم ایک معاہدہ نہ لکھ دو میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہوئے۔

آپ یہود یعنی بنی قریظہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اُن سے تجدید معاہدہ کی درخواست کی۔ انھوں نے تعمیل نہ کی۔ بنو نضیر کی طرح یہ بھی معاہدے پر راضی نہ ہوئے۔

بالآخر انھوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ تین آدمی لے کر آئیں۔ ہم بھی تین عالم ساتھ لیکر آتے ہیں۔ یہ علما اگر آپ پر ایمان لائیں گے تو ہم بھی لائیں گے۔ آپ نے منظور فرمایا۔ لیکن راہ میں آپ کو ایک صحیح ذریعہ سے معلوم ہوا کہ یہود تلواریں باندھ کر تیار رہیں گے کہ جب آپ تشریف لائیں تو آپ کو قتل کر دیں۔ [2]

بنو نضیر کی سرکشی کے مختلف اسباب تھے۔ وہ نہایت مضبوط قلعوں میں پناہ گزین تھے۔ جن کا فتح کرنا آسان نہ تھا۔ اسی کے ساتھ عبداللہ بن اُبی منافق نے اُنھیں کہلا بھیجا تھا کہ تم اطاعت نہ کرنا۔ بنی قریظہ تمہارا ساتھ دیں گے۔ اور میں دو ہزار آدمی لے کر تمہاری اعانت کو آؤں گا۔

قرآن مجید میں ہے کہ "تم نے دیکھا کہ منافق اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ تم نکلو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ اور ہم تمہارے باب میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے۔ اور اگر تم سے کوئی لڑا تو ہم بھی تمہاری مدد کو آئیں گے"۔ لیکن بنو نضیر کے تمام خیالات غلط نکلے۔ بنو قریظہ نے اُن کا ساتھ نہیں دیا۔ اور منافق علانیہ اسلام کے مقابلہ میں نہیں آ سکتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے پندرہ دن تک اُن کا محاصرہ کیا۔ قلعہ کے گرد جو نخلستان تھے اُن کے چند درخت کٹوا دئے۔

قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے کہ "تم نے لینۃ کے جو درخت کٹوا دئے اور جس قدر قایم رہنے دئے۔ سب خدا کے حکم سے تھا تاکہ خدا فاسقوں کو رسوا کرے"۔ [3]

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بنی نضیر کا پندرہ دن تک محاصرہ کیا۔ اور اس زمانے میں اُن کو بالکل بے بس اور مجبور کر دیا۔ آخر کار اُنہوں نے آپ کے مطالبہ کو منظور کر لیا۔ اور اس شرط پر صلح کی کہ اُن کو قتل نہ کیا جائے گا۔ مگر اُن کے وطن اور زمینوں سے اُن کو بیدخل کرایا جائے گا۔ اور اُن کو شام کے بیابانوں میں جلا وطن کر دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلعم نے اُن کے ہر تین شخصوں میں ایک اونٹ اور ایک مشک پانی کی دی۔

زہریؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اس قبیلہ سے جنگ کی اور جلا وطنی کی شرط پر اُن سے صلح کی۔ لہٰذا آپ نے شام کی طرف اُن کو جلا وطن کر دیا۔ اور اجازت دی کہ اسلحہ کے علاوہ جتنا بار اُونٹ لاد سکے وہ لیجائیں۔

ابن اسحٰقؒ کے سابق سلسلہ بیان کے مطابق بنو عوف بن الخزرج میں عبداللہ بن اُبی بن سلول (منافق) دو یہود مالک بن ابی نوفل۔ سوید۔ اور داعس۔ ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے بنو نضیر سے کہلا بھیجا تھا کہ تم اپنی جگہ ثابت قدم رہو۔ اور مقابلہ کرو۔ ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ اور اگر تم جلا وطن کر دئے جاؤ گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۸۸ و ۲۸۹ [2] فتح الباری غزوۂ بنو نضیر جلد سابع ص ۲۵۵ و صحیح بخاری [3] سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۳۷۳ و ۳۷۸

ملہ۔ ایک خاص قسم کی کھجور۔

چلیں گے۔ لہٰذا ابھی تم انتظار کرو۔ مگر انھوں نے اس مشورہ پر عمل نہیں کیا۔ اللہ نے اُن کے دِلوں میں ایسا رُعب ڈالا کہ خود اُنھوں نے رسُول اللہ صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہمیں قتل نہ کریں۔ جلا وطن کر دیں۔ اس شرط پر کہ اسلحہ کے علاوہ جس قدر سامان اُونٹ اُٹھا سکے وہ ہم ساتھ لے جائیں۔

رسُول اللہ صلعم نے اُن کی درخواست منظور فرمائی۔ اور اُنھوں نے تمام وہ سامان جو اُونٹ پر لاد اجا سکا ساتھ لے لیا۔ چنانچہ یہ لوگ اپنے گھروں کے دروازے تک۔ چوکھٹ کے ساتھ نکال کر اُونٹوں پر بار کر کے لے گئے۔

یہ خیبر گئے۔ اور پھر وہاں سے شام چلے گئے۔

اُن کے شرفاء میں سے جو خیبر آئے وہ سلام بن ابی الحقیق۔ کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق اور حُیی بن اخطب تھے۔ جب یہ وہیں رہ پڑے تو اہلِ خیبر نے اُن کی اطاعت قبول کر لی۔

علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ ۴ھ کے ماہ ربیع الاول میں رسُول اللہ صلعم نے بنو نضیر کے یہودیوں سے غزوہ فرمایا تھا۔ کہا گیا ہے کہ (۱) بنی نضیر اور بنی قریظہ حضرت ہارون بن عمران ؑ برادر حضرت موسیٰ ؑ کی اولاد میں تھے۔ (۲) بنی نضیر عرب کے قبیلہ حذام کے لوگ تھے۔ جو عمالقہ کے مذہب و بت پرستی سے بیزار ہو کر شریعت موسوی کے پیرو ہو گئے تھے۔ اور شام سے حجاز کی طرف نقل مقام کر کے چلے آئے تھے۔

بنی نضیر کا علاقہ نواح غرس و مضافات مقبرۂ بنی خطیمہ میں تھا۔

رسُول اللہ صلعم کی اُن سے صلح تھی۔ کچھ روز بعد اُنہوں نے آپ کے ساتھ غدر کرنا چاہا۔ مگر آپ کو خبر ہو گئی اور جنگ پر مستعد ہو گئے۔ چنانچہ رسُول اللہ صلعم نے خود تشریف لے جا کر اُن کا محاصرہ کر لیا۔ جو پندرہ روز تک رہا۔ آخر مقامات فدک اور خیبر میں اُن کو جلا وطن کر کے جس قدر اُونٹ گائے۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکریاں تھیں لے لیں۔[1]

حضرت زبیرؓ کو عطائے جاگیر از اموال بنو نضیر

ابو ضمرہؒ ہشامؒ سے اور وہ اپنے والد (حضرت عروہ بن الزبیرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کو بنی نضیر کے اموال میں سے ایک زمین دی تھی۔[2]

انس بن عیاضؒ اور عبداللہ بن نمیر الہمدانی نے ہشام بن عروہؒ اور اُنہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلعم نے حضرت زبیرؓ کو بنی النضیر کے اموال میں ایک زمین عطا فرمائی۔ جس میں خرمے کے درخت تھے۔[3]

آنحضرت صلعم نے الزبیرؓ بن العوام کو بنی نضیر کی اراضی میں سے ایک نخلستان عطا فرمایا۔[4]

جاگیر کا فاصلہ مدینہ منورہ سے

حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت زبیرؓ کی اُس زمین میں سے جو رسُول اللہ صلعم نے اُن کو بطور جاگیر عطا فرمائی تھی کھجوروں کی گٹھلیاں اُٹھا کر لاتی تھی۔ زمین مذکور میرے مکان سے ۲/۳ ۱۵ فرسخ پر تھی۔[5]

غزوۂ بدر ثالثہ ذیقعدہ ۴ھ

ذیقعدہ میں رسُول اللہ صلعم ایک ہزار پانچ سو کی جمعیت سے نکلے جس میں دس گھوڑے بھی تھے۔ یعنی دس سوار (ان ہی میں ایک حضرت زبیرؓ بھی تھے) اور باقی پیدل تھے۔ باعث یہ تھا کہ ابوسفیان صخر بن حرب نے اُحد سے واپس جاتے ہوئے

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۸۹، ۲۹۰ [2] ترجمہ تنبیہ و اشراف ص ۲۰۰ [3] ترجمہ صحیح بخاری ص [4] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص ۵، ۷ [5] فتوح البلدان جزو اول ص [6] ترجمہ صحیح بخاری ص ۴۲، ۴۳۔

واپس آنے کا وعدہ کیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے وہاں آٹھ دن قیام فرمایا۔ اس غزوہ کا نام غزوہ بدر ثالثہ ہے۔ ابوسفیان نے قریش کی جماعت کو لے کر مکہ سے عسفان کا رُخ کیا۔ اُس کی جماعت کی تعداد دو ہزار تھی جس میں پچاس گھوڑے سوار تھے۔ مگر اُس نے قیام نہ کیا۔ اور واپس مکہ چلا گیا۔ رسُول اللہ صلعم بھی مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ جہاں آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری کو اپنا قائم مقام فرمایا تھا۔

اس غزوہ میں آپ سولہ دن مدینہ سے باہر رہے۔

غزوۂ دومۃ الجندل ۵ھ

یہ پہلا غزوہ ہے۔ جو رومیوں کے مقابلہ میں آپ نے فرمایا۔ مقام دومۃ الجندل اور دمشق کے درمیان پانچ راتوں کا فاصلہ ہے۔ اور مدینہ منورہ اور دومۃ الجندل کے درمیان پندرہ راتوں کی مسافت ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ (صرف) تیرہ راتوں کا فاصلہ ہے۔

دومۃ الجندل کا حاکم اُکیدر بن عبدالملک تھا جو مذہباً نصرانی اور ہرقل بادشاہ رُوم کا فرماں بردار تھا۔ مدینہ منورہ سے جو لوگ اُدھر کو جاتے اور تجارت کو نکلتے وہ اُن سب سے تعرض کیا کرتا تھا۔ اُکیدر کو آنحضرت صلعم کی تشریف آوری کی خبر ملی تو وہ بھاگ گیا اور دومۃ الجندل میں جتنے لوگ تھے منتشر ہو گئے۔ رسُول اللہ صلعم وہاں پہنچے تو کسی کو نہ پایا۔ چند روز مقیم رہے اور پھر مدینہ منورہ مراجعت فرمائی۔

اسی سال رسُول اللہ صلعم نے عُیینہ ابن حصن بن حذیفہ بن بدر فزاری سے مصالحہ فرمایا۔

غزوۂ ذات الرقاع محرم ۵ھ وغزوۂ مریسیع یا بنی مصطلق شعبان ۵ھ

شعبان کی دو شبیں گذری تھیں کہ رسُول اللہ صلعم نے بنی المصطلق بن سعد بن عمرو سے غزوہ فرمایا۔ انھیں لوگوں کو خزاعہ کہتے ہیں جس کی درمیانی شاخیں یہیں سے نکلی ہیں۔ چنانچہ بنو مصطلق بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر ہے خزاعہ ان کا نام اس لئے پڑا کہ مارب سے نکلتے وقت قبیلہ ازد سے کہ یہ ہی اُن کا قبیلہ تھا۔ الگ ہو کر مقام بطن مرّ کی جانب منخزع ہو گئے تھے۔

(منخزع وہ لوگ جو الگ ہو جائیں۔ خزاعہ کے بھی یہ ہی معنی ہیں)۔

بنی مصطلق کا قیام ایک آبگیر پر تھا۔ جو اُنھیں کی ملکیت تھی۔ اور جس کا نام مریسیع تھا۔ یہ آبگیر مقام قُرع کی سڑک پر واقع تھی۔ جو مدینہ منورہ سے آٹھ چوکیوں کے فاصلہ پر ہے۔ جنگ چھڑی تو اُنھیں لوگوں کو ہزیمت ہوئی اور اُن کے بہت آدمی قتل و قید ہوئے۔ لڑکے بالوں کو لونڈی غلام بنا لیا گیا اور مال و اسباب غنیمت میں داخل ہوا۔

غزوۂ ذات الرقاع

قریش اور یہود کی متفقہ سازش نے اب مکہ سے لیکر مدینہ تک آگ لگا دی۔ جس قدر قبایل تھے سب مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سب سے پہلے انمار اور ثعلبہ نے یہ ارادہ کیا۔ آنحضرت صلعم کو خبر ہو گئی۔ آپ دس محرم ۵ھ کو مدینہ سے چار سو صحابہؓ کو لے کر نکلے اور ذات الرقاع تک تشریف لے گئے۔

ف نوٹ۔ ذات الرقاع یہ ایک پہاڑی ہے جو مقام نخیل کے قریب اور مقامات سَعْد و شَنْقرہ کے متصل واقع ہے اُس کے پتھروں کے مختلف و گوناگون رنگ ہیں کچھ سُرخ ہیں کچھ سفید کچھ سیاہ یہ ہی وجہ ہے جو اس کو ذات الرقاع کہتے ہیں یعنی رقع پیوند والی پہاڑی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس غزوہ کا نام ذات الرقع اس لئے پڑا کہ فوج کے جھنڈوں میں رقع پیوند لگے ہوئے تھے۔ (ترجمہ تبیہ اشراف مسعودی صفحہ ۵)

ف ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۵۱ تا ۵۴۔

لیکن آپ کی آمد کی خبر سن کر وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ [1]

اِس غزوۂ ذات الرقاع میں رسُول اللہ صلعم نے نماز خوف پڑھی۔ کیونکہ دشمن قریب اور نگران تھا۔ لیکن اس امر میں ونیائے اسلام کے قدیم فقہا مختلف ہیں کہ یہ نماز کیسی تھی۔ اور اُس کی کیفیت و ہیئات کیا تھی۔ رسُول اللہ صلعم اس کے بعد مدینہ واپس آ گئے۔ جہاں آپ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو اپنا قایم مقام مقرر فرمایا تھا۔ پندرہ شبیں آپ باہر رہے تھے۔ [2]

غزوۂ بنی مُصطلق

قبیلہ خزاعہ قریش کا حلیف اور ہم عہد تھا۔ اور خزاعہ کا ایک خاندان بنو مُصطلق کہلاتا تھا۔ وہ مقام مریسیع میں جو مدینہ منورہ سے نو منزل ہے۔ آباد تھا۔ اُس نے قریش کے اشارے سے از خود مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔

آنحضرت صلعم بعد تصدیق دو شعبان کو مدینہ سے فوجیں لے کر روانہ ہوئے۔ مریسیع میں خبر پہنچی تو بنو مُصطلق کے رئیس کی جمعیت منتشر ہوگئی۔ اور وہ بھی کسی طرف نکل گیا۔ لیکن مریسیع میں رہنے والوں نے صف آرائی کی اور دیر تک جم کر تیر برساتے رہے۔ مسلمانوں نے حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے۔ اُن کے دس آدمی تو مارے گئے اور چھ سو گرفتار ہوئے۔ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔ [3]

آنحضرت صلعم نے بنو مصطلق پر اس حالت میں حملہ کیا کہ وہ بے خبر اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ [4]

واقعہ افک یعنی حضرت عائشہؓ پر جو منافقین نے تہمت لگائی تھی وہ اسی لڑائی سے واپسی میں پیش آیا۔

غزوۂ خندق یا احزاب شوال ۵ھ

بنو نُضیر پر رسُول اللہ صلعم نے تو یہ کرم فرمایا کہ اُنھیں مال و دولت سمیت نکل جانے دیا۔ مگر ان بدبختوں نے خیبر پہنچتے ہی ایک نہایت عظیم الشان سازش کی اور وہ آگ لگائی جس کا نتیجہ جنگ احزاب کی شکل میں ظاہر ہوا۔ خود تو مرد میدان نہ تھے لیکن سازش و فساد کا پورا ملکہ رکھتے تھے۔ قبایل میں دورہ کر کے اُنھوں نے ہر جگہ جوش جنگ تازہ کر دیا۔

اصل واقعہ یہ ہوا کہ چند یہودیوں نے جن میں سلام بن ابی حقیق النضری۔ حُیَیّ بن اخطب النضری۔ کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق النضری۔ ہوذہ بن قیس الوائلی اور ابو عمار الوائلی وغیرہ بنی النضیر اور بنی وائل کے لوگوں نے رسُول اللہ صلعم کے خلاف مختلف قبایل کو جنگ کے لئے اُبھارا۔ یہ قریش کے پاس مکہ آئے۔ اور اُن کو بھی رسول اللہ صلعم سے جنگ کی دعوت دی۔ اور اُس وقت تک ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ جب تک کہ مسلمانوں کا استیصال نہ ہو جائے۔ [5]

قریش کے بعد یہ لوگ دوسرے قبایل غطفان وغیرہ کے پاس آئے اور اُن کو خیبر کے محاصل کے نصف حصہ کا لالچ دے کر ساتھ ملا لیا۔ بنو اسد [6] غطفان کے حلیف تھے۔ بنو سعد یہود کے حلیف تھے۔ بنو تمیم قریش سے قرابت رکھتے تھے۔ اور یہ قبایل عرب کے کثیر التعداد نامور جری۔ با اثر اور ذی اقتدار تھے۔ نتیجہ اس تگ و دو کا یہ ہوا کہ ان تمام قبایل کے ایک عظیم الشان لشکر نے پورے طنطنہ۔ جلال اور شان و شوکت کے ساتھ ابو سفیان کی قیادت میں مدینہ کی طرف کوچ کیا۔ اس لشکر کا شمار دس ہزار سے چوبیس ہزار تک کیا گیا ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۴۴ [2] ترجمہ تنبیہ و اشراف سعودی ص ۲۵۲ و ۲۵۳ [3] طبقات ابن سعد ص [4] سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۳۵۳ [5] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۳۰ [6] یہ بنو اسد۔ یہودی ہے اور قریش کے بنو اسد بن عبد العزیٰ بن قصی سے جدا گانہ ہے۔

فتح الباری میں تصریح ہے کہ اُن کی تعداد چوبیس ہزار تھی۔ علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے مقابلے کو قبایل (۱) قریش (۲) غطفان (۳) سُلیم (۴) اَسَد (۵) اشجع (۶) قریظہ (۷) نضیر اور اُن کے علاوہ دوسرے یہودی بھی چلے تھے۔ ان سب کی مجموعی تعداد چوبیس ہزار تھی۔ جن میں قریش اور اُن کے پیرو چار ہزار تھے۔ جن کے ساتھ تین سو گھوڑے اور ایک ہزار چار سو اُونٹ بھی تھے۔ ابوسفیان صخر ابن حرب کو سپہ سالاری حاصل تھی۔

مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار کے قریب تھی۔ یہ واقعہ ماہ شوال کا ہے۔ اور بقول بعض ذیقعدہ کا۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے اس موقع پر رسول اللہ صلعم کو خندق کی صلاح دی۔ جس پر آپ کاربند ہوئے اور گرداگرد خندق کھدوائی۔ [1]

محمد بن عمرؓ کے قول کے مطابق سلمانؓ نے آپ کو خندق بنانے کا مشورہ دیا تھا اور یہ ہی پہلی جنگ ہے جس میں وہ آزاد کی حیثیت سے رسول اللہ صلعم کے ساتھ شریک ہوئے۔

اُنھوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم ایران میں تھے۔ جب کبھی گھر جاتے تو اپنے گرد خندق بنا لیتے تھے۔ [2]

تمام لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور خندق کھودنے کے آلات مہیا کئے۔ مدینہ میں تین جانب مکانات اور ایک جانب نخلستان کا سلسلہ تھا۔ جو شہر پناہ کا کام دیتا تھا۔ صرف شامی رُخ کھلا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ نے تین ہزار اصحابؓ کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اُسی مقام میں خندق کھودنے کی تیاری شروع کی۔ یہ ذیقعدہ ۵ سنہ ہجری مطابق ۶ تاریخ تھی۔ آنحضرت صلعم نے حُدود خود قایم کئے۔ اور داغ بیل ڈال کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی۔ خندق کی گہرائی پانچ گز رکھی گئی۔ یہ خندق بیس دن میں انجام کو پہنچی۔ [3]

ابن اسحٰقؒ کے سلسلۂ بیان کے مطابق مسلمانوں کو ثواب کی ترغیب دینے کے لئے خود رسول اللہ صلعم نے خندق کے کھودنے میں شرکت کی۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی نہایت محنت و جانفشانی سے اُس میں کام کیا۔ البتہ منافقین نے مسلمانوں اور رسول اللہ صلعم کا اس کام میں ساتھ نہیں دیا۔ کچھ ناقابلیت کا بہانہ کرکے شریک ہی نہیں ہوئے۔ اور کچھ ایسے تھے کہ بغیر آپ کے علم اور اجازت کے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ اُن میں سے اگر کسی کو نہایت ضروری کام پیش آجاتا تو وہ آپ سے اجازت لے کر ضرورت کو پورا کرنے چلا جاتا۔ اور پھر ضرورت پوری کرکے واپس آجاتا کہ نیک کام میں شرکت کرے۔

اسی موقع پر اللہ عزوجل نے یہ کلام نازل فرمایا ہے۔ انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ۔ نیز یہ کہ واستغفر لھم اللہ ان اللہ غفور رحیم ۵ ترجمہ (وہ مومن جو اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں وہ جب اُس کے ساتھ کسی مشترکہ کام میں لگتے ہیں تاوقتیکہ اُس سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے تم اُن کے لئے اللہ سے طلب مغفرت کرو بیشک اللہ معاف کرنے والا اور مہربان ہے)۔

---

[1] نوٹ۔ عراق کے شہر مدائن میں جو آج کل بلکل برباد ہو چکا ہے اس میں اسلامی فتح کے وقت کی ایک خوبصورت جامع مسجد بھی تھی جس کے قریب حضرت سلمانؓ کا مزار تھا۔ (جغرافیہ خلافت مشرقی باب دوم ص۴۶)۔

---

[1] تنبیہ واشراف مسعودی ص۵۵ [2] تاریخ طبری جلد اول حصہ سوم ص۳۰۱ [3] سیرۃ النبی جلد اول ص۳۸۷۔

یہ کلام اُن ہی مسلمانوں کی شان میں نازل ہوا ہے۔ جو اُس کو کار خیر سمجھ کر نہایت خوشی اور مستعدی سے اُس میں عملاً شریک تھے تاکہ اُس میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کر کے مستحق اجر ہوں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اُن منافقین کے لئے جو رسول صلعم کی اجازت کے بغیر کام سے کھسک جاتے تھے فرماتا ہے۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ۵ اپنے قول قد یعلم ما انتم علیہ تک (ترجمہ۔ تم ہرگز رسولؐ کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ تم میں سے کوئی کسی کو بلائے بیشک وہ جانتا ہے جو تمہارا اصلی منشا ہے)۔ یعنی وہ جانتا ہے کہ تم میں صداقت کتنی ہے اور کذب کتنا ہے۔ ۱؎

کثیرؓ بن عبد اللہ بن عمروؓ بن عوف المزنی اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا کی روایت بیان کرتا ہے کہ جنگ احزاب میں رسول اللہ صلعم نے خندق کا نشان اُجم الکثیبین سے بنی حارثہ کی طرف ندا تک ڈالا ہر چالیس گز خندق کے لئے دس آدمی مقرر کئے۔ ۲؎

مہاجرینؓ و انصارؓ کے حق میں خندق کھودتے وقت آنحضرت صلعم کی دعا

مہاجرینؓ غزوۂ خندق کے موقع پر علی الصباح کڑکڑاتے جاڑوں میں خالی پیٹ خندق کھودتے تھے۔ چنانچہ اسی موقع پر ایک دن صبح سویرے آنحضرتؐ تشریف لائے تو یہ منظر دیکھا کہ مہاجرینؓ و انصارؓ سردی کی صبح میں خندق کھود رہے ہیں اور اُن کے پاس کوئی نوکر چاکر نہیں کہ اس کام کو کر دے۔ اُس وقت اُن کی تھکن و بھوک کو دیکھ کر یہ دعا فرمائی۔

"خدایا اصل عیش آخرت کا عیش ہے۔ مہاجرینؓ و انصارؓ کی مغفرت فرما"۔ ۳؎

مہاجرینؓ و انصارؓ بھی اپنے اُوپر لاد لاد کر مٹی نکالتے اور جوش میں ہم آواز ہو کر یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

خندق کھودتے وقت مہاجرینؓ و انصارؓ کے اشعار اور حضور اکرم صلعم کی طرف سے اُن کا جواب۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مہاجرینؓ و انصارؓ مدینہ کے آس پاس خندق کھودتے جاتے تھے اور اپنی کمر پر رکھ کر مٹی باہر نکالتے جاتے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے "ہم ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے تا بقائے حیات رسول اللہ صلعم سے جہاد کرنے پر بیعت کی ہے"۔ اور حضور صلعم بطور جواب فرماتے تھے "سچی زندگی تو درحقیقت آخرت ہی کی ہے۔ الٰہی تو انصارؓ و مہاجرینؓ کو برکت عطا فرما"۔ ۴؎

جنگ خندق کے دنوں میں مسلمانوں کی غذا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک لب جَو بُو دار چربی میں ملا کر مسلمانوں کے آگے رکھے جاتے تھے۔ چربی بھی بُو دار تھی جو حلق کو ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ لیکن لوگ کیونکہ بھوکے تھے وہ ہی کھا لیتے تھے۔ ۵؎

خندق کو کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آ گئی۔ سلمانؓ خندق کے اندر سے چڑھ کر رسول اللہؐ کے پاس آئے۔ آپ اُس وقت تُرکی خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں۔ خندق میں ایک بڑا سفید سخت اور چکنا پتھر نکل آیا ہے۔ اُس سے ہمارے اوزار ٹوٹ گئے۔ ہم اُس کے کھودنے سے تنگ آ گئے ہیں۔ اُس پر

۱؎ و ۲؎ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۳ ۳؎ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص ۴؎ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۵۰۔
۵؎ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۵۱۔

کچھ اثر ہی نہیں ہوتا۔ اب جیسا ارشاد عالی ہو۔ ہم حضور کے خط سے سرمو تجاوز نہیں کرنا چاہتے۔ رسول اللہ صلعم حضرت سلمانؓ کے ساتھ خود خندق میں اُترے اور کدال ہاتھ میں لیکر اُس پتھر پر تین ضربیں ماریں جس سے وہ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ [۱]

ابن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ اہل خندق تین ہزار تھے۔ جب رسول اللہ صلعم خندق کی تیاری سے فارغ ہوچکے۔ قریش مدینہ کے سامنے آئے اور غابہ کے درمیان اُحمہ کے پاس جہاں تمام پہاڑی وادیاں مل جاتی ہیں فروکش ہوئے۔ اُن کی تعداد دس ہزار تھی جس میں اُن کے جیوش اور کنانہ اور تہامہ کے دوسرے توابع ساتھ تھے۔ پھر غطفان اپنے نجدی پیروؤں کے ساتھ مدینہ آئے اور اُحد کے پہلو میں ذنب نقمیٰ میں فروکش ہوئے۔ رسول اللہ صلعم تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ پر برآمد ہوئے۔ آپ نے کوہ سلع کو اپنی پشت پر چھوڑا۔ وہاں آپ نے پڑاؤ قایم کیا۔ اور خندق کو اپنے اور دشمن کے مابین رکھا۔

بچوں اور عورتوں کے متعلق آپ نے حکم دیا کہ ان کو قلعوں میں حفاظت کے لئے بھیجدیا جائے۔ چنانچہ وہ سب وہاں منتقل کردئے گئے۔ [۲]

مُشرکین کی بدعہدی

اُوپر بتایا جاچکا ہے کہ مشرکین کے لشکر کا شمار چوبیس ہزار تک کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے عرب میں غالباً اس سے بڑا کوئی لشکر میدان میں نہیں آیا تھا۔ مسلمانوں کی نہایت نازک حالت تھی۔ باہر کی طرف سے یہ سیلاب اُمڈا چلا آرہا تھا۔ اور اندر منافقین و فریظہ موقع کی تاک میں تھے بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب (حضرت صفیہؓ اُم المومنین کا باپ) جو خدا کو ضامن دیکر مسلمانوں کے خلاف کسی معاندانہ کارروائی میں شریک نہ ہونے کا اقرار کرگیا تھا۔ خفیہ طور پر بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد القرظی کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں تمام عرب کو مدینہ پر چڑھا لایا ہوں۔ اب اسلام کا خاتمہ ہے۔ دیکھو اس موقع پر نہ چوکو پھر یہ موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ کعب نے پہلے تو کہا کہ (حضرت) محمدؐ کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہو میرے اُن سے دوستانہ تعلقات قایم ہیں۔ اور اُنھوں نے اب تک معاہدۂ دوستی کی پوری پابندی کی ہے۔ اس طرح کہ مجھے کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ لیکن آخرکار حیی کی خوشامد و چاپلوسی اور وعدوں کی وجہ سے کعب نے اپنے اُس عہد کو جو رسول اللہ صلعم سے کیا تھا۔ توڑ ڈالا۔

آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ نے چند صحابہؓ کو بنو قریظہ کے پاس بھیجکر اُن کے اس طرز عمل کی تصدیق چاہی۔ صحابۂ کرامؓ نے کعب کے یہاں جاکر دیکھا کہ جو اطلاع نقض عہد اور مخالفت کی مسلمانوں کو ملی ہے وہ اُس سے کہیں زیادہ خباثت اور شرارت پر آمادہ ہیں۔ جب اُن کو معاہدہ کی یاددہانی کرائی تو اُنھوں نے مغرورانہ جواب دیا۔ ہم نہیں جانتے کیسا معاہدہ ہم میں اور (حضرت) محمدؐ میں کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔ اور رسول اللہ صلعم کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ صحابۂ کرامؓ نے واپس آکر حضور اکرم صلعم کی خدمت میں یہ بات بتادی کہ بیشک اُنہوں نے معاہدۂ دوستی توڑ دیا ہے۔ اور وہ آمادۂ پیکار ہیں۔ اور وہ اصحابؓ رسول صلعم کے ساتھ وہ ہی کرنا چاہتے ہیں جو اصحاب رجیع نے خبیبؓ بن ربیع کے ساتھ کیا تھا۔ رسول اللہ صلعم نے تکبیر کہی اور فرمایا اے مسلمانوں بشارت ہو۔

اس وقت مسلمانوں کی مصیبت بہت زیادہ ہوگئی۔ اور وہ بہت فکرمند ہوئے۔ دشمن نے اُن کو ہر طرف سے نشیب و فراز سے آلیا۔ [۳]

---

[۱] [۳] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۸۔

حالات کی نزاکت اس وقت کی تصویر خود خدا نے جس شان سے کھینچی ہے وہ یہ ہے۔

إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝ (سورۃ الاحزاب پارہ (۲۱) رکوع آٹھ سورۃ ۹)

ترجمہ۔ جب کہ دشمن اوپر کی طرف اور نشیب کی طرف سے آپڑے۔ اور جب آنکھیں پھر گئیں اور کلیجے منھ میں آگئے اور تم خدا کی طرف طرح طرح کی بدگمانی کرنے لگے۔ تب مسلمانوں کی جانچ کا وقت آگیا۔ اور وہ زور سے لرزنے لگے۔

بعض منافقین کا اس موقع پر نفاق بھی کھل گیا۔ بنو عمرو بن عوف کا معتب بن قشیر کہنے لگا کہ محمدؐ ہم سے وعدے کرتے تھے کہ ہم کسریٰ اور قیصر کے خزانوں کو اپنے تصرف میں لائیں گے۔ یہ تو کچھ ہوا نہیں۔ اس کے برخلاف اب یہ نوبت آگئی ہے کہ ہم قضائے حاجت کو باہر نہیں جاسکتے۔ بنو حارثہ بن الحارث کے اوس بن قیظی نے کہا اے رسول اللہ صلعم ہمارے گھر دشمن کی زد میں ہیں۔ یہ بات اس نے اپنی قوم کی ایک جماعت کی جانب سے کہی تھی۔ آپ ہمیں اجازت دیں کہ اپنے گھروں کو چلے جائیں کیونکہ وہ شہر مدینہ کے بیرون میں واقع ہیں۔ [1]

قرآن میں ان منافقین کی ارادوں کو جن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ کھلے نہیں ہیں بلکہ ان کو بھاگنا مقصود ہے (سورۃ احزاب)۔

یہ ہی وقت تھا جب کہ کھرے اور کھوٹے پرکھے جارہے تھے۔ اور جاں نثارانِ اسلام کے ایمان کا امتحان تھا۔ خدا کی کسوٹی پر طلائے اخلاص آزمانے کی گھڑی آگئی تھی۔

مخلص اور جاں نثار مسلمانوں کی حالت قرآن نے اس طرح بیان کی ہے۔ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا۔ [2]

ترجمہ۔ جب مسلمانوں نے قبائل کی فوجیں دیکھیں تو بول اٹھے کہ یہ وہ ہی ہے جس کا وعدہ خدا اور اس کے رسولؐ نے کیا تھا۔ اور خدا اور اس کا رسولؐ دونوں سچے تھے۔ اور اس بات نے ان کی اطاعت و یقین کو اور بھی بڑھا دیا۔ (احزاب)

تقریباً ایک مہینہ تک محاصرہ قایم رہا۔ آنحضرت صلعم اور اصحاب کرامؓ پر تین تین فاقہ گذر گئے۔

ایک دن صحابہؓ نے بیتاب ہوکر آنحضرت صلعم کے سامنے اپنے شکم کھول کر دکھائے کہ پتھر بندھے ہیں لیکن جب آپ نے شکم مبارک کھولا تو ایک کے بجائے دو پتھر بندھے تھے۔ (شمائل ترمذی)

عرب کی عادت تھی کہ سخت بھوک میں پتھر باندھتے تھے۔ جس سے کمر جھکنے نہیں پاتی تھی۔

محاصرین نے ادھر تو خندق کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ادھر دوسری طرف اس غرض سے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا کہ آنحضرت صلعم اور صحابہؓ کے اہل و عیال یہیں قلعوں میں پناہ گزیں تھے۔ مشرکوں کی طرف سے قریش کے مشہور جنرل۔ ابوسفیان اور دوسرے باری باری سے ایک ایک دن فوج لے کر لڑتے اور باہر سے تیر و پتھر برساتے تھے۔ کیونکہ خندق کو عبور نہیں کرسکتے تھے۔ اس لئے اس طریقہ سے انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے جہاں سے خندق کم عریض تھی انہوں نے عام حملہ کردیا۔ اور ان کے کچھ لوگ خندق اتر آئے۔ حملہ کا یہ دن بہت سخت تھا۔ تمام دن لڑائی رہی۔ جس کا حدیث میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔ کیونکہ پیہم تیراندازی اور

---

[1] طبری جلد اول حصہ سوم ص ۳۰۔ [2] رکوع ۱۲ سورۃ (۲۱)۔

سنگ باری کی وجہ سے جگہ سے ہٹنا ممکن نہ تھا۔ [1]

والدہ ماجدہ حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں یہودی کا قتل اور قلعہ کی حفاظت۔

مستورات جس قلعہ میں تھیں وہ بنی قریظہ کی آبادی سے متصل تھا۔ یہودیوں نے یہ حالت دیکھ کر کہ تمام جمعیت آنحضرت صلعم کے ساتھ ہے۔ قلعہ پر حملہ کیا۔ ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا۔ وہ قلعہ پر حملہ کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا کہ

حضرت صفیہؓ (آنحضرت صلعم کی پھوپھی اور حضرت زبیرؓ کی والدہ معظمہ) نے دیکھ لیا۔ آپ نے حضرت حسانؓ بن ثابت (شاعر) سے جو مستورات کی حفاظت کے لئے متعین کئے گئے تھے کہا کہ اُتر کر اسے قتل کر دو۔ ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو پتہ دیگا۔

حضرت حسانؓ کو ایک عارضہ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اُنکی آنکھ میں چھپن پیدا ہو گئی تھی کہ وہ لڑائی کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اِس بنا پر اُنہوں نے اپنی معذوری ظاہر کی۔ اور کہا کہ میں اِس کام کا ہوتا تو یہاں کیوں ہوتا۔ یہ سن کر حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب اُٹھائی اور اُتر کر یہودی کے سر پر اِس زور سے ماری کی اُس کا سر پھٹ گیا۔ حضرت صفیہؓ چلی آئیں اور حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ یہودی کے کپڑے اور ہتیار چھین لاؤ۔ حضرت حسانؓ نے کہا جانے دیجئے مجھ کو اُن کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت صفیہؓ نے فرمایا۔ اچھا جاؤ اُس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینکدو کہ یہودی مرعوب ہو جائیں۔ لیکن یہ کام بھی حضرت صفیہؓ ہی کو کرنا پڑا۔ جس سے یہودیوں کو یقین ہوا کہ قلعہ میں کچھ فوج متعین ہے۔ اِس لئے پھر اُنہوں نے حملہ کی جراءت نہیں کی۔ [2]

بارگاہِ رسالت پناہ سے حضرت زبیرؓ کو حواریٔ (رسول اللہ صلعم) کا لقب۔

محاصرہ اِس قدر شدید تھا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ کوئی ہے جو باہر نکل کر محاصرین کی خبر لائے۔ تین دفعہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔ لیکن ہر بار سوائے حضرت زبیرؓ کے کسی کی کوئی صدا نہیں آئی۔

اِسی موقع پر آنحضرت صلعم نے حضرت زُبیرؓ کو حواری کا لقب عطا فرمایا۔

قال رسول اللہ صلعم من یاتینا بخبر القوم۔ فقال الزبیرؓ۔ انا ثم قال من یاتینا بخبر القوم۔ فقال الزبیرؓ۔ انا ثم قال من یاتینا بخبر القوم فقال الزبیرؓ۔ انا قال ان لکل نبی حواریا وان حواری الزبیرؓ۔

جابرؓ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسُولِ خدا صلعم نے بروز جنگ احزاب فرمایا۔ کون شخص ہے جو قوم قریش (کفار) کی مجھے خبر لا دیگا۔ حضرت زبیرؓ بولے میں ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کون ہے جو ہمیں قوم کی خبر لا کر دیگا۔ حضرت زبیرؓ نے کہا میں ہوں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کون ہے جو ہمیں قوم کی خبر لا کر دے گا حضرت زبیرؓ نے کہا میں ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہر نبی (صلعم) کے مددگار رہوے ہیں۔ اور میرا مددگار (حضرت) زبیرؓ ہے۔

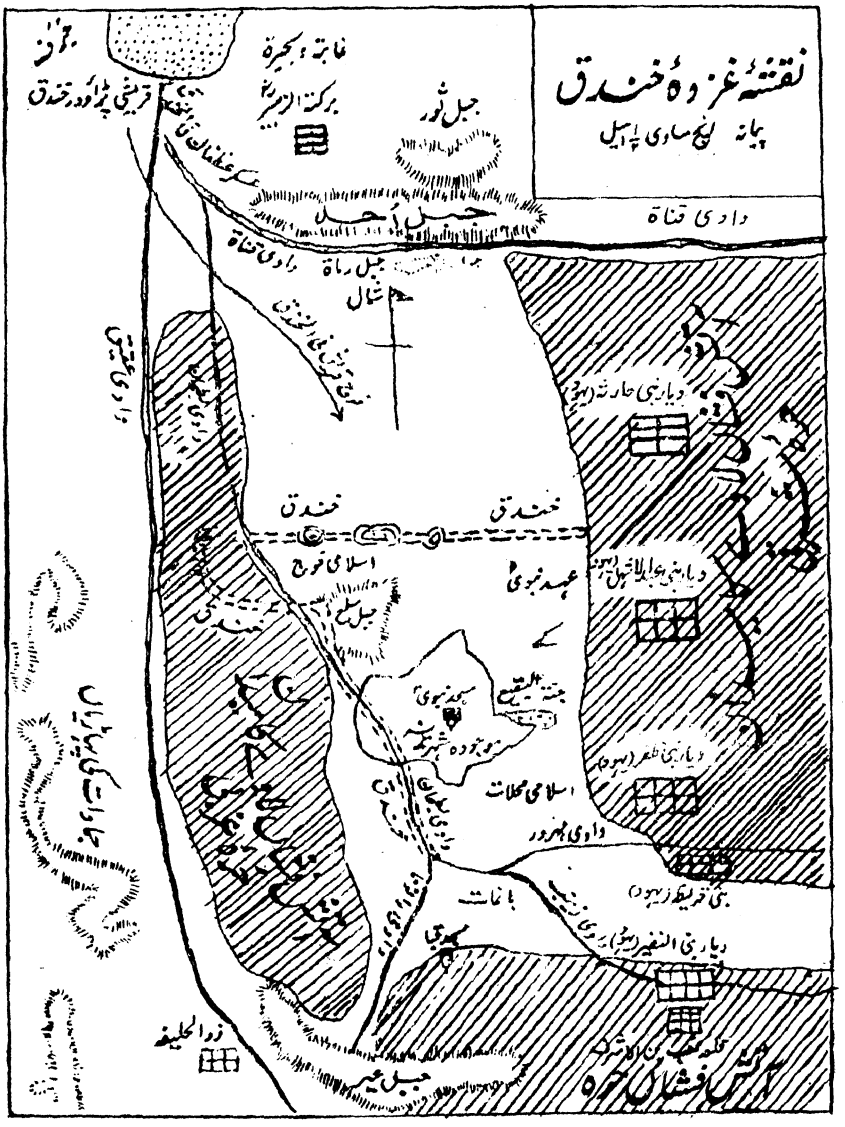
حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلعم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہر نبی (صلعم) کا کوئی خالص یار ہوتا ہے۔ اور

---

[1] سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۳۹۰ تا ۳۹۴ [2] زرقانی جلد دوم ص ۱۲۹ و ابن ہشام و طبری جلد اول حصہ سوم ص ۳۱۳ و ۳۱۴ [3] ترجمہ صحیح بخاری ص ۲۱۳۔

میرا خالص مددگار (حضرت) زبیرؓ ہے۔ [1]

یحییٰ بن عبادؒ کے سلسلہ سے بھی حضرت جابرؓ کی یہ ہی روایت درج ہے۔ اور دوسرے سلسلوں سے بھی حواری کے لقب کے متعلق روایتیں طبقات میں مندرج ہیں۔



ماخوذ از "عہد نبویؐ کے میدان جنگ" مولفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۹

خبر دی۔ انسؓ بن عیاض لیثی نے ہشام بن عروہؓ سے اور اُنہوں نے اپنے باپ سے کہ فرمایا رسُول اللہ صلعم نے ہر اُمت کے لئے ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری میرا پھوپھی زاد بھائی زُبیرؓ ہے۔

یزید بن ہارونؒ نے ہشام بن حسانؒ سے اور اُنہوں نے حسنؒ (ابن حضرت علیؓ) سے روایت کی ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا۔ ہر نبی کے لئے ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔

عاصم بن بہلہؒ نے زرین بن حبیش سے روایت کی ہے کہ ابن جرموز حضرت علیؓ سے ملنے آیا۔ حضرت علیؓ کے خادم نے کہا کہ ابن جرموز قاتل زبیرؓ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ پس حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اس صفیہؓ کا قاتل داخلِ دوزخ ہوگا۔ کیونکہ میں نے رسُول اللہ صلعم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے ہر نبیؐ کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔[1]

لقبِ حواریٔ رسُول اللہؐ کی خصوصیت صرف حضرت زُبیرؓ کے لئے

یزید بن ہارونؒ نے کہا کہ میں نے سعیدؒ بن ابی عروبہ سے اور اُنہوں نے نافعؒ سے سُنا تھا۔ کہا۔ نافع نے کہ ابن عمرؓ نے سُنا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ میں سرکارِ دو عالم صلعم کے حواری کا بیٹا ہوں۔ تو فرمایا۔ ابن عمرؓ نے اگر تم حضرت زبیرؓ کی اولاد سے ہو تب تو ٹھیک ہے۔ ورنہ نہیں۔

عمروؒ بن عاصم نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمامؒ بن یحییٰ نے اور اُنہوں نے سُنا ہشام بن عروہؒ سے کہ ایک لڑکا حضرت ابن عمرؓ کے پاس گیا۔ اُس لڑکے سے ابن عمرؓ نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ اُس نے کہا میں رسُول اللہ صلعم کے حواری کا بیٹا ہوں۔ پس فرمایا۔ ابن عمرؓ نے اگر تم حضرت زبیرؓ کی اولاد سے ہو۔ تب تو ٹھیک ہے۔ ورنہ نہیں۔

راوی نے کہا کہ کسی نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ اصحابِ رسُول اللہ صلعم میں ایسا کوئی اور بھی تھا جس کو حواری رسُول اللہ صلعم کہا جاتا سوائے حضرت زُبیرؓ کے آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا۔[2]

حواری کا درجہ اور تعریف

شاہ ولی اللہؒ دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مقامِ قلب میں دو مقام اُن نفوس کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جن کو پیغمبروں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ گویا یہ دونوں مقام بمنزلہ صدیقیت و محدثیت کے ہیں۔ والذین آمنوا باللہ ورسولہ اولئک ھم الصدیقون والشھدا۔

البتہ فرق یہ ہے کہ صدیقیت و محدثیت کا تعلق نفس کی قوت عقلیہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ قلب کی قوت عملیہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ شہید اور حواری کے مقامات ہیں۔ اِن دونوں میں فرق یہ ہے کہ شہید کفار پر غصہ اور سختی کرتا ہے۔ اور مواطن ملکوت میں سے کسی موقع پر جس میں خدا سرکشوں سے امتحان لینا چاہتا ہے۔ دین کی مدد کرتا ہے۔ اور حواری وہ ہے جو پیغمبر سے مخلصانہ محبت رکھتا ہے۔ ہدتوں اُس کی صحبت میں رہتا ہے اور اُس کو تعلقات قرابت ہوتے ہیں۔

یا ایھا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسیٰ بن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔[3] رسُول اللہ صلعم نے حضرت زُبیرؓ کو بشارت دی کہ وہ شہید ہیں اور حواری ہیں۔[4]

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ رسُول اللہ صلعم کے خالص یار تھے۔

امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ حواری سفید کپڑے والوں کو کہتے ہیں۔ کیوں کہ حضرت عیسیٰؑ کے مددگاروں کے کپڑے سفید تھے۔ اِس لئے اُن کو حواری کہا جاتا ہے۔[5]

---

[1] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۳، و ۴، و موفقیات از زُبائی فیلی الزبیرؓ صفحہ ۲۸ و ۲۹ [2] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۴، [3] حجتہ البالغہ جلد دوم مقامات احسان [4] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۸۔

آنحضرت صلعم کا حضرت زبیرؓ سے ارشاد کہ میرے ماں اور باپ تجھ پر قربان۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن کمسن ہونے کی وجہ سے میں اور عمر بن سلمہ عورتوں میں داخل کر دئے گئے۔ (یعنی لڑائی میں نہیں شریک کئے گئے تھے) میں نے دیکھا کہ میرے والد حضرت زبیرؓ کفار بنی قریظہ کی طرف دو یا تین مرتبہ آتے جاتے رہے جب میں لوٹ کر آیا تو دریافت کیا۔ ابا میں نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف آتے جاتے دیکھا۔ (کیا وجہ تھی) فرمایا۔ کیا تم نے اے میرے بیٹے مجھے دیکھا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا تھا کہ کون جاکر بنی قریظہ کی خبر مجھے لاکر دیگا۔ میں یہ سن کر چلا گیا۔ جب میں واپس آیا تو حضور صلعم نے میرے لئے اپنے والدین کو جمع کر کے فرمایا۔ میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ [1]

عفان بن مسلمؒ سے روایت ہے کہ مجھ سے حماد بن سلمہؒ نے بیان کیا کہ ہشام بن عروہؒ نے اور سنا تھا انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہ کہا میں نے اپنے والد ماجد سے غزوۂ احزاب کے دن کہ پدر مہربان میں نے آپ کو ایک گھوڑے اشقر پر (اشقر یعنی سیاہ و زرد رنگ کے گھوڑے پر) سوار دیکھا۔ فرمایا انہوں نے کیا میرے بیٹے تم نے مجھے دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ پس فرمایا حضرت زبیرؓ نے کہ رسول اللہ صلعم نے ماں باپ دونوں کا نام لیا اور فرمایا کہ میرے ماں اور باپ تم پر فدا ہوں۔

فان رسول اللہ جمع لی ابویہ یقول فداک ابی و امی [2]

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلعم نے فرمایا تھا کہ بنی قریظہ کی خبر مجھے کون لاکر دیگا۔ میں نے عرض کیا میں۔ یہ کہہ کر خدمت مفوضہ پر روانہ ہو گیا۔ جب (کام کر کے) واپس آیا تو حضور صلعم نے فرمایا۔ تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ حضور اکرم صلعم نے اس کلام میں ماں باپ دونوں کو جمع کیا۔ [3]

اس نازک وقت میں حضرت زبیرؓ کی اس طرح بے خطر تنہا آمد و رفت سے اور آپ کی اس جانبازی سے آنحضرت صلعم اس قدر متاثر تھے کہ فرمایا۔ فداک ابی و امی۔ یعنی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ [4]

خوردسال عبداللہ بن الزبیرؓ اور جنگ کا ہولناک منظر۔

جنگ خندق میں حضرت زبیرؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو جن کی عمر اس وقت چار اور پانچ سال کے درمیان تھی۔ ایک ٹیلہ پر جہاں سے جنگ کا عام سماں نظر آتا تھا۔ گھوڑے پر سوار کر کے ایک غلام کی ہمراہی میں کھڑا کر دیا تھا۔ تاکہ ہولناک مناظر دیکھ کر وہ قوی دل ہوں۔ [5]

کفار کا حملہ اور حضرت زبیرؓ سے شکست

حضرت زبیرؓ اس حصہ پر تعینات تھے۔ جہاں عورتیں تھیں۔ جس وقت کافروں نے حملہ کیا تو اس وقت حضرت زبیرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے حملہ کو روکا اور کفار کی جماعت درہم برہم کر دی۔ [6]

دشمنوں پر خدائی مار اور آپس میں پھوٹ

محاصرے کی طوالت کی وجہ سے محاصرہ کرنے والے ہمت ہارتے جاتے تھے۔ چوبیس ۲۴ ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۹۰۱ [2] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۴۷ [3] المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۰ [4] مسند صفحہ ۱۶۴ [5] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۵۵ [6] الفاروق ۴۹۔

کام نہ تھا۔ ایک دن باوجود سردی کے موسم کے اس زور سے ہوا چلی کہ خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں۔ اور کھانے کے دیگچے چولھوں پر سے اُلٹ گئے۔ اس اتفاقی طوفان نے فوجوں سے بڑھ کر کام دیا۔ اسی بنا پر "سورۂ احزاب" میں قرآن مجید نے اس بادِ صرصر کو عسکرِ الٰہی سے ان الفاظ میں تعبیر کیا ہے کہ :-

"مسلمانو خدا کے اس احسان کو یاد کرو جب کہ تم پر فوجیں آپڑیں تو ہم نے اُن پر آندھی بھیجی اور فوجیں بھیجیں جو تم کو دکھائی نہیں دیتی تھیں" (سورۂ احزاب)

بہرحال موسم کی سختی۔ محاصرے کی طوالت۔ آندھی کا زور۔ رسد کی قلت۔ اور یہود کی علیحدگی سے مکہ کے قریشیوں اور یہودیوں میں پھوٹ[1] پڑ گئی تھی۔ اس لئے ابوسفیان نے طبل بازگشت بجنے کا حکم دیا۔ غطفان بھی اُسی کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ بنو قریظہ محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے آئے۔ مدینہ پر محاصرے کی سختی بیس[2] یوم رہی۔ پھر مطلع صاف ہو گیا۔ اس معرکہ میں فوج اسلام کا جانی نقصان کم ہوا۔ لیکن حضرت سعد بن معاذؓ جو قبیلہ اَوس کے سردار تھے۔ تیر سے زخمی ہوئے۔ اور پھر جاں بر نہ ہو سکے۔

علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ اس امر میں اختلاف ہے کہ مشرکین و کفار کتنے دن تک خندق کا محاصرہ کئے رہے۔ بعض تو محاصرے کی مدت ایک مہینہ بتاتے ہیں اور بعض پندرہ[15] دن۔ اس کے علاوہ اور دوسرے ضعیف اقوال بھی ہیں۔[3]

ابن اسحٰق کے قول کے مطابق خندق کی لڑائی میں مسلمانوں میں سے صرف چھ آدمی شہید ہوئے اور مشرکین میں سے تین قتل کئے گئے۔[4]

غزوۂ بنی قریظہ آنحضرت صلعم نے جنگ احزاب یا خندق سے فارغ ہوتے ہی فوراً اپنے نقیب کو حکم دیا کہ وہ تمام مدینہ میں کوچ کا اعلان کر دے۔ چنانچہ اُس نے اعلان کر دیا کہ جو اللہ اور اس کے رسول صلعم کا مطیع اور فرماں بردار ہو وہ بنی قریظہ میں پہنچکر عصر کی نماز پڑھے۔[5]

جنگ احزاب سے واپس آکر بنی قریظہ کا محاصرہ کیا گیا۔[6]

علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ ذی قعدہ کی سات[7] شبیں باقی تھیں کہ خندق سے واپس ہوتے ہوئے اُدھر آنحضرت فرمائی اور بنی قریظہ جہاں مقیم تھے وہ مقام مدینہ سے کچھ کم ایک دن کی مسافت پر واقع تھا۔[8]

آنحضرت صلعم نے آغاز قیام مدینہ میں یہودیوں کے ساتھ معاہدہ کر کے اُن کو جان و مال۔ مذہب اور ہر چیز میں امن و آزادی بخشی تھی۔ لیکن جب قریش کی تحریص و تحدید سے وہ آمادۂ بغاوت ہو گئے۔ تو آپ نے اُن سے معاہدے کی تجدید کرنی چاہی۔ بنو نضیر نے انکار کیا تو وہ جلاوطن کئے گئے۔

لیکن بنو قریظہ نے نئے سرے سے معاہدہ کر لیا۔ اس لئے ان کو امن دیا گیا۔ (صحیح مسلم بیان حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

بنو نضیر جب جلاوطن ہوئے تو اُن کے رئیس الاعظم حیی بن اخطب اور ابورافع سلام بن ابی الحقیق خیبر میں جاکر

---

[1] **نوٹ**۔ نعیم بن مسعود نے جو اسلام لا چکے تھے اور کافروں کو اُن کے اسلام لانے کی خبر نہ تھی۔ جوڑ توڑ سے یہود یوں اور قریش میں پھوٹ ڈلوا دی تھی۔ مدینہ میں ابن اُم کلثومؓ کو آنحضرت صلعم نے اپنا قایم مقام مقرر فرمایا تھا۔

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۹۳ تا ۳۹۷ [2] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۵۸ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۳۲ [4] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۱۹ و ۳۲۰ [5] ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۳۱۲ [6] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۵۸۔

آباد ہوئے۔ اور اُنہوں نے وہاں ریاست عام حاصل کرلی۔ جنگ احزاب یا خندق اُن ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ وہ بھی قریش و دیگر قبایل کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اُس وقت تک قریظہ معاہدہ پر قایم تھے۔ لیکن حیی بن اخطب نے اُن کو بہکا کر توڑ لیا اور اُن سے وعدہ کیا کہ خدانخواستہ اگر قریش حملہ سے دست بردار ہو کر چلے گئے تو میں خیبر چھوڑ کر یہیں آ رہوں گا۔ چنانچہ اُس نے یہ عہد وفا کیا۔

قریظہ نے جنگ احزاب میں قریش کی علانیہ شرکت کی (مشورات کے قلعہ پر چڑھائی کرتے گئے) مگر جب شکست کھا کر ہٹ آئے تو اسلام کے بڑے دشمن حیی بن اخطب کو ساتھ لائے۔ [1]

اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ اُن کا آخری فیصلہ کیا جائے۔ علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم پندرہ[15] روز تک اور کہا گیا ہے کہ اس سے بھی زیادہ اُن لوگوں کا محاصرہ کئے رہے۔ [2]

رسول اللہ صلعم نے ایک ماہ یا پچیس[25] دن بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا۔ جب محاصرے کے مصایب سے وہ عاجز آ گئے تو کسی نے اُن سے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے حکم پر ہتیار رکھ دو۔ مگر ابولبابہ بن عبدالمنذر نے حلق پر ہاتھ رکھ کر اشارے سے بتایا کہ اگر ایسا کرو گے تو سب ذبح کر دئے جاؤ گے۔ اس وجہ سے ہتیار رکھدینے کے لئے اُنہوں نے یہ شرط کی کہ حضرت سعد بن معاذؓ ہمارے متعلق جو فیصلہ کریں گے ہم کو وہ منظور ہوگا۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ اچھا اُنہیں کے حکم پر سہی۔ اُنہوں نے ہتیار رکھدیئے اور آنحضرت صلعم نے حضرت سعدؓ کے لانے کے لئے ایک گدھا بھیجدیا جس پر کھجوروں کے پتوں کا پالان تھا۔ حضرت سعدؓ کو اُس پر سوار کرا دیا گیا اُس وقت تک اُن کا زخم مندمل ہو کر خفیف سا رہ گیا تھا۔ [3]

جب حضرت سعدؓ آ گئے تو اُن سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سعدؓ۔ بنو قریظہ کا تصفیہ کر دو۔ اُنہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان میں جو لوگ لڑائی کے قابل ہوں وہ قتل کر دیئے جائیں۔ اور اُن کا تمام مال تقسیم کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلعم نے اِس فیصلہ کو سُن کر فرمایا کہ سعدؓ تم نے اس بارے میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کے منشاء کے مطابق تصفیہ کیا ہے۔ [4]

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں یہ واقعہ تفصیل سے مذکور ہے اور حضرت سعدؓ کا یہ فیصلہ مطابق توراۃ کتاب تثنیہ صحاح بیس[20] آیت دس[10] کے ہے۔

حضرت سعدؓ بن معاذ اور اُن کا قبیلہ اَوس۔ قریظہ کا حلیف اور ہم عہد تھا۔ عرب میں یہ تعلق ہم نسبی سے بڑھ کر تھا۔ اُنہوں نے توریت کے اُس حکم و آیت کی بنا پر کہ جب کسی شہر پر حملہ کرنے جاؤ تو پہلے صلح کا پیغام دو۔ اگر وہ تسلیم کرلیں اور دروازے کھولدیں تو وہ سب تیرے غلام ہو جائیں گے۔ اگر وہ صلح نہ کریں تو اُن کا محاصرہ کرلو۔ اور جب تیرا خدا تجھ کو اُن پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کر دے۔ باقی جتنے بچے۔ عورتیں۔ جانور۔ اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گی۔ فیصلہ کر دیا۔ یہودی کیا اعتراض کر سکتے تھے۔ اُن کی کتاب کے مطابق اُن کے حلیف کا فیصلہ تھا۔

بنی قریظہ کو قلعہ سے اُتار کر رسول اللہ صلعم نے بنی النجار کی ایک عورت کے گھر میں جو حارث کی اولاد میں تھی قید کر دیا۔ اور پھر خود اُس مقام پر آئے۔ جہاں اب مدینہ منورہ کا بازار ہے۔ اور یہاں آپ نے چند کھائیاں کھدوائیں۔

---

[1] ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۴۶ و طبری [2] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۵۸ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۷۔

اور پھر بنی قریظہ کو بلا کر اُن کی گردنیں ماردیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی جماعت میں آپ کے پاس بھیجے جاتے تھے۔ اور آپ اُن کو قتل کرا دیتے تھے۔ ان میں اللہ کے دشمن حیی بن اخطب اور کعب بن اسد اس جماعت کے سرغنے بھی تھے۔ یہ چھ سو یا سات سو آدمی تھے۔ جو لوگ اُن کی تعداد زیادہ بتاتے ہیں اُنہوں نے آٹھ سو سے نو سو تک تعداد رکھی ہے۔[1]

علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ بنی قریظہ کے سات سو آدمی قتل کئے گئے۔[2]

علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں کہ مقتولین کی تعداد ارباب سیر نے چھ سو لکھی ہے۔ لیکن صحاح میں چار سو ہے۔[3]

حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں بنی قریظہ کا قتل

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ بنی قریظہ کی فتح ذیقعدہ یا ابتدائے ذی الحجہ میں ہوئی۔ البتہ واقدی کا خیال ہے کہ ماہ ذی قعدہ کے ختم ہونے میں ابھی چند راتیں باقی تھیں۔ جب کہ رسول اللہ صلعم نے بنی قریظہ پر چڑھائی کی۔ اور پھر آپ نے اُن کے لئے نالیاں کھدوائیں اور آپ بیٹھ گئے۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ آپ کے سامنے اُن کو قتل کرتے تھے۔ جس عورت کو آپ نے اُس روز قتل کرایا تھا اُس کا نام بُنانہ تھا۔ یہ حکم القرظی کی بیوی تھی۔ اور اُسی نے بنی قریظہ کی جنگ میں خلاد بن سوید الخزرجی کو اُن پر چکی پھینک کر قتل کیا تھا۔ آپ نے اُس کو طلب کر کے خلادؓ کے عوض میں قتل کر دیا۔[4]

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نضیر اور قریظہ نے رسول اللہ صلعم سے جنگ کی۔ حضور صلعم نے نضیر کو تو جلاوطن کر دیا اور قریظہ کو احسان رکھ کر برقرار رکھا۔ لیکن جب قریظہ نے حضورؐ سے جنگ کی تو آپ نے اُن کے مردوں کو قتل اور بیوی بچوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ صرف بعض لوگ جو رسول اللہ صلعم سے آکر مل گئے تھے۔ اُن کو امن عطا کیا۔ اور وہ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ حضورؐ نے مدینہ منورہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا تھا۔ یعنی بنی حارثہ اور بنی قینقاع وغیرہ کو بنی قینقاع حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا قبیلہ تھا۔

یہ پہلی قوم تھی۔ جس کو آنحضرت صلعم نے جلاوطن کر دیا تھا۔ جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ هُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (۲۹:۳ - وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کفرانِ نعمت کرنیوالوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے جا ملیں جو ان سے پہلے جلاوطن کئے جا چکے ہیں)۔[6]

بنو قریظہ کی املاک و غیرہ کی تقسیم

رسول اللہ صلعم نے بنی قریظہ کی املاک عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اور آج کے دن آپ نے سوار اور پیدل کے حصوں میں تفریق کر دی۔ نیز آپ نے اُس میں سے خُمس نکال لیا۔ سوار کے تین حصے۔ دو گھوڑے کے اور ایک خود سوار کا مقرر کیا۔ اور پیدل کا ایک حصہ مقرر فرمایا۔ مسلمانوں کے پاس چھتیس[36] سوار تھے۔ یہ پہلا مالِ غنیمت ہے جس میں دو حصے علیحدہ علیحدہ دیئے گئے اور اُس سے خُمس نکالا گیا۔ جو آج تک برقرار ہے۔ اس سے پہلے مغانم میں یہ دستور تھا کہ جب پیدل کے ساتھ رسالہ بھی شریک ہوتا تو دو گھوڑوں کا ایک حصہ دیا جاتا۔[7]

حضرت زبیرؓ کے پاس ابتداء سے گھوڑا رہا اور کسی غزوے میں آپ پیدل نہیں تشریف لے گئے۔ اس لئے

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۲۷ و ۳۲۸ [2] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۵۹ [3] سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۰۳ [4] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۳۳ [5] ترجمہ صحیح بخاری جلد ۵ پارہ سولہ کتاب المغازی صفحہ ۳۰۹ [6] فتوح البلدان جزو اول صفحہ ۲۹ - [7] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۳۱ -

آپ کو تین حصے مرحمت فرمائے گئے۔

غزوۂ ذی قرد ۶ھ

یہ غزوہ رسول اللہ صلعم نے اُس مقام پر فرمایا۔ جو خیبر کی سڑک پر بنام ذی قرد مشہور اور مدینہ سے دو راتوں کی مسافت پر واقع ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عُیَینہ بن حصن بن حُذیفہ بن بدر الفزاری نے رسول اللہ صلعم کی دودھ دینے والی اونٹنیوں پر چھاپہ مارا تھا۔ جو مقام غابہ میں تھیں جو مدینہ سے ایک چوکی یا اُس سے زاید کی مسافت پر واقع ہے۔

ماہ ربیع الاول ۶ھ کی چار راتیں گزر چکی تھیں۔ چہار شنبہ کا دن تھا کہ رسول اللہ صلعم (اس مُہم میں) نکلے اور کچھ اونٹنیاں چھڑا لیں جس کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ جہاں آپ نے ابن اُم مکتوم رضؓ کو اپنا قایم مقام مقرر فرمایا تھا۔ پندرہ راتیں آپ باہر رہے۔ [1]

صلح حدیبیہ وبیعت رضوان ذیقعدہ ۶ھ

مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے جسے حدیبیہ کہتے ہیں۔ گاؤں بھی اسی کنوئیں کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ چونکہ معاہدہ یہیں لکھا گیا اس لئے اس واقعہ کو صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔

اسلام کے فرایض چہارگانہ میں حج کعبہ ایک رُکن اعظم ہے۔ اور مختلف اسباب سے آنحضرت صلعم نے مکہ کا ارادہ کیا لیکن اس خیال سے کہ قریش کو کوئی اور احتمال نہ ہو۔ عمرہ کا احرام باندھا اور قربانی کے لئے اونٹ ساتھ لئے لڑائی کا خیال نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے حکم دیا کہ کوئی شخص ہتیار باندھ کر نہ آئے۔ صرف تلوار جو عرب میں سفر کا ضروری آلہ سمجھی جاتی تھی ساتھ لے جائے۔ اُس میں بھی یہ شرط تھی کہ وہ نیام میں بند ہو۔ مہاجرینؓ و انصارؓ میں سے چودہ سو شخص ہمرکاب تھے۔ [2]

ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ ذی قعدہ میں نبی صلعم عمرے کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ اس موقع پر آپ کی نیت قطعاً جنگ کی نہ تھی۔ حضرت سلمہؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ہمراہ حدیبیہ آئے۔ ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ [3]

قریش نے آپ کی آمد کا حال سُنکر ایک بڑی جمعیت مقابلہ کے لئے فراہم کی اور خالد ابن الولید کو جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے۔ دو سو سواروں کا ایک دستہ دے کر مقدمتہ الجیش کے بطور آگے روانہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو مکہ کی طرف بڑھنے سے روکیں۔ خالد ابن الولید کراع غمیم تک پہنچ گئے۔ (جو رابغ اور جحفہ کے درمیان ہے) تو آنحضرت صلعم نے عسفان سے روانہ ہو کر راستہ سے کسی قدر کترا کر داہنی جانب سفر اختیار کیا۔ فوج اسلام جب غمیم کے قریب پہنچی اور خالد ابن الولید کو مسلمانوں کے گھوڑوں کی گرد اُڑتی ہوئی نظر آئی تو وہ اُن کی یکایک آمد سے سراسیمہ ہو کر مکہ کی جانب سرپٹ گھوڑے دوڑا کر گئے اور قریش کو لشکر اسلام کے غمیم تک آجانے کی خبر پہنچائی آنحضرت صلعم بڑھتے ہوئے اُس پہاڑی پشتے کے قریب پہنچ گئے جس سے دوسری جانب اُتر کر شہر مکہ کا نواحی میدان شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہاں پہنچ کر حدیبیہ پر مقام کیا۔ اس کے بعد قریش کے تو اجوانوں کی ایک جماعت مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے وادی میں آئی اور صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئی۔ مگر آنحضرتؐ نے اُن کو رہا کر دیا۔

---

[1] ترجمہ تنبیہ واشراف مسعودی صفحہ ۶۱ و ۶۲ [2] سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۶۱۲ [3] ترجمہ طبری جلد اول قسم سوم صفحہ ۵۷۔

زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم جب مدینہ سے چل کر عسفان آئے تو بشر بن سفیان الکعبی آپ سے آکر ملا اور اُس نے بیان کیا کہ قریش کو آپ کی روانگی کی اطلاع ہو گئی ہے۔ وہ مقابلہ پر برآمد ہوئے ہیں۔ اُن کے ہمراہ ادراذل کا جم غفیر ہے جنھوں نے چیتے کی پوستیں پہن رکھی ہیں وہ اب ذی طویٰ میں مقیم ہیں اور اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہے ہیں کہ اُن کی موجودگی میں آپ کعبہ میں داخل نہیں ہو سکتے اور یہ دیکھئے۔ خالد ابن الولید اُن کے رسالہ کے ساتھ جس کو اُنھوں نے اپنے آگے بڑھا دیا ہے۔ کراع الغمیم تک پہنچ گیا ہے۔

اُس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص ہے جو ہمیں اس راستہ کو چھوڑ کر جس پر قریش فروکش ہیں۔ دوسرے راستے سے لے چلے۔ بنی اسلم کے ایک شخص نے کہا میں آپ کو لے چلتا ہوں۔ چنانچہ وہ آپ کو پہاڑوں کے درمیان سے نہایت سخت اور دشوار گذار راستے سے لے چلا۔ جس سے مسلمانوں کو سخت تکلیف اُٹھانی پڑی۔ بہرحال وہ اُس مشکل راستہ سے نکل کر وادی کے اختتام پر ہموار اور نرم زمین پر آئے۔

مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم حدیبیہ کے انتہائی سرے پر اُس کے ایک ایسے سوتے پر جہاں بہت ہی کم پانی تھا فروکش ہو گئے۔ لوگوں نے اپنے چلوؤں سے پانی لینا شروع کیا تو تھوڑی ہی دیر میں وہ جگہ بالکل خشک ہو گئی۔ مگر اعجاز نبوی صلعم سے اُس میں کافی پانی آگیا۔ آپ نے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا کہ اُس گڑھے میں گاڑ دو اُس کے گاڑتے ہی نہایت افراط سے پانی اُبلنے لگا کہ لوگ اُس سے اچھی طرح سیراب ہو گئے۔

آنحضرت صلعم نے قبیلہ خزاعہ کے (جس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا مگر جو اسلام کا حلیف و رازدار تھا) رئیس بُدیل بن ورقا (جو فتح مکہ کے وقت اسلام لائے اور چند آدمی ساتھ لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تھے) سے فرمایا کہ قریش کو جا کر کہدو ہم عمرہ (یعنی چھوٹا سا حج جس میں حج کی اکثر رسمیں ادا کی جاتی ہیں) کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ لڑنا مقصود نہیں۔ جنگ نے قریش کی حالت زار کر دی ہے اُن کے لئے بہتر ہے کہ ایک مدت معینہ کے لئے معاہدہ صلح کر لیں۔ اور مجھ کو عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اس پر بھی اگر وہ راضی نہیں تو اُس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں یہاں تک لڑوں گا کہ میری گردن الگ ہو جائے۔ اور خدا کو جو فیصلہ کرنا ہے کرے۔

بُدیل نے قریش کو جب پیغام پہنچایا۔ یعنی شرطیں پیش کیں تو اُن میں سے عروہ بن مسعود الثقفی آنحضرتؐ سے معاملہ طے کرنے کے لئے گیا۔ [1]

چونکہ معاملہ ناتمام رہ گیا۔ آنحضرت صلعم نے خراش بن اُمیہؓ کو قریش کے پاس بھیجا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک اہل علم نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خراش بن اُمیہؓ کو بلا کر ثعلب نام اُونٹ پر مکہ بھیجا تاکہ وہ اشراف مکہ کو آپ کے آنے کی غرض بتائیں۔ اُنھوں نے (قریش نے) رسول اللہ صلعم کے اُونٹ کو ذبح کر ڈالا اور خراش کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ مگر حبشیوں نے اُن کی حمایت کی تب قریش نے اُن کو چھوڑا۔ وہ رسول اللہ صلعم کے پاس چلے آئے۔ قریش نے چالیس یا پچاس آدمی ہدایت کے ساتھ بھیجے کہ وہ رسول اللہ صلعم کی فرودگاہ کا چکر لگائیں تاکہ اگر آپ کے صحابہؓ میں سے کسی پر اُن کا قابو چلے تو اُسے

---

[1] سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۱۴ و طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۵۷ تا ۳۶۳۔

قتل کر دیں۔ یہ سب گرفتار کر کے رسول اللہ صلعم کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپ نے اُن کو معاف کر کے چھوڑ دیا۔ اُنہوں نے آپ کی فرودگاہ میں پتھر اور تیر پھینکے تھے۔ (قرآن کی ۲۸ آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ وہی خدا ہے جس نے کہ میں اُن لوگوں کے ہاتھ تم سے اور تمہارا ہاتھ اُن سے رُوک دیا بعد اس کے کہ تم کو اُن پر قابو دے دیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ تم مکہ جا کر اشراف مکہ کو میرے آنے کی غرض سے مطلع کرو۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے وہاں جانے میں اپنی جان کا خوف ہے۔ کیونکہ میرے قبیلہ بنی عدی والوں میں سے کوئی مکہ میں نہیں جو میری حمایت کر سکے۔ میں آپ کو ایسا شخص بتاتا ہوں جس کی مکہ میں مجھ سے کہیں زیادہ عزت اور اثر ہے۔ وہ حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے حضرت عثمانؓ کو مکہ روانہ کیا۔ حضرت عثمانؓ کی مکہ میں یا اُس کے باہر آبان بن سعید بن العاص سے ملاقات ہوئی۔ آبان نے حضرت عثمانؓ کو اپنے آگے اونٹ پر بٹھایا اور خود اُن کے پیچھے بیٹھا اور اُن سے رسول اللہ صلعم کے پیغام کو پہنچا دینے تک حفاظت کا وعدہ کیا۔

حضرت عثمانؓ ابوسفیان اور قریش کے عمائد کے پاس آئے اور رسول اللہ صلعم کا پیام اُن کو پہنچا دیا۔ جب وہ پیام سُنا چکے قریش نے اُن سے کہا تمہارا جی چاہے تو تم کعبہ کا طواف کر لو۔ اُنہوں نے فرمایا جب تک رسول اللہ طواف نہ کریں میں طواف نہیں کرتا۔ اس پر قریش نے اُن کو اپنے یہاں رُوک لیا۔

بیعت رضوان رسول اللہ صلعم اور مسلمانوں کو خبر پہنچی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔ آپ نے سُن کر فرمایا کہ اب میں تا وقتیکہ دشمن سے فیصلہ کن لڑائی نہ لڑوں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو بیعت کے لئے بُلایا۔ اور یہ ہی بیعت رضوان ہے جو ایک درخت کے نیچے لی گئی۔

سلمہؓ بن الاکوع سے مروی ہے کہ ہم حدیبیہ سے پلٹ رہے تھے کہ رسول اللہ صلعم کے منادی نے ندا دی لوگو بیعت کے لئے آؤ۔ ندا کو سُن کر ہم تیزی سے آپ کی طرف چلے آپ اُس وقت ایک خاردار (کیکر) درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ ہم نے آپ کی بیعت کی۔ اسی موقع کے لئے اللہ کا یہ قول نافذ ہوا ہے۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ۵ ترجمہ بیشک اللہ مومنین سے راضی ہو گیا۔ جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے۔ سب سے پہلے بنی اسد کے ابوسنان بن وہب نے بیعت رضوان کی۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور بیعت موت حضرت زبیرؓ نے اس موقع پر سرکار دو عالم صلعم کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی۔ [2]

اس موقع پر حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہم ایک ہزار چار سو آدمی تھے۔ اُس وقت حضرت عمرؓ درخت کے نیچے حضور صلعم کا دست مبارک پکڑے ہوئے تھے۔ اور درخت (کیکر) کا تھا۔ ہم نے حضورؐ سے۔ بھاگنے کا معاہدہ کیا تھا۔ مر جانے کا اقرار نہیں کیا تھا۔ [3]

اس بیعت رضوان کے تھوڑی ہی دیر بعد حضرت عثمانؓ مکہ سے واپس تشریف لے آئے اور اُنہوں نے بھی آنحضرتؐ سے اسی قسم کی بیعت کی۔ آخر کار قریش سے یہ تصفیہ ہوا کہ امسال آنحضرت صلعم واپس تشریف لے جائیں۔ اور آئندہ سال تشریف لا کر عمرہ کریں۔ [4]

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۶۷ تا ۳۶۹ [2] موفقیات از ڈاکٹر فیلی الزبیرؓ صفحہ ۲۸ و ۲۹ [3] ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۱۳۶
[4] ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۸۲۔

صلح حدیبیہ کے شرائط

قریش کو اصرار تھا کہ آنحضرت صلعم مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے۔ آخر کار یہ معاہدہ ہوا کہ اس دفعہ مسلمان واپس چلے جائیں۔ اگلے سال آئیں مگر تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ دوسری شرط یہ تھی کہ دس برس تک لڑائی موقوف رہے۔ تیسری شرط یہ تھی کہ اس اثنا میں اگر قریش کا ایک آدمی بھی رسول اللہؐ کے پاس چلا جائے تو آپ قریش کے واپس بھیجدیں۔ لیکن مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص قریش کے ہاتھ آ جائے تو اُن کو اختیار ہوگا کہ اُس کو اپنے پاس روک لیں۔ ایسے ایک طرفہ معاہدہ سے مسلمان نہایت مضطرب ہوئے کسی طرح اُس کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ مگر آنحضرت صلعم نے فرمایا میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا۔ غرض معاہدہ لکھا گیا اور اُس پر تمام صحابہؓ کے دستخط ثبت ہوئے۔

قریش نے بنی عامر بن لوئی کے سہیل بن عمرو کو رسول اللہ صلعم کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم اُن سے صرف اِس شرط پر صلح کر لو کہ اِس سال وہ واپس چلے جائیں۔ تاکہ آیندہ کبھی عرب ہمیں یہ طعنہ نہ دے سکیں کہ (محمدؐ) زبردستی ہمارے گھروں میں گھس آئے تھے۔

رسول اللہ صلعم نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح کا یقین تھا۔ مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ اِس نہج پر صلح ہو رہی ہے اور ہم بے نیل و مرام واپس ہو جائیں گے اور خود رسول اللہ صلعم نے قریش کی بات مان کر اُن کی منشا کے مطابق صلح کی ہے تو مسلمانوں کے دلوں میں اِس قدر سخت رنج و تعب پیدا ہوا کہ قریب تھا وہ ہلاک ہو جائیں۔

حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ ذیقعدہ میں رسول اللہ صلعم مکہ میں عمرہ کرنے آئے پہلے تو اہل مکہ نے آپ کو مکہ آنے سے روکا۔ پھر تصفیہ اس بات پر کیا کہ آپ صرف تین دن وہاں قیام کریں گے پھر صلحنامہ لکھا جانے لگا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر (محمدؐ) نے اہل مکہ سے تصفیہ کیا ہے کہ وہ سوائے تلواروں کے جو نیاموں میں پڑی ہوں اور کوئی ہتیار لے کر مکہ میں داخل نہ ہوں گے۔ اور کسی ایسے شخص کو جو وہاں کا آپکے ساتھ ہونا چاہے گا اپنے ساتھ نہ لے جائیں گے۔ اور اگر آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی مکہ میں قیام کرنا چاہے گا تو آپ اُسے منع نہیں کریں گے۔ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے اور مدت قیام گزر گئی تو قریش نے حضرت علیؓ سے کہا کہ اپنے صاحب سے کہیئے کہ چونکہ مدت گزر چکی ہے اب آپ یہاں سے چلے جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم مکہ سے واپس تشریف لے گئے۔

مسور بن مخرمہؓ اور مروان بن الحکم حدیبیہ کے واقعہ کے سلسلہ میں بیان کرتے ہیں کہ اِس قضیہ سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلعم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اُٹھو۔ قربانی کرو۔ اور سر منڈواؤ۔ مگر کوئی شخص اس کے لئے آمادہ نہیں ہوا۔ آپ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ مگر پھر بھی کوئی نہ اُٹھا تو آپ اُم المومنین حضرت سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے صحابہؓ کے اِس طرزِ عمل کی شکایت کی اُنہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبیؐ اگر آپ ایسا چاہتے ہیں تو مناسب یہ ہے کہ آپ برآمد ہوں اور اب کسی سے ایک لفظ نہ کہیں نحر و قربانی کے جانور کو ذبح کریں اور اپنے حجام کو بلا کر اُس سے اپنا سر منڈوالیں۔ رسول اللہ صلعم نے باہر تشریف لا کر اپنی قربانی ذبح کی اور سر منڈوایا۔ صحابہؓ نے جب آپ کو یہ کرتے دیکھا تو سب اُٹھے اُنہوں نے اپنی قربانیاں ذبح کیں اور خود ہی ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ اور اُن کو اپنی اِس نافرمانی کا (جو صلح حدیبیہ کی یک طرفہ شرطوں کے رنج کی وجہ سے تھی) اس قدر صدمہ ہوا کہ اُن کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ سر مونڈنے میں قریب تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں۔[1]

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۰۷ تا ۳۰۴۔

زہریؒ نے بیان کیا ہے کہ پھر رسول اللہ صلعم مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ زہریؒ کہا کرتے تھے کہ اپنے مفید نتائج کے اعتبار سے اس سے قبل اسلام میں اتنی بڑی فتح حاصل نہیں ہوی تھی۔ جب فریقین مقابل ہوے باہم آویزش ہوئی اور جب صلح کے بعد جنگ کا خاتمہ ہوا اور لوگ ایک دوسرے کی جانب سے بے خطر ہوکر باہم مل کر تبادلہ خیالات اور مکالمہ کرنے لگے تو جس شخص میں کچھ عقل تھی اس سے جب اسلام کے اصول بیان کئے گئے تو اس نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ صرف ان دو سالوں میں اتنے لوگ مسلمانوں ہوے جتنے اس سے قبل تمام مدت میں اسلام لائے تھے۔ [1]

جس بناء پر آنحضرت صلعم نے صلح کی تھی۔ ابتداءً صحابہؓ کی سمجھ میں نہیں آئی تھی وہ یہ ہی مصلحت تھی اور اسی بناء پر خدا نے اس صلح کو فتح سے تعبیر کیا ہے۔

سورۂ فتح میں اس واقعہ اور درخت کا ذکر ہے۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریباً (ترجمہ) خدا مسلمانوں سے راضی تھا جب کہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ سو خدا نے جان لیا۔ جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ تو خدا نے ان پر تسلی نازل کی اور عاجلانہ فتح دی۔ [2]

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے تھے کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح خیال کرتے ہو۔ مکہ کی فتح ضرور بڑی فتح ہوی تھی۔ لیکن ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح خیال کرتے تھے۔ حدیبیہ ایک کنواں تھا۔ اور حضور صلعم کے ہمراہ چودہ سو آدمی تھے [3]

فضیلت اصحاب بیعت رضوان

ام مبشرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ سے فرما رہے تھے کہ جن لوگوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے گا۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کی کہ جائیگا کیوں نہیں۔ حضور صلعم نے ان کو جھڑکا۔ حضرت حفصہؓ نے کہا کہ (خدائے تعالیٰ فرماتا ہے) وان منکم الا واردھا۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ خدائے تعالیٰ نے (یہ بھی تو) فرمادیا ہے۔ ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیھا جثیا [4]

---

[1] نوٹ۔ (۱) اس سال حضرت خالد ابن الولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہ سے مدینہ بارگاہ نبوتی میں پہنچ کر اسلام کا شرف حاصل کیا۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۳۵۔ (۲) حضرت ابو ہریرہؓ اسی سال مسلمان ہوے۔ (۳) اس زمانہ تک کافرہ عورتوں کا عقد نکاح میں رکھنا جایز تھا۔ لیکن جب یہ آیت ولا تمسکوا بعصم الکوافر نازل ہوی تو یہ امر ممنوع ہوگیا۔ (۴) اسی سال آنحضرت صلعم نے سلاطین اور والیان ممالک کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ حضرت عمر بن امیہ اسدی کو نجاشی شاہ حبش کے پاس بھیجا تھا۔ شجاع بن وہب الاسدی کو حدود شام کے بادشاہ حارث غسانی کے پاس بھیجا تھا۔ یہ شجاع امیمہ بنت عبد المطلب کے بیٹے اور حضرت زبیرؓ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ان کے دو صاحبزادے عبید اللہ اور ابو احمدؓ اور تین صاحبزادیاں زینب۔ ام حبیبہ۔ حمنہؓ تھیں۔ (۵) مہاجر بن امیہ حارث حمیری۔ یمنی کے پاس دعوت اسلام کا خط لے کر گئے تھے۔ (۶) اس سال کے آخر میں آنحضرت صلعم نے گھوڑوں اور اونٹوں کے دوڑانے کا قاعدہ مسلمانوں میں جاری کیا۔

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۷۵ [2] سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۱۷ [3] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۵۷، ۱۵ [4] ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب الفضائل صفحہ ۳۲۲۔

فتح قلعہ جات خیبر ۷ھ صلح حدیبیہ سے علاوہ اُن فوایدکے جن کا اظہار پہلے کیا جا چکا ہے۔ یہ بہت بڑا فائدہ اور ہوا کہ آنحضرت صلعم کو قریش کی طرف سے مطمئن ہو کر دوسرے دشمنوں سے نمٹ لینے کا بخوبی موقع مل گیا جس کی وجہ سے یہودیوں کا قریباً پورا استیصال ہو گیا۔ اور مسلمانوں کی طاقت میں قابل لحاظ اضافہ ہوا۔ ۷ھ میں خیبر کا معرکہ پیش آیا۔ جن وجوہ سے خیبر کے قلعوں کی فتح اور وہاں کے یہودیوں اور غطفان کی سزا دہی ضروری ہو گئی تھی۔ وہ حسب ذیل ہیں (خیبر غالباً عبرانی لفظ ہے۔ جس کے معنی قلعہ کے ہیں۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے شمال کی طرف ۹۰ میل یا کچھ زاید فاصلہ پر واقع ہے۔ یہودیوں کے وہاں پر بڑے بڑے اور مضبوط قلعے تھے جن کے آثار اب تک باقی ہیں)۔ خیبر عرب میں یہودیوں کی قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ جب رؤسائے بنی نضیر جلا وطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے تو انہوں نے تمام عرب کو اسلام کی مخالفت پر برانگیختہ کر دیا جس کا پہلا نتیجہ جنگ احزاب یا خندق تھی۔ ان رؤسا میں سے جب حیی بن اخطب جنگ قریظہ میں قتل ہوا تو اُس کی جگہ ابو رافع۔ سلام بن ابی الحقیق اُس کا جانشین ہوا۔ یہ بہت بڑا تاجر اور صاحب اثر تھا۔ قبیلہ غطفان جو عرب کا بہت صاحب اثر قبیلہ تھا۔ اُن کی آبادی خیبر سے متصل تھی وہ ہمیشہ سے یہود خیبر والوں کا حلیف و ہم عہد تھا۔ [1]

۷ھ میں سلام نے خود جا کر قبیلہ غطفان اور آس پاس کے قبیلوں کو اسلام کے مقابلہ پر آمادہ کیا۔ یہاں تک کے ایک عظیم الشان فوج لے کر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کیں۔ [2]

آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ کے ایماء سے سلام رمضان ۶ھ میں ایک انصاری عبداللہؓ بن رواحہ کے ہاتھ سے اپنے قلعہ میں سوتا ہوا مارا گیا۔ اب سلام کے بعد یہودیوں نے اسیر بن زرام کو مسند ریاست پر بیٹھایا۔ اُس نے بھی قبایل میں دورہ کر کے مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ آنحضرتؐ کو خبر ہوی تو آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو تین آدمیوں کے ساتھ خیبر روانہ کیا۔ ان لوگوں نے اسیر بن زرام سے کہا کہ آنحضرتؐ کے پاس اگر تم حاضر ہو جاؤ تو خیبر کی حکومت تم کو دے دی جائیگی۔ چنانچہ وہ تینوں آدمیوں کو لے کر خیبر سے نکلا احتیاط کی بنا پر یہ قافلہ اس طرح چلا کہ دو دو شخص ہمرکاب چلتے تھے۔ جس میں ایک یہودی اور دوسرا مسلمان ہوتا تھا۔ قرقرہ پہنچ کر۔ اسیر بن زرام کے دل میں بدگمانی پیدا ہوی تو اُس نے ہاتھ بڑھا کر عبداللہ بن انیس کی تلوار چھیننی چاہی۔ انہوں نے کہا اے دشمن خدا بد عہدی کرنی چاہتا ہے۔ (اس واقعہ کی تفصیل بہ روایت حضرت عروہؓ بن حضرت زبیرؓ فتح الباری میں مذکور ہے) یہ کہہ کر سواری بڑھائی۔ اور جب اسیر بن زرام زد پر آ گیا تو تلوار ماری کہ اُس کی ران کٹ گئی وہ گھوڑے سے گرا اور گرتے گرتے اُس نے عبداللہؓ کو زخمی کر دیا۔ اب مسلمان پیش دستی کر کے یہودیوں پر ٹوٹ پڑے نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے

---

[1] نوٹ خیبر کے تمام قلعوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) نطاۃ (۲) حصن الصعب بن معاذ (۳) حصن ناعم (۴) حصن قلعۃ الزبیر (۵) اور شق اور اُس میں کئی قلعے تھے (۶) حصن اُبی (۷) حصن نزار (۸) حصون الکتیبہ اور اس میں کئی قلعے تھے (۹) قموص (۱۰) وطیح (۱۱) سلالم اور یہ بھی ابی الحقیق کا قلعہ تھا اور اس میں خزانہ تھا جس کا نام کنز آل ابی الحقیق تھا۔ (طبقات ابن سعد جزو ثانی صفحہ ۷۷)۔

---

[2] ابن خلدون ذکر قبایل حرب ص [illegible] طبقات ابن سعد صفحہ ۶۶۔

ایک کے یہودیوں میں سے کوئی نہیں بچا۔ یہ واقعہ خیبر ۶ھ یا محرم ۷ھ کا ہے۔

محرم ۷ھ میں ذی قرد کی چراگاہ پر جو آنحضرت صلعم کی اونٹوں کی چراگاہ تھی۔ غطفان کے قبیلہ کے چند آدمیوں نے بسرداری عبدالرحمٰن بن عیینہ چھاپہ مار کر حضرت ابوذرؓ کے صاحبزادے کو جو اونٹوں کی حفاظت پر متعین تھے۔ قتل کر دیا اور اُن کی بیوی کو گرفتار کر کے لے گئے۔ بیس اونٹنیاں بھی پکڑ کر ہمراہ لے گئے مسلمانوں نے جب تعاقب کیا تو وہ درہ میں گھس گئے۔ جہاں عیینہ بن حصین قبایل غطفان کا سپہ سالار اُن کی امداد کو موجود تھا۔ ایک صحابی سلمہ بن اکوعؓ مشہور قدر انداز تھے۔ انہوں نے دوڑ کر حملہ آوروں کو جا لیا۔ وہ اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے۔ سلمہؓ نے تیر برسائے تو وہ بھاگ نکلے اور وہ لڑ بھڑ کر تمام اونٹنیاں چھڑا لائے۔ پھر انہوں نے آنحضرت صلعم کے پاس آکر واقعہ سنایا اور سو آدمیوں کے ساتھ تعاقب کی اجازت چاہی کہ اتنے آدمی مل جائیں تو سب کو گرفتار کر لاؤں گا مگر آپ نے فرمایا۔ جب قابو پا جاؤ تو عفو سے کام لو[1] اس واقعہ کے بعد خیبر کی جنگ پیش آئی جو مدینہ سے آٹھ چوکیوں کی مسافت پر واقع ہے۔ اور اب تک جو لڑائیاں وقوع میں آئیں وہ محض دفاعی تھیں۔ خیبر کا یہ پہلا غزوہ ہے۔ جس میں غیر مسلم رعایا بنائے گئے۔ اور طرز حکومت کی بنیاد قایم ہوی۔ اس غزوہ میں رسول اللہ صلعم کے ہمراہ چودہ سو آدمی دو سو گھوڑے تھے۔ [2]

خیبر پر چڑھائی

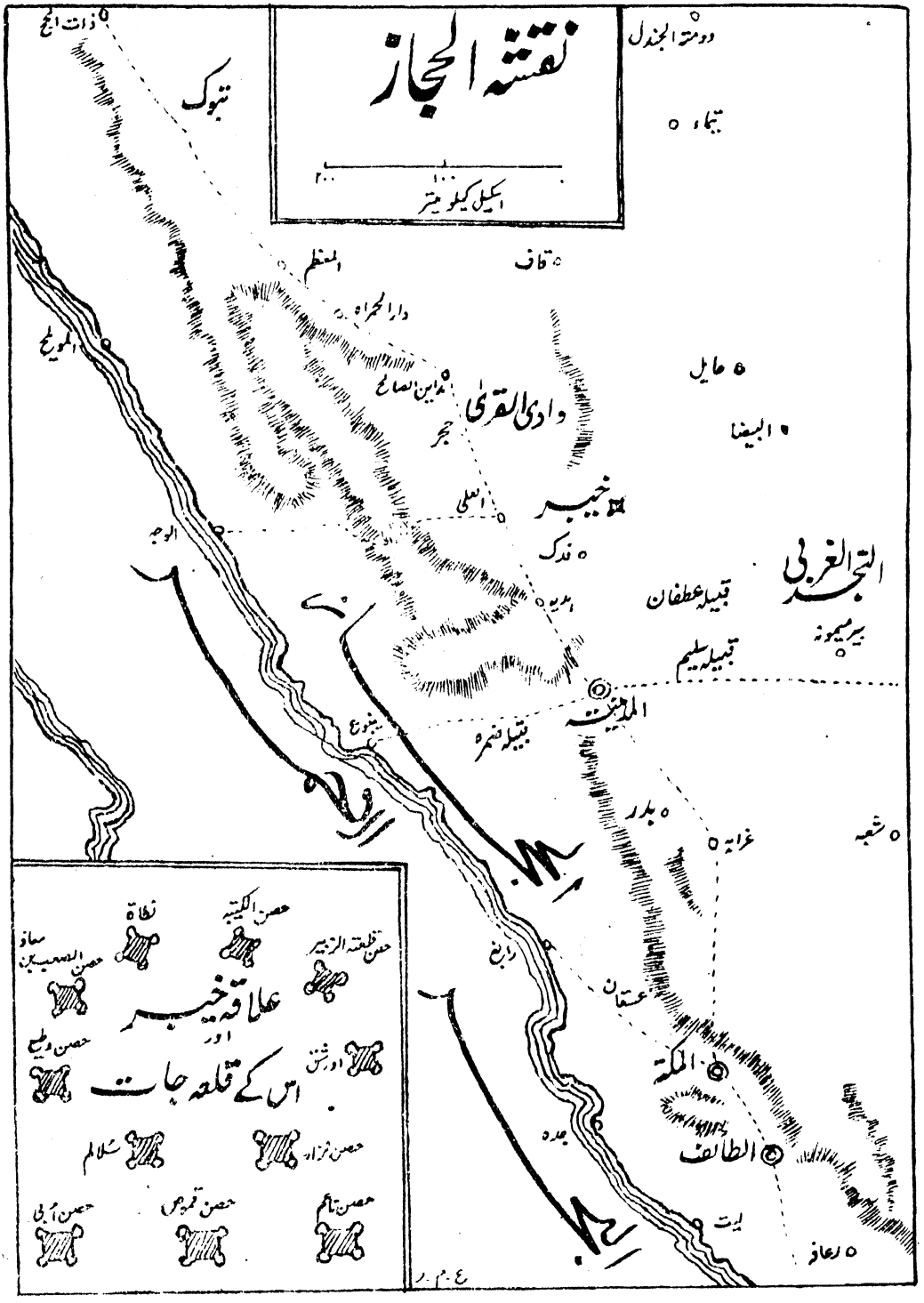
غزوۂ حدیبیہ سے مدینہ واپس تشریف لا کر اور کچھ قیام کے بعد ماہ محرم ۷ھ میں رسول اللہ خیبر روانہ ہوئے۔ آپ نے اپنی فوج کے ساتھ رجیع نام وادی میں خیبر اور غطفان کے درمیان فروکش ہوئے۔ تاکہ غطفان جو اہل خیبر کے یاور تھے اُن کی مدد نہ کر سکیں۔ غطفان آنحضرت صلعم کی چڑھائی کی خبر سن کر یہودیوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن وہ ایک ہی منزل چلے تھے کہ انہیں اپنی املاک اور اہل و عیال کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا تو وہ اُلٹے پاؤں واپس لوٹ گئے۔ آنحضرت صلعم اور خیبر والوں کے درمیان اس طرح جب انہوں نے راستہ صاف کر دیا تو رسول اللہ صلعم نے خیبر والوں کی املاک و جائداد پر قبضہ اور اُن کی گڑھیوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ سب سے پہلے حصن ناعم فتح ہوا (ابن ہشام) اس کے بعد آپ نے قموص اور ابن ابی الحقیق کے گڈھ فتح کئے۔ اُن میں آپ کو بہت لونڈی غلام ملے۔ جن کو آپ نے سوائے صفیہ بنت حیی بن اخطب کے جو کنانہ بن الربیع بن ابی حقیق کی بیوی تھیں اور جنھیں آپ نے اپنے لئے مخصوص فرما لیا تھا۔ تمام مسلمانوں پر تقسیم فرما دیا۔ جب تمام قلعے رسول اللہ صلعم نے سر کر لئے تو یہودی سمٹ کر اپنے قلعوں وطیح اور سلالم میں جمع ہو گئے۔ سب سے آخر میں یہ ہی قلعہ فتح ہوا۔ رسول اللہ صلعم نے بارہ تیرہ راتیں اُن کو یہاں محصور کر لیا۔

مرحب کا قتل

جابرؓ بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ مرحب پوری طرح مسلح ان قلعوں سے رجز پڑھتا ہوا نکلا۔ اور اُس نے اپنے مقابل کو طلب کیا۔ محمد بن مسلمہؓ نے حضور اکرم صلعم سے عرض کیا کہ کل ہی میرے بھائی کو یہودیوں نے شہید کیا ہے۔ میں مرحب کے مقابلے پر جاؤں گا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا جاؤ۔ اللہ اُس کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا۔ مرحب نے محمد بن مسلمہؓ پر تلوار ماری انہوں نے اُسے ڈھال پر روکا اور اب محمد نے تلوار سے اُس کا کام تمام کر دیا۔ [3]

---

[1] ترجمہ تنبیہ واشراف صفحہ ۲۰۸ و سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۴۳۲ تا ۴۴۱ و بخاری و طبری [2] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۹۴ تا ۳۹۶۔


نقشہ الحجاز
۱۰۰
۲۰۰
ایکیل کیلو میتر
ذات الح
تبوک
دومۃ الجندل
تیماء
قاف
المنظم
دار الحمراء
المویلح
مدائن صالح
وادی القریٰ
حجر
حایل
البیضا
خیبر
العلی
الوجہ
فدک
ہدیہ
التجد الغربی
قبیلہ عطفان
بیر میمونہ
قبیلہ سلیم
المدینۃ
ینبوع
قبیلہ قضرہ
بدر
غزابہ
شعبہ
رابغ
عسفان
المکۃ
جدہ
الطائف
لیث
رعاو
ع م ر
علاقہ خیبر
اور
اس کے قلعہ جات
حصن الکتیبہ
نطاۃ
حصن قلعۃ الزبیر
حصن الصعب بن معاذ
حصن وطیح
اورش
حصن نزار
سلالم
حصن تاعم
حصن قموص
حصن ابی

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے مرحب کو قتل کیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کئے مگر علیؓ کا وار پہلے ہوا جس سے تلوار خود سر کو کاٹتی ہوئی مرحب کے ڈاڑھ ہوں تک اُتر گئی اور شہر پر قبضہ کر لیا گیا۔ [1]

ایک روایت

ابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلعم سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے علیؓ بن ابی طالب کو اپنا علم دے کر لڑنے بھیجا۔ ہم بھی اُن کے ساتھ ہوئے۔ جب وہ قلعہ کے قریب پہنچے۔ اہل قلعہ مقابلہ کے لئے برآمد ہوئے علیؓ اُن سے لڑنے لگے۔ ایک یہودی نے اُن پر تلوار ماری جس سے اُن کی ڈھال ہاتھ سے گر پڑی علیؓ نے قلعہ کے پاس ایک دروازہ تھا اُسے اُٹھا لیا۔ اور اُس سے ڈھال کا کام لینے لگے۔ وہ اُسے اُٹھائے برابر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے اُن کو فتح دی۔ تب اُنہوں نے اُسے ڈال دیا۔ لڑائی سے فارغ ہو کر ہم آٹھ آدمیوں نے جن میں میں بھی شامل تھا۔ اس بات کے لئے اپنا پورا زور خرچ کر دیا کہ اُسے پلٹیں مگر ہم ایسا نہ کر سکے۔ [2]

روایت کے متعلق مولانا شبلیؒ کی رائے

شبلیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے پہلوان کا مارا جانا عظیم واقعہ تھا۔ اس لئے عجائب پسندی نے مبالغہ آمیز روایتیں پھیلا دیں۔ معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مرحبؔ کے مارے جانے کے بعد جب یہود نے عام حملہ کیا تو حضرت علیؓ کے ہاتھ سے سپر چھوٹ کر گر پڑی آپ نے قلعہ کا دروازہ جو سرتاپا پارۂ سنگ تھا اُکھاڑ کر اُس سے سپر کا کام لیا۔ اور جب اس واقعہ کے بعد ابو رافع نے سات آدمیوں کے ساتھ مل کر اُسے اُٹھانا چاہا تو وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ یہ روایتیں ابن اسحٰق اور حاکم نے بیان کی ہیں۔ لیکن بازاری قصے ہیں۔ علامہ سخاویؒ نے مقاصد حسنہ میں تصریح کی ہے کہ۔

کُلھا وَاھِیَۃٌ سب لغو روایتیں ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں علی بن احمدؒ فراخ کے حال میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے۔ ابن ہشام نے جن سلسلوں سے یہ روایتیں نقل کی ہیں اُن میں سے ایک روایت میں توبیخ کے ایک راوی کا نام سرے سے چھوڑ دیا ہے۔ اور دوسرے میں اس مشترک نقص کے ساتھ بریدہ بن سفیان بھی ایک راوی ہے جن کو امام بخاریؒ اور ابو داؤدؒ اور دار قطنی قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔ [3]

ابن اسحٰقؒ موسیٰ بن عقبہ اور واقدیؒ کا بیان ہے کہ مرحبؔ کو محمد بن مسلمہ نے مارا تھا۔ مسند ابن حنبل اور صحیح مسلم میں بھی ایسی ہی ایک روایت ہے۔ لیکن (صرف) صحیح بخاری میں مرحبؔ کا قاتل حضرت علیؓ کو لکھا ہے۔ [4]

حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں مرحبؔ کے بھائی یاسرؔ کا قتل

مرحبؔ جب مقتول ہوا تو اُس کا بھائی یاسرؔ غضبناک ہو کر میدان میں مبارز کا نعرہ بلند کرتا ہوا میدان میں آیا۔ حضرت زبیرؓ نے بڑھ کر اُس کا مقابلہ کیا۔ وہ اس قدر قوی اور تنومند تھا کہ حضرت زبیرؓ کی والدہ حضرت صفیہؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلعم آج میرا لخت جگر شہید ہو گا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ نہیں۔ زبیرؓ اُس کو مارے گا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے رد و بدل کے بعد وہ جہنم واصل ہوا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ مرحبؔ کے بعد اُس کا بھائی یاسرؔ یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا کہ:۔

---

[1] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۹۷ و ۳۹۹ [2] سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۲۷ تا ۴۲۹ و میزان الاعتدال ترجمہ بریدہ بن سفیان۔

قد علمت خیبر انی یاسر　　شاک السلاح بطل مغاور
اذا اللیوث اقبلت تبادر　　واحجمت عن صولتی الفوادر
ان حماوی فیہ موت حاضر

ترجمہ۔ تمام خیبر جانتا ہے کہ میں یاسر ہوں۔ مسلح۔ دلاور اور جری ہوں۔ جب کہ لڑائی میں بہادر لڑنے اور حملہ کرنے سے بڑے جری بھی ٹھٹک جاتے ہیں۔ میرے میدان میں موت حاضر ہے جو آئے گا مارا جائے گا۔

زبیرؓ بن العوام اُس کے مقابلے پر چلے اُن کی والدہ ماجدہ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب نے کہا۔ یا رسول اللہ کیا میرا بیٹا ہی مارا جائے گا۔ آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ تمہارا بیٹا اس کو قتل کر دے گا۔ حضرت زبیرؓ یہ رجز پڑھتے ہوئے بڑھے۔

قد علمت خیبر انی زبار　　قرم لقوم غیر نکس فرار
ابن حماۃ المجد وابن الاباۃ　　یاسر لا یغرک جمع اللقاء
فہم مثل سراب الجرار

ترجمہ۔ تمام خیبر جانتا ہے کہ میں زبیرؓ ہوں۔ قوم کا سردار ہوں نہ نکما ہوں اور نہ بھاگنے والا۔ میں ثرنا اور زبرکان کی اولاد ہوں۔ یاسر مجھے کافروں کی جمعیت دھوکے میں نہ ڈالے۔ کیونکہ اُن کی مثال بہت جلد غائب ہو جانے والے سراب کی ہے۔

اس کے بعد دونوں ملاقی ہوئے۔ حضرت زبیرؓ نے اسے قتل کر دیا۔ [1]

خیبر کے زمینوں کی تقسیم

اس غزوے میں ترانوے یہودی مارے گئے جن میں حارث۔ مرحب۔ یاسر اور عامر زیادہ مشہور ہیں۔ صحابہؓ میں سے پانچ یا بقول بعض پندرہ بزرگوں نے شہادت پائی۔ [2]

خیبر کی زمین مفتوحہ پر قبضہ کر لیا گیا اور یہ تمام زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی۔ ان میں رسول اللہ صلعم کا خمس بھی تھا۔ یہودیوں نے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ میں رہنے دی جائے۔ ہم نصف پیداوار دیں گے یہ درخواست منظور ہو گئی۔

یہ بھی لکھا گیا ہے کہ خیبر کی زمین دو برابر حصوں میں تقسیم ہوئی۔ نصف حصہ بیت المال۔ مہمانداری اور سفارت وغیرہ کے لئے خاص کر لیا گیا۔ اور نصف مجاہدین پر اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم ہوا۔ کیونکہ کل فوج کی تعداد چودہ سو تھی۔ دو سو سوار تھے۔ اور سواروں کو گھوڑوں کے معاوضہ کے لئے پیدل سے دگنا ملتا تھا اس لئے یہ تعداد اٹھارہ سو کے برابر تھی۔ رسول اللہ صلعم کو بھی عام مجاہدینؓ کے برابر حصہ ملا۔ [3]

ابن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب الزہریؒ سے پوچھا کہ آیا رسول اللہ صلعم نے خیبر کے یہودیوں کو اپنی دنانیر وہاں کے نخلستان ٹھیکہ پر دیئے تھے۔ یا کسی اور وجہ سے وہ اُن کے قبضہ میں چھوڑ دیئے گئے تھے اُنہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے جنگ کے بعد خیبر کو بزور فتح کیا تھا اور وہ اللہ کی طرف سے بطور مال غنیمت اُن کو ملا تھا آپ نے اس کے پانچ حصے کر کے اُسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۹۶ و ۳۹۷۔ [2] [3] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۴۴۹۔

لڑائی کے بعد اہل خیبر نے اس بات پر سر اطاعت خم کیا تھا کہ اُن کو جلاوطن کر دیا جائے۔ اس اقرار کے بعد رسول اللہ نے اُن کو بلا کر فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تمہاری یہ جائیداد ہم تمہارے ہی پاس رہنے دیں۔ اس شرط پر کہ تم اُسے آباد رکھو اور اس کی پیداوار کا ہم سے معاملہ کر لو۔ اس بات کو اُنہوں نے قبول کر لیا اور اس پر معاملہ ہو گیا۔

خیبر کی صحابہؓ شرکائے حدیبیہ میں تقسیم

رسول اللہ صلعم نے خیبر کو شرکائے حدیبیہ میں چاہے وہ خیبر کے واقعہ میں شریک ہوئے یا نہیں تقسیم فرمایا۔ مگر صرف ایک جابر بن عبداللہ بن حزام الانصاریؓ ایسے تھے جو شریک نہ ہو سکے تھے مگر رسول اللہ صلعم نے اور وں کی طرح اُنکا حصہ لگایا۔ [1]

حضرت زبیرؓ کو خیبر میں وسیع و سیر حاصل جاگیر

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلعم نے اُس کی زمین کو مجاہدینؓ پر تقسیم فرمادیا تھا چنانچہ حضرت زبیرؓ کو بھی ایک وسیع اور سرسبز قطعہ دربار رسالت سے بطور جاگیر ملا تھا۔ [2]

اس بارے میں ہشام بن عروہؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے زبیرؓ کو خیبر میں ایک زمین جاگیر میں عطا فرمائی جسمیں نخلستان تھا (اور اس کے علاوہ) اور بھی درخت تھے۔ [3]

یہودیوں کی خلاف ورزی

خیبر کے اکثر قلعہ جات پر قبضہ ہو جانے کی وجہ سے یہودیوں نے اس بات پر صلح کر لی کہ اُنکا خون معاف کر دیا جائے وہ شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے اور صرف وہی چیزیں لے جائیں گے جو اُونٹوں پر لادی جا سکتی ہیں۔ لیکن سونا۔ چاندی اور زرہیں حضور اکرم صلعم کا حق ہیں اور وہ آپ سے کوئی چیز نہیں چھپائیں گے اور نہ غائب کریں گے۔ اگر ایسا کیا تو ان کے لئے ذمہ اماں ہوگی اور نہ عہد۔

خیبر کے بعض باشندے جلاوطنی پر آمادہ ہو گئے تھے مگر جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے آنحضرت صلعم نے اُن سے بھی نصف پیداوار پر معاملت فرمائی اور یہودی خیبر میں رہنے پر راضی ہو گئے۔ کچھ عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ یہودیوں نے وہ مشک چھپالی ہے جس میں حیی بن اخطب سردار یہود کا مال و زر تھا۔

سُعینہؓ حضرت زبیرؓ کی حوالگی میں

آنحضرت صلعم نے حیی بن اخطب کے چچا سُعینہؓ بن عمرو سے حیی کی مشک کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اُس نے عرض کیا اُس زر و مال کو تو جنگوں اور کھانے پینے کے خرچوں نے ختم کر دیا۔ آنحضرت صلعم نے خزانہ کا پتہ چلانے کے لئے سُعینہ کو حضرت زبیرؓ کے سپرد فرمادیا کہ وہ اس سے مال کا پتہ نکالیں۔ حضرت زبیرؓ نے اُس پر سختی کی جس پر وہ قبول دیا کہ میں نے حیی کو فلاں کھنڈر میں پھرتے دیکھا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے وہاں جا کر تلاش کی اور وہ اُنہیں مل گئی۔ مگر سُعینہ کو اس بارے میں کوئی سزا نہیں دی گئی لیکن حیی کے داماد اور صفیہ بنت حیی بن اخطب کے خاوند کنانہ بن ربیع بن الحقیق کو اس وجہ سے کہ اس نے علم ہونے پر بھی اپنے خسر کے خزانے کا پتہ نہیں دیا تھا اور محمود بن سلمہؓ کو قتل کر دیا تھا۔ [1] آنحضرت صلعم کے حضور میں پیش کیا گیا جسکو آپ نے محمود بن مسلمہؓ کے سپرد فرمادیا اور انہوں نے اپنے بھائی کے قتل کے بدلہ میں کنانہ کی گردن مار دی۔ [2]

---

[1] نوٹ۔ کنانہ۔ صفیہ بنت حیی بن اخطب کا شوہر اول تھا صفیہ بعد میں آنحضرت صلعم کے نکاح میں آن کر ام المومنین حضرت صفیہؓ کہلائیں۔ [2] یہودی خیبر میں حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک چین و آرام سے ساکن گزین تھے لیکن اپنی شرارتوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے غارُوقی عہد خلافت میں خیبر سے نکال باہر کئے گئے۔

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۰۵ و ۴۰۶ [2] ترجمہ صحیح بخاری حصہ اول صفحہ ۱۹۲ و سیرۃ النبی ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۳۶۰-۳۶۲

فدک والوں کی درخواست مصالحت

رسول اللہ صلعم نے جب خیبر فتح کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اہل فدک کے دل میں اہل خیبر کی ذلیل شکست سے ایسا رعب ڈالا کہ انہوں نے خود ہی نصف پیداوار کی ادائی پر رسول اللہ صلعم سے مصالحت کی درخواست کی اُن کے وکلا انفقاد صلح کے لئے خیبر میں تا اثنائے راہ میں یا آپ کے مدینہ آجانے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کی درخواست منظور فرمائی۔

اس طرح فدک پر چونکہ مسلمانوں نے فوج کشی نہیں کی۔ یہ علاقہ خاص آپ کی ذات کے لئے مخصوص ہوا۔ [1]

عبداللہ بن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے مروی ہے کہ خیبر کے مواضعات میں سے شق اور نطاۃ عام مسلمانوں کے حصہ میں آئے۔ اور کتیبہ اللہ عزوجل کے خمس رسول اللہ صلعم کے خمس تیرا قرباء۔ یتامیٰ۔ غرباء۔ مسافر اور ازواج رسول اللہ صلعم کی معاش اور اُن لوگوں کے انعام میں جن کی کوشش سے اہل فدک اور رسول اللہ صلعم کے درمیان صلح ہوئی تھی۔ دیا گیا۔ ان کوشش کرنیوالوں میں محیصہ ابن مسعود بھی تھے۔ رسول اللہ صلعم نے خیبر کے غلہ میں سے تیس (۳۰) گوتے اونٹ کے جَو سے بھرے ہوئے اور تیس ۳۰ گوتے کھجور کے اُن کو دئے۔

غزوۂ وادی القریٰ

خیبر سے چلکر رسول اللہ صلعم وادی القریٰ کو روانہ ہوئے۔ چند روز تک اہل وادی القریٰ کا محاصرہ کئے رہے تا آنکہ بزور فتح کر لیا۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ خیبر سے واپسی میں سر مغرب وادی القریٰ پہنچے۔ اس غزوہ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ کچھ مسلمان عورتیں بھی تھیں۔ آپ نے اگرچہ مال غنیمت میں اُن کو شریک نہیں کیا۔ مگر مفتوحہ علاقہ کی پیداوار میں اُن کو شریک کر لیا۔ [3]

---

[1] **نوٹ۔ نماز قضا** ۔ سعید بن المسیب رضؓ سے مروی ہے کہ خیبر سے واپسی میں کسی جگہ آخر شب میں رسول اللہ صلعم نے صحابہ رضؓ سے فرمایا کہ شاید ہم سوتے رہیں۔ کون ہمیں نماز صبح کے لئے بیدار کریگا۔ حضرت بلال رضؓ نے کہا۔ میں جگاؤں گا۔ اس اطمینان پر آپ اور تمام صحابہ رضؓ نے منزل کی اور سو رہے۔ حضرت بلال رضؓ جاگنے کے لئے کپڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ اور جب سب پڑھ چکے تو آپ اونٹ کے سہارے بیٹھ گئے۔ اب صبح ذرا ذرا نمودار ہوا چاہتی تھی کہ نیند کے غلبہ سے حضرت بلال رضؓ بھی سو گئے۔ دھوپ کی تمازت نے سب کو بیدار کیا۔ سب سے پہلے آنحضرت صلعم بیدار ہوئے آپ نے حضرت بلال رضؓ سے فرمایا۔ یہ تم نے کیا کیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو نیند آپ پر غالب آگئی اسی سے میں مغلوب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا سچ کہتے ہو۔ اب آپ سب کو لیکر اس جگہ سے تھوڑی دور گئے اور پھر اتر پڑے۔ آپ نے وضو کیا۔ تمام لوگوں نے وضو کیا۔ آپ نے حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا انہوں نے تکبیر و اقامت کہی۔ آپ نے سب کو نماز پڑھائی اور سلام کے بعد صحابہ رضؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنا بھول جاؤ تو جب یاد آجائے پڑھ لو۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ تم میری یاد کے لئے نماز پڑھو۔ ابن اسحٰق کے بیان کے مطابق غزوۂ خیبر ماہ صفر ۷ھ میں ہوا۔ (ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۰۴)

[2] **نوٹ**۔ تیما اور خیبر کے درمیان ایک وادی ہے۔ جس میں بہت سی بستیاں ہیں۔ اس کو وادی القریٰ کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں عاد و ثمود یہاں آباد تھے۔ جن کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ اسلام سے پہلے یہاں یہودیوں نے آباد ہو کر زراعت و آبرسانی کو بہت ترقی دی۔ اب یہ یہود کا مرکز بن گیا تھا۔ (معجم البلدان لفظ قریٰ از سیرۃ النبیؐ صفحہ ۴۶۰)۔

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۰۵ [2] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۲۰۷ [3] ترجمہ طبری جلد اول صفحہ ۴۰۲ و ۴۰۳

مہاجرین حبشہ کی واپسی ابھی خیبر سے مدینہ کی واپسی کی تیاری ہو رہی تھی کہ ملک حبش سے مہاجرینؓ حبشہ کا قافلہ جس میں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور اُم حبیبہؓ بنت ابوسفیان بھی تھیں مع شاہِ حبش کے خط اور تحفوں کے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عمروؓ بن اُمیہ ضمری جو اُن کو لینے گئے تھے۔ شامل تھے۔ آنحضرت صلعم ان مومنین سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ [1]

عمرۃ القضاء اس سال ماہ شوال ۷ھ کے آخر تک آنحضرت صلعم مدینہ منورہ میں تشریف فرما رہے۔ شروع ذی قعدہ میں معہ ان صحابہؓ کے جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ اور یہ کل دو ہزار آدمی تھے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب بطن یاجج میں جو کہ سے آٹھ میل ادھر ہے پہنچ کر آپ نے اور تمام مسلمانوں نے صرف تلواریں حمایل رکھیں۔ باقی تمام ہتیار اُتار ڈالے۔ اِس طرح مکہ میں داخل ہوئے۔ (صلح حدیبیہ میں قریش سے معاہدہ ہوا تھا کہ اگلے سال آنحضرت صلعم مکہ میں آکر عمرہ ادا کریں اور تین دن قیام کرکے واپس تشریف لے جائیں۔ معاہدہ میں یہ بھی شرط تھی کہ مسلمان مکہ میں ہتیار لیکر نہ آئیں۔ چنانچہ ہتیار باہر چھوڑ دئے گئے۔ اور اُن کی حفاظت پر دو سو سوار متعین کر دئے گئے) بیت اللہ کے قریب پہنچ کر آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ کندھوں کو برہنہ کرلو۔ اور احرام کا کپڑا بغل کے نیچے سے نکال کر گردن کے گرد لپیٹ لینے کے بعد مستعدی سے دوڑتے ہوئے سرگرمی کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرو۔ مدعا اس سے یہ تھا کہ مشرکین پر مسلمانوں کی جفاکشی۔ قوت اور شوکت کا اظہار ہو۔ مسلمانوں نے تین دن مکہ میں قیام کیا۔ اہل مکہ کو آپ کے قدوم کا علم ہوا تو وہ حسب قرارداد خود مکہ چھوڑ کر چلے گئے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قریش رسول اللہ صلعم اور آپ کے ہمراہی مسلمانوں کو دیکھنے کے لئے اپنی چوپال کے پاس صف بستہ کھڑے ہو گئے۔ مسجد میں پہنچ کر آپ نے اپنی چادر اپنی بغل میں دبائی اور اپنا سیدھا ہاتھ اُٹھایا۔ اور فرمایا اللہ نے میرے حال پر رحم کیا کہ اُس نے آج اُن کو میری قوت دکھا دی۔ پھر آپ نے رکن کو بوسہ دیا اور آپ اور صحابہؓ تیز قدم طواف کرنے لگے۔ جب بیت اللہ کی آڑ میں آگئے اور رکن یمانی کو آپ نے بوسہ دے لیا تو آپ معمولی رفتار سے چلنے لگے۔ پھر آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور آپ پھر تیز قدم چلے۔ اِس طرح آپ نے تین طواف کئے۔ اور تمام بیت اللہ میں چکر لگایا۔ ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ اس طرح تیز قدم طواف کرنا عام مسلمانوں پر اس لئے واجب نہیں ہے کہ ایسا رسول اللہ صلعم نے صرف قریش کو دکھانے کے لئے اُس وقت کیا تھا۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہوا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ آج مسلمان بہت ہی تکلیف میں ہیں۔ اور درماندہ ہیں۔ مگر حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلعم نے اِسی طرح تیز قدم طواف کیا اُس وقت سے پھر یہ سنت راج ہوگئی۔ قریش کے وفد نے آپ سے تیسرے دن کہا کہ مدت معاہدہ کیونکہ گذر چکی ہے اب آپ یہاں سے چلے جائیں۔ رسول اللہ صلعم مکہ سے باہر نکل آئے۔ آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ نذر کے جانور بدل دیں اور خود آپ نے بھی بدلے۔ صحابہؓ کو اونٹوں کے متعلق دشواری معلوم ہوئی آپ نے اُن کو گائے کی اجازت دی۔ اس کے بعد آپ ذی الحجہ ۷ھ میں مدینہ تشریف لے آئے۔ اس سال بھی حج مشرکین کے انتظام میں ہوا۔ [2]

---

[1] **نوٹ ۷ھ کے فقہی احکام** اس سال یہ فقہی احکام نازل ہوئے۔ (۱) پنجہ دار پرند حرام ہو گئے (۲) درندہ جانور حرام کر دئے گئے۔ (۳) گدھا اور خچر حرام کر دیا گیا (۴) اب تک لونڈیوں سے تمتع فوراً جائز سمجھا جاتا تھا۔ اب یہ قید ہو گئی کہ اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک ورنہ تین مہینہ تک تمتع جائز نہیں۔ (۵) چاندی سونے کا بیع تفاضل خریدنا حرام ہوا۔ (۶) بعض روایتوں میں ہے کہ متعہ بھی اسی غزوہ میں حرام ہوا۔ ارباب سیر نے غزوہ خیبر کے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (سیرۃ النبی جلد اول ص ۶۵۹ تا ۶۶۰)

[2] ترجمہ طبری جلد ۷ ص ۴۰۸ تا ۴۱۰۔

حضرت خالدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی ہجرت مدینہ ۸ھ

۸ھ میں ہم حضرت خالد ابن الولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کے قبول اسلام کا حال پہلے لکھ آئے ہیں۔ علامہ مسعودی رحمۃ لکھا ہے کہ یہ دونوں اصحابؓ ۸ھ میں ہجرت کرکے مدینہ آئے۔ اس لئے اس موقع پر ہم ۸ھ میں اسلام لانے اور ۸ھ میں ان اصحاب کے مدینہ آنے کے دونوں بیانات لکھ دینے مناسب سمجھتے ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد ابن الولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے مکہ سے بارگاہ نبویؐ مدینہ منورہ میں حاضر ہوکر اسلام کا شرف حاصل کیا۔ [۱]

(۲) صفر ۸ھ میں عمرو بن العاصؓ بن وائل بن ہاشم بن سعید ابن سہم بن عمرو بن مصیص بن کعب بن لوئی بن غالب اور خالدؓ بن الولید بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب ابن لوئی مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے۔ [۲]

فتح مکہ رمضان ۸ھ

اس چڑھائی کی وجہ یہ ہوئی کہ حدیبیہ میں بیعت رضوان کے بعد جو صلح ہوئی تھی اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب میں جو چاہے قریش کا ساتھ دے۔ اور جو پسند کرے وہ مسلمانوں سے اتحاد کرلے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم سے قبیلہ خزاعہ نے اور قریش سے خاندان بنو بکر نے ساتھ دینے کا معاہدہ کرلیا تھا۔ (یہ دونوں قبیلے آپس میں اسلام کے ظہور سے پہلے ایک دوسرے سے عناد رکھتے اور اکثر دفعہ معرکہ آرا ہو چکے تھے) جب حدیبیہ کی صلح واقع ہوئی تو شرائط معاہدہ کی رو سے دونوں قبیلے لڑائی سے دست بردار ہوگئے۔ لیکن بنو بکر نے نقض عہد کیا۔ وہ دفعتاً خزاعہ پر حملہ آور ہوا اور قریش نے علانیہ ان کو مدد دی۔ یہاں تک کہ خزاعہ نے حرم میں جاکر پناہ لی تو وہاں بھی ان کو پناہ نہیں ملی۔ خزاعہ نے جاکر آنحضرت صلعم سے استغاثہ کیا۔ آنحضرت صلعم نے فوراً قاصد کے ذریعہ قریش کے پاس تین شرطیں لکھ کر بھیجیں کہ ان میں سے کوئی ایک قبول کی جائے۔ (۱) مقتولوں کا خون بہا دیا جائے (۲) قریش بنی بکر کی حمایت سے علیحدہ ہو جائیں۔ (۳) اعلان کر دیا جائے کہ معاہدہ حدیبیہ ٹوٹ گیا۔

ابوسفیان کو یہ خبر معلوم ہوئی تو پیش بندی کے لئے وہ مدینہ منورہ پہنچا۔ اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر قریش کی طرف سے تجدید معاہدہ صلح کی درخواست کی۔ لیکن آپ نے اسے کچھ جواب نہیں دیا۔ اور وہ ناامید واپس گیا۔ قرطہ بن عمر کی زبانی قریش نے تیسری شرط منظور کی تو مجبوراً آنحضرت صلعم نے مکہ پر حملہ کی تیاریاں کیں۔ اپنے اتحادی قبائل کو تیار ہوکر آنے کے لئے قاصد روانہ کئے اور سخت احتیاط کی کہ اہل مکہ کو اس ارادے کی خبر نہ پہنچنے پائے۔

صحابہؓ کو سفر کی تیاری کا حکم

رسول اللہ صلعم نے سفر کی تیاری کا حکم دیا اور آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میرا سامان بھی درست کردو۔ حضرت ابوبکرؓ اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا تو وہ رسول اللہ صلعم کے سامان کو درست کر رہی ہیں پوچھا بیٹی کیا رسول اللہ صلعم نے سامان کی تیاری کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا دیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا۔ کچھ سمجھتی ہو کہ ان کا ارادہ کہاں تشریف لے جانے کا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا یہ تو میں بالکل نہیں جانتی۔ اس کے بعد

---

[۱] سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۳۵ [۲] ترجمہ تنبیہ واشراف مسعودی صفحہ ۸۷۔

رسول اللہ صلعم نے سب صحابہؓ کو بتا دیا کہ میں مکہ جا رہا ہوں اور حکم دیا کہ سب لوگ فوراً انتظام کر کے تیار ہو جائیں اور فرمایا۔ اے خدا وندا تا وقتیکہ ہم خود اُن کے علاقہ میں نہ پہنچ جائیں قریش کو ہماری نقل و حرکت کی کسی مخبر یا جاسوس کے ذریعہ اطلاع نہ مل سکے۔ ان تمام مسلمانوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ اِس موقع پر مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب و تحریص کے لئے حضرت حسان بن ثابتؓ نے چند شعر بھی کہے۔ [1]

حضرت زبیرؓ و حضرت علیؓ حضرت حاطبؓ کے قاصد کے تعاقب میں۔

جب رسول اللہ صلعم پوری طرح مکہ تشریف لے جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اُس وقت حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے (جو آلِ عوام بن خویلد بن اسد کے حلیف تھے) ایک خط قریش مکہ کو لکھا۔ اور اُس میں اطلاع دی کہ رسول اللہ صلعم تمہارے مقابلہ پر تشریف لا رہے ہیں۔ یہ خط اُنہوں نے بنی عبدالمطلب کی ایک آزاد کنیز (سارہ) کے ہاتھ (جو اُن کے پاس کچھ مانگنے آئی تھی) اُجرت دیکر روانہ کر دیا۔ محمد بن جعفرؒ کا خیال ہے کہ وہ عورت قبیلہ مزینہ کی تھی۔ اس عورت نے وہ خط اپنے سر میں رکھ کر اُوپر سے بال گوندھ لئے اور روانہ ہو گئی۔ رسول اللہ صلعم کو بذریعہ وحی حضرت حاطبؓ کی اس حرکت کی خبر مل گئی۔ اور آپ نے حضرت زبیرؓ کو حضرت علیؓ و مقدادؓ کے ہمراہ اُس عورت سے خط چھین لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ [2]

عبیداللہ بن رافعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے اور حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ بن اسود کو بھیجا اور فرمایا کہ تم جاؤ۔ یہاں تک کہ جب روضۂ خاخ میں پہنچنا تو وہاں ایک بڑھیا چلی جا رہی ہو گی اُس کے پاس ایک خط ہے تم وہ خط اُس سے لے لینا۔ چنانچہ ہم گئے ہمارے گھوڑے ہمیں تیزی سے لئے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم اُس مقام پر پہنچ گئے تو ہمیں وہ بڑھیا ملی۔ ہم نے کہا کہ وہ خط نکال۔ اُس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا تو خط نکال دے۔ یا کپڑے اُتار ڈال۔ پس اُس نے وہ خط اپنے جوڑے سے نکالا۔ ہم اُس خط کو رسول اللہ صلعم کے پاس لے آئے۔ اُس میں لکھا تھا کہ حاطبؓ بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ والے مشرکوں کے نام (یہ خط ہے) حاطبؓ بن بلتعہ انہیں رسول خدا صلعم کے بعض ارادوں کی خبر دے رہے تھے۔

حضرت حاطبؓ سے جواب طلبی

رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اے حاطبؓ یہ کیا بات ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلعم (میرے بارے میں) جلدی نہ کیجئے۔ میں ایک شخص ہوں جو قریش سے مل گیا ہوں اور میں اُن کے خاندان سے نہیں ہوں آپ کے ہمراہ جو مہاجرینؓ ہیں مکہ میں اُن کی قرابتیں ہیں جن کی وجہ سے مکہ والے اُن کے اعزا۔ اُن کے مالوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ اگر میرا نسب اُن میں نہیں ہے تو میں کوئی احسان اُن پر کروں جس سے وہ میرے اعزا کی حفاظت کریں۔ اور میں نے (یہ بات) نہ کفر کی وجہ سے کی ہے نہ ارتداد کی وجہ سے نہ بعد اسلام کفر سے رضامندی کے سبب سے رسول خدا صلعم نے فرمایا۔ حاطبؓ نے سچ بیان کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم مجھے اجازت دیجئے کہ

---

[1] نوٹ۔ بخاری شریف میں حضرت مقدادؓ کی بجائے حضرت مرثدؓ کا نام تحریر ہے۔

---

[2] طبری حصہ اول جلد سوم صفحہ ۱۴۳۱ تا ۱۴۳۲۔

میں اس منافق کی گردن مار دوں۔

بدریوں کا درجہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کی عرض پر فرمایا کہ یہ بدر میں شریک ہو چکے ہیں اور تمہیں کیا معلوم۔ اللہ اہل بدر کے حال سے مطلع ہے۔ اس نے (ان کی نسبت) فرما دیا ہے کہ تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں بخش دیا۔ سفیان نے (اس حدیث کی سند کی نسبت) کہا کہ یہ کیا (عمدہ) سند ہے۔ [1]

مکہ کی جانب روانگی ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم اس سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ نے ابو رہم کلثوم بن حصین بن خلف الغفاری کو مدینہ منورہ میں اپنا نایب مقرر فرمایا۔ دس رمضان کو آپ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ بھی روزے سے تھے۔ اور دوسرے مسلمان بھی روزہ دار تھے۔ کدید پہنچ کر جو عسفان اور امج کے درمیان ہے آپ نے افطار صوم کیا۔ یہاں سے بڑھ کر آپ نے دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مر الظہران پر قیام فرمایا۔ بنی سلیم اور مزینہ بھی آپ کے ساتھ شریک ہو گئے۔ ان کی تعداد بھی کثیر تھی۔ اور ان میں کثیر مسلمان تھے۔ اس سفر میں تمام مہاجرینؓ و انصارؓ بلا استثناء آپ کے ہمرکاب تھے۔ آپ مر الظہران پر مقیم تھے۔ مگر آپ کے نقل و حرکت کی قریش کو قطعی خبر نہ تھی۔ ان کو کچھ معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کہاں ہیں اور اب کیا کرنے والے ہیں۔ ابوسفیان بن حرب حکیم بن حزام اسدی اور بدیل بن ورقا اس رات آپ کی اطلاع لینے کے لئے مکہ سے چلے۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اثنائے راہ میں کسی جگہ رسول اللہ صلعم سے آکر مل گئے۔ [2]

ابوسفیان کا قبول اسلام حضرت عباسؓ یہ سوچکر کہ اگر مسلمان مکہ میں بزور داخل ہو گئے تو قریش کی خیر نہیں وہ تباہ ہو جائیں گے۔ آنحضرت صلعم کے سفید مادہ خچر پر سوار ہو کر نکلے کہ اگر کوئی شخص مل جائے تو اس کے ذریعہ سے قریش کو اطلاع بھیجدیں۔ تاکہ وہ امان لے لیں۔ راستہ میں انہیں ابوسفیان مل گیا تو انہوں نے اس سے کہا کہ تم اگر مسلمانوں کے ہاتھ آگئے تو وہ تمہاری گردن مار دیں گے۔ اس لئے میرے ساتھ چلو تاکہ میں تمہارے لئے امان لے لوں۔ ابوسفیان حضرت عباسؓ کے پیچھے خچر پر بیٹھ گیا۔ اور اب وہ اسے لے کر آنحضرت صلعم کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے چولھے کی طرف سے گذرے تو وہ ابوسفیان کو دیکھتے ہی کہنے لگے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے بغیر کسی معاہدے کے تجھے ہمارے قبضہ میں دیدیا۔ پھر فوراً تیزی سے وہ رسول اللہ صلعم کے پاس دوڑے۔ حضرت عباسؓ خچر کو تیز دوڑا کر ان سے ذرا پہلے۔ خدمت حضور اقدس صلعم میں پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کے قتل کی اجازت چاہی تو حضرت عباسؓ نے عرض کی کہ میں نے ابوسفیان کو امان دے دی ہے۔ حضور صلعم نے حضرت عباسؓ کی امان کو بحال رکھ کر فرمایا کہ اچھا جاؤ ہم نے اسے امان دی۔ کل صبح لے کر آنا۔ دوسرے دن آنحضرت صلعم نے اسے تفہیم فرمائی۔ پہلے تو ابوسفیان کو تذبذب رہا۔ پھر اسی نشست میں انہوں نے کلمۂ شہادت ادا کیا۔ [3]

حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ ابوسفیان کے کلمۂ شہادت پڑھ لینے کے بعد رسول اللہ صلعم نے مجھے فرمایا کہ اب تم جاؤ۔ اور ان کو وادی کے تنگنائے کے قریب پہاڑ کی چوٹی پر اپنے ساتھ رکھو۔ تاکہ یہ اللہ کی فوجوں کو جب وہ ان کے سامنے سے گذریں تو دیکھ لیں۔ کچھ دیر کے بعد دریائے اسلام میں تلاطم پیدا ہوا اور قبایل اسلام کی فوجیں گذرنی شروع ہوئیں۔ جن کے جاہ و جلال کو دیکھ کر ابوسفیان کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں اور دل مرعوب ہو جاتا تھا۔

حضرت زبیرؓ علم بردار رسول اللہ صلعم سب کے اخیر کو کبہ نبوی نمودار ہوا جس کے پرتو سے سطح خاک پر نور کا فرش بچھتا جاتا تھا۔ حضرت زبیرؓ علم بردار تھے۔ حضرت عروہؓ فرماتے

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۶۴۰ [2] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۳۲ تا ۴۳۷۔

یں کہ فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ صلعم مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو تشریف لے گئے تو یہ خبر قریش کو پہنچی۔ ابوسفیان حکیم بن حزام سدی اور بدیل بن ورقا۔ رسول اللہ صلعم کی خبر دریافت کرنے کو مکہ سے نکلے اور چلتے چلتے مقام مرالظہران میں پہنچے۔ (جو مکہ کے قریب ہے) تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ آگ بہ کثرت روشن ہے جیسی کہ عرفہ میں ہوتی ہے۔ ابوسفیان نے کہا یہ کیسی آگ ہے جیسی کہ عرفہ میں آگ (بہ کثرت) ہوتی ہے۔ بدیل بن ورقا نے کہا۔ بنی عمرو کی آگیں ہوں گی۔ ابوسفیان نے کہا بنی عمرو کے اتنے آدمی نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے چوکیداروں نے انھیں دیکھ لیا۔ اور انھیں پکڑ کر رسول اللہ صلعم کے پاس لے آئے۔ ابوسفیان مسلمان ہوگیا۔ جب رسول خدا صلعم چلے تو حضرت عباسؓ سے فرمایا۔ ابوسفیان کو حطم خیل (حطم خیل کسی مقام کا نام نہیں ہے بلکہ تنگ جگہ مراد ہے۔ جہاں پر گھوڑوں کا ازدہام ہو) کے پاس ٹھیرانا تاکہ مسلمانوں کی شوکت کو ملاحظہ کرے۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو (مقام مذکور پر) ٹھیرایا۔ اور قبیلہ قبیلہ گذرنا شروع ہوا۔ ٹکڑا ٹکڑا لشکر کا ابوسفیان کے پاس سے گذرا۔ ابوسفیان بولا۔ اے عباسؓ یہ کون ہیں۔ وہ بولے یہ قبیلہ غفار ہے۔ اُس نے کہا میری اور غفار کی تو لڑائی نہ تھی۔ (پھر رسول اللہ صلعم کے ہمراہ مجھ پر کیوں چڑھ کر آئے ہیں) پھر قبیلہ جہینہ گذرا اور ابوسفیان نے مثل اول گفتگو کی۔ پھر قبیلہ سعد بن ندیم اور سلیم گذرے اور ابوسفیان نے یہ ہی بات کہی۔ پھر ایک قبیلہ گذرا کہ اُس جیسا ابوسفیان نے نہیں دیکھا تھا۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ عباسؓ نے جواب دیا یہ انصار ہیں۔ اُن کے امیر سعد بن عبادہؓ ہیں۔ اُن ہی کے پاس جھنڈا ہے۔ پھر سعد بن عبادہؓ نے کہا۔ اے سفیان آج کا دن (کفار کے) مارے جانے کا دن ہے۔ آج کے دن کعبہ حلال ہو جائے گا۔ (یعنی کفار کا قتل اُس میں جایز ہو جائے گا) ابوسفیان نے کہا۔ اے عباسؓ روز ہلاکت کفار اچھا ہے۔ پھر ایک پلٹن آئی جو سب سے چھوٹی تھی۔ اُن ہی میں رسول خدا صلعم اور آپ کے صحابیؓ تھے۔ اور جھنڈا حضرت زبیرؓ کے پاس تھا۔ جب رسول خدا صلعم ابوسفیان کے پاس سے گزرے ابوسفیان نے عرض کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سعد بن عبادہؓ نے کیا کہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ انہوں نے کیا کہا۔ ابوسفیان نے عرض کیا کہ اس طرح کہا ہے آپ نے فرمایا۔ سعدؓ نے غلط کہا ہے۔ یہ وہ دن ہے کہ اللہ اس میں کعبہ کو بزرگی دیگا اور وہ دن ہے کہ کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔ [1]

فتح مکہ میں حضرت زبیرؓ کا لقب صاحب اللوائین۔

جب سرکار دو عالم صلعم کو سفیانؓ کی زبانی حضرت سعد بن عبادہؓ کی اُس گفتگو کا علم ہوا جو انہوں نے سفیانؓ کو مخاطب کر کے کی تھی۔ تو سرکار دو عالم صلعم نے حضرت سعد بن عبادہؓ سے علم لے کر اُن کے صاحبزادے قیسؓ کو دے دیا۔ بعض اہل سیر نے یوں فرمایا ہے کہ حضرت سعدؓ سے علم لے کر حضرت زبیرؓ بن العوام کو دیا گیا۔ آنحضرت صلعم کا خاص علم بھی پہلے سے حضرت زبیرؓ کے پاس تھا۔ اس لئے اس وقت سے حضرت زبیرؓ کا لقب صاحب اللوائین (یعنی دو جھنڈے والے) ہوا۔

بعض روایات صحیحہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم کا یہ خیال مبارک ہوا کہ کہیں میرے اس حکم سے کہ ان سے جھنڈا لے لیا جائے۔ سعدؓ رنجیدہ نہ ہو جائیں۔ اس لئے اُن کے بیٹے قیسؓ کو باپ سے علم لینے کا حکم ہوا کہ جن سے حضرت سعدؓ کو رنج نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر حضرت سعدؓ نے سمجھا کہ کہیں میری طرح میرے بیٹے سے بھی کوئی امر خلاف مرضی حضورؐ سرزد نہ ہو جائے۔ اس لئے عرض کی کہ حضورؐ یہ عہدہ تو کسی اور ہی کو مرحمت ہو۔ بڑا نازک کام ہے۔ پس اس طرح حضرت سعدؓ کا علم بھی حضرت زبیرؓ بن العوام کے پاس پہنچ گیا۔ [2]

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۶۱۸ [2] شمس التواریخ حصہ اول صفحہ ۲۸۱ و ۲۸۲۔

فتح مکہ کے متعلق حضرت عروہ بن الزبیرؓ کا بیان

حضرت عروہ بن الزبیرؓ نے فتح مکہ[1] کے متعلق عبدالملک بن مروان کے استفسار پر حسب ذیل بیان اُسے لکھا تھا۔ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر خالد ابن الولیدؓ کی کارروائی دریافت کی ہے کہ آیا اُنہوں نے غارت گری کی اور کس کے حکم سے کی۔ اس کے متعلق نگارش ہے کہ خالد ابن الولیدؓ فتح مکہ میں رسول اللہ صلعم کے ہمراہ تھے۔ مکہ جاتے ہوئے آپ بطنِ مرّہ آئے۔

---

[1] نوٹ۔ فتح مکہ نہ صرف تاریخ اسلام اور تواریخ عالم میں ایک خاص اہمیت رکھنے والی فتح ہے۔ بلکہ کتب مقدسہ قدیم میں بھی اس عظیم الشان فتح و نصرت کی بشارت پائی جاتی ہے۔ اس بشارت کا انتظار ابتدائے عالم سے کل ادیانِ اقوام کو تھا۔ اس لئے اُنہوں نے اس فتح کا ذکر بطور پیش گوئی اپنی کتابوں میں کیا ہے جس کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

استثناء (باب ۳۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وصال سے پہلے ایک ضروری وصیت فرمائی جو بصورت بشارت ان بلیغ الفاظ میں موجود ہے۔

"اور کہا خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے اُن پر آشکارہ ہوا۔ وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اور وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے اس کے داہنے ہاتھ پر اُن کے لئے آتشی شریعت ہے"

اِس بشارت میں ظہورِ خداوندی کے تین مقامات بتائے گئے ہیں۔ پہلا مقام جہاں پر خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اپنا اظہار کیا وہ کوہِ سینا ہے۔ اور دوسرا مقام شعیر ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰؑ کے ذریعہ خدا کا اظہار ہوا۔ اور تیسرا مقام فاران ہے۔ اور فاران کہ معظمہ کے پہاڑ کا نام ہے۔ چنانچہ تورات سامری کا عربی ترجمہ جسے آرکیوتن نے ۱۸۵۱ء میں شایع کیا۔ اِس میں (کتاب پیدائش باب ۲۱) کے ترجمہ فاران کو حجاز بتایا ہے۔ ترجمہ کے اصل عربی الفاظ یہ ہیں۔ وسکن برية فاران الحجاز واخذت له امه امراة من ارض مصر (اسمٰعیل بیابان فاران واقع حجاز میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور ان کی ماں نے ان کے لئے مصر سے ایک عورت لی) اس آیت میں اصل عبری زبان کا جملہ یہ ہے۔ "ملا بدپاران" عبری زبان میں لفظ مدبر کے معنی زمین غیر ذی زرع ہیں اور دنیا جانتی ہے کہ یہ وادیٔ غیر ذی زرع کہ معظمہ کی تعریف ہے۔ اور اس پیش گوئی کا یہ جملہ کہ وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے اور فتح مکہ کی طرف کھلے طور پر اشارہ کرتا ہے۔ قدوسیوں سے مراد پاک شخصیتیں جو صحابہ کرامؓ کی تھیں۔ دنیا کی تاریخ میں یہ ایک مخصوص اور بے نظیر واقعہ ہے کہ جب نبی کریم صلعم نے مکہ کو فتح کیا تو آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرامؓ اجمعین تھے۔ اور ایک جملہ اس بشارت میں یہ ہے کہ "اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت ہے"۔ حقیقت یہ ہے کہ عربی اور عبری زبانوں میں "یمین" (داہنے ہاتھ کا محاورہ) برکت، بندگی اور حکومت اور طاقت کا اظہار کرتا ہے تو بس داہنے ہاتھ میں شریعت کی آگ سے مراد یہ ہے کہ وہ مذہبی جنگ ہوگی۔

غزل الغزلات

میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔ اس کا سر خالص سونا ہے۔ اس کی زلفیں پیچ در پیچ کوے جیسی کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ان کبوتروں کے مانند ہیں جو دودھ میں نہا کر لب دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں اس کے رخسار پھولوں کے اور بلساں کی کیاریاں ہیں۔ اس کے ہونٹ سوسن ہیں۔ جن سے رقیق مر ٹپکتا ہے اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں۔ اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے۔ جس پر نیلم کے پھول بنے ہوں۔ اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگ مرمر کے ستون ہیں۔ وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشک سرو ہے۔ اس کا منہ از بس شیریں ہے۔ ہاں وہ سراپا محمدیم ہے اے یروشلایم کی بیٹیو یہ ہے میرا محبوب یہ ہے میرا پیارا۔" (باب ۵-۱-۱۶)

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت نبی کریم صلعم کی بشارت میں جہاں حسن سیرت و صورت کو بطور نشان پیش فرماتے ہوئے آپ کا اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر فرما دیتے ہیں تو وہیں فتح مکہ کو بھی بطور شہادت بیان کرتے ہیں کہ وہ دس ہزار (باقی صفحہ ۹۲ پر

قریش نے ابوسفیان اور حکیم بن حزام اسدی (حضرت زبیرؓ کے چچازاد بھائی) کو رسُول اللہ صلعم کے پاس بھیجا۔ اُس وقت تک اُن کو یہ معلوم نہ تھا کہ رسُول اللہ صلعم کا ارادہ کہاں کا ہے۔ آیا وہ قریش کے مقابلہ پر تشریف لا رہے ہیں۔ یا طائف کا قصد رکھتے ہیں۔ بُدیل بن ورقا بھی خود ہی اُن کی مصاحبت کے لئے اُن دونوں کے ساتھ ہولیا۔ یہ صرف تین آدمی تھے اور چوتھا نہ تھا۔ اُن کو بھیجتے وقت قریش نے اُن سے کہا کہ کم از کم تمہاری سمت سے وہ حملہ و یورش نہ کرنے پائیں اور یہ اندیشہ ہمیں

(بسلسلہ صفحہ ۹۱) میں ممتاز ہے۔" دنیا جانتی ہے کہ جب کہ معظمہ فتح ہوا تھا تو آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرامؓ تھے۔ جن میں آپ ہر حیثیت سے ممتاز تھے۔ یہاں قابل غور چیز لفظ یروشلایم ہے۔ یہ تثنیہ کا صیغہ ہے اور اس لفظ کے عام معنے تو یروشلیم لئے جاتے ہیں۔ جو بہ اصول قواعد زبان غلط ہے۔ جن حضرات نے بائیبل کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یروشلیم دو ہیں۔ جیسا کہ (گلتیوں باب ۴ آیت ۲۵) میں پولوس نے لکھا ہے۔" ایک ہاجرہ کا یروشلیم ہے اور دوسرا سارہ کا۔ پس اس حوالہ کی رُو سے یروشلیم دو ہوئے اور حضرت ہاجرہ کا یروشلیم مکہ معظمہ ہے جہاں آپ نے سکونت فرمائی تھی۔ پیش گوئی میں دس ہزار کے ساتھ ساتھ مکہ معظمہ کے رہنے والوں سے مخاطبت کھلی طور پر فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

انجیل "خنوک نے بھی جو آدم سے ساتویں پشت میں تھا یہ پیش گوئی کی تھی کہ دیکھو خداوند اپنے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے۔ تاکہ سبھوں کی عدالت کرے اور سب بے دینوں کو ان کی بے دینی کے ان سارے کاموں کے سبب جو انہوں نے بے دینی سے کئے ہیں اور ان ساری سخت باتوں کے سبب جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کہی ہیں قصوروار ٹھہرائے۔" (یہوداہ کا عام خط (ب ۱۴-۱۵)۔ متذکرۂ بالا عبری الفاظ میں ایک لفظ ربوث ہے۔ مترجموں نے پیش گوئی کو مبہم بنانے کے لئے اس کے معنی لاکھوں لئے ہیں لیکن ربوث کے معنی دراصل دس ہزار ہیں اور یہ لفظ بائیبل میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ اور ولیم جنیس کی عبرانی انگریزی لغت میں ربوث کے معنے لکھے ہیں۔ (A MYRIAD TEN THOUSAND) دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنا یہ ایک واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے مکہ فتح فرمایا تھا تو آپ کے ساتھ دس ہزار قدوسی تھے۔ فتح مکہ کے وقت سبھوں کی عدالت ہوئی۔ اور پیش گوئی کے یہ الفاظ کہ "سب بے دینوں کو ان کی بے دینی کے کاموں پر جو انہوں نے بے دینی سے کئے اور ساری سخت باتوں پر جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کہی ہیں۔ قصوروار ٹھہرائے۔ واقعات فتح مکہ میں سے یہ ایک کھلا واقعہ ہے جب تمام لوگ جمع ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ بتاؤ آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ بعضوں نے سمجھا کہ آپ ان کی غلطیوں کی سزا دیں گے۔ لیکن اس ذات بابرکات نے جس کو خود خدا نے رؤف و رحیم کہا ہے سب کو بغیر کسی ملامت کے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ تم پر کوئی مواخذہ نہیں خدا تمہیں معاف کرے۔ اسی طرف یسعیاہ نبی نے اشارہ فرمایا تھا کہ "جو اس میں بستے ہیں بخشے گئے ہیں"۔ (ب ۳۳ ۲۴)۔

زند اوستا حضرت زرتشت فرماتے ہیں" اس کا نام فاتح مہربان اور اس کا نام" استوارتا" ہوگا اور وہ رحمت مجسم ہوگا۔ (فروردین یشت ۲۸ آیت ۱۲۹)

"استوت ارتا" کے معنے ہیں تعریف کیا گیا جس کے عربی معنے ہوں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی کے ساتھ فاتح مہربان کا لفظ فتح مکہ کے لئے ہے آپ نے فاتح مہربان ہونے کا ثبوت اس سلوک سے دیا کہ بعد فتح اپنے خونخوار دشمنوں کو لا تثریب علیکم الیوم کہکر چھوڑ دیا۔

ویدہ خدا نے ماہ (محمدؐ) کو ستوطلائی پارے دس لاکھ تین سو عربی گھوڑے اور دس ہزار گائیں دیں" (اتھر وید کانڈ ۲۰، سوکت ۱۲۷، منتر ۳)۔ (باقی صفحہ ۹۳) پر

اس لئے ہے کہ اب تک ہم یہ نہیں جانتے کہ محمدؐ کا قصد کہاں کا ہے۔ وہ ہمارے ارادے سے آتے ہیں یا ہوازن یا ثقیف کے مقابلہ پر جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی اس کے لئے ایک معاہدہ مرتب کیا گیا تھا۔ اور اس کی مدت مقرر کی گئی تھی اس معاہدے کی رو سے بنی بکر قریش کے ساتھ ہو گئے تھے۔ بنی کعب کی ایک جماعت اور بنی بکر کی ایک جماعت میں لڑائی ہو گئی۔ صلح حدیبیہ میں یہ طے ہوا تھا کہ مدت مقررہ میں طرفین کے درمیان لڑائی نہ ہوگی

(بسلسلہ صفحہ ۹۲) سنسکرت کتابوں میں مسلمانوں کے نام کسی قدر تبدیلی کے ساتھ دئے جاتے ہیں مثلاً محمود غزنوی کو تامود جنوی۔ اسی طرح اتھر وید میں محمدؐ کا قریبی لفظ "ماح" ہے جس کے معنی ہیں تعریف کیا گیا اور اس کے ہم معنے عربی لفظ محمدؐ ہے۔ ہندوستان میں نہ کوئی رشی اس نام والا ہوا ہے اور نہ دنیا کا کوئی پیغمبر اس نام کا گزرا ہے مگر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس نام سے موسوم ہیں اور خدا نے بھی آپ کو اس نام سے پکارا ہے۔ سو خالص طلائی پارے سے مراد مہاجرین حبش ہیں یعنی جس طرح سونے کو آگ میں ڈالنے کے بعد کھرا کھوٹے سے الگ ہو کر خالص رہ جاتا ہے۔ اسی طرح ان صحابہ کرام نے مکہ معظمہ کی پُر فتن زندگی میں آنحضرت صلعم کا ساتھ دیا۔ اور ہر طرح کی مصیبتوں اور دکھوں میں پڑ کر ہر مشکل میں کامیاب ہو کر خالص طلا ثابت ہوئے۔ دس ہار سے مراد عشرہ بشرہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ اور گھوڑا طاقت کے معنوں میں بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔ اور ۳۰ گھوڑوں سے مراد وہ اصحابؓ رسول اللہ صلعم ہیں جو ۳۰ ہونے کے علاوہ دیوتا فرشتے یا عالم اور طاقتور تھے۔ اس خوبی کا ثبوت ان (۳۱۳) اصحابؓ نے جنگ بدر میں دیا۔ یاد رہے کہ سینکڑوں پر جو کسر ہوتی ہے وہ نظر انداز کر دی جاتی ہے۔ "دس ہزار گایوں سے مراد وہ دس ہزار قدوسی ہیں جو فتح مکہ کے وقت حضورؐ کے ہمراہ تھے"۔ گایوں کے لئے سنسکرت کا لفظ گو کا مادہ گم ہے جس کے معنے ہیں جنگ کے لئے نکلنا یا جانا۔ اور گویا منڈل۔ ۱۰ سوکت ۱۴۵ منتر ۲ میں ہے کہ "تیرا دل میری طرف دوڑے جیسے گائے اپنے بچھڑے کی طرف" یعنی جس طرح گائے طبعی محبت سے اپنے بچھڑے کی طرف دوڑتی ہے۔ اسی طرح تیرا دل اے خداوند میری طرف دوڑے۔ گائے کی اس تشریح کے مطابق دو باتیں صاف طور پر ظاہر ہوتی ہیں یعنی آنحضرت صلعم کے مکہ کو فتح کرنے کے وقت آپ کے جو ساتھی تھے گائے کی طرح رحم و محبت کا مجسمہ ہیں اور دوسری طرف بارعب جنگ کے لئے نکلنے والے ہیں ان دو صفات کی تشریح جو بظاہر متضاد نظر آتی ہیں قرآن نے اس طرح کی کہ محمد الرسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ (محمد رسول اللہؐ اور آپ کے صحابیؓ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں محبت والے)۔

اتھر وید تو نے اے اندر (ایشور) ایک یتیم اچھی تعریف سے معروف (محمدؐ) کے ساتھ ان لوگوں کے جس سرداروں کو اور ۸ ہزار خانوے دشمنوں کو ناقابل تسخیر اپنے جنگی رتھ کے چکر سے تہ و بالا کر دیا ہے"۔ (اتھر وید کانڈ ۰ سوکت ۲۱ منتر ۹)۔

کتاب المثل الکامل میں مکہ معظمہ کی فتح کے وقت کی آبادی کے متعلق لکھا ہے۔ صارت مکہ سوق بلاد العرب جمیعھا وقد بلغ سکانھا فی وقت فی الاوقات مایۃ الف لنسمۃ من بائع ومشتر (کہ اس وقت تمام عرب کے شہروں کی منڈی ہو گیا اور اکثر اوقات اس کی آبادی ایک لاکھ خرید و فروخت کرنے والوں پر پہنچ جاتی تھی) جس سے یہ ظاہر ہے کہ عام آبادی مکہ معظمہ کی اس وقت ساٹھ ستر ہزار تھی۔ اور ان پر میں سرداران قریش حاکم تھے۔ چنانچہ لکھا ہے ذالک بانھم کانو یتخلون لھا الطریقۃ عرفیۃ عشرین رجلا من اعظم القبائل لیکونوا حکام مکۃ وحراس الکعبۃ (المثل الکامل ص) یعنی مکہ میں ایک قسم کی جمہوری حکومت تھی کیونکہ وہ ایک معروف طریق پر قبائل میں سے بیس اکابر کو منتخب کر لیتے تھے تاکہ وہ مکہ کے حاکم اور کعبہ کے محافظ ہوں۔ پیش گوئی کے یہی الفاظ ہیں کہ (باقی صفحہ ۹۴)

اور نہ کوئی کسی کو گرفتار کرے گا۔ قریش نے اس نزاع میں اسلحہ سے بنی بکر کی مدد کی تھی۔ بنی کعب نے قریش کو موردِ الزام قرار دیا اور اس وجہ سے رسول اللہ صلعم نے اہلِ مکہ پر چڑھائی کی۔ ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا اس چڑھائی کے زمانے میں مرالظہران آئے۔ ان کو پہلے سے معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ صلعم وہاں فروکش ہو چکے ہیں۔ اچانک یہ لوگ سامنے پہنچ گئے۔ اور آپ کو وہاں مقیم دیکھ کر ابوسفیان، حکیم اور بدیل آپ کی خاص قیام گاہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے

(بسلسلہ صفحہ ۹۳) بیس سرداروں اور ساٹھ ہزار فوج دشمن پر فتح ہوگی۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ وہاں کی آبادی اور سرداروں کی تعداد یہی تھی جو پیش گوئی میں بیان ہوئی۔

تین ویدوں کی مشترکہ شہادت اور ایک شہادت فتح مکہ کے متعلق مشترکہ طور پر تینوں ویدوں یعنی رگوید، اتھروید، سام وید میں ہے کہ دس ہزار کی معیت میں اندرو قت کے ساتھ حفاظت کیا گیا بہادر دل قرنا (فتح) بجاتے ہوئے ہتیاروں کو پرے رکھدیا۔ (رگوید منڈل ۸ سوکت ۹۶ منتر ۱۳-۱۵)۔

کتنی صاف اور کھلی بشارت ہے جو ۱۲ رمضان ۸ھ کو من عن پوری ہوئی۔ یہاں آنحضرت صلعم کو اندر کے خطاب سے یاد کیا جس کے معنے غالب آنے والے یا فاتح کے ہیں۔ وید منتر کے یہ الفاظ کہ ہتیاروں کو پرے رکھدیا۔ اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا اور شہر بھی فتح ہو جائے گا۔ یہ سب چیزیں فتح مکہ کے تاریخی واقعات ہیں۔ اور دس ہزار کی معیت سے مراد جیسا کہ ہم نے بار بار تشریح کی ہے تعداد صحابہ کرامؓ فتح مکہ ہے۔

رگوید حق نواز، دانا، طاقتور اور سخی ماہھ (محمد) رشی نے اپنے کلام سے مجھے نوازا۔ قادرِ مطلق کا فرزند، سب خوبیوں والا (محمد) رحمۃ اللعالمین دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ مشہور ہوگیا۔ (رگوید منڈل ۵ سوکت ۲۷ منتر ۱)۔

پیشن گوئی کا ہر ایک لفظ بالکل واضح ہے۔ آنحضرت صلعم کی صفات اور نام کے ذکر کے بعد فتح مکہ کے واقعہ کو ان الفاظ میں دہرایا جاتا ہے کہ "دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ مشہور ہوگیا"۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ فتح مکہ کس قدر اہم چیز ہے جس کی بشارت مشترکہ طور پر اکثر کتب مقدسہ میں موجود اور دس ہزار صحابہ کرامؓ کا نشان ایسا ہے جو بہت مشہور ہے۔

پران بھاگوت اور کالکی پران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بت شکنی کا ذکر اور آپ کے والد اور والدہ کرام کے نام اور دیگر واقعات کے بعد یہ لکھا ہے کہ "آپ کو اپنے مقام سے بہ سبب دوسروں کی اذیت رسانی کے ہجرت کرنا پڑے گا۔ اور پھر لکھا ہے کہ آپ دس ہزار اندریوں کے ساتھ اپنے اصلی مقام (مکہ) کو واپس ہوں گے"۔ اندر کے معنے غالب آنے والے یا فاتح کے ہیں۔ اور دس ہزار صحابہ کرامؓ ہی مکہ کے فاتح تھے۔ قرآن نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں دہرایا کہ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد (جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا وہ یقیناً تجھے لوٹ کر آنے کی جگہ (مکہ) واپس لائے گا)۔

یہ ہے فتح مکہ کی اہمیت کہ اس کی بشارت ہر قوم میں چلی آتی ہے۔ کاشکہ لوگ حق و صداقت کی جانچ کے لئے اٹھیں۔ کامیاب ہو گئے وہ جنہوں نے صداقت کو قبول کیا۔ بابرکت ہیں وہ جو حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو فتح مکہ کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔ (ماخوذ از اخبار رہبر دکن۔ حیدرآباد۔ ۵ نومبر ۱۹۳۹ء)

فتح مکہ درحقیقت فتح عالم کی بشارت اور عالم انسانیت پر غلبۂ اسلام کی پیشن گوئی تھی۔ اس فتح مبین کے موقع پر آیۂ رحمت نے جس شخص کو افواج کی سرداری کے لئے انتخاب فرمایا وہ آپ کے حواری اور آپ کے محبوب فدائی سیدنا حضرت زبیرؓ تھے جنہوں نے حضور اکرم صلعم کی پوری ہدایتوں پر چل کر اور عملدرآمد کر کے صاحب اللوائیں کا خطاب ہی حاصل نہیں کیا بلکہ محبوب خدا صلعم کی شفقتوں سے بھی بہرہ یاب ہے۔ یہ وہ موقع ہے جو حضرت زبیرؓ کی سربلندیوں کو عالم آشکارہ کرتا ہے اور یہ آپ کی فوجی صلاحیتوں کا بھی مظہر ہے۔

اسلام لاکر بیعت کرلی۔ بیعت کے بعد رسول اللہ صلعم نے اِن تینوں کو قریش کے پاس بھیجا تاکہ یہ اُن کو اسلام کی دعوت دیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اِس موقع پر یہ فرمایا کہ (۱) جو شخص ابوسفیان کے گھر میں آجائے گا وہ مامون ہے۔ اُن کا گھر مکہ کے بالائی حصہ میں تھا۔ (۲) نیز آپ نے فرمایا اور جو حکیم بن حزام اسدی (حضرت زبیرؓ کے چچازاد بھائی) کے گھر میں آجائے گا وہ مامون ہے۔ اِن کا گھر مکہ کے بالائی حصہ میں تھا۔ (۳) اور یہ فرمایا کہ جو شخص اپنا دروازہ بند کرے اور لڑائی سے دست کش ہو جائے وہ مامون ہے۔

آنحضرت صلعم سے مل کر جب ابوسفیان اور حکیم بن حزام مکہ جانے لگے آپ نے حضرت زبیرؓ کو روانہ کیا اور اپنا علم اُن کو دیا۔ اُن کو مہاجرینؓ اور انصارؓ کے رسالہ کا سردار مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ اس علم کو مکہ کے بالائی حصہ پر حجون میں نصب کر دینا۔ اور پھر اُس مقام سے جہاں علم نصب کرنے کا میں نے تم کو حکم دیا ہے۔ تا وقتیکہ میں خود تمہارے پاس نہ آؤں تم ذرا سا نہ ہٹنا۔ اور یہ ہی وہ مقام ہے جہاں سے آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہوئے۔ اسی طرح آپ نے خالد بن الولیدؓ کو قضاعہ اور بنی سلیم کے مسلمانوں اور دوسرے اِن مسلمانوں کا جو کچھ عرصہ پہلے اسلام لائے تھے سردار مقرر کیا۔ اور ان کو زیرین مکہ سے مکہ میں داخل ہونے کی ہدایت کی۔ اسی سمت میں بنی بکر تھے۔ جن کو قریش نے اپنی مدد کے لئے بلایا تھا۔ بنی الحارث بن مناۃ اور حبشی۔ قریش کے حکم سے موجود تھے۔ خالدؓ زیرین مکہ سے اندر بڑھے۔ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ بھیجتے وقت رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت خالدؓ دونوں کو ہدایت کر دی تھی کہ تا وقتیکہ کوئی تم سے لڑے تم کسی سے نہ لڑنا۔ مگر جب خالدؓ مکہ کے زیرین میں بنی بکر اور حبشیوں کے مقابل آئے تو اُنہوں نے آتے ہی اُن کا قتال شروع کر دیا۔ اللہ نے بنی بکر وغیرہ کو شکست دی۔ فتح مکہ میں صرف یہ ہی خونریزی ہوئی۔ اِس کے سوا اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی البتہ ایک اور واقعہ یہ ہوا کہ بنی محارب بن فہر کے کرز بن جابرؓ اور بنی کعب کے ابن الاشعرؓ جو دونوں حضرت زبیرؓ کے رسالہ میں تھے۔ کُدا کی سمت سے آئے اور اُس راستہ سے نہ آئے جس سے پڑاؤ کے رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کو حکم دیا تھا۔ اِس طرح یہ کُدا کے اُتار پر قریش کے ایک دستۂ فوج کے مقابل آگئے اور دونوں شہید کر ڈالے گئے۔

مکہ کے بالائی حصہ میں حضرت زبیرؓ کی سمت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ اسی جانب سے رسول اللہ صلعم مکہ میں داخل ہوئے۔ مکہ والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے بیعت کی اور اسلام لے آئے۔ رسول اللہ صلعم نصف ماہ مکہ میں مقیم رہے۔ پھر ہوازن اور ثقیف آپ کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ اُنہوں نے حنین پر پڑاؤ ڈالا۔ [1]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ خالدؓ کی فوج میں سے دو مرد جن کے نام خنیس بن الاشعرؓ اور کرز بن جابر فہریؓ اُس دن شہید ہوئے عبداللہ بن ابی نجیحؒ اور عبداللہ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ (۱) کرز بن جابر بن حسل بن الاجب بن حبیب عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر اور (۲) خنیس بن خالد یعنی اشعر بن ربیعہ بن احرم بن خنیس بن حرام بن حبشیہ بن کعب بن عمرو بنی منقذ کے حلیف جو دونوں خالدؓ ابن الولید کے رسالہ میں تھے۔ چونکہ اُن سے علیحدہ ہو کر

---

[1] نوٹ۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ بنی محارب بن فہر کے کرز بن جابرؓ اور بنی کعب کے ابن الاشعرؓ حضرت زبیرؓ کے رسالہ سے تعلق رکھتے تھے بلکہ یہ دونوں اصحاب حضرت خالد بن الولیدؓ کے لشکر والے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عروہؓ ہی کی اور طبری کی بھی دوسری روایت سے ظاہر ہے۔

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۰ [2] ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۲۳۴۔

دوسرے راستہ سے بڑھے تھے۔ شہید کر ڈالے گئے۔ خنیس رضؓ پہلے مارے گئے کرز رضؓ لڑ کر مارے گئے اُن کے جسد کو اپنے دونوں پیروں کے بیچ میں کر لیا اور پھر دشمن سے لڑ کر شہید ہو گئے۔ ان کے علاوہ خالدؓ بن الولید کے رسالہ میں جہینہ کے سلمہ بن المیلاءؓ شہید ہوئے۔ اس کے مقابلہ میں مشرکین کے بارہ تیرہ آدمی کام آئے اور پھر کفار بھاگ نکلے۔ [1]

حضرت خالدؓ سے باز پرس آنحضرت نے تلواروں کا چمکنا دیکھا تو خالدؓ سے باز پرس کی۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ ابتدا مخالفین نے کی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قضائے الٰہی یہ ہی تھی کہ فتح ہو گیا۔ مگر اس شان سے کہ نہ قتل عام ہوا نہ کوئی لٹا۔ [2]

عبد اللہؓ بن عتبہ بن مسعود سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم بیدرہ روز وہاں اور مقیم رہے۔ ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ ۸ھ کے ماہ رمضان کے ختم ہونے میں دس راتیں باقی تھیں کہ مکہ فتح ہوا۔ [3]

حضرت زبیرؓ پر شفقت نبوی آنحضرت صلعم جب مکہ میں داخل ہوئے اور ہر طرف سکون و اطمینان ہو گیا تو حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ اپنے اپنے گھوڑوں پر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔

المعلیٰ بن اسد نے محمد بن حمران سے اور انہوں نے ابی کبشۃ الانباری سے روایت کی ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تب حضرت زبیرؓ میسرے پر اور حضرت مقدادؓ الاسود میمنہ پر مقرر تھے۔ جب سرکار دو عالم صلعم مکہ میں داخل ہوئے اور تمام لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ دونوں بھی اپنے گھوڑوں کو لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ پس سرکار دو عالم صلعم نے کھڑے ہو کر اپنے کپڑے سے اُن دونوں کے چہرے کا غبار پونچھا اور فرمایا کہ میں نے گھوڑے کے دو حصے مقرر کئے اور سوار کے لئے ایک حصہ مقرر کیا ہے۔ جو ان حصوں کو گھٹائے گا۔ خدائے تعالیٰ اُس کو گھٹائے گا۔ [4]

ابن اسحٰق سے مروی ہے رسول اللہ صلعم نے جب اپنے مسلمان اُمراء مکہ پر پیش قدمی کے لئے مقرر فرمائے تو اُن کو ہدایت دی تھی کہ سوائے اُس کے جو تمہارے مقابل لڑنے آئے تم خود کسی سے نہ لڑنا۔ البتہ چند آدمیوں کے نام بتائے کہ اُن کو ضرور قتل کر دیا جائے خواہ وہ کعبہ کے پردوں کے پاس ہوں۔ [5]

واقدی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے چھ [6] مردوں اور چار عورتوں کے قتل کا حکم دیا تھا۔ (اُن میں سے

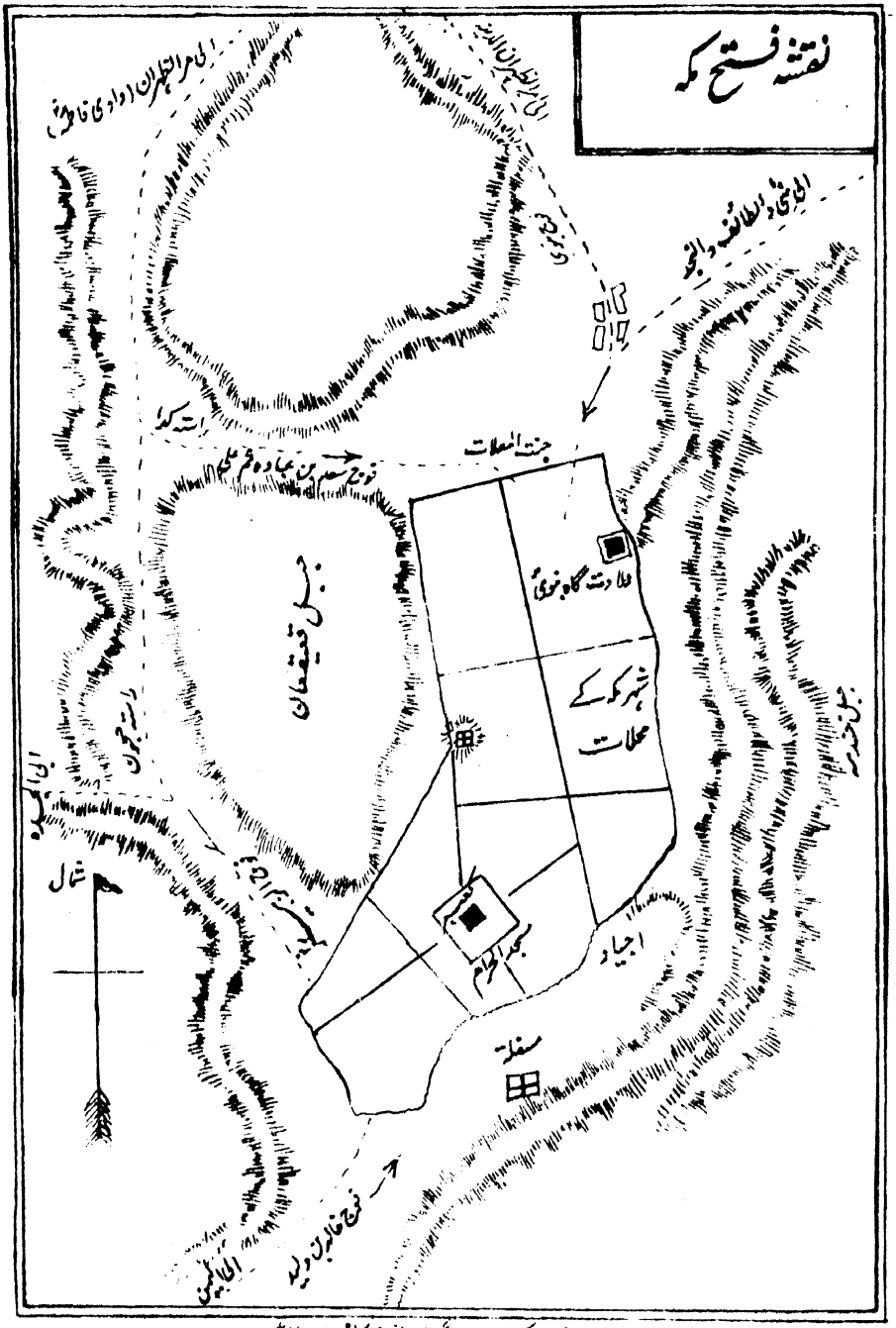
---

[1] **نوٹ**۔ ابی قابد سے مروی ہے کہ مقداد بن الاسودؓ نے روغن بید انجیر پی لیا جس سے وہ مر گئے۔
کریمہ بنت مقدادؓ سے مروی ہے کہ مقدادؓ کی مدینہ سے تین میل پر الجرف میں وفات ہوئی لوگوں کی گردنوں پر لائے گئے۔ مدینہ میں بقیع میں مدفون ہوئے۔ حضرت عثمان ابن عفانؓ نے اُن پر نماز پڑھی یہ ۳۳ھ کا واقعہ ہے۔ وفات کے دن وہ ستر برس کے یا اس کے قریب تھے۔ نبی کی حکم سے مروی ہے کہ عثمان بن عفان مقدادؓ کی وفات کے بعد اُن کی ثنا کرنے لگے تو زبیرؓ نے یہ شعر کہا۔ لا الفینک بعد الموت تندب میں تم کو اس حالت میں پاؤں گا کہ مرنے پر میرے محاسن بیان کرو گے۔ وفی حیاتی ما زودتنی زادی حالانکہ تم نے جیتے جی مجھے توشہ تک نہ دیا۔ (طبقات ابن سعد اردو حصہ دوم جزو خامس صفحہ ۱۲۵)۔

[2] **نوٹ**۔ نام یہ ہیں (۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) ہبار بن اسود اسدی (۳) عبد اللہ بن سعد ابی سرح (۴) مقیس بن صبابۃ اللیثی (۵) حویرث بن نقیذ۔ (۶) عبد اللہ بن ہلال بن خطل الحضرمی۔ (۱) ہند بنت عتبہ (۲) سارہ (عمر بن ہشام کی لونڈی) (۳) قرتنا (۴) قریبہ (طبقات ابن سعد جزو ثانی صفحہ ۹۸) مردوں میں سے پہلے تین نے اور عورتوں میں سے ہند بنت عتبہ (حضرت امیر معاویہؓ کی ماں) نے اسلام قبول کر لیا۔ باقی اور دوسرے قتل کر دئے گئے۔

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۴۱ [2] سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۰۷ و ۴۰۸ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۵۲ [4] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۱۳، [5] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۴۲۔ [6] ابو سعید عبد اللہ بن لہیعہ سے اور انہوں نے ابی کبشۃ الانباری



ماخوذ از "عہد نبوی کے میدان جنگ" مولفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ

کوئی مسلمانوں کا قاتل اور کوئی ایذا دہندہ تھا۔ کوئی مسلمانوں کی ہجو گاتا تھا۔ کوئی مرتد ہو کر مسلمانوں کی مخالفت میں پیش پیش تھا ان میں سے کچھ قتل کئے گئے اور کچھ تھوڑے دنوں روپوش رہ کر بعد میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ [1]

آنحضرت صلعم کا مکہ میں جا کے قیام

کیونکہ شریعت میں مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آنحضرت صلعم مکہ کے مقام خیف میں مقیم ہوئے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں ہجرت سے پہلے آنحضرت صلعم اور بنی ہاشم کو قریش نے مکہ سے نکال کر محصور کیا تھا۔ اور جو شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہے۔

آنحضرت صلعم کے چچا ابو طالب کے انتقال کے وقت اُن کے بڑے صاحبزادے عقیل کافر تھے۔ اس لئے وہ ہی اُن کے وارث ہوئے۔ انہوں نے یہ مکانات ابوسفیان کے پاس فروخت کر دئے تھے۔ اسی بنا پر آنحضرت صلعم نے (صحابہ کرامؓ کے استفسار پر) فرمایا کہ عقیل نے گھر کہاں چھوڑا کہ اُس میں اُتروں۔ اس لئے مقام خیف میں ٹھہروں گا۔

حضرت زبیرؓ کا طعن ابوسفیان پر

آنحضرت صلعم نے فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ سے بُت نکال دئے۔ ان بتوں کی تعداد تین سو ساٹھ تھی۔ آنحضرت صلعم ایک ایک کو لکڑی کے ٹھوکے دیتے جاتے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا یعنی حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔

فتح مکہ کے بعد جب خانہ کعبہ سے بُت نکالے جا رہے تھے اُس وقت حضرت زبیرؓ نے ابوسفیان سے کہا دیکھو وہ ہُبل جس پر تم اُحد کے دن بڑا فخر کرتے تھے۔ آج ریزہ ریزہ ہو گیا۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ اے زُبیرؓ مجھے ملامت مت کرو۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اگر محمدؐ کے خُدا کے سوا اور کوئی خُدا ہوتا تو یہ نوبت نہ پہنچتی۔ بیشک اور بالیقین سچا خُدا وہ ہی ہے جس کی طرف محمدؐ بُلاتے ہیں۔ [2]

آنحضرت صلعم و صحابہ کرامؓ حرم مکہ میں

حرم آلائشوں سے پاک ہو چکا تو آنحضرت صلعم نے عثمان بن طلحہؓ سے جو کعبہ کے کلید بردار (عبدالدار بن قصیٰ کی اولاد سے) تھے کنجی طلب کی۔ اور دروازہ کھلوایا۔ آپ حضرت بلالؓ و حضرت طلحہؓ کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ اور نماز ادا کی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کعبہ کے اندر تکبیریں کہیں لیکن نماز نہیں ادا کی۔ [3]

ارشاد نبوی صلعم فتح مکہ کے دن

قتادہؓ السدوسی سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلعم کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا۔ سوائے اللہ واحد کے کوئی اور خدا نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اُس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اُس نے اپنے بندے کی مدد کی۔ اور اُس نے مشرکین کی جماعتوں کو شکست دے کر بھگا دیا سن لو۔ سوائے کعبہ کی خدمت اور حجاج کی آبرسانی کے۔ ہر عمارت اور خون اور ہر قسم کی جاہلانہ آج بالکل میرے اختیار میں ہے۔ جو شخص خطا سے مارا جائے اُس کے عوض وہ دیت مقرر کی جاتی ہے۔ جو کوڑے یا ڈنڈے سے مارنے کی عموماً دیت ہے اور یہ دیت واجب ہے۔ جس سے کوئی مفر نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ چالیس حاملہ اونٹنیاں دی جائیں۔ اے قریش اللہ نے تم سے جاہلیت کو تم سے دُور کر دیا ہے۔ تم کو اُسے قطعی ترک کر دینا چاہیے۔

تمام انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام تھے۔ اور آدم علیہ السلام کو اللہ نے مٹی سے بنایا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کلام اللہ

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۴۴ [2] صحیح بخاری و سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۷۲ [3] تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۴۷۲ و سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۳۷۲ و ۳۷۳۔

کی یہ پوری آیت تلاوت فرمائی۔ یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی او جعلنا کم شعوبا وقبایل التعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (ترجمہ) اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو خاندانوں اور قبایل میں تقسیم کیا تاکہ شناخت ہو سکے۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اے قریش اے اہل مکہ جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ انہوں نے کہا آپ اچھا سلوک کریں گے۔ کیونکہ آپ شریف ہیں۔ اور شریف کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا جاؤ تم سب آزاد ہو چھوڑ دئے گئے۔

بیعت اب تمام لوگ اسلام لانے کے لئے رسول اللہ صلعم کی بیعت کرنے مکہ میں جمع ہوئے۔ [1] آپ مقام صفا پر بیعت لینے تشریف لے گئے تھے۔ لوگ جوق جوق آکر بیعت کرتے جاتے تھے۔ مکہ کا فتح ہونا خانۂ کعبہ کے بتوں کا ٹوٹنا گویا تمام ملک عرب کے بتوں کا ٹوٹنا تھا اسی طرح قریش مکہ کا اسلام میں داخل ہونا اور اسلام کی اطاعت کرنا سارے ملک کا مطیع ہو جانا تھا۔ کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ پھر منادی کرا دی گئی کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ اپنے گھروں میں کوئی بت باقی نہ رہنے دیں۔ پھر آپ نے نواح مکہ کے بتوں کو توڑنے کے لئے اور بت خانوں کو مسمار کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کئے۔ جنھوں نے بخوبی اس کام کو انجام دیا۔

غزوۂ ہوازن یا حنین شوال ۸ھ حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلعم نے صرف نصف ماہ قیام فرمایا۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ ہوازن اور ثقیف آپ سے لڑنے کے لئے حنین میں فروکش ہیں۔ جو ذوالمجاز [1] کے پہلو میں ایک وادی تھی۔ [2]

اسلام کو جس قدر فتح ہوتی جاتی تھی ہوازن و ثقیف زیادہ مضطرب ہوتے تھے۔ ان کی ریاست و امارت کا خاتمہ ہوا جاتا تھا۔ فتح مکہ سے پہلے ہوازن کے رؤسا نے عرب کا دورہ کر کے ہر جگہ مخالفت اسلام کا جوش پھیلانے میں سال بھر کوشش کی۔ [3]

اس سے قبل جب اُن کو رسول اللہ صلعم کے مدینہ منورہ سے روانگی کی اطلاع ملی تھی۔ وہ اس اندیشہ سے کہ رسول اللہ صلعم اُن کے مقابلے پر آرہے ہیں اپنے مقامات پر جمع ہو گئے تھے۔ مگر جب اُن کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم مکہ میں ہیں تو وہ آپ سے لڑنے کے لئے خود بڑھے اور اپنے اہل و عیال مال و اسباب اور مویشی بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ بنی نصر کا مالک بن عوف اُس وقت ہوازن کا رئیس تھا۔ ثقیف بھی اُس کے ہمراہ تھے۔ جب رسول اللہ صلعم کو مکہ میں معلوم ہوا کہ یہ قبایل آپ سے لڑنے کے لئے بنی نصر کے مالک بن عوف کی قیادت میں حنین تک بڑھ آئے ہیں تو آپ خود مکہ سے اُن سے حنین پر مقابلہ کرنے کے لئے بڑھے۔ [4]

عبداللہ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم مکہ سے روانہ ہوئے۔ اُس وقت آپ کے ہمراہ علاوہ اُن دس ہزار صحابہؓ کے جو فتح مکہ میں شریک تھے دو ہزار اور اہل مکہ بھی شریک تھے۔ [5]

---

[1] نوٹ۔ ذوالمجاز (عرب کا مشہور بازار) عرفہ سے تین میل ہے۔ ہوازن اُس کے ایک بڑے قبیلہ کا نام ہے جس کی بہت سی شاخیں ہیں۔

---

[1] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۴۴ و ۴۴۵ [2] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۵۲ و ۴۵۳ [3] زرقانی و سیرۃ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۴۸۴ و ۴۸۵ [4] طبری جلد اول حصہ سوم ۴۵۳ و ۴۵۶۔

وادیٔ حنین کا روح فرسا واقعہ

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم وادیٔ حنین کے سامنے آئے تو تہامہ کی وادیوں میں ایک نہایت گہری وادی میں اُترے اُتارا اس قدر سیدھا تھا ہم خود بخود بلا اختیار اُس میں اُترتے چلے گئے۔ یہ تڑکے کا وقت تھا۔ دشمن ہم سے قبل اِس وادی میں آکر اُس کے پُر پیچ و خم نشیبوں اور موڑوں میں ہماری تاک میں گھات لگائے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ اور جنگ کے لئے پوری طرح تیار و مسلح اور آمادہ تھا۔ ہم بے خبر اُس میں اُتر رہے تھے کہ اچانک دشمن کے دستوں نے کمین گاہوں سے برآمد ہو کر بیک جان ہم پر حملہ کر دیا۔ ہم مقاومت نہ کر سکے۔ سب کے سب بھاگ گئے۔ کوئی کسی کو مڑ کر نہ دیکھتا تھا۔ رسُول اللہ صلعم وادی کی داہنی جانب ایک سمت ہٹکر ٹھہر گئے اور آپ نے سب کو للکارا کہ کہاں جاتے ہو۔ میرے پاس آؤ۔ میں رسُول اللہ صلعم اور محمدؐ بن عبداللہ یہاں موجود ہوں مگر اس کا بھی کچھ اثر نہیں ہوا کہ اونٹ پر اونٹ چڑھا جاتا تھا۔ عجب افراتفری تھی۔ سب لوگ چلائے۔ آپ کے پاس مہاجرینؓ و انصارؓ میں سے کچھ لوگ اور آپ کے رشتہ دار ٹھہرے رہے۔ [1]

حضرت زبیرؓ کی استقامت

دوسری روایتوں میں ہے کہ غزوۂ حنین میں بارہ ہزار کی جماعت میں سے صرف اسّی اصحاب ثابت قدم رہے۔ جن میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ [2]

شکست کے اسباب

سیرۃ النبیؐ میں اس شکست کے اسباب کے بارے میں تحریر ہے کہ:۔

(۱) کفار نے جنگ گاہ میں پہلے پہنچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں کھوؤں اور دروں میں جا دئے تھے۔

(۲) فوج اسلام نے صبح کے وقت جب کہ خوب اُجالا نہیں ہوا تھا حملہ کیا۔

(۳) میدان جنگ اِس قدر نشیب میں تھا کہ پاؤں جم نہیں سکتے تھے۔ حملہ آوروں کا بڑھنا تھا کہ سامنے سے ہزاروں فوجیں ٹوٹ پڑیں۔ اِدھر کمین گاہوں سے تیر اندازوں کے دستے نکل آئے اور تیروں کا منہ برسا دیا۔ مقدمتہ الجیش ابتری کے ساتھ بے قابو ہو کر پیچھے ہٹا۔ اور پھر تمام فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ فوج میں دو ہزار وہ لوگ بھی تھے جو ابھی اسلام لائے تھے۔ [3]

مقدمتہ الجیش میں جو حضرت خالد ابن الولیدؓ کی افسری میں تھا زیادہ تر فتح مکہ کے جدید الاسلام نوجوان تھے۔ جو جوانی کے غرور میں اسلحۂ جنگ پہن کر نہیں آئے تھے۔ [4]

ہوازن تیر اندازی میں تمام عرب میں جواب نہیں رکھتے تھے۔ میدانِ جنگ میں اُن کا ایک تیر بھی خالی نہیں جاتا تھا۔ حضرت براءؓ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگ حنین کے دن بھاگ گئے تھے۔ فرمایا نہیں۔ خدا کی قسم رسُول اللہ صلعم نے پشت نہیں پھیری تھی۔ بات یہ تھی کہ کچھ جوان سُبک دست نہ تھے۔ صحابیؓ جن کے پاس ہتیار نہ تھے نکل کر میدان میں آئے اور ہوازن کی ایسی جماعتوں سے مقابلہ ہوا جو بے حد تیر انداز تھی۔ جب مقابلہ ہوا تو اُنہوں نے تیروں پر رکھ لیا۔ اُن کا کوئی تیر خطا نہیں جاتا تھا۔ اُس وقت دشمنِ رسُول اللہ صلعم کی طرف ٹوٹ پڑے۔ حضور صلعم سفید خچر پر سوار تھے۔ [5]

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۵۶ و ۴۵۷ [2] تاریخ الامت صفحہ [3] سیرۃ النبیؐ حصہ اول صفحہ ۴۸۸ [4] صحیح بخاری باب الجہاد۔ [5] صحیح مسلم جلد دوم کتاب الجہاد۔

ابو سفیانؓ بن حارث بن عبد المطلب لگام پکڑے اُسے چلا رہے تھے۔ حضور صلعم نے یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو اُتر کر دعائے فتح کی۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ اس کے بعد حضور صلعم نے مسلمانوں کی صف بندی کی۔ [1]

حُنین کی جنگ میں حضرت زبیرؓ کی بے نظیر شجاعت و جاں بازی

حضرت زبیرؓ جب گھاٹی کے قریب پہنچے تو دشمن کے ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہا کہ لات و عزیٰ کی قسم یہ طویل القامت شخص یقیناً زبیرؓ ہے۔ تیار ہو جاؤ۔ اس کا حملہ نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ ابھی یہ جملہ ختم نہیں ہوا تھا کہ ایک زبردست جمعیت نے اچانک حملہ کر دیا۔ حضرت زبیرؓ نے نہایت پھرتی اور تیز دستی کے ساتھ اس آفتِ ناگہانی کو روکا اور اس قدر شجاعت و جانبازی سے لڑے کہ گھاٹی کفار سے بالکل پاک و صاف ہو گئی۔ [2] حنین کی لڑائی میں حضرت زبیرؓ اپنی بہادری میں خاص طور پر مشہور ہوئے۔ غرض کہ لڑائی کی صورت بگڑ کر بھیڑ چال کی اور وادی سے ہٹ کر دشمن کی شکست یافتہ فوج اوطاس اور طایف میں جمع ہوئی۔ اوطاس میں شکست کھا کر وہ طایف میں آ گئے۔ یہاں پہلی بار مسلمانوں نے آلات قلعہ شکن اور منجنیق کا استعمال کیا۔ بیس روز تک طایف کا محاصرہ رکھا۔ بالآخر ان شکست یافتوں کا پیچھا چھوڑ دیا گیا۔ اور اُس کی فتح کو ضروری نہ سمجھ کر محاصرہ اُٹھا لیا۔

حضرت زبیرؓ کی ۸ھ میں ایک اور مہم پر ماموری۔

اسی سال ۸ھ میں رسُول مقبول صلعم نے الزبیرؓ بن العوامؓ کو ایک فوج کے ساتھ مالک بن عوف النصری کی تلاش میں روانہ کیا۔ یہ حنین کے دن قبیلۂ قیس کا سردار تھا۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ نے اسے حضرت ابو قتادہؓ کے انتقام میں قتل کر ڈالا۔ [3]

حضرت زبیرؓ کے بھتیجے کی شہادت

جنگ حُنین میں بنی اسد بن عبد العزیٰ میں سے حضرت زبیرؓ کے بھتیجے یزیدؓ بن زمعہ بن الاسود بن مطلب بن اسد شہید ہوئے۔ اُن کا گھوڑا "جناح" جنگ میں بدک گیا جس سے وہ گر پڑے اور شہید کر دیئے گئے۔ [4]

غزوۂ تبوک رجب ۹ھ

رجب ۹ھ میں رسُول اللہ صلعم نے غزوۂ تبوک فرمایا جو ملک شام میں دمشق کے متصل واقع ہے تبوک اور مدینہ کے درمیان نوّے فرسنگ یعنی بارہ منزلوں کی مسافت ہے۔ [5]

اس وقت سخت قحط اور شدت کی گرمیاں تھیں جس کی وجہ سے لوگوں کو گھر سے نکلنا نہایت شاق تھا۔ منافقین جو بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے۔ اُن کا پردہ فاش ہو چلا۔ وہ خود بھی جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے کہ گرمی میں نہ نکلو۔ آنحضرت صلعم نے عیسائیوں کی فوج کے سیلاب عظیم کو روکنا بہت ضروری خیال فرمایا۔ اس لئے زادِ راہ سواری اور سلاح جنگ کی تیاری کے لئے چندہ کی اپیل فرمائی۔ سب نے یہاں تک کہ جو لوگ بہت غریب تھے۔ اُنہوں نے بھی

---

[1] نوٹ۔ حضرت براءؓ کی مندرجہ بالا روایت حضرت جابرؓ سے مروی لکھی ہے۔ اور صفحہ ۴۵۸ پر حضرت عباسؓ کی روایت ہے کہ میں لگام پکڑے ہوئے تھا۔ بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو حضور اکرم صلعم نے مسلمانوں کو واپس بلانے کا حکم دیا اور اُن کی آواز پر مسلمان پلٹ آئے۔ (تاریخ الامت)۔

---

[1] از صحیح مسلم جلد دوم کتاب الجہاد الیٰ صفحہ ۹۰ و ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۹۰ [2] کتاب المجر صفحہ ۱۲۴ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۶۴
[4] تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۹۹۔ [5] تذکرہ حضرت زبیرؓ [6] لڑائی فیصلی از زبیرؓ۔

اُن سے جو کچھ ہو سکا نذر گذرانا۔ اِس غزوہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ تیس ہزار کی جمعیت تھی جس میں گھوڑے دس ہزار اور اُونٹ بارہ ہزار تھے۔ دشمن آپ کی آمد کی خبر سُن کر اِدھر اُدھر چلے گئے۔ کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔

رسُول اللہ صلعم تبوک پہنچے۔ یوحنا (یحنہ) بن رُوبہ ایلہ کا رئیس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُس نے جزیہ دے کر آپ سے صلح کر لی۔

حضرت زینبؓ کی والدہ کا انتقال اور حضرت اُم کلثومؓ کی میت کو غسل

اس سال ماہ شعبان میں رسُول اللہ صلعم کی صاحبزادی حضرت اُم کلثومؓ کا انتقال ہوا۔ جن کو حضرت اسماءؓ بنت عمیس اور حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب والدہ ماجدہ حضرت زبیرؓ نے غسل دیا۔ بیٹی چند انصاری عورتیں بھی اُن کے غسل میں شریک تھیں۔ [1]

حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ

جب آنحضرت صلعم نے مکہ فتح کر لیا اور قریش مطیع ہو گئے تو تمام عرب نے اطاعت قبول کر لی۔ اور اسلام کے حلقے میں آ گئے۔ [2]

رسُول اللہ صلعم کو خدا نے جو کام سپرد کیا تھا وہ آپ انجام دے چکے تھے۔ تو اب خدا کا یہ پیغام آیا۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (ترجمہ) جب خدا کی مدد اور فتح آ گئی اور تو نے لوگوں کو جوق جوق دین میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کر اور اُس سے استغفار کر بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ [3]

اسی عرصہ میں رسُول اللہ صلعم کو اطلاع دی گئی تھی کہ اب تمہارا کام ختم ہو گیا اور آخرت کا سفر درپیش ہے۔ آپ خدا کی مرضی کے تابع اور اُس کی رضا میں راضی تھے۔ پیغام آتے ہی آپ حق سے ملنے کو تیار ہو گئے۔

ذی قعدہ میں پانچ شبیں باقی ہی تھیں کہ رسُول اللہ صلعم (معہ تمام صحابہؓ کے) حج کے لئے روانہ ہوئے۔ قربانی کے لئے آپ نے ساٹھ اُونٹ ساتھ لئے تھے اس تعداد میں کمی بیشی بھی بیان کی گئی ہے۔ جب آنحضرت صلعم مقام سرف پر پہنچے تو حکم دیا کہ بہ استثناء اُن لوگوں کے جو قربانی کے جانور ساتھ لائے ہیں اور حدود مکہ کے اندر آ گئے ہیں باقی سب لوگ عمرہ کی نیت کریں۔ [4]

ارشاد نبوی صلعم

رسُول اللہ صلعم نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اور آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ جس کے پاس کوئی امانت ہو اُسے چاہیئے کہ وہ امانت رکھوانے والے کو واپس کر دے ہر قسم کا سُود ساقط ہے۔ البتہ اصل رقم جو تمہاری ہے وہ تم کو ملنا چاہیئے تاکہ نہ تم پر ظلم ہو اور نہ دوسروں پر ظلم ہو۔ اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سُود قطعی ساقط ہے۔ میرا چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کا تمام سُود قطعی ساقط ہے۔ اِسی طرح جاہلیت میں جتنے خُون ہوئے ہیں وہ سب ساقط ہیں۔ اُن کا ہرگز انتقام نہ لیا جائے اور سب سے پہلے میں ابن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا خُون معاف کرتا ہوں۔ (اس کا واقعہ یہ ہے کہ یہ شیر خوار بچہ بنی لیث کے یہاں پرورش پا رہا تھا۔ بنی ہُذیل نے اُسے قتل کر دیا)۔ میں اس بچے کے خون کی معافی سے ابتدا کرتا ہوں کہ وہ ساقط کیا جاتا ہے۔ اے لوگو اچھی طرح میری بات سمجھ لو اور غور سے سُن لو میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور تم میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر اُس پر عمل کرتے رہو گے تو کبھی راہِ راست سے نہ بہکو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اُس کے رسُول صلعم کی سنت ہے۔ اے لوگو میری بات کو اچھی طرح سُن لو۔ میں نے اللہ کا پیام پہنچا دیا۔ اچھی طرح سمجھ لو ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لئے اپنے بھائی

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۵۰۸ [2] تنبیہ و اشراف صفحہ ۲۰۸ [3] طبری صفحہ ۵۶۷ [4] تنبیہ و اشراف صفحہ ۲۰۹ - [5] یہ مقام خلیج عقبہ کے پاس ہے۔ ایلہ کے رئیس نے حضور اکرم صلعم میں ایک سفید خچر پیش کیا تھا۔ جس پر اُس کو ردائے مبارک عنایت فرمائی گئی تھی۔ (زرقانی)

کی چیز زبردستی لینا جایز نہیں۔ لوگو سنو! اس کے جو وہ اپنی مرضی سے دے اپنے اُوپر ظلم نہ کرنا۔ اے اللہ کیا میں نے تیرا پیام پوری طرح پہنچا دیا" بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے اس قول پر تمام مسلمانوں نے کہا بیشک آپ نے اللہ کا پیام پہنچا دیا۔ رسُول اللہ ؐ نے فرمایا خداوندا تو شاہد رہ۔ [1]

اُسی وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔ (ترجمہ) آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد رسُول اللہ صلعم اسی ماہ ذی الحجہ میں مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اس حج میں بقول بعض ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ ؓ شریک تھے۔ (حضرت زبیر ؓ بھی جو کسی موقع پر آنحضرت صلعم سے جُدا نہیں ہوئے تھے شریک تھے) اس حج کا نام حجتہ الوداع ہے کیونکہ رسُول اللہ صلعم نے اس میں لوگوں کو وداع فرمایا اور اس کے بعد آپ کو حج کرنے کا اتفاق پیش نہیں آیا۔ [2]

عہد نبوت کی آخری مُہم سنہ ۱۱ھ

رسُول اللہ صلعم نے ماہ صفر میں اسامہ بن زید ؓ کو علاقہ بلقاء و داذرعات و موتہ میں بھیجنے کی تیاری فرمائی۔ یہ علاقے ملک شام میں (اُن دنوں) رومی کے تابع تھے۔ حضرت اسامہ ؓ کی عمر اس وقت اٹھارہ برس کی تھی۔ اور اُن کو اپنے والد (حضرت زید ؓ) کا انتقام لینا تھا۔ اس مہم میں عمر ؓ بن الخطاب۔ زبیر ؓ بن العوام اور ابو عبیدہ ؓ بن الجراح بھی شامل تھے۔ لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ ابو بکر ؓ کے بھیجنے کی اس میں تجویز تھی یا نہیں۔

حضور صلعم کا وصال

روانگی مہم کا سامان ہو ہی رہا تھا کہ رسُول اللہ صلعم انتقال فرما گئے۔ مرض الموت میں بھی آپ فرماتے تھے کہ اسامہ ؓ کی فوج کی تیاری کرو۔ [3]

حضرت عروہ بن الزبیر ؓ سے مروی ہے کہ آپ اپنے مرض الموت میں محرم کی آخری تاریخوں میں بیمار پڑے تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ صفر کے ختم ہونے میں دو راتیں باقی تھیں کہ آپ مرض الموت میں گرفتار ہوئے۔ اور اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ رسُول اللہ صلعم نے ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن رحلت فرمائی۔

مسئلہ خلافت

مسجد نبوی میں آنحضرت صلعم کے کفن دفن کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ خبر پہنچی بسقیفہ بنی ساعدہ (چوپال) میں انصار ؓ مجتمع ہیں۔ اور وہ سب حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی بیعت کیا چاہتے ہیں۔ حضرت ابو بکر ؓ نے یہ سنا کہ مسئلہ خلافت میں خانہ جنگی کی صورت درپیش ہے تو وہ حضرت علی ؓ کو آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین کے لئے چھوڑ کر ابو عبیدہ بن الجراح ؓ اور حضرت عمر ؓ کو اپنے ہمراہ لے کر جلسہ میں جا پہنچے۔ ابو بکر ؓ جن کے ساتھ عمر ؓ اور ابو عبیدہ ؓ تھے۔ انصار ؓ کے پاس آئے اور اُن سے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ انصار ؓ نے کہا اچھا ہم میں سے ایک امیر ہو اور ایک تم میں سے حضرت ابو بکر ؓ نے کہا نہیں بلکہ ہم امیر ہوں اور تم وزیر رہو۔ اس کے بعد ابو بکر ؓ نے کہا عمر ؓ اور ابو عبیدہ ؓ میں سے جس کو چاہو امیر بنا لو میں اس پر خوش ہوں۔ کیونکہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کچھ لوگ رسُول اللہ صلعم کے پاس آئے اور اُنہوں نے ایک درخواست کی کہ آپ ایک امین ہمارے ساتھ کر دیں۔ رسُول اللہ صلعم نے فرمایا مناسب ہے میں تمہارے ساتھ ایک ایسے امین کو بھیجتا ہوں جو واقعی امین ہے۔ اور آپ نے ابو عبیدہ ؓ کو اُن کے

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۵۳۲ و ۵۳۳ [2] تنبیہ و اشراف مسعودی ص ۲۵۰ [3] تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۲۵۱۔

ساتھ کر دیا۔ اس لئے میں ابو عبیدہؓ کی امارت کو تم سب کے لئے پسند کرتا ہوں۔ اس پر عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ تم میں کون شخص اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اس شخص کو مؤخر کرے جسے رسول اللہ صلعم نے مقدم کیا ہے۔ یہ کہہ کر عمرؓ نے ابوبکرؓ کی بیعت کی اور سب لوگوں نے اُن کی بیعت کر لی۔

حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ کی حمایت پر۔

حضرات انصارؓ کے دعوائے خلافت کے علاوہ جو اوپر مذکور ہوا خود قریش میں سے بھی بنی ہاشم اور کچھ صحابہؓ حضرت علیؓ کی خلافت کی طرف راغب تھے۔ چنانچہ ابو الفدا نے لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ بن العوام عتبہؓ بن ابی لہب۔ خالدؓ بن سعد۔ مقدادؓ بن عمر۔ سلمانؓ فارسی۔ ابوذرؓ غفاری عمارؓ بن یاسر۔ براءؓ بن عازب۔ ابی بن کعبؓ یہ سب حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے۔

امام مالکؒ کی روایت حضرت عمرؓ کی زبانی فتح الباری میں ہے۔ وان علیاً والزبیرؓ ومن کان معھما تخلفوا فی بیت فاطمہ بنت رسول اللہؐ۔ (ترجمہ) علیؓ اور زبیرؓ اور جو لوگ اُن کے ساتھ تھے وہ حضرت فاطمہؓ کے گھر میں ہم سے الگ ہو کر جمع ہوئے۔

حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ کی حمایت میں شمشیر بکف۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں بحث ہو چکی تھی۔ اور دوسرے دن بحث عام کی بھی تکمیل ہو گئی۔ صرف بنی ہاشم الگ رہے۔ جن میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ علیؓ اور زبیرؓ بیعت کرنے نہیں آئے۔ حضرت زبیرؓ نے اپنی تلوار نیام سے نکال لی۔ اور کہا تا وقتیکہ علیؓ کی بیعت نہ کی جائے میں تلوار نیام میں نہیں رکھوں گا۔ [1]

حضرت زبیرؓ کی بیعت حضرت صدیق اکبرؓ سے

شاہ ولی اللہ صاحبؒ ازالۃ الخلفا میں لکھتے ہیں کہ جب ابوبکر صدیقؓ ممبر پر کھڑے ہوئے اور خبر فائے قوم میں علی مرتضیٰؓ کو نہ پایا۔ تو اُن کی بابت دریافت کیا۔ چند انصارؓ جا کر اُن کو ہمراہ لائے تب صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ اے رسولِ خدا صلعم کے چچازاد بھائی اور داماد کیا مسلمانوں کی جماعت کو متفرق کرنا چاہتے ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ اے خلیفہ رسول اللہؐ ملامت نہ کیجئے اور بیعت کر لی۔ اسی طرح حضرت زبیرؓ بن العوام کو نہ پایا تو اُن کو بلوایا۔ اور کہا اے رسول اللہ صلعم کے پھوپھی زاد بھائی اور اُن کے حواری۔ کیا تم مسلمانوں میں تفریق کرنا چاہتے ہو۔ اُنہوں نے کہا۔ اے خلیفہ رسول اللہ صلعم ملامت نہ کیجئے اور بیعت کر لی۔

ثم لم یر علی الزبیر بن العوام فقام حتی جاء بہ فقال یا ابن عم رسول اللہ وحواریہ ارادت ان تشق عصا المسلمین۔ فقال الزبیر شریب یا خلیفۃ الرسول اللہ مثل قولہ قبلہ [2]

حضرت زبیرؓ وغیرہ کے حضرت صدیق اکبرؓ کی اول اول بیعت نہ کرنے کی وجہ۔

روایت ہے کہ مہاجرینؓ میں حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر اس شکایت کی بنا پر چالیس روز تک بیعت نہیں کی کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت میں ہم کو کیوں شریک نہیں کیا گیا۔ جب حضرت صدیقؓ نے فرمایا۔ میں نے بیعت لینے نہیں گیا تھا۔ لوگوں نے جو بالاتفاق میرے ہاتھ پر بیعت کی اگر اس سے انکار کرتا تو خطرہ بڑھ جاتا۔ اس عجلت میں تم کو کیسے بلواتا۔ یہ سن کر ان بزرگوں نے بیعت کر لی [1]

---

[1] تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۱۸۳۰ [2] طبقات ابن سعد صفحہ

حضرت زبیرؓ کو حضور اکرم صلعم کی عطیہ جاگیریں۔

حضور اکرم صلعم نے بنو قریظہ اور بنی نضیر کے نخلستان اور کھیت مہاجرینؓ نہ انصارؓ پر تقسیم فرما دئے تھے۔ خیبر کی تھوڑی زمین اپنے واسطے رکھ کر باقی کو بھی تقسیم فرما دیا تھا۔ ان ہر سہ مقامات پر جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں اور مدینہ منورہ میں حضرت زبیرؓ کو بہت وسیع جاگیریں عطا فرمائی تھیں۔

عبید اللہؓ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جب مدینہ میں مکانوں کی حد بندی کی تو زبیرؓ کے لئے زمین کا بڑا ٹکڑا مقرر کیا۔

اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے زبیرؓ کو ایک کھجور کا باغ جاگیر میں دیا۔

ہشام بن عروہؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے زبیرؓ کو ایک زمین عطا فرمائی جس میں کھجور کے درخت تھے۔ یہ زمین بنی النضیر کے اموال میں سے تھی۔

فرمان آنحضرتؐ برائے عطائے جاگیر حضرت زبیرؓ

رسول اللہ صلعم نے تحریر فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ محمد رسول اللہ صلعم کی جانب سے زبیرؓ بن العوام کے نام۔ میں نے انہیں شوریٰ کا بلند و پست حصہ عطا کر دیا۔ اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے بقلم علی۔ [1]

حضرت زبیرؓ پر شفقت نبویؐ

ایک بار آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ جہاں تک گھوڑا دوڑ سکے وہ زمین ان کی جاگیر میں داخل ہوگی۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ نے گھوڑا دوڑایا۔ جب گھوڑا ایک خاص حد پر پہنچکر رک گیا تو آپ نے اپنا کوڑا پھینکا جس نقطہ پر کوڑا گرا وہ ہی آپ کی جاگیر کا رقبہ قرار پایا۔

عربوں کا دستور تھا کہ جب کوچ کرتے ہوئے منزل پر پہنچتے تو دور سے اپنے اپنے کوڑے پھینک دیتے۔ جہاں جس کا کوڑا گرتا وہ وہیں پڑاؤ کرتا۔ ابو داؤد سے ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلعم نے الزبیرؓ کو گھوڑا دوڑانے اور کوڑا پھینکنے کا حکم دیا۔ انہوں نے گھوڑا دوڑایا اور کوڑا پھینکا۔ جہاں کوڑا گرا وہ ہی ان کی جاگیر کا رقبہ قرار پایا۔ [2]

حضرت زبیرؓ کا ایک انصاریؓ سے تنازعہ اور آنحضرتؐ کا حضرت زبیرؓ کے حق میں فیصلہ۔

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلعم نے اس کی زمین مجاہدین پر تقسیم فرما دی تھی۔ حضرت زبیرؓ کو بھی اس میں سے ایک وسیع اور سرسبز قطعہ ملا تھا۔ اس کے علاوہ مدینہ کے اطراف میں بھی آپ کے کھیت تھے جن کو آپ خود آباد کرتے تھے۔ کبھی کبھی آبپاشی کے متعلق دوسرے کھیت والوں سے جھگڑا بھی ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک روز حضرت زبیرؓ کے کھیت میں آبپاشی کے متعلق ایک انصاریؓ سے جھگڑا ہو گیا۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ پتھریلی زمین میں پانی کا نالہ تھا جس سے لوگ کھجور کے درختوں کو پانی دیا کرتے تھے۔ پانی دینے کے متعلق ایک انصاریؓ کا حضرت زبیرؓ سے جھگڑا ہو گیا۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ زبیرؓ پہلے تم دستور کے موافق پانی دو۔ پھر اپنے ہمسایہ کی طرف چھوڑ دو۔ انصاری کہنے لگا۔ بات یہ ہے کہ زبیرؓ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلعم کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اور فرمایا۔ زبیرؓ اپنے درختوں کو پانی دے کر روک رکھو۔ یہاں تک کہ پانی منڈیر تک پہنچ جائے۔ حضور اقدس صلعم نے حضرت زبیرؓ کو پورا پورا حق دلوا دیا

---

[1] ترجمہ طبقات ابن سعد جزء ثالث صفحہ ۳۴۳ و مجموعہ الوثائق السیاسیہ عربی صفحہ ۱۹۲ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب [2] فتوح البلدان بلاذری صفحہ الفیء ۔ اس کو شد ارزق بھی لکھا گیا ہے یہ بنی النضیر کا علاقہ تھا۔

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ آیت اسی قصہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ حضور صلعم نے یہ فرمایا تھا کہ پانی کو بند باندھ کے رکھو۔ یہاں تک کہ منڈیر تک پہنچ جائے۔ اس کا اندازہ انصارؓ نے اور دیگر اشخاص نے ٹخنوں تک پانی کا کیا ہے۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور کتابت رسول اللہ صلعم حضرت زبیرؓ نے آنحضرتؐ کی کتابت کا کام بھی کیا ہے۔ علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ جو کاتب رسول اللہ صلعم کے روبرو ہوتا اسی سے کتابت کا کام لیا جاتا۔ دیگر خاص خاص لوگوں کو خاص خاص کاموں کی کتابت بھی تفویض تھی چنانچہ حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت جہیمؓ بن الصلت یہ دونوں صاحب آمدنی زکوٰۃ اور صدقات کے کاتب تھے۔

علامہ مسعودیؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلعم کے کاتبوں میں ہم نے صرف انھیں صاحبوں کے نام لکھے ہیں جو استقلال کے ساتھ آپ کی کتابت کرتے رہے۔ اس فرض کے ادا کرنے میں مشغول رہے۔ اور ایک مدت دراز اس میں بسر کی۔ اور ان کی کتابت کے متعلق صحیح روایتیں بھی وارد ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے فقط ایک دو تین خطوط لکھے تھے۔ ان کے نام

---

[1] **رسول اللہ کے دوسرے کاتبین**۔ (۱) خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد المناف بنی امیہ کے کاتب تھے۔ ہر قسم کے کام جو آنحضرت صلعم کو پیش آتے سب میں وہ ہی کتابت کرتے۔ (۲) مغیرہ بن شعبہ (۳) حصین بن نمیر یہ دونوں صاحب آنحضرتؐ کی ضروریات لکھتے۔ (۴) عبد اللہ بن الارقم بن عبد یغوث الزہری (۵) علاء بن عقبہ یہ دونوں صاحب قرض کے دستاویز اور ہر قسم کے شرائط و معاملات کے کاتب تھے۔ (۶) حذیفہ بن الیمان حجاز کی آمدنی کا تخمینہ (موازنہ) لکھتے تھے۔ (۷) معقب بن ابی فاطمہ الدوسی منسوب بہ دوس بن عدنان بن عبد اللہ بن زہیر بن کعب الحارث بن کعب بن عبد اللہ ابن مالک بن نضیر بن الازد۔ رسول اللہ صلعم کے مال غنیمت کی کتابت کرتے تھے۔ (۸) زید بن ثابت انصاری ثم الخزرجی کہ خاندان بنی غنم ابن مالک النجار کے تھے۔ بادشاہوں کو (منجانب رسول اللہ صلعم) خط لکھتے تھے۔ اور حضور نبویؐ میں خطوط کے جواب دیتے تھے۔ ان کا یہ بھی کام تھا کہ فارسی و رومی و قبطی و حبشی زبانوں کے خطوط کے رسول اللہ صلعم کے لئے ترجمے کرتے تھے۔ ان زبانوں کے جو لوگ اہل زبان تھے۔ ان ہی سے زید نے مدینہ میں یہ سب زبانیں سیکھی تھیں۔ (۹) حنظلہ بن الربیع بن صفی الاُسیدی التمیمی۔ حضور نبوی صلعم میں جب ان کاتبوں میں سے کسی شعبہ کا کوئی کاتب موجود نہ ہوتا تو ان کا کام انجام دیتے تھے۔ حنظلہ کاتب کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں انہوں نے علاقہ دیار مصر کے شہر رُہا وہ میں جسے اصطلاح فرنگ میں ایڈیسا کہتے ہیں اقامت کی اور وہیں انتقال کر گئے۔ (۱۰) عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح نے بھی رسول اللہ صلعم کی کتابت کی یہ بنی عامر بن لؤی بن غالب کے خاندان میں تھے۔ (کچھ روز کتابت کر کے) مرتد ہو کر مکہ میں مشرکوں سے ملاپ کر لیا۔ لیکن فتح مکہ کے بعد از سر نو مسلمان ہو گئے۔ اور تا بہ مرگ اسلام پر قایم رہے۔ (۱۱) شرجیل بن حسنہ طالجنی نے بھی آنحضرت صلعم کی کتابت کی یہ قبیلۂ خندف کے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کندی تھے۔ خندفی نہ تھے۔ قریش کے ساتھ ان کی جماعت کا معاہدہ تھا۔ (۱۲) آبان رضؓ بن سعید (۱۳) علاء بن الحضرمی ان دونوں صاحبوں نے بھی کبھی کبھی پیش گاہ نبوی صلعم میں کتابت کی ہے۔ (۱۴) وفات نبوی صلعم سے چند مہینہ پیشتر معاویہؓ نے بھی آنحضرت صلعم کی کتابت کی ہے۔

۱۔ یہ عبد اللہ حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے۔ فتح مکہ میں آنحضرت صلعم نے ان کے لئے بھی حکم دیدیا تھا کہ جہاں ملیں قتل کر ڈالے جائیں۔ پھر حضرت عثمانؓ کی سفارش سے معاف فرما دیا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح گورنر آفریقہ ہوئے۔

---

[1] صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۱۹ و ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب الفضایل صفحہ ۲۶۹ [2] تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۲۴۴ (۲۵۰)۔

نظر انداز کر دئے۔ کیونکہ اتنی سی بات پر وہ کاتب وحی کہلانے کے مستحق نہ تھے۔ اور نہ کاتبان حضرت نبوی ؐ کے ذیل میں اُن کا شمار ممکن تھا۔ [1]

رسول اللہ ؐ کا ایک فرمان بقلم حضرت زبیر ؓ بن العوام۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بنی معاویہ بن جَرْول الطائیین کے لئے تحریر فرمایا کہ ان میں سے جو اسلام لائے۔ نماز کو قایم رکھے۔ زکواۃ دے۔ اللہ اور اُس کے رسول ؐ کی اطاعت کرے۔ اموال غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور نبی صلعم کا حصہ دے۔ مشرکین سے کنارہ کش رہے اور اپنے اسلام کی گواہی دے تو وہ اللہ اور رسول ؐ کی امان میں بے خوف ہے۔ اسلام لانے کے وقت جو کچھ اُن کا تھا سب اُنھیں کا رہے گا۔ اور بھیڑ چرتے چرتے رات کو جہاں تک پہنچے۔ (وہ جگہ بھی اُنھیں کی ہے) کتب آل زبیر ؓ بن العوام۔ [2]

حضرت زبیر ؓ کے عہد رسول اللہ ؐ کے دیگر مشاغل۔

(۱) غزوات میں شرکت۔ اور کتابت کے علاوہ مجرموں کی گردن مارنے کی خدمت بھی رسول اللہ صلعم کے حکم سے انجام دیتے تھے۔ حضرت علی ؓ اور حضرت مقداد ؓ نے بھی یہ خدمت انجام دی ہے۔ (۲) جاسوسی کی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔ چنانچہ غزوۂ احزاب یا خندق میں آپ نے جان پر کھیل کر اس خدمت کو اس طرح انجام دیا کہ بنو قریظہ کی خبر لانے کے صلہ میں حضور اکرم صلعم نے فداک ابی و امی (میرے باپ اور ماں تم پر قربان ہوں) فرمایا۔ (۳) کنانہ (یہودیوں کے سردار) نے اپنے مال کو چھپایا تو آنحضرت صلعم نے حضرت زبیر ؓ کو متعین کیا کہ مال برآمد کریں۔ (۴) حضرت کعب بن مالک ؓ نے قریش مکہ کو آنحضرت صلعم کی اُن پر حملہ کی اطلاع دہی کا خط بھیجا تو حضرت زبیر ؓ کو آنحضرت نے اس کار خاص پر مقرر فرمایا کہ وہ حضرت کعب ؓ کے قاصد در خط کو گرفتار کریں۔ (۵) قرآن مجید کی ترتیب پر بھی آپ مامور تھے۔

حضرت زبیر ؓ فقہی احکام کے استنباط کے بھی مجاز تھے

حضور صلعم خود بھی اجتہاد فرماتے تھے۔ اور رائے و قیاس سے حکم دیتے تھے۔ اور صحابہ ؓ بھی اجتہاد کرتے تھے۔ اور رائے و قیاس سے کام لیتے تھے۔ چونکہ تمام اشخاص کی رائے اور قیاس کا اتحاد ممکن نہیں اس لئے استنباط میں اختلاف ہو جاتا تھا۔ یہ فقہ اسلام کی ابتدا ہے۔ اجتہاد کا اصول درحقیقت حضور صلعم کی ایجاد ہے۔

حضور صلعم کے وصال تک مسایل و قواعد و ضوابط تحریر میں نہیں آئے۔ جو کچھ تھا در سینہ تھا۔ حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ مجھ سے سوائے قرآن کے اور کچھ نہ لکھو۔

حضور صلعم کی یہ احتیاط غالباً اس لئے تھی کہ کہیں قرآن کے ساتھ حدیث یا فقہی مسایل خلط ملط نہ ہو جائیں۔

استنباط مسایل کے معاملہ میں خلفائے راشدین نے کمال احتیاط سے کام لیا۔ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو پہلے اس کے متعلق قرآن مجید میں تلاش کیا جاتا۔ ورنہ مجلس صحابہ ؓ میں پیش کر دیا جاتا۔ اگر کسی کو اس کے متعلق کوئی حدیث یاد ہوتی تو وہ بیان کرتا۔ اسی پر

---

[1] اسی طرح قبیلہ طے سے جو معاہدہ ہوا اس کو بھی حضرت زبیر ؓ نے تحریر فرمایا تھا۔ علاوہ ازیں نجران کے عیسائیوں اور آنحضرت صلعم کے درمیان جو معاہدہ قرار پایا تھا اور جس کو تحریر میں لایا گیا اس پر اور صحابہ کرام ؓ کی گواہیوں کے علاوہ حضرت زبیر ؓ کے بھی گواہی کے دستخط تھے۔ (الوثایق السیاسیہ فی عہد نبوی و الخلافت الراشدہ صفحات ۹۵ و ۱۷۱)۔

---

[2] تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۵ [2] ترجمہ طبقات ابن سعد جزء ثالث صفحہ ۳۷ و مجموعہ الوثایق السیاسیہ صفحہ ۱۹۲ - از ڈاکٹر محمد حمید اللہ مطبوعہ قاہرہ

عمل درآمد ہوتا۔ ورنہ جماعت کے مشورے سے طے کیا جاتا۔ اِس مجلس کے صدر خود خلیفہ ہوتے تھے۔ اور اِس مجلس کے ارکان وہ اصحاب تھے۔ جن کا ادراک وفہم ضرب المثل تھا۔

رسُول کریم صلعم کے عہد تک کتاب وسنت وقیاس اصول اجتہاد تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد سے اُن میں اجماع کا اضافہ ہوا۔ حضرت عمرؓ کو جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو وہ حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ کو بھی تلاش کرتے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں اصول اجتہاد میں کتاب وسنت وقیاس واجماع پر آثار سلف کا اور اضافہ ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ رسُول اللہ صلعم کے وصال کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ آپ کے اصحاب کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی۔ تیس ہزار صحابہؓ مدینہ میں مقیم تھے۔ (مقدمہ ابن صلاح) اُن میں سے ہر ایک نے رسُول کریم صلعم کے جمال جہاں آراء کی زیارت کی تھی۔ اور حضورؐ سے فیض حاصل کیا تھا۔ آپ کی زبان فیض ترجمان سے مسائل ونصائح سُنے تھے۔ آپ کے اعمال وافعال کو بغور دیکھا تھا۔ اُن میں سے ہر ایک دین کا سچا شیدائی اور خدا کا فرماں بردار بندہ تھا۔ اُن کی دیانت وتقویٰ پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اپنی عبادت ومعاملات ومعاشرت کو سنت رسُول صلعم کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری سعی کرتے تھے۔ بایں ہمہ فقہی احکام کے استنباط کا ہر ایک مجاز نہ تھا۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ کے علاوہ اُس زمانے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اُم المومنین حضرت عائشہؓ حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت انس بن مالکؓ حضرت ابوسعیدؓ خدری حضرت ابوہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حضرت عبادہ بن صامتؓ حضرت سلمان فارسیؓ حضرت جابر بن عبداللہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت عمران بن حصینؓ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ یہ اصحاب مجتہد تھے۔ انہیں کے فتوے چلتے تھے۔ یہ ہی استنباط مسایل کرتے تھے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم کی دیگر ازواج مطہرات مثل اُم المومنین حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ حضور صلعم کے مشہور متقی صحابی حضرت ابوذرؓ رسُول اکرم صلعم کے چچا حضرت عباسؓ مشہور مدبر وفاتح صحابی حضرت عمرو بن العاصؓ موجود تھے۔ مگر مذکورہ بالا حضرات کے سوا اور کسی کو فتویٰ واجتہاد کی اجازت نہ تھی۔ باقی صحابہؓ مجتہد صحابہؓ سے مسایل دریافت کر کے عمل کرتے تھے۔ اگرچہ وہ خود خوب حدیث وقرآن سے واقف تھے۔ مگر جانتے تھے کہ نصوص کا سمجھنا اور نصوص سے استنباط کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ [1]

سابقون الاولین صحابہؓ کی قدر ومنزلت آنحضرت صلعم کے پاس

[1] ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ اپنے قیام مکہ کے زمانہ میں رسُول اللہ صلعم نے بہت سی جمعیتیں اطراف مکہ میں دعوت واشاعت اسلام کے لئے روانہ کیں۔ ان میں سے کسی کو بھی آپ نے جنگ کی اجازت نہیں دی۔ ایک جمعیت حضرت خالدؓ کی تھی جن کو رسُول اللہ صلعم نے زرین نہامہ کو صرف داعی کی حیثیت سے بھیجا تھا۔ اور لڑنے کے لئے نہیں بھیجا تھا۔ اُنہوں نے بنو خزیمہ پر حملہ کر کے اُن کے بہت سے آدمی مار ڈالے۔ [2]

---

[1] سابقون الاولین کے نام۔ حضرت زبیرؓ بن العوام حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت طلحہؓ بن عبداللہؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ حضرت اسماء بنت عمیسؓ حضرت ابوسلمہؓ حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب حضرت سعید بن زیدؓ اور اُن کی بیوی فاطمہؓ بنت خطابؓ حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عمار بن
(باقی صفحہ ۱۰۹ پر)

[2] تاریخ الفقہ صفحہ ۱۶ تا ۱۸ [2] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۴۹۔

بنی خزیمہ کے ایک شخص سے مروی ہے کہ جب خالدؓ نے ہم کو ہتھیار رکھ دینے کا حکم دیا۔ ہمارے ایک شخص عجلہ نے کہا اے خزیمہ تمہیں کیا ہوا ہے یہ خالدؓ ہے بجز ہتھیار رکھ دینے کے بعد سب قید کر لئے جاؤ گے۔ اور پھر سب مار ڈالے جاؤ گے میں تو ہرگز ہتھیار نہیں رکھوں گا مگر خود اس کی قوم کے لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ اور کہا عجلہ کیا کرتے ہو تم سب کو مروانا چاہتے ہو سب لوگ اسلام لا چکے ہیں۔ لڑائی ختم ہو چکی ہے۔ اور اب عام امن و امان ہو گیا ہے۔ تمہارا اندیشہ بیکار ہے۔ ہر چند اس نے انکار کیا مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور اس سے ہتھیار رکھوا ہی لئے اور تمام قوم نے خالدؓ کے سامنے ہتھیار رکھ دیئے۔ ان کے ہتھیار رکھ جانے کے بعد خالدؓ نے ان کی مشکیں بندھوائیں اور [illegible] دیا۔ اس کی اطلاع جب رسول اللہ صلعم کو ہوئی آپ نے آسمان کی طرف [illegible] اور کہا [illegible] خالد بن الولیدؓ کے اس فعل سے بیزار ہوں اپنے کو بری قرار دیتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے علیؓ بن ابی طالب کو بلا کر حکم دیا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو خالدؓ نے قتل کیا ہے اور ان کا کچھ فیصلہ کرو۔ جاہلیت کے خیالات کو دل میں نہ آنے دینا۔ علیؓ مکہ سے چل کر اس قبیلہ کے پاس آئے ان کے پاس روپیہ بھی تھا جسے رسول اللہ صلعم نے بھیجا تھا۔ علیؓ نے اس روپیہ سے ان کی جانوں کا خون بہا ادا کیا اور ان کی املاک کا تاوان ادا کیا۔ یہاں تک کہ کتے کے پلے کی بھی دیت دی۔ جب تمام مطالبے بے باق ہو گئے اس کے بعد کچھ روپیہ علیؓ کے پاس بچ گیا۔ علیؓ نے ان سے پوچھا۔ اب تو تمہارا کوئی مطالبہ باقی نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ علیؓ نے کہا مگر میں رسول اللہ صلعم کے خیال سے تاکہ کسی بھول چوک کی ذمہ داری آپ کی لاعلمی تک میں آپ پر باقی نہ رہ جائے یہ روپیہ جو مطالبات کی ادائی کے بعد بچ رہا ہے وہ بھی سب تم کو دیئے دیتا ہوں اس روپیہ کو دے کر علیؓ رسول اللہ صلعم کے پاس آ گئے اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور بہت اچھا کیا۔ ایسا سلوک ان لوگوں سے کیا۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہو گئے اور قبلہ رُو ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کر کے کہ آپ کی بغلیں نظر آنے لگیں آسمان کی طرف اٹھائے اور تین مرتبہ فرمایا اے خدا و ندا میں خالد بن الولیدؓ کے فعل سے تیرے سامنے اپنے کو قطعی بری الذمہ قرار دیتا ہوں۔ [1]

حضرت عبداللہ بن ابی سلمہؓ سے مروی ہے کہ اسی واقعہ کے متعلق ایک دن خالد ابن الولیدؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ میں مباحثہ ہو گیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا تم نے جاہلیت کے رواج پر عمل کیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا میں نے اپنے باپ کا بدلہ لیا ہے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا یہ درست نہیں ہے۔ میں نے اپنے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا تھا۔ اس وقت تم نے اپنے چچا فاکہہ بن المغیرہ کے خون کا بدلہ لیا ہے۔ اس گفتگو کی نوبت عتاب کلامی تک پہنچی۔ رسول اللہ صلعم کو اس کی اطلاع ہوئی آپ نے حضرت خالدؓ سے فرمایا خالدؓ خاموش رہو اور میرے صحابیؓ کے منہ نہ آؤ۔ بخدا اگر تم احد کے برابر تمہارے پاس سونا ہو اور تم اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو جب بھی تم میرے صحابہؓ میں سے کسی ایک کی بھی معمولی فی سبیل اللہ کی اہمیت کی برابری نہیں کر سکتے۔ [2]

بقیہ سلسلہ صفحہ (۸) حضرت جناب ابن الادتؓ حضرت ارقمؓ حضرت صہیبؓ رومیؓ یہ سابقون الاولین کہلاتے ہیں۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عثمان غنیؓ حضرت زید بن حارثہؓ حضرت علیؓ سابق الایمان ہیں (تاریخ اسلام، عام منظوم جلد اول صفحہ ۱۸۱)

سابق الایمان کے تحت حضرت عثمانؓ کا نام شاید حفیظ صاحب سہواً آخر پر کر گئے ہیں کیونکہ جیسا ہم پہلے بیان کر آئے ہیں حضرت زبیرؓ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی شمولیت کے ساتھ پانچویں مسلمان اور انکی شمولیت کے بغیر چھٹے سابق الایمان مسلمان ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت زبیرؓ کے بعد اسلام قبول فرمایا تھا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ تمام سابقون الاولین بزرگ سابق الایمان کے زمرہ میں شامل ہیں

---

[1] و [2] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۴۹ تا ۴۵۲

حضرت زبیرؓ کے کارنامے

خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ میں

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلافت پر متمکن ہونے کا ذکر آچکا ہے۔ اور نیز یہ بھی کہ نبی صلعم نے اُسامہؓ بن زیدؓ کو امیر لشکر مقرر کیا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اُسے لے کر شام کو جائیں۔ اس لشکر میں مدینہ والے اور اس کے گرد و نواح کے لوگ شریک تھے جن میں حضرت عمرؓ بن الخطاب بھی تھے۔ یہ لشکر ابھی جانے بھی نہ پایا تھا کہ نبی صلعم کی وفات ہوگئی۔ اور عرب کا ہر ایک قبیلہ عام ہو یا خاص مُرتد ہوگیا۔ منافقین کا نفاق کھل گیا۔ یہود و نصرانیوں نے بھی شرارت شروع کردی۔

مسلمانوں کی پریشانی آنحضرت صلعم کی جدائی اپنی قلت تعداد اور دشمنوں کی کثرت سے مسلمانوں کا یہ حال ہوگیا جیسے بارش کی رات میں بکریوں کا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں لوگوں نے جب دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ بدستور سابق حضرت اسامہؓ کی روانگی کی طرف مائل ہیں تو انہوں نے عرض کیا اُسامہؓ کا لشکر ہی اسلام کی فوج ہے عرب کی جو حالت ہو رہی ہے اُسے آپ دیکھتے ہیں کہ وہ سب سرکشی پر مستعد ہیں آپ کو یہ مناسب نہیں ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کو اس نازک وقت میں کہیں متفرق کردیں اور اپنے پاس سے اُنہیں دور کردیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں اُسامہؓ کے لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ رسول اللہ صلعم نے جس بات کا حکم دیا ہے اُسے پورا کرکے ہی رہوں گا۔ [1]

حضرت اسامہؓ امیر لشکر جو لوگ انصارؓ میں سے حضرت اسامہؓ کے ساتھ تھے اُن کے کہنے سے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ آپ کسی ایسے شخص کو امیر لشکر مقرر کیجئے جو اسامہؓ سے عمر میں بڑا ہو (حضرت اسامہؓ کی عمر اُس وقت اٹھارہ سال کی تھی) یہ سُنکر حضرت صدیق اکبرؓ بیٹھے سے اُچھل پڑے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر کہا تیری ماں تجھ پر روئے اے ابن الخطاب رسُول اللہ صلعم نے تو اسامہؓ کو امیر لشکر کیا ہے اور تو مجھے کہتا ہے کہ میں اسے معزول کردوں یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ لشکر کا امیر اسامہؓ ہی رہے گا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ مدینہ سے نکل کر لشکر میں آئے اور اُنہیں روانہ کیا۔ کچھ دور لشکر کی مشائیت کی۔ جب واپس ہونے لگے تو حضرت اسامہؓ سے کہا کہ اگر تمہارے نزدیک مناسب ہو تو عمرؓ کو میری اعانت کے لئے میرے پاس چھوڑ دو۔ حضرت اسامہؓ نے اُن کو اجازت دے دی۔ [2]

حضرت اُسامہؓ کی مُہم کا فائدہ حضرت اسامہؓ روانہ ہوئے اور بنی قضاعہ کے اُن قبائل سے لڑے جو مُرتد ہوگئے تھے اُنہیں چالیس روز اور بعضوں کے نزدیک ستر روز ان قبائل کو مزا دیتے اور آگے جاتے رہے۔ حضرت اُسامہؓ کے لشکر کی روانگی سے مسلمانوں کا بہت بڑا فائدہ ہوا۔ کیونکہ

نوٹ ۱؎ آنحضرت صلعم نے حضرت اُسامہؓ کے لشکر میں تمام بڑے بڑے صحابہؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت علیؓ۔ عمرؓ سعد بن وقاصؓ۔ ابوعبیدہ بن الجراحؓ ابن مسعودؓ اور دوسروں کو شامل فرمایا تھا۔ بلکہ بعض روایتوں کے مطابق حضرت ابوبکرؓ بھی لشکر میں شامل کردیئے گئے تھے۔ جب حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ رسُول اللہ صلعم قرار پاگئے اور تمام حل و عقد آپکی رائے پر منحصر ہوگیا تو آپنے حضرت عمرؓ ہی کو نہیں بلکہ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور ابن مسعودؓ اور علیؓ کو بھی اپنی اعانت کے لئے حضرت اسامہؓ سے مانگ لیا تھا اور حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کے بعد انہیں حضرات کی امداد سے مدینہ منورہ پر مُرتدین کے حملہ کی مدافعت کی تھی۔"

---

[1] [2] ترجمہ کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۳۷ تا ۴۰ و ترجمہ تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۸۲۔

عربوں نے جب اُن کی شکر کشی کا حال سنا تو وہ کہنے لگے کہ اگر مسلمانوں میں قوت نہ ہوتی تو اس لشکر کو وہ باہر نہ بھیجتے اور اس وجہ سے اُنہوں نے وہ بہت سی شرارتیں نہ کیں جن کے کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ [1]

ارتداد کا غلبہ

علمائے سیر فرماتے ہیں کہ جب آفتاب رسالت غروب ہوگیا اور سبھوں نے بالاتفاق جناب صدیق اکبرؓ سے بیعت کر لی۔ اس کے چھ دن بعد ہی ممالک عرب میں عجیب ہڑبونگ مچ گیا۔

(۱) اول یہ کہ آنحضرت صلعم کی حیات ہی میں مسیلمہ کذاب نے سر اُٹھایا تھا۔ رسُول اکرم صلعم نے اُس کی سرکوبی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ موت نے فرصت نہ دی۔ اور وہ فتنہ ویسا ہی رہا۔ آپ کی وفات نے اُس پر تیل کا کام کرنا شروع کیا اور وہ دن بدن قوت پکڑتا گیا۔

(۲) اسود عنسی کا غدر جس کی چنگاریاں چاروں طرف ابھی تک سلگتی ہوی رہ گئیں تھیں۔ گو اسود مارا جا چکا تھا۔

(۳) شجاع اور طلیحہ کا دعوائے نبوت اور اُن کے بہکانے کا اثر۔

(۴) وہ منافق اور ضعیف الاعتقاد۔ مکار جو مال کی طمع یا خوفِ جان سے خوشامد پر جھکے ہوے تھے اور ظاہر میں کلمۂ طیبہ کو اپنی پناہ بنائے ہوے تھے اب میدان خالی سمجھ کر کھل کھیلے۔

(۵) جن لوگوں کے باپ دادا اور رشتہ دار لڑائیوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔ اور مال و اہل و عیال لٹ لٹ کے خود بہ ہزار خرابی بچے رہے تھے اور مجبوری سے دینِ اسلام اختیار کر کے انتظام و کینہ کشی کی تجویز میں لگے ہوے تھے۔ جب اُنہوں نے چاروں طرف کی یہ بغاوت دیکھی تو عمدہ موقع سمجھ کر باغیوں میں شامل ہوگئے۔

(۶) حیوان خصایل بیوقوف ایسے لوگ ہر جگہ ہوا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے جدھر غل غپاڑہ دیکھا اُدھر ہی شامل ہوگئے۔ مثل مشہور ہے دیوانہ را ہوے بس است۔ ایسے لوگوں نے اور بھی دشمنانِ اسلام کی تعداد بڑھا دی۔

(۷) صرف دس برس کی مدت میں مذہب اسلام نے آنحضرت صلعم کی زندگی میں مدینہ سے طلوع ہو کر عرب کے چاروں طرف اپنی چمکا چوند پھیلا دی تھی۔ جو قابل صد حیرت ہے۔ اسپر وفات نبویؐ کی بجلی نے یکایک گر کر سب کو چونکا دیا اور چاروں طرف گڑبڑ مچ گئی۔ [2]

اس بارے میں علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ وفات نبویؐ کے بعد اکثر عرب مرتد ہوگئے۔ کافر و منکر اور مانع زکوٰۃ و صدقہ بھی ان میں سب سے بڑی شوکت اور خوفناک حالت یمامہ میں مسیلمہ کذاب حنفی اور قبیلہ اسد بن خزیمہ میں طلیحہ بن خویلد الاسدی ثم الفقعسی کی تھی۔ عیینہ بن حصن فزاری بھی قبیلہ غطفان کے ساتھ طلیحہ کا دست و بازو بن گیا تھا۔

تاریخ کامل ابن الاثیر میں ہے کہ طلیحہ بن خویلد بنی اسد بن خزیمہ سے تھا اور رسُول اللہ صلعم کے حین حیات ہی میں نبی بن بیٹھا تھا۔ اس لئے رسُول اللہ صلعم نے طلیحہ کے پاس ضرار بن الازور کو بھیجا اور بنی اسد بن خزیمہ پر اُنھیں عامل مقرر کیا۔ اور اُنھیں حکم دیا کہ جو لوگ مرتد ہوگئے ہیں اُن کا انتظام کریں۔ وہ بھی اپنا کام تمام نہ کر چکے تھے کہ آنحضرت صلعم کا وصال ہوگیا۔ حضرت ضرارؓ مدینہ واپس آگئے۔

جب طلیحہ کے اتباع کرنے والے بہ کثرت ہوگئے تو فزارہ اور غطفان طیبہ کے جنوب کی طرف بڑھ آئے۔ اُس کے تابع اکثر بنی اسد خزیمہ غطفان اور طے تھے۔ مگر طے اپنے علاقے کے حدود پر اور اسد خزیمہ سمیرا ہی پر مقیم رہے۔ اور عیس و ثعلبہ بن اسد اور مُرّہ رُبدہ کے پاس ابرق میں مجتمع ہوے۔ اور بنی کنانہ کے کچھ آدمی اُن سے مل گئے۔ اس سے ان

---

[1] کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۴۰ و ۴۱ [2] شمس التواریخ حصہ سوم صفحہ [3] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۱۲۷۔

لوگوں کے لئے اُس ملک میں گنجایش نہ رہی۔ وہ دو فریقوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک فریق تو۔ ابرق ہی میں ٹھہرا رہا۔ اور دوسرا فریق ذی القصہ کو چلا آیا۔ اِس فریق کی جو ذی القصہ آگیا تھا۔ طلیحہ نے مدد کی۔ اور اپنے بھائی حبال کو اُن پر بھیجدیا۔ یہ خیال اِن لوگوں کا امیر تھا۔ اور اُن کے ساتھ جو لوگ وائل لیت اور مدلج کے تھے اُن کا بھی امیر مقرر ہوا۔ اب اِن لوگوں نے مدینہ میں پیغام بھیجا کہ نماز تو پڑھیں گے۔ مگر زکواۃ نہیں دیں گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے کہا کہ اگر وہ لوگ ایک عُقال (رسی) سے بھی انکار کریں گے تو اُن پر جہاد کروں گا۔ یعنی اگر وہ زکواۃ کے اُونٹوں کی رسی دینے سے بھی انکار کریں گے تب بھی میں اُن سے لڑوں گا۔

حضرت زبیرؓ و صحابہؓ مدینہ کی حفاظت پر۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اُن کے قاصدوں کو واپس کر دیا اور اُن کے ایلچی لوٹ کر گئے تو اُنہوں نے اپنے لوگوں سے جا کر کہا کہ مدینہ میں لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ اور اُنھیں مدینہ پر حملہ کرنے کا لالچ دلایا۔ اِدھر ایلچیوں کے واپس جانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے مدینہ کے انصار پر حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کو افسر مقرر کیا۔ اور دشمن کی تاخت کے خوف سے تمام اہلِ مدینہ کو حکم دیا کہ وہ مسجد میں حاضر رہا کریں۔ تین ہی دن گزرے تھے کہ دشمنوں نے مدینہ پر سرِ شام آکر حملہ کیا۔ کچھ لوگ ذی حسی میں بھی اپنی امداد کے لئے چھوڑ آئے۔ اور رات کے وقت انقاب میں چڑھ آئے۔ [1]

مدینہ پر مُرتدین کا حملہ اور پسپائی۔

مرتدین جب مدینہ کے نواح میں جمع ہو گئے تھے اور مدینہ پر حملہ کی دھمکی دے رہے تھے اُس وقت صدیق اکبرؓ نے مدینہ منورہ کے موجودہ مسلمانوں کے قابل جنگ لوگوں کو سہی۔ نبوی کے سامنے ہمہ وقت موجود و مستعد رہنے کا حکم دے رکھا تھا۔ اور حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو مدینہ منورہ کے گرد گشت لگانے اور پہرہ دینے پر مامور کر دیا تھا کہ اگر کوئی قبیلہ حملہ آور ہو تو فوراً اُس کی اطلاع پہنچ سکے۔

جب عبس اور ذبیان وغیرہ قبائل کو معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں تھوڑے لوگ باقی ہیں اور زکواۃ کے معاف کر دینے سے حضرت صدیق اکبرؓ نے انکار کر دیا ہے۔ تو اُنہوں نے متفق ہو کر مدینہ پر حملہ کر دیا۔ اِن حملہ آوروں کو حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت ابن مسعودؓ نے مدینہ کے باہر ہی روکا اور پسپا کر دیا۔ اِسلامی لشکر ذی خشب تک اُن کے تعاقب میں گیا۔

---

[1] نوٹ۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد کہ اور طایف کے سوا (یعنی قبیلہ قریش اور ثقیف کے سوا) تمام عرب مُرتد ہو گیا تھا۔ مگر وہ بتوں کی پوجا نہیں کرنے لگے تھے۔ بات یہ تھی کہ جھوٹے مدعیان نبوت بھی نمازوں وغیرہ وغیرہ عبادات کے منکر نہ تھے۔ اور ارتداد کفر و شرک کے لئے نہ تھا۔ وہ صرف ٹیکس زکواۃ کے منکر تھے۔ اور اُس کو بارِ گراں محسوس کرتے تھے۔ یہ ایک قسم کی سرکشی تھی۔ مسیلمہ کذاب۔ طلیحہ اور سجاع وغیرہ نے جو نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اُن سے صحابہؓ کو قتال کرنے میں عذر نہ تھا۔ مگر وہ قبائل جو نماز وغیرہ کے سب کام کرتے تھے۔ صرف زکواۃ کے منکر تھے۔ اُن سے پہلے پہل صحابہؓ نے قتال کرنا مناسب نہ سمجھا تھا۔ لیکن حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے کے اظہار کے بعد۔ اُن کی رائے سے متفق ہو گئے تھے اور وہ نور کہ بیک یکساں طرزِ عمل ضروری قرار دیا تھا۔

---

[1] تاریخ کامل ابن الاثیر جلد ہشتم صفحہ ۵۵۵ تا ۵۵۸ تاریخ اسلام جلد اول و شمس التواریخ جلد دوم صفحہ ۸۳۔

خلافت صدیقیؓ کی پہلی فتح صبح کے وقت حضرت صدیق اکبرؓ خود یہ قصد مقابلہ ہتھیار بند ہو کر نکلے اور مرتدین پر حملہ آور ہوئے۔ دوپہر نہ ہونے پائی تھی کہ اللہ جل شانہٗ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ مرتدین میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ بنی اسد خزیمہ کا جمال مارا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ مرتدین کے تعاقب میں ذی قصہ تک بڑھے چلے گئے۔ [1]

حضرت صدیق اکبرؓ پھر نعمانؓ بن مقرن کو کچھ آدمی دے کر اور وہاں مقرر کر کے مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانۂ خلافت کی پہلی فتح تھی۔ اس سے مشرک بہت ذلیل و خوار ہوئے۔ اس وقت تو ان سے کچھ نہ ہو سکا مگر بنی عبس اور ذبیان نے اپنے قبائل کے مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر انھیں قتل کر ڈالا۔ جب یہ بات حضرت ابوبکرؓ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے قسم کھائی کہ جن مشرکین نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے انھیں کے برابر بلکہ ان سے بھی زیادہ میں ان مشرکوں کو قتل کر ڈالوں گا۔ [2]

مسلمانوں کے حملے اب مسلمانوں کی قوت و ثبات کو ترقی ہو گئی۔ اسی وقت ان لوگوں کے پاس سے جو وصول صدقات پر مقرر تھے اور جن میں صفوانؓ اور زبرقانؓ بن بدر اور عدیؓ بن حاتم بھی تھے مدینہ میں صدقات آئے اس وقت حضرت اسامہؓ کو مدینہ سے نکلے ہوئے پورے ساٹھ روز ہوئے تھے۔ اس سے تین روز بعد حضرت اسامہؓ بھی آ گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ اسامہؓ کے جانے آنے میں چالیس دن لگے تھے۔ غرض جب حضرت اسامہؓ آ گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے انھیں مدینہ پر اپنا جانشین کیا۔ اور جو لشکر ان کے ساتھ گیا تھا اسے بھی ان کے پاس چھوڑا کہ اس طرح ان کا لشکر اور لشکر کے اونٹ آرام کریں۔ پھر اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر نکلے۔ اور ذی حسیٰ اور ذی القصہ کو گئے۔ اور بڑھ کر ابرق میں جا کر ڈیرے ڈالے۔ اور وہاں دشمنوں سے لڑے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دی۔ خطیہ کو قید کر لیا۔ بنی عبس اور بنی بکر بھاگ گئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ ابرق میں تین روز ٹھہرے رہے۔ اور ذبیان پر ایسے غالب ہو گئے کہ ان کا ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

یہ عبس اور ذبیان جب یہاں سے بھاگے تو طلیحہ کے پاس پہنچے۔ جو اس وقت سمیرا سے نکل کر بزاخہ میں آ گیا تھا۔ اور وہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ [3]

جب کچھ دنوں اسامہؓ اور ان کے لشکر نے آرام لے لیا اور گرد و نواح سے مسلمانوں کے پاس صدقات بھی کثرت سے آ گئے اور وہ لوٹ جو مدینہ پر حملہ کرنے والے مرتدین سے ہاتھ آئی تھی اور وہ مال جو حضرت اسامہ بن زیدؓ روم سے لائے تھے ان سب کو ملا کے مرتدوں پر حملہ کرنے کا ساز و سامان درست کیا گیا۔ [4] اس وقت فوج کی جملہ تعداد صرف آٹھ ہزار کے قریب تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فوج کے دستے بنائے اور ان کے گیارہ حصے کر کے ہر حصہ پر ایک امیر مقرر کر دیا۔ اور ان کو ملک کے مختلف حصوں کی جانب مرتدا دا اور بدامنی کو روکنے کے لئے روانہ کیا۔ [5]

طلیحہ کی شکست حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روانہ کردہ ایک فوج کے امیر حضرت خالد بن الولیدؓ نے طلیحہ [1] سے جنگ کر کے اور اس کو ہزیمت دے کر اس کی جمعیت درہم برہم کر دی۔ اور عینیہ کو گرفتار کر لیا۔ اور یہ واقعہ

---

[1] نوٹ طلیحہ اس لڑائی سے معہ اپنی بیوی کے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگا اور ملک شام کی طرف جا کر قبیلہ قضاعہ میں مقیم ہوا۔
باقی صفحہ (۱۱۴) پر

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد سوم صفحہ ۲۰۷ و ۲۰۸ [2] ترجمہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۵۹ و تاریخ طبری جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۳۵ [3] ترجمہ کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۵۹ و ۶۰ [4] تتمہ المتواریخ حصہ دوم صفحہ ۸۰ و تاریخ طبری جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۳۷ و ۳۸۔

سنہ ۱۱ ہجری کا ہے۔ وہاں سے بطاح گئے۔ بنی تمیم کے ملک میں جنگ کی اور مالک ابن نویرہ بوعی کو قتل کیا۔ وہاں سے یمامہ گئے تو بنی حنیفہ نے سخت جنگ کی۔ تا آنکہ مسیلمہ کذاب مارا گیا اور باقی لوگوں نے مصالحت کرلی یہ واقعہ سنہ ۱۲ ہجری کا ہے یمامہ میں مسلمانوں میں سے بارہ سو شہید ہوئے۔ جن میں قریش کے تیئیس تھے۔ اور انھیں میں حضرت عمرؓ بن الخطابؓ کے بھائی حضرت زید بن الخطابؓ تھے۔ (نیز حضرت سایبؓ حضرت زبیرؓ کے بھائی بھی تھے) انصارؓ میں ستر شہید ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے کم تعداد تھی۔ [1]

جنگ مسیلمہ کذاب سے

جس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گیارہ لشکر مرتدین عرب کی سرکوبی کو روانہ کئے تھے۔ اسی وقت عکرمہؓ بن ابی جہل کو مسیلمہ کذاب سے لڑنے کو یمامہ کی طرف بھیجا تھا۔ پھر ان کے بعد شرجیلؓ کو انہی کی امداد کی غرض سے روانہ کیا۔

عکرمہؓ بن ابوجہل نے عجلت کرکے شرجیلؓ کے آنے سے پہلے مسیلمہ سے لڑائی چھیڑ دی جس میں خود عکرمہؓ کو ہزیمت ہوئی۔ اس ہزیمت سے جب حضرت صدیق اکبرؓ کو مطلع کیا گیا تو انہوں نے عکرمہؓ کو لکھ بھیجا کہ بغیر شرجیلؓ کے تم نے کیوں حملہ کردیا۔ خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ مدینہ کا رُخ نہ کرنا۔ حذیفہؓ اور عرفجہؓ کے پاس چلے جاؤ۔ اور ان کی ماتحتی میں اہل مہرہ اور عمان سے لڑو۔ جب ان کی جنگ سے فراغت حاصل ہو تو تم معہ اپنے لشکر کے مہاجرؓ بن ابی امیہ کے پاس یمن یا حضرموت میں چلے جاؤ۔ اور شرجیلؓ کو لکھا کہ تم خالدؓ ابن الولیدؓ کے اعمال کے پاس چلے جاؤ۔ پس جب وہاں کی لڑائی سے کامیابی کے ساتھ فراغت حاصل کرلو تو قضاعہ کی طرف جانا۔ اور عمرو بن العاصؓ کے ہمراہ ہوکر ان سے لڑنا جو ان میں سے مرتد ہوگئے ہیں۔ اس اثناء میں جب خالدؓ ابن الولیدؓ بطاح سے فارغ ہوکر حسب الطلب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے تب انہوں نے خالدؓ کو مسیلمہ کی طرف روانہ کیا۔ اور ایک کافی تعداد آدمیوں کی ان کے ہمراہ کردی۔ خالدؓ ابن الولیدؓ یمامہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بنی حنیفہ کے چالیس ہزار آدمی یا سپاہی یمامہ کے قریات اور وادیوں میں پھیلے ہوئے تھے۔

عکرمہؓ کی طرح شرجیلؓ نے بھی عجلت کرکے ان سے لڑائی شروع کردی۔ جس میں ان کو بھی ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد خالدؓ آئے۔ اور انہوں نے شرجیلؓ کو عجلت کرنے پر ملامت کی۔ لڑائی کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی اس حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک گروہ کو اور خالدؓ کی مدد کے لئے بھیجدیا۔ ایک تو خود مسیلمہ کی جمعیت کثیر تھی۔ دوسرے سجاح (مدعیہ نبوت) کی باقی ماندہ فوج بھی اس سے آکر مل گئی تھی۔

خالدؓ ابن الولیدؓ کے قریب پہنچنے کی خبر معلوم ہوئی تو ان لوگوں نے بہ قصد جنگ یمامہ سے باہر صف آرائی کی۔ ایک روز کا راستہ مسیلمہ تک پہنچنے کا باقی تھا کہ خالدؓ نے شرجیلؓ کو مقدمۃ الجیش پر مقرر کرکے آگے بڑھنے کو کہا۔ اتفاق سے شب کے وقت ان کی جماعت سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ جو چالیس یا ساٹھ آدمیوں کا گروہ لے کر بلاد بنی عامر و بنی تمیم کی طرف شبخون مارنے کو گیا تھا۔ شرجیلؓ نے جماعت کو قید کرلیا اور اس کے سب ہمراہیوں کو مار ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد خالدؓ آگئے۔ ان کے لشکر کی تعداد تیرہ ہزار اور مسیلمہ کی فوج چالیس ہزار تھی جس کے مقدمہ پر رجال تھا۔

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۱۳) جب رفتہ رفتہ تمام قبایل مسلمان ہوگئے اور خود اس کا قبیلہ بھی اسلام میں داخل ہوگیا تو طلیحہ بھی مسلمان ہوکر حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں مدینہ میں آیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی (فتوح الشام واقدی)۔

---

[1] تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۲۱۲ و ۲۱۳ و تاریخ طبری جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۵۲۔

فریقین نے لڑائی نہایت سختی سے شروع کی۔ دونوں طرف سے لڑنے والے جی توڑ کر لڑ رہے تھے۔ مسلمان بنی حنیفہ لڑتے لڑتے خالدؓ کے خیمہ کے پاس تک پہنچ گئے۔ جہاں پر مجاعہ قید تھا۔ اور اُس خیمہ میں اُم تمیم یا تمیم زوجہ حضرت خالدؓ تھیں۔ مجاعہ نے باوجود قیدی ہونے کے نہایت دلیری سے اُٹھ کر مرتدین کو خیمہ کے پاس سے علیحدہ کیا۔ بعد ازاں لشکرِ اسلام اللہ اکبر کہہ کر بنی حنیفہ پر ٹوٹ پڑا جس سے بنی حنیفہ بدحواسی کے عالم میں بھاگ نکلے۔ [1]

حضرت سایبؓ کی مسلمانوں کو للکار

بنی حنیفہ نے سخت جنگ کی۔ مسلمان پیچھے ہٹے اور بھاگ کر اپنی قیام گاہ تک آ گئے اس وقت حضرت سایبؓ بن العوامؓ (برادر بزرگ حضرت زبیرؓ) نے خیمہ میں آ کر مسلمانوں کو للکارا اور فرمایا کہ اے لوگو تم بھاگ کر اپنی فرودگاہ تک آ گئے ہو اور جب آدمی ہٹ کر اپنی فرودگاہ تک آ جاتا ہے تو اُس کے لئے پھر کوئی جگہ نہیں رہتی جہاں وہ بھاگ کر جا سکے"۔ اس پر مسلمانوں میں پھر جوش پیدا ہو گیا اور اُنہوں نے مشرکوں کو شکست دے دی[2] اور اُن کو مارتے مارتے حدیقہ تک پہنچا دیا۔ جہاں پر مسیلمہ تھا۔ تھوڑی دیر تک حدیقہ کے دروازے پر لڑائی ہوتی رہی۔ انجام کار اسلامی لشکر حدیقہ کی دیواریں توڑ کر اندر گھس گیا۔ مسیلمہ زرہ اور خود پہن کر گھوڑے پر سوار ہو کر ایک گروہ کو ساتھ لئے ہوئے لڑتا ہوا نکلا۔ وہ باغ سے جوں ہی باہر آیا وحشی[3] نے ایک ایسا تیر مارا کہ مسیلمہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا۔ زیدؓ بن الخطاب نے رجال بن عنفوۃ کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ سے مرتدین کے رہے سہے ہوش بھی جاتے رہے۔ سترہ ہزار جنگ آور بنو حنیفہ کے مارے گئے۔ [4]

حضرت زبیرؓ کے بھائی حضرت سایبؓ کی شہادت

یمامہ (جسے یَوْبَی بھی کہتے تھے) کی جنگ میں جو لوگ شہید ہوئے اُن میں سے السایب بن العوامؓ (حضرت زبیرؓ کے بھائی) حضرت زیدؓ بن الخطاب (حضرت عمرؓ کے برادر بزرگ) شجاع بن وہب الاسدی (از اسد بنو خزیمہ) اور یزید بن انیس الاسدی (از اسد بنو خزیمہ) حلیف بنی اُمیہ بھی تھے۔ [5]

ارتداد کا خاتمہ اور اسلامی فتوحات

غرض کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں تمام مُرتدین عرب اور مدعیان نبوت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ ارتداد کے اس تمام دور میں حضرت زبیرؓ مدینۃ الرسول صلعم کی حفاظت اور دشمن کی نگہداشت پر مامور رہے اِس خدمت مذکورہ کو اور صحابہ کرامؓ کی معیت میں اس طور پر انجام دیا کہ دشمن مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا حوصلہ نہ کر سکا۔ اِس کے بعد فتوحاتِ ملکی کا آغاز ہوا۔ محرم ۱۲ھ میں عراق پر لشکر کشی ہوئی اور حیرہ کے تمام اضلاع فتح ہو گئے۔ ۱۳ھ م ۶۳۴ء میں شام پر حملہ ہوا اور اسلامی فوجیں دمشق

---

[1] اُس روز مسلمانوں کا شعار (نشان اور علامت: اہل جنگ) یا اصحاب البقرہ تھا یعنی اے سورۂ بقر والو۔ (فتوح البلدان بلاذری جزو اول صفحہ ۱۴۱)

[2] شہر یمامہ کے دروازہ پر ایک باغ تھا جس کو حدیقۃ الرحمٰن کہتے تھے۔ مسیلمہ نے اپنا خیمہ اسی باغ میں نصب کیا تھا۔ یعنی یہ مرتدین کا اصلی مرکز بن گیا تھا۔

[3] یہ وہی وحشی ہے کہ جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ لیکن آج کے دن مسیلمہ کذاب کو اُس کی بے راہ روی کا مزہ چکھا کر جنت میں ایک مقام حاصل کر لیا اور اس طرح ابدی روسیاہی سے نجات حاصل کر لی۔

---

[4] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد سوم صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۴ و تاریخ طبری مطبوعہ اول عصہ چہارم صفحہ ۱۷ تا ۱۷۶ [5] طبری جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۱۸۱ [6] ترجمہ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۱۴۰۔

کے سارے اضلاع میں پھیل گئیں۔ ان جہات کا آغاز تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا انتقال ہوگیا۔ [۱]

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وصال

علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات مدینہ میں ہوئی۔ سہ شنبہ کی شب تھی جمادی الاخریٰ کی آٹھ راتیں گذر چکی تھیں عمر تریسٹھ ۶۳ برس تھی اور یہ روایت ضعیف زیادہ عمر تھی۔ رسول اللہ صلعم کے ساتھ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں دفن ہوئے۔ مدت خلافت دو برس تین [۲] مہینے دس دن اور یہ روایت مجہول ہے۔ دس ہی دن۔ [۳]

ہشام بن عروہؒ اپنے والد عروہ بن حضرت زبیرؓ بن العوام سے راوی ہیں کہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب وفات پائی تو رسول اللہ صلعم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اُن کا سر رسول اللہ صلعم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان تھا۔ [۴]

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عظمت

بقول فرانسیسی مستشرق ڈوزی:۔

آنحضرت صلعم کی وفات سے قبل ہی قبائل عرب میں ارتداد شروع ہوگیا تھا عرب کے بہت سے حصے ایسے تھے جہاں کے لوگ پیغمبر (صلعم) کی وفات کا بھی انتظار نہ کر سکے۔ اور صرف اتنی خبر سن کر کہ آپ بیمار ہیں پورے یمن اور یمامہ میں اسلام سے منحرف ہوگئے۔ اور ان تینوں علاقوں میں ایک ایک آدمی مدعی نبوت بن بیٹھا۔ اور رسول اللہ صلعم کی نقل اُتار کر آپ کا حریف بن گیا۔ جس وقت بیمار ہو کر آپ صاحب فراش ہوئے ہیں اُس وقت خبر سنی کہ یمن میں مرتدین کے سردار اسود عنسی (نبی نقاب پوش) نے جو فتنہ انگیز فصاحت رکھنے کے ساتھ دولت مند بھی تھا۔ اپنے علاقہ سے مسلمان عمال کو نکال دیا ہے اور نجران اور صنعاء پر قبضہ کرنے کے بعد کل یمن کا مالک ہوگیا ہے (۱۱ھ / ۶۳۲ء میں) جب پیغمبر خدا (صلعم) کا انتقال ہوا تو اسلام کا قصر متزلزل ہو کر گرنے کے قریب تھا۔ آپ کی وفات ایک زبردست اور عالمگیر بغاوت کے لئے اشارہ ہوگئی۔ ہر جگہ مرتدین کو بالادستی حاصل ہونے لگی۔ اور روزانہ مسلمان عمال جنہیں مہاجرؓ اور انصارؓ دونوں تھے۔ مدینے میں

---

[۱] حضرت ابوبکر صدیقؓ ۲۲ یا ۲۳ جمادی الآخر ۱۳ھ میں بروز دوشنبہ یا سہ شنبہ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (طبری جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷)۔

[۲] حضرت صدیق اکبرؓ کی پہلی بیوی قتیلہ بنت عبدالعزیٰ بن عامر بن لوئی تھیں جن سے حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ اور اُن کے بعد حضرت اسماءؓ (زوجہ حضرت زبیرؓ) پیدا ہوئے۔ دوسری بیوی آپ کی اُم رومان تھیں جن کے بطن سے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ (زوجہ رسول اللہ صلعم) پیدا ہوئے۔ جب صدیق اکبرؓ مسلمان ہوئے تو پہلی بیوی نے مسلمان ہونے سے انکار کیا۔ اُس کو آپ نے طلاق دے دی۔ دوسری بیوی اُم رومان مسلمان ہوگئیں۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ نے دو نکاح اور کئے۔ ایک اسماء بنت عمیس کے ساتھ جو جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھیں۔ اُن کے بطن سے محمد بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح حبیبہ بنت خارجہ بن زید انصاری خزرجی سے کیا۔ اُن کے بطن سے ایک بیٹی اُم کلثوم آپ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ اور ان کی شادی حضرت طلحہؓ سے ہوئی جن سے عائشہ پیدا ہوئیں۔ یہ عائشہ بنت حضرت طلحہؓ اور اُم کلثوم۔ مصعب بن حضرت زبیرؓ کی زوجہ تھیں۔ (ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتابانی جلد سوم صفحہ ۳۴۵)

---

[۱] ترجمہ اردو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ششم صفحہ ۱۸۵ [۲] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۱ [۳] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۱۳۵ و ۱۳۶

واپس آنے لگے۔ کیونکہ مرتدین اُن کو اُن کے علاقے سے خارج کرنے لگے تھے۔ غرض نوبت یہاں تک پہنچی کہ مدینہ کے اردگرد جو قبائل آباد تھے۔ اُنہوں نے بھی سر اُٹھایا۔ اور مدینہ کے محاصرہ کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ لیکن ان تمام خطروں میں امیرالمومنین ابوبکرؓ کو جو حقیقت میں پیغمبر کے جانشینی کے لائق اور اسلام کی تقدیر پر پورا بھروسہ رکھتے تھے ایک لمحے کے لئے بھی کسی قسم کا تذبذب یا تردد نہ ہوا۔ لشکر اُس وقت اُن کے پاس نہ تھا۔ کیونکہ رسُول (صلعم) کی وصیت کو نہایت وفاداری سے انجام دینے کے لئے وہ فوج کو شام کی فتح کے واسطے روانہ کر چکے تھے۔ اکثر مسلمان اس خیال سے کہ گھر میں خطرے درپیش ہیں کہتے ہی رہے کہ شام کی مہم کو ابھی ملتوی رکھا جائے۔ مگر اُنہوں نے یہی جواب دیا کہ "جو حکم پیغمبر دے چکے ہیں میں اُسے منسوخ نہیں کر سکتا۔ خواہ اس میں مدینہ بھیڑیوں کا شکار ہی کیوں نہ ہو جائے۔" اُسس لشکر کا کام وہی تھا جو رسُول اللہ (صلعم) بنا گئے تھے۔ اگر امیرالمومنین ابوبکرؓ مرتدین سے معاملہ کرنے پر راضی ہو جاتے تو تھوڑی بہت رعایتیں منظور کر کے مرتدوں کی مخالفت دور کر دیتے۔ یا بعد کے اکثر قبائل کو اپنا نیر خواہ کر لیتے کیونکہ نجد سے وفود آئے ہوئے تھے۔ اور وہ کہتے تھے کہ اگر عشر کی رقم اُن کو معاف کر دی جائے تو وہ نماز جاری رکھیں گے۔ بڑے بڑے مسلمانوں کی یہ رائے تھی کہ ان وفود کو نفی میں جواب نہ دیا جائے۔ لیکن یہ امیرالمومنین ابوبکرؓ ہی تھے جنھوں نے اس خیال کو بُرا اور اُس مقدس دعوت کی شان کے خلاف سمجھا جس کو دشمنوں سے محفوظ و مصئون رکھنا اُن کا فرض تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ "اسلام کی شریعت ایک ہے۔ اُس میں فرق نہیں ہو سکتا۔ اور اُس کی ہدایتوں میں کسی طرح کی کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔" یہ سُن کر (حضرت) عمرؓ بولے (حضرت) ابوبکرؓ کا ایمان ہم سب کے ایمانوں سے اگر وہ جمع کئے جائیں زیادہ ہے۔ (حضرت) عمرؓ کا یہ خیال درست ہے۔ کیونکہ خلیفہ اولؓ کی عظمت اور قوت کار اُن حقیقت میں اُن کا یہی زبردست ایمان تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کو نہ کوئی خاص قدرت حاصل تھی نہ وہ کوئی بہت بڑے آدمی تھے۔ مگر اُن میں وہ چیز موجود تھی جس سے اُن کے دشمن محروم تھے۔ اور یہ وہ چیز تھی جس نے خود رسُول خدا (صلعم) کو فتح یاب و فیروز مند کیا تھا یعنی ایمان کی مضبوطی۔

حضرت ابوبکرؓ نے ہر ایسے مسلمان کو جو ہتھیار اُٹھا سکتا تھا مسلح کر کے اُس کا موقع پایا کہ مدینے کے قرب و جوار میں جو لوگ مرتد ہو گئے تھے اُن کا قلع قمع کر دیں۔ اس کے بعد ہی جب حجاز کے وفادار قبیلوں نے اپنے پیدل اور سوار مہیا کر دئے اور لشکر کا بڑا حصہ شمال سے مال غنیمت لے کر واپس آگیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اب بے تکلف تجاربانہ پہلو اختیار کر کے کام شروع کیا۔ لشکر کے کئی حصے کر دئے۔ شروع میں ان حصوں میں بہت کم لوگ تھے۔ لیکن یہ جس قدر آگے بڑھتے گئے عربوں کی تعداد اُن میں بڑھتی گئی۔ [1]

حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر اُن صحابہؓ کی مدد اور والہانہ جوش عمل سے ہی کام لیا کہ جنھوں نے ہر ہر قدم اور ہر ہر موقع پر اپنی بے غرضانہ قدایت۔ اور اپنے ایمان کی مضبوطی کا بے پایاں ثبوت دیا تھا۔ اور ایسے بزرگواروں کو جن میں حضرت زبیرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت عمرؓ وغیرہ شامل تھے مدینہ کی حفاظت پر متعین کیا تاکہ وہ اس مدینۃ الرسولؐ و مرکز اسلام کی حفاظت جس تن دہی اور جان فروشی سے کر سکتے تھے اُس کا کوئی دوسرا اہل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ان بزرگواروں نے مدینہ کی حفاظت و محافظت کر کے ملک کے عام انتشار اور بغاوت پر جو اثر ڈالا وہی درحقیقت عام انتشار اور بے راہ روی کو دور کرنے کا باعث ہوا۔ اسی قدایت مضبوطی ایمان۔ مقدس

---

[1] عبرت نامہ اندلس جلد اول صفحہ ۳۰ تا ۳۲ مصنفہ پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی۔ مترجمہ جناب مولوی محمد عنایت اللہ صاحب اے علیگ)

فرائض کی ادائیگی۔ یک جہتی عمل کی قوت جیسے فرائض میں ہی حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کی عظمت و بزرگی کا راز مضمر ہے۔ جو مسلمانوں کے لئے ہر موقع اور ہر مرحلہ پر صحیح راہ نما بن سکتے ہیں۔

حضرت زبیرؓ کو جاگیر حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف سے

انس بن عیاض اور عبداللہ بن نمیر الہمدانی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زبیرؓ کو جرف کا مقام جاگیر میں دیا۔[1]

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت زبیرؓ کو الجرف سے قناۃ تک کا حصہ جاگیر میں دیا۔ قناۃ ایک وادی ہے جو المقابر سے آتی ہے اور طرف الفدوم سے گزر کر شہدائے اُحد کی قبروں کے نیچے بہتی ہوئی چلی جاتی ہے۔[2]

حضرت زبیرؓ کی جنگ یرموک میں شرکت

حضرت زبیرؓ نے مدینہ منورہ کی حفاظت مرتدین کی مدافعت اور اُن کو شکست دینے میں جو حصہ لیا اُسے ہم اُوپر بیان کر آئے ہیں۔ آپ حضرت صدیق اکبرؓ کے قوت بازو اور مشیر خاص تھے۔ اور مدینہ منورہ ہی میں رہتے تھے۔ جوارِ رسول اللہؐ چھوڑنے کا آپ کا ارادہ نہ تھا لیکن اُس وقت جب کہ ملک شام کی قسمت کا فیصلہ یرموک کے میدان میں ہو رہا تھا۔ اسلامی فوجیں قیصر روم کی باساز و سامان اور لاتعداد فوجوں کی آمد سے اپنے مفتوحہ شہروں حمص و دمشق وغیرہ اور دیگر علاقوں کو چھوڑ کر اور جن جن مقامات سے جس قدر جزیہ کی رقمیں وصول کی تھیں اُن کی حفاظت نہ کر سکنے کی وجہ سے اُنھیں واپس دے کر اس خیال سے اردن کے حدود میں بمقام یرموک ہٹ آئی تھیں کہ پشت پر عرب کی سرحد تک کھلا میدان ہونے کی وجہ سے جہاں تک چاہیں اُنھیں پیچھے ہٹنے کا موقع حاصل رہے۔ اگرچہ حضرت زبیرؓ کا دل رسول اللہ صلعم کے وصال سے افسردہ ہو چکا تھا۔ مگر کیوں کہ ایسے نازک حالات میں ایک مرد میدان اور جان باز و محافظ اسلام کے لئے عزلت نشین رہنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے آپ خلیفہ رسول اللہ صلعم سے اجازت لے کر معہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے جن کی عمر اُس وقت بارہ سال تھی شامی رزمگاہ یرموک میں رضاکارانہ شریک ہوئے۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ ذات النطاقین بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ اور اُنہوں نے بھی اِس جنگ میں کافی حصہ لیا۔

فریقین کی فوجوں کی تعداد جنگ یرموک میں۔

جنگ یرموک کے لئے مسلمانوں کی فوج جو آنا تھی وہ پوری پوری آگئی تو معلوم ہوا کہ سب ستائیس ہزار فوج ہے۔ حضرت خالدؓ اپنے ساتھ نو ہزار فوج لائے۔ اُن کی فوج ملا کر چھتیس ہزار فوج ہو گئی۔ حضرت عکرمہؓ کی فوج اس کے علاوہ اور تھی۔ جو اُن کے لئے ردا تھی۔ (ردا اُس فوج کو کہتے ہیں جسے انگریزی میں ریزرو (محفوظ) کہا جاتا ہے۔ یہ فوج لڑائی کے وقت لشکر کے پیچھے رہا کرتی ہے۔ اور جہاں ضرورت پڑتی ہے وہاں لڑائی میں مدد دیتی ہے)۔

بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ فوج ستائیس ہزار تھی۔ اور تین ہزار وہ آدمی تھے جو خالد بن سعیدؓ کے ساتھ والوں میں سے اُن کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اور دس ہزار حضرت خالدؓ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس طرح سب فوج چالیس ہزار تھی۔ اس کے علاوہ عکرمہؓ بن ابی جہل کے پاس چھ ہزار ردا فوج تھی۔ اس فوج کی تعداد میں اور روایتیں بھی آئی ہیں۔ واللہ علم۔ کل فوج میں ایک ہزار رسول اللہ صلعم کے صحابیؓ تھے۔ اُن میں کوئی سو کے

---

[1] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۲، و ۳، [2] فتوح البلدان بلاذری جزو اول صفحہ ۱۸۔

قریب بدری تھے۔ رُومی فوج دو لاکھ چالیس ہزار تھی جس میں اسی ہزار مقید اور چالیس ہزار مسلسل تھی۔ (مقید سے مراد غالباً وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پیر باہم ایک دوسرے سے باندھ لئے تھے۔ اور مسلسل وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی کمروں میں زنجیریں ڈال کر ایک دوسرے سے باندھ لیں تھیں) اور موت کے لئے تیار ہو گئے تھے کہ بغیر مرے مارے نہیں ہٹیں گے۔ اور چالیس ہزار نے اپنی پگڑیاں ایک دوسرے سے باندھ لی تھیں۔ اور عہد کر لیا تھا کہ ہرگز نہیں بھاگیں گے۔ اسی ہزار پیادے اور تھے جن کی تعداد بعض نے ایک لاکھ بھی بتائی ہے۔ [1]

واقدیؒ لکھتے ہیں کہ جنگ یرموک میں قیصر رُوم ہرقل نے اپنی پوری قوتیں جمع کی تھیں۔ اُس نے باہان ارمنی کے ماتحت بقول مورخین تین لاکھ سے سات لاکھ تک فوجیں فراہم کی تھیں۔ جو پوری طرح سے آلات حرب سے مسلح اور لوہے میں غرق تھیں۔ اِن افواج کے علاوہ ساٹھ ہزار عرب منتصرہ بھی جو عیسائی مذہب رکھتے اور اپنے بادشاہ جبلہ بن ایہم الغسانی کے زیر لواتھے۔ ہرقل کی فوج کی امداد کے لئے اس میں آشامل ہوئے تھے۔ اسلامی فوجوں کا شمار پینتیس ہزار سے چالیس ہزار تک کیا گیا ہے۔ بڑی جنگ شروع ہونے سے پہلے باہان ارمنی رُومی سپہ سالار اعظم نے جبلہ بن ایہم الغسانی عرب متنصرہ کے بادشاہ کو بلا کر کہا کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ تم بھی عرب ہو اور مسلمان بھی عرب ہیں۔ تم ساٹھ ہزار ہو اور مسلمانوں کی تعداد سے قریباً دُوگنے ہو اس لئے اُنھیں آسانی سے شکست دے سکتے ہو۔ یہ کلام سن کر جبلہ اپنی ساٹھ ہزار فوج کو لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے میدان میں آیا۔ اور مسلمانوں کے سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے اپنی تمام افواج سے اُس کے مقابلہ کا قصد کیا تو حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے کہا کہ اگر آپ اپنی ساری فوج سے جبلہ کا مقابلہ کریں گے تو اِس صورت میں مسلمانوں کا بے حد نقصان ہوگا۔ پھر دشمن کی افواج لاکھوں کی تعداد میں اس کے علاوہ اور ہیں اُن سے بھی نمٹنا ہے۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں تیس اصحاب کو لے کر ان ساٹھ ہزار سے مقابلہ کروں۔ اس طرح ہماری فوج دشمن کی کثیر افواج سے مقابلہ کرنے کے لئے محفوظ رہے گی۔ میں ایسے اصحاب کو منتخب کروں گا کہ اُن میں کا ایک شخص تن تنہا اِس مقابل فوج پر بے دریغ حملہ کر سکتا ہے۔

حضرت زبیرؓ اور صحابہ کرامؓ کا دشمن پر حملہ اور فتح۔

آخر کار یہ طے ہوا کہ ساٹھ ہزار دشمنوں کے مقابلہ میں ساٹھ اصحاب جائیں۔ تاکہ ایک ہزار کے مقابل ایک شخص رہے۔ اِن ساٹھ اصحاب میں حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے۔ تین شبانہ روز کی جنگ میں اِن ساٹھ اصحاب نے جبلہ بن ایہم الغسانی کی ساٹھ ہزار فوج کو شکست دیدی۔ بعد اختتام جنگ جب مسلمان شہداء کا شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کل سات یا نو شہید ہوئے ہیں۔ اور پچیس کا معہ حضرت زبیرؓ کے پتہ و نشان نہیں ہے۔ اِس قدر صحابہؓ اور خصوصاً حضرت زبیرؓ کی گم شدگی سے تمام مسلمانوں میں تہلکہ پڑ گیا۔ پھر اس خیال سے کہ شاید یہ اصحاب دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے ہوں۔ حضرت خالدؓ اپنی ہمراہی میں کچھ فوج لے کر روانہ ہوئے کہ اگر موقع ملے تو اِن حضرات کو دشمنوں کے پنجوں سے رہا کر لیں۔ جب حضرت خالدؓ ایک منزل گئے تو اُن کو تکبیروں کی آوازیں سنائی دیں۔ تھوڑی دیر میں وہ ان اصحاب سے ملاقی ہوئے تو حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ ہم دشمن کے تعاقب میں آگے بڑھ آئے تھے۔ ہم میں سے کوئی گرفتار نہیں ہوا ہے۔ پھر حضرت زبیرؓ معہ اپنے ہمراہی صحابہؓ کے لشکر اسلام میں

---

[1] ترجمہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۱۸۴ و ۱۸۵۔

تشریف لے آئے جن کو بخیر و عافیت پاکر مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔ [1]

حضرت زبیرؓ کی لاثانی بے جگری و شجاعت۔

جب بڑی جنگ آغاز ہوئی تو رومیوں نے پچاس پچاس زرہ پوشوں کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا کہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ مسلمانوں نے ایک ٹیلہ کو پس پشت رکھ کر صف آرائی کی انہوں نے عورتوں سے کہدیا تھا کہ وہ گھوڑے باندھنے کی میخیں ہاتھوں میں لے لیں اور جب مسلمانوں کو صفوں میں سے نکل کر پیچھے ہٹتے دیکھیں تو اُن کے گھوڑوں کے سموں پر میخیں ماریں۔ نیز بچوں کو ہاتھوں میں لے کر انھیں غیرت دلائیں کہ ہمیں اور ان بچوں کو کافروں کے حوالے کر کے جو تم بھاگ رہے ہو تو تمہاری غیرت کہاں چلی گئی ہے۔ عرب میں کس طرح منھ دکھاؤ گے۔ مگر جب کئی لاکھ فوج کا دباؤ پڑا تو مسلمانوں کے قدم کسی طرح نہ جم سکے۔ اور وہ ہٹتے ہٹتے اُس ٹیلہ تک آ گئے جہاں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے تھے۔ عورتیں ان پسپا ہونے والے مسلمانوں کو غیرت دلانے لگیں۔ مسلمان بڑھنا چاہتے تھے لیکن اُن کے بڑھنے کی کوشش کچھ کام نہ آتی تھی۔ رومیوں کے زبردست سیلاب سے اُن کے قدم اُکھڑے پڑتے تھے۔ جب میخیں مارنے اور عورتوں کے غیرت دلانے کی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور مسلمان پیچھے ہی ہٹتے چلے آئے تو ایک عورت گھبرا کر چلا اُٹھی کہ کیا کوئی ایسا نہیں ہے جو اس وقت مسلمانوں کی مدد کرے۔

حضرت زبیرؓ کی آنکھیں آشوب کرآئی تھیں۔ آپ اس وقت آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے اُسی ٹیلہ پر اپنے خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کی زوجہ حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی آپ کے پاس موجود تھیں۔ اُس عورت کی صدا آپ کے کانوں میں پڑی تو آپ نے حضرت اسماءؓ سے دریافت فرمایا کہ یہ عورت کیوں چلاتی اور کیا کہتی ہے۔ جب حضرت زبیرؓ سے اُس عورت کا جملہ کہا گیا تو آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں مسلمانوں کی مدد کرنے والا یہاں موجود ہوں۔ یہ فرما کر آپ نے اپنی آنکھوں پر سے پٹی کھول کر پھینکدی۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس تندی اور تیزی سے رومیوں کی فوجوں پر حملہ آور ہوئے کہ وہ جس مقام سے بڑھی تھیں اُن کو اُسی مقام تک واپس لوٹا دیا۔ [2]

حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اور جنگ یرموک کا ہولناک منظر

حضرت عروہؒ کہتے ہیں کہ اُس روز حضرت زبیرؓ کے ساتھ میرے بھائی عبداللہؓ بھی تھے۔ جن کی عمر اُس وقت بارہ سال تھی۔ حضرت زبیرؓ نے عبداللہؓ کو گھوڑے پر سوار کر کے ایک شخص کے سپرد کر دیا تھا۔ تاکہ وہ میدانِ جنگ کا ہولناک منظر دیکھ کر قوی دل ہوں۔ [3]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں بھی جنگ یرموک میں اپنے والد ماجد کے ساتھ تھا۔ اُس وقت میں اتنا چھوٹا تھا کہ لڑائی میں شامل نہ تھا۔ [4]

حضرت خالدؓ کی معزولی اور خبر وفات حضرت صدیق اکبرؓ

حضرت خالدؓ جس وقت لڑائی کے لئے چلے تو انہوں نے کچھ فوج کمین گاہ میں چھپا دی۔ پھر خالدؓ نے حکم دیا تو عکرمہؓ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمروؓ نے قتال شروع کیا۔ اور لوگ جوش میں بھر گئے۔ نیز شہسواروں نے حملے شروع کئے۔ لڑائی خوب

---

[1] نتوح الشام حضرت واقدیؒ [2] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۹ و ۱۳۵ [3] ترجمہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۱۹۲ و ۱۹۳

شدت سے ہونے لگی۔ اسی میں ناگہاں مدینہ سے ایک قاصد آیا جس کا نام محمیۃ بن زنیم تھا۔ لوگوں نے پوچھا خیر تو ہے۔ اس نے کہا ہاں خیریت ہے۔ اور امداد بھی آتی ہے۔ لیکن درحقیقت وہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کی اور حضرت ابوعبیدہؓ کے امیرلشکر ہونے کی خبر لایا تھا۔ لوگ اُسے حضرت خالدؓ کے پاس لے گئے۔ قاصد نے اُن سے چپکے سے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوگئی۔ اُنہوں نے تا اختتام جنگ اُسے خاموش رہنے کو کہا۔ [1]

میدان جنگ اور معرکہ کارزار

اس لڑائی میں لوگوں نے ظہر اور عصر کی نماز صرف ایما اور اشارہ سے پڑھی۔ پھر رومیوں میں تزلزل شروع ہوگیا۔ اور خالدؓ اُن کے قلب میں حملہ آور ہو کر اُن کے سواروں اور پیادوں کے درمیان میں گھس گئے۔ اس سے اُن کے سوار بھاگ گئے۔ صرف پیادے باقی رہ گئے۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ رومیوں کے سوار بھاگنے کا راستہ دیکھتے ہیں تو اُنہوں نے اُن کے لئے راستہ کھول دیا جس سے وہ متفرق ہوگئے۔ اور پیادے کشت وخون کرنے لگے پھر وہ اپنی خندق میں گھس گئے۔ مسلمان بھی اُن کے پیچھے خندق میں دوڑ پڑے۔ میدان جنگ میں قتل ہونے کے بعد رومیوں کے اسّی ہزار مقرنین اور چالیس ہزار مطلق (یا مقیدین) میں سے جو بچے رہے تھے وہ بھی خندق میں جا گرے اور قیقار (یا۔ قلیقلار) اور رُوم کے اشراف واکابر نے (امن مانگنے کے واسطے) اپنی برانس (رومی لمبی ٹوپیوں) پر ہاتھ رکھے اور بیٹھ گئے جنھیں بلاس پہنے ہوئے قتل کر دیا گیا۔ خالدؓ بھی خندق میں پیچھے بعد تدارک رواق میں جا کر فروکش ہوئے۔ [2]

رُومیوں کی تباہی

یرموک میں کیونکہ رومیوں کے پیچھے پہاڑ تھا۔ اس لئے اُنہیں بھاگنے کا راستہ نہیں ملا بہت مارے گئے۔ بقیہ ندی کی طرف پلٹے۔ مسلمانوں نے اُن کو یہاں تک دبایا کہ طبری کے بیان کے مطابق ایک لاکھ تیس ہزار پانی میں غرق ہوگئے۔ لڑائی دن بھر جاری رہی۔ اور صبح ہوئی تو حضرت خالدؓ رومی سپہ سالار باہان ارمنی کے خیمے میں تھے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا پڑاؤ نہر یرموک[1] کے کنارے تھا۔ جہاں سے وہ رومیوں پر تاخت کرنے کو آگے بڑھے۔ وہ اُن پر جا پڑے اور خالدؓ نے لوگوں کو قتال کا جوش دلایا۔ ان میں سے ایک گروہ دشمن کا تعاقب کرتا ہوا ایک بلندی پر پہنچ گیا جس کے پیچھے پہاڑ کی ایک گھاٹی تھی۔ مفرور دشمن اس گھاٹی میں گر پڑے۔ کیونکہ کُہر چھائی ہوئی تھی۔ اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ رات کا وقت تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اس کھڈ کو دیکھ نہ سکے۔ اس کے بعد بھی جو رومی بھاگ بھاگ کر آئے اُنہیں خبر نہ ہوئی کہ آگے والوں پر کیا گذری اور وہ بھی اُسی کھڈ میں گرے۔ دشمن کے مقتولوں کا شمار ممکن نہ تھا۔ مگر تخمینہ کرتے ہیں کہ اسّی ہزار رومی ہلاک ہوئے۔ اُس گھاٹی یا کھڈ کو اُس دن سے آج تک الواقوصہ کہتے ہیں۔ (جو ملک شام کی ولایت حوران میں واقع ہے) کیونکہ اُس جگہ۔ رومی فوج تتکستہ اور پراگندہ ہوئی تھی۔

---

[1] نہر الیرموک۔ جبل الریان سے بہتی ہوئی نیچے آتی ہے۔ جس کی نسبت یاقوت لکھتا ہے کہ نہر یرموک شام کی وادی ہے جو غور تک بڑھتی چلی آئی ہے۔ اس کا پانی اُردن میں جا گرتا ہے۔ اور پھر یہ کر بحیرۂ متعفن (لوط) میں چلا جاتا ہے۔ (دمشقی صفحہ ۱۱۰)

---

[2] ترجمہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۱ و ۱۹۲۔

جس وقت دن نکلا اور کافر نظر نہ آئے تو مسلمان سمجھے کہ وہ کہیں گھاٹ میں چھپ گئے ہیں تاآنکہ اصل حقیقت معلوم ہوئی۔ چند رومی جو باقی رہ گئے تھے فرار ہوئے مگر مسلمانوں نے پیچھا کیا اور انہیں بھی قتل کیا۔ حتیٰ کہ رومی لشکر تہس نہس ہو گیا۔[1]

جنگ یرموک میں مسلمانوں کے تین ہزار بہادر شہید ہوئے۔ یہ جنگ ۱۳ھ ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۳ھ میں ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ جنگ یرموک یقیناً جمادی الثانی ۱۵ھ کی آخری تاریخوں میں ہوئی ہے۔

وفات صدیقی رضؓ تک فتح یرموک کی خبر مدینہ میں نہیں پہنچی تھی۔ یہ غیر ممکن تھا کہ فتح یرموک کی خبر دو ڈھائی مہینہ تک مدینہ میں نہ پہنچتی۔[2]

حضرت زبیرؓ کے ایک حملہ کی شان اور دو کاری زخم۔

حضرت عروہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن صحابہؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ آپ حملہ کریں تو ہم بھی آپ کا ساتھ دیں گے۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے حملہ کیا تو تم وعدے کے خلاف کرو گے۔ صحابہؓ نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ حضرت زبیرؓ نے کافروں پر حملہ شروع کر دیا۔ اور صفوں کو چیرتے ہوئے (پار) نکل گئے۔ حالانکہ اُن کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں رہا۔ پھر واپس آ رہے تھے کہ کافروں نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کاندھے پر دو زخم مارے۔ جن کے درمیان جنگ بدر کے دن ایک اور زخم لگا تھا۔

حضرت عروہؒ کہتے ہیں کہ میں چھوٹا سا تھا کہ اُن زخموں کے نشانوں (سوراخوں) میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا۔[3]

اثنائے جنگ میں لوگوں نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ آپ حملہ کر کے غنیم کے قلب میں گھس جائیں تو ہم بھی آپ کا ساتھ دیں۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ تم میرا ساتھ نہیں دے سکتے۔ لوگوں نے عہد کیا تو اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے تنہا اس پار سے اُس پار نکل گئے اور کوئی رفاقت نہ کر سکا۔ پھر واپس لوٹے تو رومیوں نے آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور نرغہ کر کے زخمی کیا۔ گردن پر دو زخم اس قدر کاری تھے کہ اچھا ہونے کے بعد بھی گڈھے باقی رہ گئے۔[4]

---

[1] ابن خلدون لکھتے ہیں کہ واقدی کا خیال ہے کہ واقعہ یرموک ۱۵ھ میں ہوا۔ حالانکہ تیئیسویں جمادی ۱۳ھ یوم شنبہ کو بعد وفات ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رسول اللہ صلعم عمر ابن الخطابؓ تخت خلافت پر متمکن ہوئے سب سے پہلا کام جو بعد خلافت انہوں نے کیا وہ یہ تھا کہ خالد ابن الولیدؓ کو عساکر اسلامیہ کی سرداری سے معزول کر کے بجائے اُن کے ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا یہ فرمان مسلمانوں کو یرموک میں اُس وقت پہنچا جس وقت وہ اپنے فریق مخالف سے مصروف جدال و قتال تھے۔ ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے مصلحتاً اس خبر کو تا اختتام جنگ چھپا رکھا جس وقت یرموک فتح ہو گیا اور رومیوں کو شکست ہوئی اُس وقت یہ خبر ظاہر کی گئی۔ اور اُس وقت سے عساکر اسلامیہ کے سردار ابو عبیدہؓ مانے گئے۔ (ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۱)

ابن خلدون کے مندرجہ بالا بیان کی تصدیق ترجمہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم کے صفحہ ۱۸۸ و ۱۸۹ تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۴۷ تا ۳۴۰ اور ترجمہ تاریخ ابو الفدا جلد دوم کے صفحہ ۸۵ سے بھی ہوتی ہے۔

بخلاف ان مورخین کے علامہ شبلیؒ واقدیؒ کے خیال کے مطابق جنگ یرموک کے ۱۵ھ میں ہونے کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی مولفہ کتاب الفاروق کے صفحہ ۱۳۶ پر لکھتے ہیں کہ جنگ یرموک ۱۵ھ کو ہوئی تھی۔ مگر صحیح یہ ہی ہے کہ جنگ یرموک ۱۳ھ میں واقع ہوئی۔

---

[2] یاقوت جلد چہارم ۸۹۲۔ ۱۰۱۵ و مراصد جلد سوم ۲۰۷۱-۲۳۹ [3] ترجمہ بخاری جلد دوم ۹۰۹ و ۱۳۵ [4] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۲۲۰۔

[1] اسی مقام شام کی جنگ اجنادین میں جو ۱۳ھ میں واقع ہوئی حضرت زبیرؓ کے چچا زاد بھائی حضرت ہمام رضؓ بن اسود شہید ہوئے۔

حضرت زبیرؓ کے کارنامے
خلافت
حضرت عمر فاروقؓ میں

حضرت زبیرؓ بحیثیت ارکان شوریٰ حضرت عمرؓ

یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ بوقت وفات حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت زبیرؓ جنگ یرموک میں شرکت کی وجہ سے مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے۔ اس جنگ کے بعد ہی جس نے رومی قوت کو بالکل ہی توڑ دیا تھا۔ اور قیصر کو اس قدر طاقت نہیں رہی تھی کہ مسلمانوں کو اس سے اندیشہ ہو سکتا۔ حضرت زبیرؓ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ اور یہاں حضرت عمرؓ کے ارکان شوریٰ یا ارباب حل و عقد میں شامل ہو گئے۔

ارکان شوریٰ یا ارباب حل و عقد

حضرت عمرؓ کے ارکان شوریٰ یا ارباب حل و عقد حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے۔

انتخاب اہل شوریٰ میں حضرت فاروقؓ نے اس امر کا لحاظ رکھا تھا کہ جو صحابہؓ اسلام میں مقدم ہیں صرف وہ ہی اس مجلس میں شریک کئے جائیں۔ حضرت عباسؓ اور دوسرے اکابر صحابہؓ چونکہ اسلام میں اصحاب شوریٰ سے موخر ہیں اس لئے ان کو مجلس شوریٰ میں داخل نہیں کیا گیا۔ [1]

ایرانیوں پر فوج کشی

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت ہی میں جہاں ایک طرف شام کی جانب مسلمان ترک تازیاں کر رہے تھے۔ وہیں دوسری طرف عراق کی جانب بھی ان کی توجہ مبذول تھی۔ عراق کا پورا علاقہ اس وقت ایرانیوں کے زیر تصرف تھا۔ جب حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت آیا تو آپ نے عراق پر فوج کشی کا اہتمام کیا۔ ایرانیوں نے پوری قوت سے مسلمانوں کے اس سیلاب کو روکنے کی کوشش کی۔ المثنیٰؓ بن حارثہ الشیبانی کی امداد کے لئے حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہؓ بن مسعود الثقفی اور سلیطؓ بن قیس بن عمرو الانصاری کو عراق روانہ کیا۔ ایرانیوں کو مسلمانوں کے اجتماع کی اطلاع ہو گئی تھی تو انہوں نے ذوالحاجب مہروان شاہ کو جو رستم کے نام سے مشہور تھا ان کی طرف بھیجا جس کے ساتھ ہاتھی بھی تھے۔ جن کو دیکھ کر مسلمانوں کے گھوڑے بدکتے اور بے قابو ہو جاتے۔ اس وجہ سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلیطؓ شہید ہو گئے اور پھر ابو عبیدؓ بھی ایک ہاتھی کو مارتے ہوئے اس کی لپیٹ میں آ کر اور اس کے نیچے دب کر شہید ہوئے۔ مسلمانوں کو شکست اٹھانی پڑی۔ اس کو واقعہ الجسر کہتے ہیں۔ جو شنبہ کے دن آخر ماہ رمضان ۱۳ھ میں ہوا۔ المثنیٰؓ نے بڑی ہوشیاری سے اپنی پراگندہ فوجوں کو پیچھے ہٹا لیا۔ اس لڑائی میں تقریباً چار ہزار مسلمان قتل اور

---

[1] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۱۴۴۔

غرق ہوئے تھے۔ اور دو ہزار بھاگ گئے تھے۔ اور تین ہزار باقی بچ گئے۔ لیکن اسی اثنار میں جب کہ مسلمانوں پر یہ ابتلا تھی۔ ایرانی سپاہ سالار ذوالحاجب کو اطلاع ملی کہ دارالسلطنت ایران میں اختلاف رونما ہوگیا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی فوج لے کر واپس ہوگیا۔ المثنیٰؓ خود بھی بہت زخمی ہوگئے تھے۔ اُنہوں نے اِس واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی۔

روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہؓ و سلیطؓ کی ہیبتاسنی تو اُن کو بڑا دُکھ ہوا اور اُنہوں نے سال بھر تک عراق کی مہم کا نام نہیں لیا لیکن وہ اس سے غافل بھی نہیں تھے۔ واقعہ جسرؔ کے بعد مثنیٰؓ نے عراق میں اپنے قرب وجوار کے بہت سے لوگوں کو جمع کرلیا۔ اس طرح ایک عظیم الشان لشکر تیار ہوگیا۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی ازدیوں وغیرہ قبایل کو عراق جانے پر آمادہ کرکے روانہ کردیا۔

شاہ ایران شیرویہ مر چکا تھا۔ اور پوران بنت کسریٰ اُس وقت تک کے لئے کہ یزدجرد بن شہریار بالغ ہو۔ فرمانروا ہوگئی تھی۔ اس نے مسلمانوں کی جانب اپنے سپہ سالار مہران الہمدانی کو بھیجا۔ مسلمانوں نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا۔ مہران قتل ہوا اور ایرانی شکست کھاکر بھاگے۔ یہ بویب کی لڑائی کہلاتی ہے۔ جو ۱۳ھ میں واقع ہوئی۔

بویب کی لڑائی میں مہران کے قتل اور لشکر عظیم کی بربادی کا حال سُن کر جس میں ایک لاکھ ایرانی اور ایک سو عرب مقتول ہوئے۔ اور مسلمانوں کی حکومت دجلہ و فرات میں لہریں مارنے لگی۔ نہ صرف دربار ایران بلکہ تمام ملک ایران ہی تہلکہ پڑگیا۔ اُس وقت اگرچہ ایران کے تمام امور سلطنت رستم بن فرخ زاد کے ہاتھ میں تھے۔ لیکن تخت ایران پر برائے نام ایک عورت جو شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ تخت نشین تھی۔ اِس شکست فاش اور نقصان عظیم کا حال سُن کر ہر شخص کی زبان پر یہ فقرہ جاری تھا کہ عورت کی سلطنت میں فتح مند ہونا دشوار ہے۔ چنانچہ تمام رؤسائے ملک اور امرائے دربار نے یزدجرد کو تخت پر بٹھایا۔ دربار ایران میں دو سردار۔ رستم اور فیروز بہت قابو یافتہ اور بااثر تھے ایک دوسرے کے مخالف و رقیب تھے۔ ان دونوں میں بھی مصالحت پیدا کی گئی اور تمام اُمرا و رؤساء نے اپنی مخالفتوں کو فراموش کرکے ملک و سلطنت کی حفاظت و خدمت کے لئے کمر باندھی تو سارے وہ صوبیدار بھی جو دربار ایران کی بدانتظامیوں کے سبب سے بددل ہو رہے تھے یک لخت چستی و مستعدی کا اظہار کرنے لگے جس سے سلطنت ایران میں ایک تازہ روح عربوں کے مقابلہ میں پیدا ہوگئی۔ جن شہروں اور صوبوں پر مسلمان کا قبضہ ہوچکا تھا اُن میں بغاوت و سرکشی پھیل گئی۔ ایرانی چھاؤنیاں فوجوں سے پُر ہوگئیں۔ ایرانی قلعے سب مضبوط کردئے گئے۔ غرض کہ ایران میں مسلمانوں کے لئے نازک حالت پیدا ہوگئی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کو یہ حالات مدینہ منورہ میں ذی قعدہ کے مہینہ میں معلوم ہوئے۔ آپ نے اُسی وقت ایک حکم تو مثنیٰ بن حارثہ (سپہ سالار افواج اسلام ایران) کے نام بھیجا کہ ربیعہ اور مضر کے قبایل کو جو عراق و مدینہ کے درمیان نصف راستے سے اُس طرف آباد ہیں خود اپنے پاس طلب کرلو اور اپنی جمعیت کو اس طرح طاقتور بناؤ۔ نیز مفوضہ علاقہ کو خالی کرکے۔ سرحد عرب کی طرف ہٹ آؤ۔ ساتھ ہی اپنے تمام عاملوں کے نام احکام روانہ کئے کہ ہر قبیلہ سے جنگجو لوگ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے بھیجے جائیں۔ [1]

حضرت عمر فاروقؓ نے مثنیٰؓ کے پاس حکم بھیجنے کے بعد حالات سے کل عمال کو ایک گشتی مراسلہ سے مطلع کیا اور اُن سے سواروں، پیادوں، سواریوں، سلاحِ حرب، سپہ سالاروں اور جنگ آوروں کو طلب کرلیا۔ پس وہ لوگ جو مابین

---

[1] تاریخ ابن خلدون کتابیہ ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۷ و ۲۸ و تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۴۲ و ۳۴۳۔

مدینہ و عراق کے نصف راستہ پر تھے۔ مدینہ میں آ گئے اور جو لوگ عراق کے قریب تھے وہ مثنیٰؓ سے جا ملے۔

خلیفہؓ کا عزم سپہ سالاری

حضرت عمرؓ پر ایرانیوں کی اس بے پناہ تیاریوں کا اس قدر اثر تھا کہ ۱۴ھ میں بعد واپسی حج جس وقت غازیانِ اسلام اطراف و جوانب سے مدینہ میں آ کر مجتمع ہو گئے تو اُس وقت حضرت عمر فاروقؓ بہ ذات خود اسلامی فوج کی سپہ سالاری کرنے کے لئے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو مدینہ میں امیر مقرر کر کے چشمۂ ضرار پر آ ٹھہرے۔ (جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے) [1]

فوج کی ترتیب

جس قدر فوج مدینہ میں موجود تھی۔ اُس کی ترتیب آپ نے اس طرح فرمائی کہ مقدمۃ الجیش پر حضرت طلحہؓ اور میمنہ پر حضرت زبیرؓ اور میسرہ پر حضرت عبدالرحمٰنؓ کو مقرر فرمایا۔ اور اس کو مدینہ سے حسب ترتیب بالا آگے بڑھایا۔ [2]

اس فوج میں لڑائی کے لئے بڑا جوش پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ خلیفۂ وقت خود اس فوج کا سپہ سالار تھا۔ [3]

ارباب حل وعقد کا مشورہ اور حضرت عمرؓ کی مدینہ میں واپسی

اس عرصہ میں حضرت عثمانؓ نے بڑھ کر خروج کا سبب اور عزیمت کا حال دریافت کیا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کر کے عراق کی طرف جانے کی بابت مشورہ طلب کیا۔ سبھوں نے بالاتفاق جانے کی رائے دی۔ اس مشورہ کے بعد اصحاب رسول اللہؐ حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بھی مشورہ کی غرض سے بلائے گئے۔ ان بزرگوں نے کہا۔ مناسب یہ ہے کہ آپ مدینہ میں قیام کریں اور لشکر اسلام پر اصحاب رسول اللہؐ میں سے کسی کو مقرر کر کے عراق کی طرف روانہ کیا جائے اگر اُن کو کامیابی حاصل ہو گئی تو نوراً علی نور۔ ورنہ اور کسی دوسرے صحابیؓ کو لشکر دیگر روانہ کیا جائے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ فتح نصیب کرے۔ اور دشمنان دین کو ہلاک کرے۔ اس میں دشمنوں پر زیادہ اثر پڑے گا۔ (یعنی خلیفۂ وقت کا خود مدینہ سے تشریف لے جانا خطرے سے خالی نہیں۔ کیونکہ اگر کسی سردار کو میدان جنگ میں ہزیمت حاصل ہو تو خلیفۂ وقت بہ آسانی اُس کا تدارک کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر خدانخواستہ خلیفۂ وقت کو میدانِ جنگ میں کوئی چشم زخم پہنچے تو پھر مسلمانوں کا سنبھلنا دشوار ہو جائے گا) [4]

حضرت عمرؓ نے اس رائے کو استحسان کی نظروں سے دیکھ کر قبول کر لیا۔ اور اس کام کے لئے ارباب حل وعقد کے اتفاق سے حضرت سعد بن وقاصؓ کو منتخب کیا۔ اور اُن کو چار ہزار غازیان دعاگر اسلام کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کیا۔ پھر خود معہ حضرت زبیرؓ اور دیگر ارباب حل وعقد مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ [5]

فتح قادسیہ

حضرت عمرؓ نے حضرت سعدین وقاصؓ کو جب کہ وہ سیراف میں ٹھہرے ہوئے تھے لشکر کا جائزہ لینے اور اُسے مرتب کرنے کا حکم بھیجا۔ حضرت سعدؓ نے لشکر اسلام کا جایزہ لیا تو تمام عراق میں موجود افسروں کی فوج ملا کر غازیان اسلام کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ہنوز وہ سیراف سے بڑھنے نہ پائے تھے کہ حضرت عمرؓ کا ایک دوسرا فرمان آ پہنچا جس میں اُنھیں قادسیہ کی طرف بڑھنے کو لکھا تھا۔ نیز یہ لکھا تھا کہ قادسیہ میں تم اپنے مورچے اس ڈھنگ سے بناؤ کہ آگے تمہارے فارس ہو اور پیچھے عرب کے پہاڑ ہوں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ تمہیں فتح نصیب کرے تو جس قدر چاہو بڑھتے چلے جاؤ۔ اور اگر اس کے برعکس ہو تو پہاڑ پر آ رہو اور پھر

---

[1] الفاروق جلد اول صفحہ ۹۲ [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۸ و ۲۹ [3] تاریخ اسلام اول صفحہ ۳۴۴ [4] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۹ و ۳۰۔

اُن کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر حملہ کرو۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی بہت مشرکین جنگ میں مارے گئے۔ اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا۔ عساکر اسلامیہ قادسیہ میں یہ انتظار حکم حضرت عمرؓ پڑے رہے۔ تا آنکہ دربار خلافت سے کوچ کرنے کا حکم آگیا۔ واقعہ قادسیہ ۱۵ھ میں اور بعض کہتے ہیں ۱۶ھ میں اور بعض کا خیال ہے ۱۷ھ میں ہوا۔ واللہ اعلم۔ [2]

جنگ جلولا

ایرانیوں نے قادسیہ سے بھاگ کر بابل میں قیام کیا۔ حضرت سعدؓ کی آمد کی خبر سن کر وہ کچھ مداین چل دئے۔ اور کچھ (ہوازن و نہاوند کی طرف راہی ہوئے۔ اسلامی لشکر مقام کوثی پہنچا تو معلوم ہوا کہ ایرانیوں کا مشہور سردار شہریار۔ مقابلہ پر آمادہ ہے۔ (کوثی وہ مقام ہے جہاں نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو قید کیا تھا) بہرہ شیر پر مسلمانوں نے ایرانیوں کو ہٹایا۔ اور مداین کی طرف بڑھے۔ یزدجرد۔ مداین سے بھاگ گیا۔ اور مسلمانوں نے بہت سے ایرانیوں کو قتل کرکے مداین پر قبضہ کرلیا بعد میں جلولا اور حلوان فتح کرلئے۔ [3]

جلولا میں لاکھوں ایرانی جنگجو موجود تھے۔ مسلمانوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز نہ تھی۔ اپنی جمعیت کی کثرت اور سامان حرب کی فراوانی پر اعتماد کرکے ایرانیوں نے ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ کا تہیہ کیا۔ بڑے زور و شور کی لڑائی ہوئی۔ اگرچہ ایرانیوں نے خوب جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ مگر وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ناکام و نامراد ثابت ہوئے ایک لاکھ ایرانی اس معرکہ میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تین کروڑ کا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ یزدجرد نے جب حلوان میں جلولا کے سقوط کا حال سنا تو وہ حلوان میں نہ ٹھہر سکا۔ وہاں سے آکر رے میں مقیم ہوا۔ [4]

جلولا ۱۶ھ میں فتح ہوا۔ اس جنگ میں عبدالرحمٰن بن سکران بن عمرو بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی (حضرت زبیرؓ کے چچیرے پوتے) شہید ہوگئے۔

ارباب حل وعقد کا حضرت عمرؓ کو دوبارہ مشورہ اور اُس کی مقبولیت

یزدجرد مقام رے میں جاکر مقیم ہوا۔ پھر وہ اصفہان چلا گیا۔ وہاں سے کرمان کی طرف آیا۔ پھر اصفہان واپس گیا۔ جب مسلمانوں نے صوبہ اہواز پر تصرف کیا تو یزدجرد مشرقی ایران میں خراسان کے شہر مرو میں آکر مقیم ہوا۔ یہاں اُس نے ایک آتش کدہ بنوایا۔ اور اطمینان سے رہنے لگا۔

اہواز کی شکست کے بعد اُس نے فوجیں جمع کیں۔ اُس کی کوششوں سے طبرستان، جرجان، خراسان، اصفہان، ہمدان اور سندھ وغیرہ کے علاقوں اور صوبوں میں مسلمانوں کے خلاف جوش پیدا ہوگیا۔

یزدجرد نے فیروز یا مردان شاہ کو ڈیڑھ لاکھ فوج کا افسر بناکر نہاوند روانہ کیا۔ اس لشکر کے مقابلہ کے لئے حضرت عمرؓ نے خود جانا چاہا۔ مگر اکابر صحابہؓ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ کی رائے نہیں ہوئی۔

حضرت سعد بن وقاصؓ کو مدینہ منورہ میں بلوالیا گیا تھا۔ اس لئے حضرت نعمان بن مقرنؓ کو سپہ سالار بناکر روانہ کیا گیا۔ آخر ایرانی لشکر مسلمانوں کے حملہ سے بھاگا۔ مگر حضرت نعمانؓ شہید ہوگئے۔ [5]

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون صفحہ ۳۱ و ۳۲ و ۶۴ و ۶۵ [2] تاریخ الامت [3] تاریخ اسلام حصہ اول صفحہ ۲۶۰ و ۲۶۱ [4] تاریخ الامت۔

آخرکار رفتہ رفتہ تمام ملک مسلمانوں نے فتح کرلیا۔ یزدجرد بلکہ منی دودگوش خاقان کے پاس فرغانہ میں جاکر رہنے لگا۔ اور مجوسی اپنے ملک میں ۲۳ھ تک بالشت بھر زمین کے بھی مالک نہیں رہے۔ [1]

۲۲ھ کے حال میں تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ یزدگرد معہ ترکوں کے چند آدمیوں کے فرغانہ میں تا زیست مقیم رہا اور لشکر اُس کا جہاں جہاں تھا وہیں رہا۔ اور مسلمانوں سے سب نے صلح کرلی۔ [2]

حضرت زبیرؓ کی شرکت ایران کی لڑائی میں۔

حضرت زبیرؓ نے ایک دفعہ ایران تشریف لے جاکر آذربیجان کی لڑائی میں شرکت بھی فرمائی تھی۔ زید بن وہب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں آذربیجان والوں سے لڑے تھے۔ ہمارے ساتھ اُس وقت حضرت زبیرؓ بن العوام بھی تھے۔ وہاں فاروق اعظمؓ کی طرف سے ہم کو خبر ملی کہ ہم ایسی جگہ میں ہیں جہاں کے لوگ کھانے اور کپڑے میں مُردار ملاتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہدایت ملی تھی کہ ہم اچھے کھانے اور اچھے کپڑے استعمال کریں۔ [3]

حضرت زبیرؓ اور مصر کی فتح

جس وقت حضرت عمر فاروقؓ بیت المقدس (بقول ابن خلدون ۱۶ھ میں) تشریف لے گئے تھے۔ اُسی زمانہ میں حضرت عمرو بن العاصؓ نے آپ سے ملک مصر پر فوج کشی کی اجازت لے لی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے بعد حضرت زبیرؓ بن العوام کو مدینہ منورہ سے اُن کی کمک پر روانہ کیا تھا۔ چنانچہ چہار اسلامی فوجیں سنہ ۲۰ھ یا سنہ ۲۱ھ یا سنہ ۲۲ھ میں مصر کی طرف روانہ ہوئیں۔ اور رباب الیون پر قبضہ حاصل کرکے مصر کی جانب بڑھیں۔

اِن اسلامی فوجوں کو آگے بڑھ کر ابوہریم۔ جاثلیق اور اسقف ملاجس کو مقوقس نے مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے

---

[1] روایت ہے کہ عمرو بن العاصؓ ساڑھے تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہیں اندیشہ ہوا اور اُنہوں نے حضرت زبیرؓ کو بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ اُن کی جانب روانہ کیا۔ (ترجمہ فتوح البلدان جزو اول صفحہ ۳۶۲)۔

[2] مترجم تاریخ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جس طرح مصر پر فوج کشی کے بارے میں مورخین نے اختلاف کیا ہے اسی طرح اُس کے مفتوح ہونے کی بابت بھی وہ مختلف الرائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر و اسکندریہ کو ۲۵ھ میں اور بعض کہتے ہیں کہ سنہ ۱۶ھ میں فتح کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک جیسا کہ ابن اثیر نے لکھا ہے۔ مصر قبل عام الرمادہ (زمانۂ قحط) مفتوح ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر سے براہ قلزم۔ غلہ کے جہازات روانہ کئے تھے۔ اور قحط سنہ ۱۸ھ میں پڑا تھا۔ اِس بنا پر سنہ ۱۶ھ کی روایت صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

علامہ شبلیؒ نے الفاروق حصہ اول کے صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۶ میں حضرت عمرو بن العاصؓ کا مصر پر فوج کشی کرنا سنہ ۶۴۱ء میں اور اسکندریہ کا فتح ہونا سنہ ۶۴۱ء و سنہ ۶۴۲ء میں لکھا ہے۔

---

[1] تاریخ الامت صفحہ [2] ترجمہ تاریخ ابوالفدا حصہ دوم صفحہ [3] طبقات ابن سعد جلد ۶ صفحہ ۶۹۔

سیلاب کو روکنے کی غرض سے روانہ کیا تھا۔

حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق حضرت عمرو بن العاصؓ نے تین شرطیں اسلام قبول کرنے۔ یا جزیہ دینے۔ یا لڑائی کی پیش کیں اور تین دن کی مہلت غور کرنے کے لئے دی۔

ابو مریم اور اسقف مقوقس کے پاس واپس آئے۔ امیر روم ارطیون نے پہلی دو شرطوں میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کیا۔ وہ اپنے لشکر کو مرتب کر کے مقابلہ پر آیا۔ اور پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کر بھاگا۔

سینکڑوں۔ ہزاروں رومی اس معرکہ میں آ گئے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر عین الشمس کا محاصرہ کر لیا۔ اور یہیں سے ابرہہ بن صباح کو فرما کے حصار پر اور اسکندریہ کے محاصرہ پر عوف بن مالک کو روانہ کیا۔

حضرت زبیرؓ کی اہل عین الشمس سے جزیہ لے کر صلح۔

فرما۔ اور اسکندریہ والے عین الشمس کے آخری نتیجہ دیکھنے کی غرض سے مجبور ہو کر لڑتے رہے۔ تا آنکہ ایک مدت کے محاصرہ کے بعد حضرت زبیرؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے اہل عین الشمس سے جزیہ لے کر صلح کر لی۔ اس صلح میں کل اہل مصر آ گئے تھے۔ اور انہوں نے اسے قبول کر لیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے فسطاط کا رخ کیا اور اس کی فتح کے بعد۔ اسکندریہ کا رخ کیا۔ [1]

۲۰-۱۹ھ کے درمیان مصر و اسکندریہ۔ حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی معرفت فتح ہوا۔ یہ دونوں اصحابؓ شہر عین الشمس کے جو قریب مطریہ کے ہے اترے تھے۔ اور اس میں مخالفین کے گروہ اکٹھے تھے۔ چنانچہ اسے فتح کر لیا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنا خیمہ اس مقام پر کھڑا کیا تھا۔ جو بالفعل جامع عمروؓ درمیان مصر کے کہلاتا ہے۔ اور جہاں نشان کر کے انہوں نے ایک بازار بنایا۔ جو جامع عمرو بن العاصؓ کے نام سے مشہور ہے۔ پھر وہ اسکندریہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو بھی بعد جنگ و جدل کے بزور فتح کیا۔ [2]

فسطاط کی اہمیت

فسطاط اس زمانے میں کف دست میدان تھا اور اس قطعہ زمین کا نام جو دریائے نیل اور جبل مقطم کے بیچ میں واقع ہے اور جہاں اس وقت زراعت کے کھیت یا چراگاہ کے تختے تھے۔ لیکن چونکہ یہاں سرکاری قلعہ تھا اور رومی سلطنت کے حکام جو مصر میں رہتے تھے یہیں رہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ

عین الشمس کا جائے وقوع

سیر عالمی یعنی روزنامچہ سیاحت اعلیحضرت نواب صاحب ریاست رامپور مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ ۱۳۱۲ھ جلد دوم کے صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۵ پر ہے کہ قاہرہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر شمال و مشرق کی طرف مطریہ نام ایک گاؤں واقع ہے اس کے قریب ہلیا پولس کے کھنڈر ہیں۔ ہلیا پولس کا ترجمہ آفتاب کا گھر یا چشمہ آفتاب سے عرب لوگ عین الشمس کہتے ہیں۔ ہلیا پولس کے کھنڈر تین میل مربع تک پھیلے ہوئے ہیں۔ مصر میں مذہبی پیشواؤں کی تعلیم کے واسطے سب سے بڑا کالج اور یونیورسٹی (دار العلم) یہ ہی مندر تھا۔ کالج میں دنیاوی علوم بھی سکھائے جاتے تھے۔ مگر مذہبی تعلیم کے واسطے مخصوص تھا۔ بطلیموس نے حضرت عیسیٰؑ سے دو سو پچاس برس پہلے اسکندریہ کے کتب خانہ کو جو اس کے باپ کا بنایا ہوا تھا یہیں سے مصری نوشتے اور کتبے وغیرہ منگا کر رونق دی تھی۔

فرما بحر روم کے کنارے پر ایک شہر ہے جو کسی زمانے میں آباد تھا اور جالینوس کی امارت گاہ ہونے سے ممتاز شہروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ سرکاری فوج یہیں رہتی تھی۔ مسلمانوں نے فرما کو ایک ماہ میں فتح کر لیا۔

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم ۱۲۲ تا ۱۲۷ [2] ترجمہ تاریخ ابو الفدا صفحہ ۹۴۔

چونکہ وہ دریائے نیل پر واقع تھا۔ اور جہازات و کشتیاں قلعہ کے دروازے پر آکر لگتی تھیں۔ اِن وجوہ سے سرکاری ضرورتوں کے لئے نہایت اہم اور مناسب مقام تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے اول اُسی کو تاکا اور محاصرے کی تیاریاں شروع کیں۔

حضرت زبیرؓ کی شجاعت حضرت عمر فاروقؓ کی نظر میں

مقوقس جو مصر کا فرماں روا اور قیصر کا باجگذار تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے پہلے (قلعہ فسطاط) میں پہنچ چکا تھا۔ اور لڑائی کا بندوبست کر رہا تھا۔ قلعہ کی مضبوطی اور فوج کی کثرت دیکھ کر حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا اور اعانت طلب کی۔ اُنہوں نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے اور خط میں لکھا کہ اِن افسروں میں ایک ایک ہزار سوار کے برابر ہے۔ یہ افسر حضرت زبیرؓ بن العوام۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ حضرت مقداد بن عمروؓ اور حضرت سلمہ بن مخلدؓ تھے۔ [1]

حضرت زبیرؓ کی عدیم المثال بہادری اور فسطاط کی فتح

حضرت زبیرؓ کا جو مرتبہ تھا اُس کے لحاظ سے عمرو بن العاصؓ نے اُن کو افسر بنایا اور محاصرہ وغیرہ کے انتظامات اُن کے ہاتھ میں دیدئے۔ اُنہوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا۔ اور جہاں جہاں مناسب تھا مناسب تعداد کے ساتھ سوار اور پیادے متعین کئے۔ اِسی کے ساتھ منجنیقوں سے پتھر برسانے شروع کئے۔ اس پر پورے سات مہینے گذر گئے اور فتح و شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ حضرت زبیرؓ نے ایک دن تنگ آکر فرمایا کہ آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں۔ یہ فرما کر ننگی تلوار ہاتھ میں لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ چند اور صحابہؓ نے آپ کا ساتھ دیا۔ فصیل پر پہنچ کر سب نے ایک ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کئے۔ ساتھ ہی تمام فوج نے ایسا نعرہ مارا کہ قلعہ کی زمین دہل گئی۔ عیسائی یہ سمجھ کر کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے بدحواس ہو کر بھاگے۔ اِدھر حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اُتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور تمام فوج اندر گھس گئی۔ مقوقس نے یہ دیکھ کر صلح کی درخواست کی اور اُسی وقت سب کو امان دے دی گئی۔ [2]

فتح البلدان میں ہے کہ ایک جانب حضرت زبیرؓ جنگ کر رہے تھے۔ اور دوسری جانب عمرو بن العاصؓ۔ الزبیرؓ سیڑھی لائے اور اُس پر چڑھ کر قلعہ پر پہنچے۔ اُس وقت اُن کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ قلعہ پر پہنچ کر اُنہوں نے تکبیر کہی۔ اُن کے ساتھ مسلمانوں نے بھی تکبیریں کہیں اور قلعہ پر چڑھ گئے۔

عمرو بن العاصؓ نے اس کے باشندوں کو اہل ذمہ کی حیثیت سے برقرار رکھا اُن کی گردنوں پر جزیہ اور اُن کی زمین پر خراج مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ کو اُس کی اطلاع دی گئی اُنہوں نے منظوری دے دی۔

حضرت زبیرؓ کی سیڑھی بطور یادگار مصر میں

فتح البلدان میں ہے کہ حضرت زبیرؓ کی یہ سیڑھی مصر میں بطور یادگار موجود ہے۔ [3]

حضرت زبیرؓ تنہا دشمن کے قلعہ پر

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا بیان ہے کہ لوگ مصر کے معاملہ میں شبہ ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ بزور فتح کیا گیا۔ ایک جماعت کہتی ہے وہ بہ صلح فتح کیا گیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جب میرے والد یہاں آئے تو الیونہ کے باشندوں نے اُن سے جنگ کی اُنہوں نے اُس کو بزور فتح کیا۔ اور مسلمانوں کو اُس میں داخل کر دیا۔ الزبیرؓ پہلے شخص تھے جو اُس کے قلعہ پر چڑھے۔ [4]

---

[1] الفاروق جلد اول صفحہ ۱۹۴ و ۱۹۵ [2] صحیح بخاری کتاب المغازی و الفاروق جلد اول صفحہ ۱۹۵ [3] [4] ترجمہ فتح البلدان بلاذری صفحہ ۳۶۱ و ۳۶۳۔

قلعہ بابلیون کی فتح حضرت زبیرؓ کے ہاتھ پر

فیوم کے محاذ پر حملہ جاری رکھتے ہوئے اسلامی فوج اصلی محاذ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور نیا محاذ عین الشمس کی شمالی سمت قایم کیا گیا۔ عین الشمس رومیوں کی آخری بیرونی لاین تھی۔ یہاں زبردست جنگ ہوئی۔ مشرقی یورپ کی سفید فوجوں کو یہاں بھی شکست ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رومی افواج کی قوت ٹوٹ گئی۔ اور مسلمان قلب روئے مصر پر چھا گئے۔

عین الشمس کی شکست سے نیل کے ڈیلٹا تک مسلمانوں کے قدم جم گئے۔ اب ان کو اسکندریہ کی جانب بڑھنے سے قبل فسطاط کے اہم قلعہ بابلیون کو فتح کرنا تھا۔ قلعہ میں ہرقل کا وائسرائے مقوقس مقیم تھا۔ یہ شخص اسکندریہ کے چرچ کا سب سے بڑا بطریق بھی تھا۔ اور روم کی طرف سے گورنر جنرل بھی۔ اس کو تاج کے بااقتدار نمائندہ کی حیثیت حاصل تھی۔ اور وہ سیاسی معاملات کا فیصلہ کرنے میں بڑی حد تک بااختیار تھا۔ مقوقس نے رومی مدبروں کے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ اب مصر کا دفاع مشکل ہے۔ جنگی نقطۂ نگاہ سے ملک کو کسی طرح نہیں بچایا جا سکتا۔ چنانچہ رومی سپہ سالار کی طرف سے صلح کے لئے ایک سرکاری وفد بھیجا گیا۔ اولاً اس کو مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ دوسری بار کوشش کرنے پر طے پایا کہ رومی حکومت عربی حکومت کو خراج ادا کرتی رہے۔ مقوقس نے منظوری کے لئے اس کو قسطنطنیہ بھیجا۔ مگر ہرقل نے معاہدہ نامنظور کیا۔ اور مقوقس کو قسطنطنیہ طلب کر لیا۔ اسلامی فوج کے سپہ سالار نے مطلع ہو کر فوج کو پیش قدمی کا حکم دیا۔ فوج ابھی قلعہ کے حصار تک پہنچی تھی کہ ہرقل کے مرنے کی اطلاع آ گئی۔ اس خبر سے رومیوں کے دل ٹوٹ گئے۔ اور مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔

حضرت زبیر بن العوامؓ ایک طاقتور دستے کو لے کر قلعہ بابلیون یا بابلیون کی فتح کے لئے روانہ ہوئے۔ اور آپ نے قلعہ کی دفاعی استحکامات پر حملہ کیا۔ اور ان کو برباد کر کے رکھ دیا۔ جب قلعہ کی فوج نے یہ حالات دیکھے تو مجبور ہو گئی۔ اور اس نے حضرت زبیرؓ کے سامنے اپنے ہتیار رکھ کر قلعہ ان کے حوالے کر دیا۔

حضرت زبیرؓ کی طاعون سے بیخوفی۔

عفان بن مسلم سے روایت ہے کہ کہا ان سے حماد بن سلمہ نے اور ان سے کہا ہشام بن عروہؓ نے کہ حضرت زبیرؓ مصر کی طرف بھیجے گئے تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ مصر میں طاعون (موت) ہے تو حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ ہم طعن (نیزہ زنی) اور طاعون ہی کے لئے آئے ہیں۔ کہا راوی نے پس انہوں نے سیڑھی لگائی اور وہ اس پر چڑھ گئے۔ [1]

حضرت زبیرؓ کا گورنر بننے سے انکار اور جہاد فی سبیل اللہ پر آمادگی۔

کہتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اہل فسطاط کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ الزبیر بن العوامؓ بن خویلدؓ دس ہزار سوار اور بقول بعض بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ جس میں خارجہؓ بن حذافہ العدوی اور عمیر بن وہب الجمحیؓ بھی تھے ان کی مدد کو پہنچے۔

الزبیرؓ نے غزا کا عزم کر لیا تھا۔ اور وہ اس غرض سے انطاکیہ جانے کا قصد رکھتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا اے ابو عبداللہ کیا تم مصر کا والی (گورنر) بننا پسند کرتے ہو۔ وہ بولے مجھے اس کی حاجت نہیں۔ البتہ مجاہد اور ان کے معاون کی حیثیت سے وہاں جانے کو تیار ہوں۔ اگر دیکھوں گا کہ عمرو (ابن العاصؓ) اسے فتح کر چکے ہیں تو ان کے عمل میں دخل نہیں دوں گا۔ اور سوا اس میں کسی طرف جا کے مرابط ہو جاؤں گا۔ (یعنی دوسری جگہ غزا کروں گا)۔ اور اگر دیکھوں گا کہ وہ جہاد میں مشغول ہیں تو ان کے ساتھ شریک ہو جاؤں گا۔ اس قرارداد پر وہ روانہ ہو گئے۔ [2]

---

[1] طبقات ابن سعد جزء ثالث صفحہ ۵، [2] ترجمہ فتوح البلدان جزء اول صفحہ ۳۶۱۔

اسکندریہ پر حملہ

فسطاط اور قلعہ بابلیون پر فتح حاصل کرنے کے بعد یہ سوچ کر کہ رومیوں کو اسکندریہ میں جمع کر محاذ قائم کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔ اس لئے فوراً فاتح فوج نے اپنا رُخ اسکندریہ کی طرف پھیر لیا۔ راستہ میں ایک جگہ رومیوں نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن بھاگتی ہوئی فوج کو یہاں سے بھی بھاگنا پڑا۔ دل شکستہ فوج اسکندریہ تک اس طرح پہنچی کہ اسلامی فوج کے ہراول دستے اُس کا پیچھا کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں اسکندریہ دنیا کے مشہور قلعہ بند شہروں میں سے تھا۔ اور اُس کی حفاظت کا کام ہزارہا سپاہیوں کی بڑی فوج کے سپرد تھا۔ جن کی تعداد مسلمانوں کے کل لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی۔ مسلمانوں کا کل لشکر صرف آٹھ ہزار تھا۔ کیونکہ ایک بڑی تعداد شہید ہو چکی تھی۔ مسلمانوں نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو علیحدہ کر کے اسکندریہ کے محاصرہ کے لئے مقرر کیا[1] اور دوسرے حصہ سے سوا علی شہروں کو فتح کرنا شروع کیا۔ اس عرصہ میں مقوقس بحری راہ سے اسکندریہ پہنچ گیا۔ اس دفعہ اُس کو وہ نئے اختیارات بھی حاصل تھے جو اُس نے نئے حکمران سے حاصل کئے تھے۔ اُس نے ایک مدت معین کے لئے مصالحت کی درخواست کی عمرو بن العاصؓ نے اُس کو نامنظور کر کے محاصرہ جاری رکھا۔[2]

حضرت زبیرؓ ہراول فوج اور قلعہ اسکندریہ کی تسخیر

محاصرہ جس قدر طول کھینچتا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کو زیادہ پریشانی ہوتی تھی چنانچہ عمرو بن العاصؓ کو خط لکھا کہ شاید تم وہاں رہ کر عیسائیوں کی طرح عیش پرست بن گئے ہو۔ ورنہ فتح میں اس قدر دیر نہ ہوتی۔ جس دن میرا خط پہنچے تمام فوج کو جمع کر کے جہاد پر خطبہ دو۔ اور پھر اس طرح حملہ کرو کہ جن اصحابؓ کو میں نے افسر کر کے بھیجا تھا وہ فوج کے آگے ہوں۔ اور تمام فوج ایک دفعہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ عمرو بن العاصؓ نے تمام فوج کو یکجا کر کے خطبہ پڑھا۔ اور ایک پر اثر تقریر کی۔

عبادہ بن صامتؓ کو جو برسوں رسول اللہ صلعم کی صحبت میں رہے تھے۔ بلا کر کہا کہ اپنا نیزہ مجھے دیجئے۔ خود سر سے عمامہ اُتارا اور نیزہ پر لگا کر اُن کے حوالے کیا کہ یہ سپہ سالار کا علم ہے۔ اور آج آپ سپہ سالار ہیں۔

حضرت زبیرؓ بن العوام اور مسلمہ بن مخلدؓ کو فوج کا ہراول کیا۔ غرض اس سروسامان سے قلعہ پر دھاوا ہوا اور پہلے ہی حملے میں شہر فتح ہو گیا۔[3]

عمرو بن العاصؓ نے مصالحت کی درخواست کو نامنظور کر کے محاصرہ جاری رکھا۔ اور تین مہینے کے شدید محاصرے کے بعد بہ زور شمشیر فتح کر لیا۔ مال و اسباب جو کچھ وہاں تھا اُس کو لوٹ لیا۔ اور اُن کو ذمیوں کے حقوق دے دئے بعضوں نے لکھا ہے کہ مقوقس نے عمرو بن العاصؓ سے بارہ ہزار دینار پر اس شرط سے مصالحت کر لی تھی کہ جو شخص چاہے اسکندریہ کو چھوڑ کر چلا جائے۔ اور جس کا جی چاہے وہ ٹھہرا رہے۔[4]

شہر فسطاط کی جامع مسجد کی سمت متعین کرنے میں حضرت زبیرؓ کی شرکت

فسطاط کی فتح کے بعد عمرو بن العاصؓ نے چند روز تک وہاں قیام کیا تھا۔ اور یہیں سے حضرت عمرؓ کو خط لکھا تھا کہ فسطاط فتح ہو چکا۔ اجازت ہو تو اسکندریہ پر فوجیں بڑھائی جائیں۔ وہاں سے منظوری آئی تو عمرو بن العاصؓ نے کوچ کا حکم دیا۔ اتفاق سے عمرو بن العاصؓ کے خیمہ میں ایک کبوتر نے گھونسلا بنا لیا تھا خیمہ اُکھاڑا جانے لگا تو اُن کی نگاہ پڑی حکم دیا کہ اس کو یہیں رہنے دو کہ ہمارے مہمان کو تکلیف ہونے پائے۔[5]

---

[1] ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۱۲۷ [2] الفاروق جلد اول صفحہ ۱۹۹ [3] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۱۲۷ و ۱۲۸ [4] الفاروق حصہ اول صفحہ ۱۹۶۔

اب عمرو بن العاصؓ اسکندریہ سے چل کر قصر الشمع میں آئے۔ یہاں اُن کا وہ خیمہ اب تک اُسی حالت سے کھڑا تھا جس کو وہ اسکندریہ کے حملہ کے وقت چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ اُسی خیمہ میں اُترے اور وہیں نئی آبادی کی بنیاد ڈالی۔ ہر ہر قبیلہ کے لئے الگ الگ احاطے کھینچے۔ جس قدر محلے اُس وقت تھے اور جو قبایل اُن میں آباد ہوئے اُن کے نام علامہ مقریزیؒ نے تفصیل سے لکھے ہیں۔

جامع مسجد خاص اہتمام سے بنی۔ عام روایت ہے کہ اسّی صحابہؓ نے جمع ہو کر اُس کے قبلہ کی سمت متعین کی تھی۔ ان صحابہؓ میں حضرات زبیرؓ مقدادؓ عبادہؓ ابو الدرداءؓ اور بڑے بڑے اکابر صحابہؓ شریک تھے۔ یہ مسجد پچاس گز لمبی اور تیس گز چوڑی تھی۔ تین طرف دروازے تھے۔ جن میں سے ایک دارالحکومت کے مقابل تھا۔ اور دونوں عمارتوں میں سات گز کا فاصلہ تھا۔ اس شہر کی آبادی خیمہ گاہ سے شروع ہوئی تھی۔ اس لئے اُس کا نام فسطاط پڑا جس کے معنی عربی میں خیمے کے ہیں۔ آبادی کا سلسلہ اکیس سے۔ یہ فسطاط وہیں آباد ہوا تھا جہاں آجکل قاہرہ موجودہ دارالسلطنت مصر آباد ہے۔ [1]

حضرت زبیرؓ کا مصر کی تقسیم کے لئے مطالبہ اور پھر دست کشی

جب مصر کامل طور پر مسخر ہو گیا تو حضرت زبیرؓ نے عمرو بن العاصؓ سپہ سالار فوج سے اراضی مفتوحہ کی تقسیم کا مطالبہ کیا۔ اور فرمایا کہ جس طرح رسول اللہ صلعم نے خیبر کو مجاہدین پر تقسیم فرما دیا تھا۔ اُسی طرح تمام ملک مفتوحہ کو تقسیم کر دینا چاہیے۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ میں امیر المومنین کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کو لکھا گیا تو انہوں نے لکھا کہ اس کو اسی طرح رہنے دینا چاہیئے۔ تاکہ آیندہ نسلیں بھی اس سے مستفید ہوتی رہیں۔ حضرت زبیرؓ کے ذہن میں بھی یہ مصلحت آگئی اور وہ خاموش ہو رہے۔ [2]

حضرت زبیرؓ کی زمین اور مکانات مصر میں

علامہ بلاذریؒ لکھتے ہیں کہ الزبیرؓ نے مصر میں اپنے لئے ایک زمین کی حد بندی کی اور اُس میں اپنے لئے ایک مکان بنوایا جو مشہور ہے۔ (حضرت) عبداللہ بن زبیرؓ نے جب ابن ابی سرحؓ کے ساتھ افریقہ پر حملہ کیا تھا تو اُسی مکان میں ٹھہرے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے اسکندریہ میں بھی ایک زمین کی حد بندی کی تھی اور ایک مکان تعمیر کرایا تھا۔ [3]

اہل مصر کے ساتھ ایک معاہدہ۔

عین الشمس اور فسطاط کی فتوحات پہلے لکھی جا چکی ہیں۔ اس موقع پر وہاں کے لوگوں نے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے صلح نامہ کی جو درخواست کی تھی اور اُن کی اسدعا پر جو معاہدہ قرار پایا تھا اُس کا لکھا جانا اس وجہ سے ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ مسلمانوں نے دوسری قوموں سے جب معاہدات کئے تو اُن قوموں کی آسانیوں کو کس قدر ملحوظ خاطر رکھا گیا۔ اور اُن پر اس طرح کے شرائط عائد کئے گئے کہ جن سے وہ بہت آسانی کے ساتھ عہدہ برآ ہو سکیں۔ موجودہ معاہدہ مسلمانوں کے اس طرز عمل کی ایک لاثانی مثال ہے۔ پورا پورا قابو حاصل ہونے پر بھی مسلمانوں کا ایسے شرایط پیش کرنا اور صلح ترتیب دینا اصحاب بصیرت کے لئے اپنے اندر بہت کچھ درس حقیقت رکھتا ہے۔ اور دراصل مسلمانوں کا یہی وہ طرز عمل اور طرز جہاں بانی تھا جس نے قوموں اور ملکوں کو اُن کے قدموں پر لا ڈالا۔ اور مفتوحہ اقوام نے اُن کو اپنا نجات دہندہ قرار دیا۔

---

[1] الخطط مقریزی جلد اول صفحہ ۸۸ و ۸۹ [2] ترجمہ رفع الملام ابن بلاذری صفحہ ۳۶۰ تا ۳۶۳ [3] مسند امام احمد ابن حنبلؒ صفحہ ۱۶۶۔

معاہدہ مع اہلِ مصر

لما نزل عمرو بن العاص رضؓ على القوم بعين شمس وكان الملك بين القبط والروم فناهدوه فقاتلهم وارتقى الزبير بن العوام سورها ونزل عليهم عنوة فاعتقد رابعد ما أشرفوا على الهلكة فأجروا ما أخذوا عنوة مجرى ما صالح عليه فصاروا ذمة وكان صلحهم۔

بسم الله الرحمن الرحيم

هذا ما أعطى عمرو بن العاص رضؓ أهل مصر من أمانهم على أنفسهم وملتهم وكنائسهم وصلبهم وبرهم وبحرهم لا يدخل عليهم شيء من ذلك ولا ينتقص ولا يساكنهم الروم۔ وعلى أهل مصر أن يعطوا الجزية إذا اجتمعوا على هذا الصلح وانتهت زيادة نهرهم خمسين ألف ألف۔ وما عليهم ما جنى لصوتهم۔ فإن أبى أحد منهم أن يجيب رفع عنهم من الجزاء بقدرهم۔ وذمتنا من أبى بريئة۔ وإن نقص نهرهم من غايته إذا انتهى رفع عنهم بقدر ذلك۔ ومن دخل في صلحهم من الروم والنوب فله مثل ما لهم۔ وعليه مثل ما عليهم۔ ومن أبى واختار الانفاء فهو آمن حتى يبلغ مأمنه أو يخرج من سلطاننا عليهم ما عليهم أشلاثا في كل ثلث جباية ثلث ما على ما في هذا الكتاب عهد الله وذمته وذمة رسوله وذمة الخليفة أمير المؤمنين وذمم المؤمنين وعلى النوبة الذين استجابوا أن يعينوا بلدنا وكذا أرهاً وكذا فرساً على أن لا يغزوا ولا يمنعوا من تجارة صادرة ولا واردة

شهد الزبير وعبد الله ومحمد ابناه وكتب وردان وحضر۔

ترجمہ:۔ حضرت عمرو بن العاصؓ جب اس قوم کے قریب جو عین الشمس میں آباد تھی خیمہ زن ہوئے۔ اور یہ ملک قبطی اور رومی حکمرانوں کے تحت تھا تو انہوں نے مقابلہ کی ٹھان لی اور لڑائی شروع ہوگئی (حضرت) زبیرؓ بن العوام شہر پناہ (فصیل) پر چڑھ گئے اور ان پر معیت ڈالنے لگے۔ قوم (قبطی) جب ہلاکت کے قریب پہنچ گئی اور سختی کی تاب نہ لاسکی تو صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کی اور ذمی بننا قبول کیا۔ اور ان کی صلح یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ امن نامہ ہے۔ عمرو بن العاصؓ کی جانب سے اہلِ مصر کو ان کی جانوں۔ مذہب۔ معابد۔ صلیب اور ان کی خشکیوں اور سمندروں کے لئے اس میں نہ کوئی زیادتی کی جائے گی اور نہ کمی اور نہ انہیں نوبی قرار دیا جائے گا۔ اور اہلِ مصر پر لازم ہے کہ وہ جزیہ ادا کریں جبکہ وہ اس صلح سے متفق ہوں اور ان کے نہر (کے پانی کا محصول) پچاس لاکھ سے زیادہ نہ ہوگا۔ اور نہ ان پر کوئی بوجھ ان کے متعلقین کی زیادتی کا ڈالا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی اس کی قبولیت سے انکار کرے تو اس کی حد تک اس سے مواخذہ کیا جائیگا۔ اور ہم اس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں گے (یعنی وہ ہماری ذمہ داری سے نکل جائے گا) اگر ان کے نہر کی حد (پانی کی مقدار) میں کوئی کمی ہوگی تو اسی قدر اس کے معاوضہ (محصول) میں کمی کر دی جائے گی۔ اگر اس صلح میں کوئی رومی اور نوبی شریک ہونا چاہے تو اس کے لئے بھی نفع اور نقصان میں وہی متعلق ہوں گے جو اہلِ مصر کے لئے ہیں اور اگر کوئی اس (صلح سے) انکار کرے اور چلا جانا پسند کرے تو وہ اس وقت تک امن میں رہیگا جب تک کہ وہ ہمارے حدود مملکت سے نکل کر اپنے مامن (امن گاہ) تک نہ پہنچ جائے۔ اس تحریر میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس پر اللہ کا عہد اور اس کا۔ اس کے رسول خلیفہ امیر المومنین اور اہلِ (اسلام) کا ذمہ ہے۔ اہل نوبہ پر جو اس (صلح) کو قبول کریں گے یہ لازمی ہے کہ اتنے اتنے آدمیوں اور گھوڑوں کو بطور یرغمال دیں کہ نہ وہ لڑیں گے نہ تجارت و آمد و برآمد کو روکیں گے اور نہ کسی مسافر کے سدِ راہ ہوں گے۔ گواہ (حضرت) زبیرؓ اور عبداللہ و محمد ان کے دو بیٹے ——— کاتب وردان وحضر۔

(مجموعہ الوثائق السیاسیہ صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶)


حلب
دمشق
بيروت
قبرس
البحر الابيض المتوسط
(بحر روم)
يرموك
يافا
الموصل
دمياط
رفح السبعيد
العريش
الاسكندرية
الفرما (فاردما)
طنطا
بلبيس
وسن جور
(دهنور)
قاهرة
عين الشمس
البسطاط
(بسنور (داشور)
مدينة الفيوم
بحر يوسف
البحيرة
الفيس
الاشمونين
خميم
طورسينا
تيوك
الاسيوط
تنى
سوهاج
الاقصر
القفط
ارفو
اسنا
اسوان
مدارس طان
ينبع
مدينة
جدة
مكة
النوبة

نقشة المصر

جنوبی مصر کی فتوحات

مسلمانوں نے مصر و اسکندریہ اور تمام شمالی حصہ کو فتح کر لیا۔ لیکن اب بھی صُعید جس میں نوبیہ۔ بربر۔ ویلم اور مقالیہ۔ روم و قبط۔ شامل تھے۔ رُومیوں کے قبضہ میں تھا۔ جب مسلمانوں کو شمالی مصر و اسکندریہ کی فتح سے پورا پورا اطمینان ہو گیا تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو مصر کے جنوب مغربی حصوں کی فتح کے لئے لکھا کیونکہ سرزمین بُھنسا اور صُعید وغیرہ پوری طرح رُومیوں کے زیر اقتدار تھے۔

حضرت عمرؓ کا جوابی خط

حضرت عمرؓ نے حضرت عمروؓ بن العاص کو جو مصر کے عامل اور گورنر تھے اُن کے خط کے جواب میں لکھا کہ:۔

اللہ برتر سے مدد مانگ کر لشکر آراستہ کرو۔ اور اُمراء کو روانہ کرو اس طریقہ سے کہ ہر ایک شہر میں ایک امیر بھیجا جائے۔ اور اُن سب اُمراء میں سے ہر ایک امیر کا کام یہ ہے کہ اپنے اپنے نامزد شہر میں پہنچ کر اسلام کی نشانیاں قایم کریں۔ اور شریعت کے حکموں سے وہاں کے لوگوں کو آگاہ کریں۔ اور تم رسُول اللہ صلعم کے صحابہؓ کا ایک لشکر تعداد میں دس ہزار سوار کا آراستہ اور تیار کر کے اس لشکر پر خالد ابن الولیدؓ کو امیر مقرر کرو اور اُن کے ساتھ حضرات زبیرؓ بن العوام۔ فضل بن عباسؓ۔ مقدادؓ بن الاسود الکندی۔ غانم بن عیاض الاشعری۔ مالک اشترؓ اور ذوالکلاعؓ الحمیری اور اصحاب رایات اور سب اُمراء کو بھیجو۔ اور ان سب کو یہ کہدو کہ ہر ہر شہر میں جا کر اُتریں اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں۔ پس جو شخص اسلام کی دعوت قبول کرے اس شخص کے واسطے وہ ہی برتاؤ ہونا چاہیئے جو ہم سب کے ساتھ چاہیئے ہے۔ اور اُس پر وہی سب اُمور لازم ہوں گے جو اُمور ہم سب پر لازم اور واجب ہیں اور جس شخص نے اسلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا اُس شخص سے جزیہ لینا واجب ہے۔ پس اگر وہ نافرمانی کرے اور جزیہ کے دینے سے باز رہے تو اُس سے لڑنا اور قتال کرنا چاہیئے۔ مجھ کو تحقیق خبر ملی ہے کہ مصر میں دو شہر اہناس اور بُھنسا ہیں۔ مگر ان دو شہروں میں بُھنسا بہت خوشنما اور بہت بڑا شہر ہے۔ اور نہایت قلب مقام پر واقع ہے اور بہت ہی محفوظ ہے۔ یہ بھی خبر ملی ہے کہ بُھنسا میں ایک سرکش اور خونریز بطریق حکمران ہے۔ جس کو لوگ بطلوس کہتے ہیں اور یہ بطریق مصر کے سب بطریقوں میں بہت بڑا بطریق ہے اور اس بطریق نے واحات پر قبضہ کر لیا ہے۔ پس تم لوگ ہرگز صُعید کے نزدیک مت جانا۔ جب تک کہ ان دونوں شہروں کو فتح نہ کر لو۔ تم مصر ہی میں مقیم رہو۔ مگر اپنے لشکر کو روانہ کر دو۔ اور جس وقت مدد کی حاجت پڑے تو مجھ کو لکھنا۔ میں مدد مہیا کروں گا۔ اور حقیقت میں اللہ عزوجل ہی کی طرف سے مدد چاہیئے۔ [1]

---

[1] فتوحات مصر صفحہ ۱۲ و ۱۳۔

صحابہ کرامؓ کا مشورہ اور تیاریٔ جنگ

حضرت عمرو بن العاصؓ اور صحابہؓ معہ حضرت زبیرؓ حضرت خالدؓ حضرت مقدادؓ حضرت فضل ابن عباسؓ اور حضرت غانمؓ خیمہ کے اندر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ حضرت عمرؓ کا خط پہنچا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے خط پڑھ کر حضرت خالد ابن الولیدؓ کو دے دیا۔ انہوں نے اور حضرت زبیرؓ اور باقی اُمراء نے پڑھا اور نہایت خوش ہوئے۔ صحابۂ کرام کا دستور تھا کہ کوئی کام ہرگز کبھی کرتے ہی نہ تھے جب تک آپس میں مشورہ نہیں کر لیا کرتے اور ایک دوسرے سے رائے نہ لے لیا کرتے۔ اُن حضرات کے اس فعل کی تعریف اللہ برتر نے اپنے کلام ربانی میں یوں فرمائی ہے۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ۔

الحاصل سب نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو مشورہ دیا کہ جزیرہ اور بحیرہ میں اور پورب اور پچھم کی جانب جس قدر امراء فوجیں اور لشکر مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں اُن کو حضرت عمرؓ کے خط کے مضمون سے اطلاع دی جائے اور اُن کے آنے کے بعد لشکر ترتیب دے کر آراستہ کیا جائے۔ [1]

جب تمام اُمراء معہ لشکر و سامان کے آگئے تو نماز جمعہ کے بعد حضرت عمرؓ کا خط حضرت عمرو بن العاصؓ نے سب کر پڑھ کر سُنا دیا۔ [2]

راوی نے واقدیؒ۔ ابن اسحاقؒ اور ابن ہشامؒ کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ۲۱ھ ہجری اور ایک قول کی رُو سے ۲۲ھ کے ربیع الثانی میں جب تمام لشکر جمع اور درست ہو لیا تو حضرت عمرو بن العاصؓ معہ کل صحابہؓ کے صبح کی نماز ادا کرنے کے ساتھ ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور پیادہ پا چلنا شروع کیا۔ اور ایک اونچے ٹیلے پر پہنچ کر تمام لشکر کا جایزہ لیا اور حضرت خالد بن الولیدؓ کو حکم دیا کہ تمام لشکر کو آپ کے روبرو پیش کریں۔ تمام لشکر کی تعداد ۱۶ہزار تھی۔ بعد ملاحظہ کے اُن میں سے آپ نے دس ہزار سوار منتخب فرمائے۔ بعد اُس کے حضرت عمرو بن العاصؓ نے رسُول اللہ صلعم کے اصحابؓ میں سے اُن حضرات کو جن میں سب نشان بردار تھے بلایا۔ [3]

حضرت زبیرؓ کا رجز

خالد بن الولیدؓ کے بعد سب سے پہلے جو صاحب عمرو بن العاصؓ کے روبرو گئے وہ حضرت زبیر ابن العوامؓ تھے۔ جو اپنے سفید پشائی تیز رفتار گھوڑے پر سوار اور تیز و بُران ہتیار تلے اُوپر سے لگائے ہوئے تھے۔ غرض حضرت زبیر بن العوامؓ عمرو بن العاصؓ کے سامنے گئے تو اُنہوں نے آپ کو نشان عطا فرما کر رسُول اللہ صلعم کے اصحاب میں سے پانچ سو سوار صحابہؓ پر امیر مقرر فرمایا پس لشکر کے امام حضرت زبیرؓ بن العوام آگے بڑھے اور اپنے جھنڈے کو ہلایا اور ذوق و شوق اور جوش شجاعت کی حالت میں یہ شعر پڑھے۔

انا الزبیر و ابی العوام	لیث شجاع بطل همام
قدام هزبری الوغی هجام	یضرب منی الفارس الضرغام
وانی یوم الوغی مقدام	بهمتی ینتصر الاسلام

ترجمہ:۔ میں زبیر ہوں اور میرا باپ عوام ہے۔ شیر درندہ اور پُر دل اور دلیر اور بڑی ہمت والا سردار اور شیر درندہ اور لڑائی کے اندر یکبارگی گھس جانے والا۔ مجھ سے شیر کا سوار بھاگتا ہے۔ اور بیشک میں لڑائی میں آگے بڑھنے والا ہوں اور میری ہمت سے دین اسلام کو مدد پہنچتی ہے۔ [4]

---

[1] [2] [3] [4] فتوحات بھنا صفحہ ۶۶ تا ۷۱۔

اسی طرح اور چند بزرگوں کو حضرت عمرو بن العاصؓ نے نشان عطا فرما کر پانچ پانچ سو سواروں پر امیر مقرر کیا۔ اور لشکر وہاں سے رخصت ہو کر مقام جبیرہ میں مقیم ہوا۔ جو مرج کبیر کے نام سے مشہور ہے۔

الحاصل اسی مقام میں قیام کر کے کئی طلیعہ یعنی پیشرو اور مختصر حصۂ فوج کے اس غرض سے آگے بڑھائے گئے کہ وہ لوگ گرد و پیش کے حالات اور خبروں کا تجسس کریں اور جس طلیعہ کو جو امر مناسب معلوم ہو اور جو قرین مصلحت ہو اس سے تمام لشکر کو فوراً ہی مطلع کر دیں۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ دمشق میں ملک ارمانوس حکمران اہناس کی جانب سے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور جو ایک بڑا بطریق تھا اس نے جس روز کہ صحابہؓ نے صعید کا سامان کرنا شروع کیا تھا اسی روز سے ہر کہیں خبریں بھیجنی شروع کر دی تھیں۔ اور تمام بادشاہوں نے باہم ایک دوسرے بادشاہ کو اطلاعنامے لکھ بھیجے تھے کہ اہل اسلام ایسا ایسا سامان کر رہے ہیں اور صعید کی جانب سفر کرنے والے ہیں۔ [1]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور دوسرے بزرگوںؓ کی تجسسی مہم۔

ہر روز طلیعہ لشکر سے علیحدہ ہو کر جایا کرتے اور دشمنوں کی فوجوں کے حالات اور ان کے مقامات کی کیفیتیں اور ہر طرح کی خبریں لایا کرتے تھے۔ ایک روز حسب دستور طلیعہ کی فوج میں عبداللہ بن زبیرؓ۔ فضل ابن عباسؓ۔ عبداللہ ابن عباسؓ اور جعفرؓ و علیؓ و مسلم ابنائے عقیلؓ۔ سلیمان ابن خالدؓ محمد ابن فرحہ بن عبداللہؓ۔ عبداللہ ابن مقدادؓ عبداللہ ابن عمر بن الخطاب عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور عمرو بن سعید ابن ابی وقاصؓ۔ محمدؓ ابن سلمہؓ انصاری۔ عبدالرحمن بن ابی بکر صدیقؓ زیاد بن ابی سفیانؓ اور زیاد بن مغیرہؓ اور ان سب کے پیرو سردار و بزرگوار حضرات قریب چار سو سردار اور بزرگوار صحابہؓ کی اولاد اور امراء نشان بردار اور علاوہ ان کے ایک ہزار چار سو بزرگ اور بھی تھے۔ جن میں ہر قسم اور قبیلے کے حضرات مہاجرینؓ اور انصارؓ تھے۔ الحاصل یہ سب حضرات مسلح ہو کر طلیعہ میں تشریف لے گئے اور قریب ہی ایک معبد میں جو دیر المسیح کے نام سے مشہور اور ایک پہاڑ کے دامن میں تھا پہنچے۔ وہاں دشمن کے مواقع اور خبریں دریافت کر رہے تھے کہ اس اثناء میں دشمن کی ایک فوج نے حملہ کر دیا۔ سخت جنگ برپا ہوئی۔

حضرت ضرارؓ بن الازور کو گھوڑے سے گر جانے کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا۔ جب اس کی خبر لشکر اسلام میں پہنچی تو بڑی تشویش پھیل گئی اور ایک حصہ فوج کو ان کے چھڑانے کے لئے مامور کیا گیا۔ جس کو حکمت عملی سے موقع مل گیا۔ اور حضرت ضرارؓ کو چھڑا لیا گیا۔ اس لڑائی میں اس قدر کشت و خون ہوا کہ میدان جنگ میں خون کا دریا بہ گیا۔ [2]

حضرت ابن الزبیرؓ نے بھی جان بازی کا حق ادا کر دیا تھا لیکن سلیمان ابن خالدؓ ویروطا نامی مقام پر شہید ہو گئے اور اسی جگہ عبداللہ ابن مقدادؓ اور ایک جماعت صحابہؓ بھی شہید ہوئی۔ مسلمانوں میں سے چالیس سواروں نے جام شہادت نوش کیا اور آٹھ سو جنگ آزما عیسائی انہوں نے قتل کئے۔ اسی دوران میں کہ جنگ شدت سے جاری تھی کہ مسلمانوں کی امداد کے لئے بہ سرداری مقداد ابن الاسود کندیؓ زیادؓ و قعقاعؓ ابن عمرو التمیمیؓ اور شرجیل ابن حسنہؓ دو ہزار سوار لے کر پہنچ گئے۔ جنھوں نے آتے ہی حملہ کر دیا۔ ایک گھنٹہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ رومیوں کا بطریق اعظم قتل کر دیا گیا۔ اور رومی جدھر ہر ان کا منھ اٹھا بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے سرزمین جرزہ اور میدوم تک دشمنوں کو بھگایا۔ [3]

---

[1] فتوحات شہنا صفحہ ۸۸ و ۸۹ و ۱۱۰ و ۱۲۱۔

حضرت زبیرؓ اور پہلے طلیعہ کی مدد اور تلاش۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس خوف سے کہ اس پہلے طلیعہ پر کہیں رومیوں نے حملہ نہ کر دیا ہو دوسرا طلیعہ روانہ کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کو بلا کر تمام حقیقت اُن سے بیان کی۔ حضرت خالد ابن الولیدؓ نے بھی ان دونوں بزرگوں کے طلیعہ کے ہمراہ جانا چاہا۔ مگر حضرت زبیر بن العوامؓ نے اُن کو اس ارادے سے رُوکا اور قسم کھائی کہ میں تن تنہا اس طلیعہ کے ہمراہ جاؤں گا۔ اور کسی سردار کو اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔ پھر ایک حصہ سواروں کا اپنی ہمراہی کے واسطے ساتھ لیا اور روانہ ہو گئے۔ اور جاتے جاتے فضل ابن عباسؓ اور اُن کے ساتھیوں سے جا ملے۔ اور اُن سے ملاقات کر کے معلوم کیا جو کچھ کہ گزرا تھا پھر ان سب منتخب حضرات کے ہمراہ قیدیوں اور لُوٹے ہوئے گھوڑوں اور ہتیاروں سمیت خوشیاں کرتے ہوئے لشکر اسلام کی طرف بازگشت فرمائی۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور جنگ مرج دہشور [1]

عیسائی جب مسلمانوں کے طلیعہ سے شکست کھا کر خراب اور تباہ حالت میں اپنے لشکر گاہ میں پہنچے تو اُن کے ملکوں اور بطریقوں پر یہ واقعہ نہایت ہی سخت گزرا۔ اُنہوں نے نہایت مستعدی اور آمادگی سے جنگ کا سامان درست کر کے اور تمام ضروریات کو بہم پہنچا کر گھوڑوں۔ اونٹوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر مسلمانوں سے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ اور تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ ہنوز مسلمانوں کا لشکر اپنی جگہ پر مقیم تھا۔ اور ایک روز گذر چکا تھا کہ دوسرے روز وہ مسلمانوں کے سامنے پہنچ گئے۔ مسلمان بھی لڑنے کے لئے تیار ہو کر اس طرح صف بستہ ہوئے کہ قلب میں خالد ابن الولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ معہ دیگر حضرات کے قایم ہوئے اور داہنے بازو یعنی میمنہ میں حضرت زبیرؓ اور مقداد بن اسود کندیؓ اور سعید ابن یحییٰ ازدیؓ کو قایم فرمایا۔ اور لشکر کے بائیں بازو یعنی میسرہ پر قعقاعؓ ابن عمرو التمیمی اور ہاشمؓ ابن مرقال اور غانمؓ ابن عیاض اشعری اور ابوذر غفاریؓ اور جابر بن عبداللہ انصاریؓ اور انہیں جیسے اور سرداروں کو قایم فرمایا۔ [2]

دشمن کا ہاتھیوں سے حملہ

لڑائی میں دشمن کے فیل سوار لشکر نے سخت مقابلہ کیا اور اپنے ہاتھیوں کو چار حصوں میں یوں تقسیم کر دیا کہ ایک حصہ لشکر کے داہنی جانب بڑھایا اور ایک حصہ بائیں جانب ایک حصہ قلب لشکر کی طرف بڑھا اور ایک حصہ لشکر کا امام اور پیش رو بنا۔ اور نوبہ اور بجارۃ کے لوگوں نے اور رومیوں نے شور و غلغلہ بلند کیا۔ حضرت زبیرؓ حضرت خالدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ اور اُن کے ساتھیوں نے اُس روز لڑائی میں سخت حملے کئے۔ اور خوب خوب تیغ زنی کی۔ [3]

دوسرے روز کی لڑائی میں عیسائیوں نے اپنی تمام فوج کو جن میں سوڈانی اور رومی دونوں شامل تھے۔ پانچ صفوں میں تقسیم کیا۔ ان کی ہر صف میں چالیس چالیس ہزار فوج تھی۔ اور ان صفوں کے سامنے اُنہوں نے پچاس ہزار پیادہ فوج قایم کی۔ مسلمان اُن کے مقابلہ میں آٹھ ہزار تین سو تینتیس تھے۔

دشمن کی کثرت

قیس بن علقمہؓ روایت کرتے ہیں کہ یقیناً میں شام اور عراق میں گیا۔ اور میں نے کسریٰ اور جزامتہ اور یرموک کی لڑائی کے لشکروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اجنادین کی لڑائی کے لشکر کا

---

[1] سرا پیم یا آپیس کے مقبرے سے ہم اُوفوس بادشاہ کی قبر پر گئے۔ اسی جوار میں اُوفوس کا اہرام ہے سنہ مسیحی سے تین ہزار تین سو تینتیس برس قبل یہ بادشاہ مصر پر حکومت کرتا تھا۔ سیوسرتیس نے مذکورۂ بالا قبر کو اُوفوس کی قبر تصور نہیں تھا۔ مگر بعض کا خیال ہے کہ دہشور کے اہراموں میں سے تھوس اہرام میں (باقی صفحہ ۱۳۹)

[2] فتوحات بھنا صفحہ ۱۱۹ تا ۱۳۸۔

اجتماع اور انبوہ بھی معاینہ کیا اور میں نے مصر و قسطنطنیہ اور اسکندریہ اور دمیاط کی لڑائیاں بھی دیکھیں۔ مگر جس قدر سوڈانی اور رومیوں کا انبوہ اور کثرت میں نے مرج دہشور میں دیکھی ویسی کثرت کسی مقام میں نہیں دیکھی۔ اور نہ کسی مقام میں اس قدر قتل و قمع دیکھا جس قدر مرج دہشور کی لڑائی میں واقع ہوا۔ اور نہ میں نے کبھی سوڈانیوں اور رومیوں کو اس قدر سختی کے ساتھ لڑتے دیکھا جیسی سختی کے ساتھ سوڈانی اور رومی مرج دہشور میں لڑے۔ الغرض جب مسلمانوں نے دیکھا کہ رومی لیس اور تیار ہو کر گھوڑوں پر سوار ہو لئے تو مسلمانوں نے بھی اپنی صفیں آراستہ کیں اور گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ [1]

مسلمان عورتوں کو ہدایت

حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے زیادؓ بن ابی سفیان ابن حارث بن عبد المطلب کو دو ہزار سواروں کے ساتھ خزانہ۔ لڑکوں اور عورتوں کے گرداگرد مقرر فرمایا۔ ان عورتوں میں وہ عورتیں بھی تھیں جو جنگ اجنادین اور یرموک میں شریک رہ چکی تھیں۔ اور جن میں سے ہر عورت دلیری اور شجاعت میں مشہور و معروف تھی۔ ان عورتوں سے کہدیا گیا کہ جس وقت سوڈانی اور رومی تم سے لڑائی لڑنے کے واسطے متوجہ ہوں تو جو کارروائی تم سب نے جنگ یرموک اور پھر اجنادین کے روز کی تھی ویسی ہی کارروائی یہاں بھی کی جائے۔ [2]

صحابہؓ کی شہادت

شام تک برابر پے در پے قتال ہوتا رہا۔ آخر کو دونوں لشکروں کے درمیان میں رات آکر حایل ہو گئی۔ اور لڑائی و قتل موقوف ہوا دونوں لشکروں میں بہت سے جنگ آور کام آئے۔ لشکر اسلام میں سے ایک سو پینتیس صحابہؓ رسول اللہ صلعم نے شہادت کا شربت نوش فرمایا۔ جن میں سے سردار اور پیشوا حضرات مروانؓ ابن مصعوب یسنانؓ ابن نافع۔ حنظلہؓ ابن نافع۔ مالکؓ ابن راشد۔ حمزاحؓ ابن معداد و حازمؓ ابن حازم تھے۔ ان سرداروں کے سوا سب کے سب شہدا مختلف قبایل کے ملے جلے ہوئے تھے۔ [3]

حضرت زبیرؓ اور چند صحابہؓ کی شب گشت

جب شام ہوی اور لڑائی موقوف ہوی تو مسلمانوں نے اپنے شہیدوں کے کفن دفن کی طرف توجہ کی اور اپنے زخمی ساتھیوں کی خبر گیری میں مصروف ہوے۔ ایک گروہ نے قرآن مجید اور نوافل پڑھتے ہوے رات گذاری اور ایک گروہ نے آرام کیا لیکن حضرت خالدؓ حضرت مقداد بن اسودؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ اور عبد الرحمن بن ابو بکر صدیقؓ نے اور ان کی مانند اور جو حضرات کہ بڑی ہمت کے لوگ تھے۔ ان سب حضرات نے تمام رات لشکر اسلام کے گرد گشت کرنے میں اور نگہداشت میں بسر کر کے صبح کی اور شام سے لے کر صبح تک دم بھر بھی آرام نہ کیا۔ [4]

لشکر اسلام کو ہاتھیوں سے پریشانی۔

تیسرے روز کی لڑائی میں بازار حرب و ضرب کا اس حد تک گرم ہو گیا تھا کہ ہاتھیوں کے پاؤں کاٹے جاتے تھے۔ رومی اور سوڈانی ہاتھیوں کو مسلمانوں کی طرف موڑ کر للکارتے اور ان کی پیٹھوں پر سے تیر برساتے تھے۔ ہاتھی جس طرف جاتے تھے اس طرف بہتوں کے ہاتھ پاؤں چکنا چور کر ڈالتے تھے۔ جو ہاتھیوں سے بچ جاتے تو ان پر سوڈانی تیروں کا مینھ برساتے تھے۔ [5]

(بسلسلہ صفحہ ۱۳۸) اس کی قبر ہے۔ اسی جوار میں میسرا کا سمندر ہے۔ راستہ اس میں بھی زمین کے اندر گھس کر نکلا ہے۔ (میسر حامدی جلد دوم صفحہ ۲۵۸ و ۲۵۹)۔

---

[1] [2] [3] [4] [5] فتوح مصر صفحہ ۱۴۵ تا ۱۴۸۔

ہاتھیوں سے بچنے کا ایک موثر طریقہ

ان آفات سے بچنے کے لئے رفاعہؓ ابن زہیری ابی کی رائے سے ایک ہزار بہادر سواروں نے زیتوں کے تیل اور گھی وغیرہ میں ڈبوئے ہوئے چھیتڑے اپنے اپنے نیزوں کی نوکوں پر لگا کر تیار کر لئے۔ اور ایک جانب قیصوم وغیرہ گھانس ٹوکروں میں بھر بھر کر اونٹوں کی پیٹھوں پر لاد دیں اور اس گھانس میں آگ لگا کر اونٹوں کے پیٹھوں کے نیچے آتشبازی چھوڑنا شروع کی تو وہ گھبرا کر دشمنوں کے لشکر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور تمام سوڈانی و رومی فوج کو تہ و بالا کر ڈالا۔ وہ جس غول کے اندر سے ہو کر گزرے اس کو کھوندتے ہوئے نکل گئے۔ ان چلتے ہوئے اونٹوں سے ہاتھیوں کے بھی ہوش اڑ گئے اور انہوں نے بھی زنجیریں توڑ کر اپنی ہی فوج کو روندنا شروع کر دیا۔ اور اپنے سواروں کو پیٹھوں پر سے گرا دیا اور گھوڑوں کو بھی تتر بتر کر دیا۔ کوئی گھوڑے اور بیل خچروں میں جس کا جدھر سینگ سمایا ادھر بھاگا۔ پیادہ فوج کے آدمیوں نے بھی بھاگنا شروع کر دیا۔ اس آگ کی تدبیر سے دشمنوں کی فوج میں وہ ہل چل پڑ گئی جس کا اوپر بیان ہوا۔ اس وقت سب مسلمانوں نے دشمنوں پر ایک ساتھ مل کر تیغ زنی اور نیزہ بازی شروع کر دی۔ الغرض عصر کی نماز کے بعد یہ حالت ایک گھڑی بھر نہ رہنے پائی تھی کہ دشمنوں نے منہ پھیر لئے۔ اور مسلمان ان کا پیچھا کرتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ مقام دیر۔ لاہون اور اہناس اور میدوم تک مسلمانوں نے دشمنوں کو بھگایا۔ دشمنوں کی جماعت ٹوٹ پھوٹ کر تتر بتر اور پراگندہ ہو گئی۔ اور ان کے قریباً پانچ ہزار آدمی مسلمانوں نے گرفتار کر لئے اور اس قدر قتل کئے جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ [1]

اہناس پر چڑھائی اور حضرت زبیرؓ

جنگ بالا میں فتح یاب ہو کر مسلمانوں نے مشورہ کے بعد جب اہناس کا ارادہ کر لیا تو ان کی روانگی کی خبر سن کر۔ ملک اہناس اور اس کی تمام فوج مسلمانوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کے واسطے آمادہ تھی اور مستعد ہو کر اسی مقام پر قایم ہو گئی۔ اور صحابہؓ کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ ادھر حضرت خالد ابن الولیدؓ نے جب اہناس تھوڑی دور رہ گیا تو حضرت زبیرؓ کو ایک ہزار سوار سپہ در کر کے جن میں امرا بھی تھے آگے روانہ کر دیا۔ پھر اور صحابہؓ کو ایک ایک ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ وہ بھی یکے بعد دیگرے حضرت زبیرؓ کے نشان قدم پر روانہ ہوں۔ ان سب کے بعد وہ خود بھی ایک حصہ فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ [2]

راوی نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے عونؓ بن سعید اور ان سے ہاشمؓ ابن نافع اور ان سے رافعؓ ابن مالک علوی نے روایت کی ہے کہ میں حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار سواروں میں ان کے ہمراہ موجود تھا۔ جب ہمارا طلیعہ ملک کے بیچوں بیچ مقام میں پہنچا تو وہاں کے لوگ ہماری خبر پا کر بھاگ گئے مگر وہ لوگ چرواہے وغیرہ تھے۔ کچھ نصاریٰ مرد اور عورتیں اپنا سامان لے جاتے ہوئے ملے۔ وہ ہمارے سامنے سے بھاگے۔ ان کے ساتھ بیس سوار عرب کے قبیلہ لخم اور جذام وغیرہ سے تھے۔ ان سواروں کے علاوہ تیس سواروں کے قریب بطریقوں میں سے بھی ان کے ہمراہ تھے جن میں سب سے بڑا اور بزرگ ایک بطریق بھی خوب آراستہ اور سجا سجایا ہوا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ سب تھوڑی دور بھاگنے پائے تھے کہ ہم نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ان کے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اور اہناس کو جا رہے ہیں۔ ہم نے ان کو قتل کر ڈالنا چاہا تو حضرت زبیرؓ نے ہمیں روک دیا۔ اور فرمایا کہ ان سب لوگوں کو خالدؓ کے پاس

---

[1] فتوحات بھنسا صفحہ ۱۸۰ تا ۱۹۱۔

لے جاؤ اور وہ ان کے معاملے میں جب تک غور نہ کریں۔ اُنہیں قتل نہ کرنا چاہیئے۔ [1]

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب ہم سب لوگ اہناس کے سامنے پہنچ گئے تو دشمنوں نے ہم کو ڈانٹا اور اپنی زبان میں کچھ کچھ بڑبڑانے لگے۔

حضرت زبیرؓ کا ایک اور رجز

حضرت زبیرؓ بن العوام جب دشمنوں کے قریب پہنچے تو آپ نے اپنے نشان کو حرکت دے کر جوش حمایت اسلام کے عالم میں یہ شعر پڑھے۔

یا أهل أهناس الطغاة الكوافر ... ويا عصبة الشيطان من كل غادر
انتكم ليوث الحرب ساداة قومها ... على كل مشكور من الخيل ضامر
فان لم تجيبوا سوف تلقون ذلة ... ونقتل منكم كل كلب وفاجر

ترجمہ:- اے اہناس کے سرکش اور کافر لوگو۔ اور اے شیطان مکار کے ایک دادا کی اولاد تم سب کے پاس لڑائی کے درندہ شیر آئے ہیں جو سب کے سب اپنی قوم کے پیشوا ہیں۔ اور جو ہر ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہے۔ اور سبک بدن ہے۔ پس اگر تم لوگوں نے ہمارا کہنا قبول نہیں کیا تو وہ وقت قریب آن پہنچا ہے۔ کہ تم سب کے سب ذلت اور خواری میں مبتلا کر دئے جاؤ گے۔ اور ہم سب لوگ تم میں سے تمام بدکاروں کو قتل کر ڈالیں گے۔

اہناس پر حملہ اور فتح

اس کے بعد حضرت زبیر ابن العوامؓ دشمنوں کے نزدیک جا کر اُترے۔ پھر تھوڑے تھوڑے وقفوں سے دوسرے سردار بھی آ آ کر حضرت زبیرؓ کے پاس مقیم ہو گئے۔ [2]

دوسرے روز حضرت خالد ابن الولیدؓ نے حضرت مقدادؓ کو ملک اہناس کے پاس بھیج کر اسلام یا جزیہ پیش کیا۔ لیکن اس نے لڑائی کو ترجیح دی۔ اس لئے اس کے دوسرے دن دونوں فریقوں نے صف آرائی کر کے قتال شروع کر دیا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ رات ہو گئی۔ اس روز کی جنگ میں بیالیس مسلمان شہید ہوئے۔ ایک ہزار تین سو بلکہ اس سے کچھ زاید آدمی دشمن کے قتل ہوئے۔ [3]

اگلے دن پھر لڑائی ہوئی تو رومی مسلمانوں کے حملہ کی تاب نہ لا سکے اور پسپا ہو کر قلعہ میں محصور ہو گئے۔ [4]

تین مہینے کامل اہناس کی شہر پناہ کا مسلمان محاصرہ کئے رہے۔ آخر کار ایک دن دروازے میں آگ لگا کر مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ اور ملک اہناس کو گرفتار کر لیا۔ مگر اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے اُس کا سر قلم کر دیا گیا۔ بہت سوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جو لوگ اسلام نہیں لائے اُن کو جزیہ دینے کا حکم دیا گیا۔ [5]

جب صحابہ کرامؓ شہر اہناس کے فتح ہونے کے بعد چالیس روز تک وہاں قیام فرما چکے تو حضرت خالدؓ نے شہر بھنسا اور اُس کے اطراف کو فتح کرنے کے لئے لشکروں کو روانہ فرمایا۔ [6]

اہل اسلام نے مقام مشتا تک اور پھر مقام بقنون تک اور اُس کے گرد و نواح کے مقامات میں سلقوس تک جو جو مقامات تھے اُن سب میں دشمنوں کا پیچھا کر کے قریباً تین ہزار کو قتل کر دیا۔ اور اُن کا سامان لوٹ لیا پانچ سو کے قریب قید کر لئے باقی بھاگ گئے۔ اس کے بعد تمام رعایا اور گرد و نواح کے دیہات و قصبات و قہستان کی رعایا نے جزیہ ادا کرنے کا اقرار کیا اور باہم معاہدہ کر کے صلح کر لی۔ [7]

---

[1] فتوحات بھنسا صفحہ ۱۹۱ تا ۲۳۱۔

عمرو بن حضرت زبیرؓ کی آمد اور دشمن کی دغابازی

ان سب واقعات کے پیش آنے اور صلح کی کارروائی ہو لینے کے بعد عمرو بن حضرت زبیرؓ شہر باب الکبریٰ میں تشریف لائے۔ جن کے ساتھ اہل اسلام کی ایک جماعت تھی۔ یہاں پہنچ کر آپ نے مقام کیا۔ پھر قیسؓ ابن حارث روانہ ہوئے۔ اور طنبدا نامی شہر کے قریب پہنچے۔ اور ایک قصبہ کے پاس آپ نے مقام کیا۔ جو اشنیس کے نام سے مشہور تھا۔ اولیاص وہاں کے بطریق نے دل میں دغا رکھ کر جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔ بلکہ اشنیس کی طرف سے بھی اُس نے جزیہ ادا کرنے کا اقرار کر لیا۔ کیونکہ اشنیس بھی اُس کے ماتحت تھا۔ [1]

اولیاص نے آخر کار دغابازی کی اور ملک بطلوس۔ بھنسا کے بادشاہ سے کمک پا کر اُس نے بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ جس میں بہت مسلمان شہید ہوئے۔ اُن میں سلیمان بن حضرت خالد بن الولیدؓ بھی تھے۔ بالآخر اولیاص اور ملک بطلوس کا بطریق جس کا نام رومانس تھا مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کر دیا گیا۔ [2]

حضرت زبیرؓ کی روانگی ارض فیوم کو

جب حضرت خالدؓ بقیہ لشکر کو لئے ہوئے نویرہ میں مقیم اور سرپوں کی روانگی کی کارروائی میں مصروف تھے تو اُس وقت حضرت زبیرؓ بن العوام ایک ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ جن میں عبدالرحمٰن بن حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عقبہؓ ابن نافع الفہری شامل تھے۔ ارض فیوم کی طرف جانے کا سامان درست کر چکے تھے۔ اور سفر کے لئے بالکل آمادہ دنیا دتھے۔ اُس وقت حضرت خالدؓ کو اُن کے صاحبزادے کی شہادت کی اطلاع زیادؓ بن مغیرہ کے تعزیتی خط سے ملی۔ [3]

فیوم اور ارض فیوم کی فتح حضرت زبیرؓ کے ہاتھ پر

ارض فیوم کی جانب روانہ ہو کر حضرت زبیرؓ اور اُن کے ہمراہی قتال کرتے اور رومیوں کو شکست دیتے ہوئے فیوم جا پہنچے۔ اور فوراً ہی اُس کا محاصرہ کر لیا۔ پھر ایک مہینہ سے بھی کم مدت میں تمام و کمال فیوم کو فتح کر لیا۔ طرح طرح کے مال اور ہر قسم کی غنیمتیں حاصل کر کے حضرت خالدؓ کے پاس نویرہ میں واپس آ گئے۔ کیوں کہ اُن دنوں حضرت خالدؓ کا مقام نویرہ ہی میں تھا۔ [4]

شہر بھنسا

جب مسلمانوں نے شہر بھنسا کا محاصرہ کر لیا تو ملک بطلوس بادشاہ بھنسا نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو گفتگو کے لئے طلب کیا جب وہ مسلمانوں کے مطالبات پر راضی نہیں ہوا تو دوسرے دن رومیوں کی اسّی ہزار

سرزمین بھنسا کا جائے وقوع

شہر بھنسا کو حضرت یوسف علیہ السلام کے صاحبزادے افرائیم نے آباد کیا تھا۔ جس کو نہایت مضبوط فصیل سے محصور کیا گیا تھا۔ قلعہ ایسا عالیشان بنوایا تھا کہ جو اُس زمانہ میں جواب نہیں رکھتا تھا۔ ایک بڑی نہر بحر یوسفؑ سے کھود کر بیچ قلعہ تک لائی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے قلعہ والے پانی کی ضرورتوں سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ شہر کی آرائش خاطر خواہ عمدہ مکانات آراستہ دکانوں اور صاف ستھری سڑکوں سے کی گئی تھی۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عہد طفلی میں لے کر شہر بھنسا ہی میں تقریباً بارہ سال تک قیام پذیر رہی تھیں۔

بھنسا۔ بحر یوسفؑ کے کنارے پر جانب غرب کو آباد ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک بھنسا شرقی کہلاتا ہے (باقی صفحہ ۱۴۳)

---

[1] فتوحات بھنسا صفحہ ۳۳۲ تا ۳۳۶۔

فوج مسلمانوں کے مقابلہ پر آئی۔ لیکن سخت جنگ کے بعد بھی اُس روز فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ رومی قلعہ میں واپس چلے گئے۔ بیس روز تک مسلمان اس قلعہ کا محاصرہ کئے رہے۔ اور دشمنوں سے سخت لڑائی اور مقابلہ کرنے کے اتفاق پیش آتے رہے۔ اسی اثناء میں ذات الایرج کا بطریق بیس ہزار فوج کے ساتھ بطلوس کی طلب پر پہنچ گیا۔ اور اُس نے آتے ہی مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ لیکن سخت جنگ کے بعد وہ اور اُس کی فوج کے بہت آدمی مارے گئے۔ قریباً تین ہزار کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا کچھ دریا میں ڈوب گئے۔ باقی فرار ہو گئے۔ ۵۲

پھر ایک شب کو ملک بطلوس نے اپنے سردار کراکیر کو دس ہزار فوج کے ساتھ مسلمانوں پر شبخون مارنے کے لئے روانہ کیا۔ جب مسلمانوں کی بے خبری میں اس لشکر نے اندھیری رات میں حملہ کر دیا تو مسلمانوں نے بھی ہوشیار ہو کر بڑی دلاوری اور شجاعت سے اُن کا مقابلہ کیا۔ خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اور رومی سردار کے قتل ہونے کے بعد رومیوں کی فوج اپنے

(بقیہ سلسلہ ۱۴۲) اور دوسرا بھنسا غربی یا الغربی ہے۔ یہ دونوں حصے دریائے مذکور کے دونوں جانب آباد ہیں۔ یہاں ہر سال اُن صحابہؓ اور تابعینؒ کا عرس ہوتا ہے۔ جو فتح اسلام کے زمانے میں اس مقام پر شہید ہوئے تھے۔ بھنسا میں بڑے بڑے علماء اور فضلا ہوئے ہیں جن میں سے شہاب الدین ابوالعباس بن ادریس المشہور بہ قرافی اور فقیہ زین الدین عمر بن محمد بلقینامی جنہوں نے مختصر التبریزی کی شرح لکھی ہے۔ زیادہ مشہور ہیں۔ اول الذکر نے ۶۸۴ھ میں اور آخر الذکر نے ۶۸۵ھ میں قضا کی۔ (دونوں ہم اثر تھے) (جغرافیہ مصر یعنی کتاب التحفۃ الانسیہ فی جغرافیۃ المصریہ)

(بحر یوسفی) وہ بحر ہے جس پر شہر بھنسا کا مدار ہے۔ بحر یوسفی بہت ہی بابرکت ہے۔ اُس کا کنارہ آبادی کے بہت قریب ہے اور اس قدر نزدیک ہے کہ دریائے نیل کی تھوڑی ہی طغیانی سے اس دریا میں اس قدر وافر پانی آجاتا ہے کہ سب کنارے کے گاؤں و قصبات سیراب ہو جاتے ہیں۔ اور دریائے نیل کی طغیانی میں کمی کے وقت نحو و بجود اس کے سوتوں سے اس قدر پانی نکلتا ہے جس سے یہ دریا بہت اچھی طرح رواں ہو جایا کرتا ہے۔ جب کہ سرزمین بھنسا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نہر جاری ہو گئی تو سیدنا یوسفؑ کے صاحبزادے نے پل بنوا کے آباد کیا)۔

بنی اسرائیل نے سرزمین بھنسا میں سکونت اختیار کر کے اور مکانات تعمیر کرا کے باغات لگائے تھے۔ ان تمام باغات اور مکانات کی آبادی۔ مصر اور فیوم کے غربی جانب میں تھی۔ غرض کہ اُس وقت سرزمین بھنسا کی غربی جانب سے لے کر مقام صعید کی آخری حد تک تمام و کمال بنی اسرائیل کے تحت میں تھی۔ (فتوحات بھنسا صفحہ ۵ تا ۸)۔

اس جنگ بھنسا میں خاص وہ حضرات جو جنگ بدر میں جناب رسالت مآب صلعم کی ہمراہی میں رہے تھے اُن میں سے قریب ستر بزرگوار کے موجود تھے۔ اور تمام سرزمین بھنسا میں قریب پانچ ہزار صحابیؓ رسول اللہ صلعم مدفون ہیں۔ عمرو بن العاصؓ روایت فرماتے تھے کہ بلاشک و شبہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ بعد مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے کوئی سرزمین مصر کی سرزمین سے زیادہ برکت والی نہیں ہے۔ اور سرزمین مصر بھی غربی جانب میں زیادہ مبارک ہے۔ اور شاید کہ وہ مبارک زمین یعنی مصر کا غربی جانب بھنسا ہے علی ابن حسینؓ فرماتے تھے کہ سرزمین مصر میں غربی جانب کوئی زمین زیادہ تر مبارک اور زیادہ تر برکت والی بھنسا کی سرزمین سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور بو علی وفاق اللہ تعالیٰ سرہٗ جب کبھی بھنسا کے میدان کی طرف جاتے تو اپنی پوشاک اُتار کر اُس مقام کی خاک پاک میں لوٹتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اے میدان تو وہ ہے کہ جس کا جو غبار بلند ہوا۔ وہ اللہ ہی کی راہ میں بلند ہوا ہے۔ حضرت ذوالنونؒ مصری ہر سال میدان بھنسا کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ (فتوحات بھنسا صفحہ ۲۵۴ تا ۲۵۸)

۵۲ غربی مصر کا فرماں روا بطلوس اور شرقی مصر کا حکمران مقوقس تھا۔

---

۵۱ فتوحات بھنسا ۱۷ تا ۳۶۔

قلعہ میں واپس چلی گئی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کا بھی بہت نقصان ہوا۔ چار سو پینتیس بزرگوارانِ اسلام نے شربت شہادت نوش فرمایا۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ بھنسا کے محاصرین مسلمانوں کی امداد پر

ملک بطلوس والیٔ بھنسا کی دغابازیوں سے تنگ آکر بعد مشورہ مسلمانوں نے حضرت خالدؓ کو امداد کے لئے بلانے کے واسطے امیر غانم ابن عیاضؓ سے کہا جنہوں نے حضرت خالدؓ کو تمام حالات کی اطلاع دے کر اُن سے جلد پہنچنے کی استدعا کی۔ حضرت خالدؓ نے امیر غانمؓ کے جواب میں حضرت زبیرؓ اور آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہمراہ تین سو شہسوار سرزمین بھنسا کی طرف روانہ کر دیئے۔ بعد ازاں چند اور صحابہؓ کو دو دو سو سواروں پر افسر مقرر کر کے اُن سے فرمایا کہ حضرت زبیرؓ کے نقش قدم پر روانہ ہو جائیں۔ ان سب کی روانگی کے بعد حضرت خالدؓ نے اپنے مقام پر ایک رات اور بسر کی اور پھر صبح کو باقی ماندہ فوج کے ساتھ خود بھی بھنسا کی طرف کوچ فرمایا۔ [2]

حضرت زبیرؓ کا ورود بھنسا میں۔

حضرت زبیرؓ بن العوام جب مسافت طے فرما کر شہر بھنسا کے قریب پہنچے تو اُس وقت آپ نے معہ اپنے ہمراہیوں کے تہلیل و تکبیر کی آوازیں بلند کیں۔ اور آنحضرت صلعم پر درود بھیجنا شروع کیا جس کو سُن کر رومی اپنے قلعہ پر چڑھ آئے۔ اور آپ کو اور آپ کے ہمراہیوں کو انہوں نے دیکھنا شروع کیا۔

حضرت زبیرؓ کا ارشاد۔

وقفہ وقفہ سے وہ صحابہؓ بھی جو حضرت زبیرؓ کے بعد ان کے نقش قدم پر روانہ ہوئے تھے۔ جب سب پہنچ گئے تو حضرت زبیرؓ نے اور ضرار بن ازورؓ نے امیر غانمؓ سے کہا کہ ہم کو یہ گمان ہوتا ہے کہ آپ سب کے سب مجہود ہیں۔ حالانکہ آپ سب لوگوں کے دشمن کھانے پینے میں مصروف ہیں۔ اور غافل ہیں۔ اگر آپ لوگ مجہود نہیں ہیں تو پھر یہ کیسی حالت ہے۔

بھنسا پر حملہ

بعد ازاں تمام رمائے لشکرِ اسلام دشمنوں سے مقابلہ کی غرض سے شہر بھنسا کے دروازے پر جا پہنچے۔ اور تیراندازی شروع کر دی۔ اور گولیاں مارنے لگے۔ دشمنوں نے بھی تیراندازی کرنے میں سرگرمی کی اور پتھروں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ یہ لڑائی ہو رہی تھی کہ شدت غیض و غضب میں دشمن خدا بطلوس دامن کوہ کی طرف قلعہ بھنسا کا دروازہ کھلوا کر قلعہ کے باہر آگیا۔ اور معہ فوج کے مسلمانوں کے قریب آکر اُن پر حملہ آور ہوا۔ جب لڑائی زور و شور کے ساتھ ہو رہی تھی اُس وقت حضرت خالدؓ پہنچ گئے۔ اور لڑائی میں شریک ہو گئے۔ بالآخر بطلوس کی فوج کو شکست ہوئی اور وہ مسلمانوں کے سامنے سے بھاگ کر بقیتہ السیف فوج کے ساتھ قلعہ میں واپس چلا گیا۔ اس لڑائی میں دشمنوں کے چار ہزار آدمی قتل اور دو ہزار ایک سو مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہو گئے۔ اور دو سو اسی شہسوارانِ اسلام نے اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی رضا جوئی میں نثار کیا۔ [3]

ملک البطلوس کا بیس ہزار فوج سے مسلمانوں پر ہجوم اور حضرت زبیرؓ

اس شکست کا ہونا ملک البطلوس پر نہایت شاق گزرا۔ اور اس کا انتقام لینے کے لئے اُس نے مسلمانوں پر شبخون مارنے کا ارادہ کیا۔ تیاری کے بعد اُس نے قلعہ کے باب جبل۔ باب قدس اور باب شوق پر ایک ایک

---

[1] فتوحات بھنسا صفحہ ۳۵۶ تا ۳۷۶۔

گروہ کو متعین کیا۔ اور اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو تعینات کیا کہ جب بطلوس باب توما سے حملہ کرنے کے واسطے نکلے تو وہ قرنا بجا دے۔ تاکہ تمام لوگوں کو اطلاع ہو جائے اور بیکدم سب لوگ مسلمانوں پر اُن کی غفلت میں ٹوٹ پڑیں۔ اور اُن کا قتال شروع کر دیں۔ جب بطلوس حملہ کرنے کے لئے نکلا اور قرنا بجا تو لشکر اسلام کے بعض اصحابؓ نے قرنا کی آواز سنی تو وہ نہایت تیزی سے اُن اصحاب کی طرف پہنچے جو بے خبر اور غافل تھے۔ قبل اس کے کہ دشمن کی فوج اُن تک پہنچے وہ ہوشیار ہو گئے۔ اسی اثناء میں رُومیوں نے مسلمانوں کے سامنے پہنچ کر رات کی تاریکی میں حملہ کرنا شروع کر دیا۔ حضرت خالدؓ نے دشمنوں کی حملہ آوری کا غلغلہ سنا تو آپ بھی یکبارگی گھبرائے ہوئے اُٹھے۔ اور برہنہ سر مناجات میں مشغول ہو گئے اور بعد مناجات نہایت تیزی سے ہتھیار لگا کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ الغرض حضرت خالدؓ اور آپ کے ہمراہی بطلوس کے سامنے پہنچ گئے۔ اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ لڑتے لڑتے آدھی رات کا وقت آ گیا۔

امیر عاتمؓ باب جبل کی طرف تھے۔ اُس طرف بھی سخت لڑائی ہوئی جس میں محمد بن حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ شہید ہوئے۔ غرض کہ چاروں طرف ہنگامۂ کارزار گرم تھا۔

باب قدس کی جانب حضرت زبیرؓ معہ دیگر صحابہؓ کی جماعت کے موجود تھے۔ جس وقت بطلوس نے چھاپہ مارا اور ہنگامہ برپا ہوا تو آپ معہ اپنے ساتھیوں کے بہت جلد دروازے پر پہنچ گئے۔ اور دشمنوں کی فوج سے باہم سخت مقابلہ اور جنگ واقع ہوئی۔ ایک سو بتیس شہسواران اسلام نے اُسی دروازے پر دشمنوں کے ہاتھوں سے شہادت کا خلعت پہن کر آرام گاہ جنت کو کوچ فرمایا۔ بالآخر رُومیوں کو شکست ہوئی وہ اپنے قلعہ میں بھاگ کر چلے گئے۔ اور اُس کی دیواروں پر چڑھ کر اُنہوں نے سنگ باری اور تیر اندازی شروع کر دی۔ اس جنگ میں پانچ سو چالیس مسلمان شہید ہوئے۔ دشمنوں کا نقصان ہزاروں کا ہوا۔ مسلمانوں نے شہر بھنسا کا ایک سال تک محاصرہ رکھا۔[1]

حضرت زبیرؓ کا قلعہ و شہر بھنسا میں فاتحانہ داخلہ

حضرت خالدؓ کے ایک حبشی غلام۔ نجاح نے ایک شب دیکھا کہ ایک کتا خیمہ میں آ کر دو روٹیاں لے کر باہر چلا۔ کیونکہ کئی روز سے روٹیاں غائب ہو رہی تھیں۔ اس لئے حضرت خالدؓ نے غلام کو چھپ کر دیکھتے رہنے کے لئے کہہ رکھا تھا۔ اب جو کتے کو روٹیاں لے جاتے ہوئے دیکھا تو غلام یہ جاننے کے لئے کہ کس کا کتا ہے اُس کے پیچھے ہو لیا اور وہ چلتے چلتے ایک سرداب کے دہانے تک جا پہنچا جس میں قدرے قلیل پانی دریا سے آتا تھا۔ اور اگلے بادشاہوں نے اس سرداب کو بھنسا والوں کی ضرورتیں نکلنے کے واسطے بنوا دیا تھا۔ اس سرداب کی کسی کو خبر نہ تھی۔ غلام یہ دیکھ کر واپس آیا اور اُس نے حضرت خالدؓ کو سارا ماجرا سنا دیا۔ اُنہوں نے خود جا کر اُسے دیکھا اور دیکھ کر حد سے زیادہ خوش ہوئے۔ اور سورۂ فتح پڑھی۔ اس کے بعد وہ اپنے ہمراہی اصحابؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور تمام قصہ سرداب کا اُن کے روبرو بیان کر کے کہا کہ میں آپ صاحبان میں سے پورے ایک سو اصحاب ایسے چاہتا ہوں جو اپنی جانوں کو اللہ عزوجل کی خوشنودی حاصل کرنے کے عوض میں بیچ ڈالیں۔ اور جہاں میں جاؤں میرے ہمراہ چلیں۔ نیز ایک نہایت مضبوط اور بہادر جماعت اور بھی چاہتا ہوں کہ جو قلعہ کے دروازے کے سامنے حاضر اور موجود رہے۔ جس وقت ہم ایک سو دروازہ کھول دیں اُس وقت وہ جماعت دروازہ کھولتے ہی بے تامل ہمارے پاس چلی آئے۔

---

[1] فتوحات بھنسا صفحہ ۳۷۶ تا ۳۹۴۔

الحاصل حضرت خالدؓ نے ایک سو اصحاب جن میں عبدالرحمٰن بن حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عبداللہ بن حضرت عمرؓ وغیرہ تھے۔ اپنے ہمراہ لیا اور دروازے کے سامنے کے لئے حضرت زبیرؓ اور آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کو معہ دیگر صحابہؓ کے منتخب فرمایا۔ پھر خود سرداب کی طرف روانہ ہوئے۔ جس میں ہو کر اسّی صحابہؓ اندر داخل ہو سکے۔ باقی بیس سرداب کا راستہ تنگ ہونے کی وجہ سے اُس کے اندر داخل نہ ہو سکنے کی وجہ سے حضرت زبیرؓ کے پاس آ کر شامل ہو گئے۔ جب آدھی رات گذر گئی تو اسّی اصحابؓ نے دربانوں کو جو نشہ میں تھے قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔ اور باہر والوں کو پکارا۔ وہ ہمہ تن گوش تھے۔ اُن کی آواز سنتے ہی سب کے سب بُرج پر جا پہنچے۔ اور جس قدر بطریق اُس بُرج کے متعلق وہاں موجود تھے۔ سب کو قتل کر دیا۔ اور تکبیر کی آوازیں بلند کیں پھر وہ سب کے سب حضرات بھی جو ابھی تک قلعہ کے اندر داخل نہیں ہوئے تھے اُن سب کے جواب میں تہلیل و تکبیر اور صلوٰۃ پڑھتے ہوئے اُس دروازے سے قلعہ میں داخل ہوئے۔ جس دروازے سے داخل ہو کر لوگ شہر بھنسا کے بازار کی جانب جایا کرتے تھے۔ اور سب نے مل کر یک بارگی بطلوس کے محل پر حملہ کیا۔ بطلوس گرفتار کر لیا گیا۔ تین ہزار رُومی اور ایک سو چوراسی مسلمان شہید ہوئے۔ بطلوس کے گرفتار ہونے سے قلعہ بھنسا کی جنگ کا معاملہ یک سو ہو گیا بطلوس سے اس شرط پر مصالحت ہو گئی کہ سالانہ ایک ہزار مثقال سونا اور اسی مقدار میں چاندی خالص اور دس ہزار وسق جَو اور گیہوں لشکر اسلام کے امیر کی خدمت میں بطور جزیہ بھیجتا رہے گا۔ اور ہمیشہ بمقابلہ اہلِ اسلام عاجزی کے ساتھ پیش آئے گا۔ بعد اس کے اُس کو قید سے رہا کر دیا گیا۔ مگر قبل رہائی کے اُس کو کنیسہ یعنی عبادت گاہ میں لے گئے۔ اور کنیسہ کے اندر اُس سے اُس کی تمام مذہبی کتابوں کی قسم لی گئی۔ دوسری جانب بطلوس نے بھی مسلمانوں سے اس امر کا اقرار کرا لیا کہ مصالحہ ہو جانے کے بعد بلا شک و شبہ تمام مسلمان بھنسا کے شہر سے چلے جائیں گے۔ اور اسی قدر مسلمان بزرگوار بطلوس کے پاس چھوڑے جائیں گے جو مصالحہ کی مشروط رقموں کو اُس سے وصول کریں گے۔ اس لئے تمام مسلمان شہر بھنسا سے باہر چلے گئے۔ اور صرف فضالہؓ ابن یزید سلمی اور عوفؓ ابن سلامہ مذری اور مقسومؓ ابن سعد جہنی منجملہ اُمراء کے معہ دو سو مسلمانوں کے بطلوس کے پاس باقی رہ گئے۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور اکابر صحابہؓ کو بطلوس اور اُس کے معاہدہ پر بے اطمینانی۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے تحریر فرمایا تھا کہ بطلوس کو تم لوگ اپنی امان میں لے لو اور جن چیزوں کے دینے کی شرط پر بطلوس تم لوگوں سے صلح کرتا ہے وہ سب چیزیں بطلوس سے وصول کر لو اور بعد اس کے بطلوس کو چھوڑ دو۔ اس لئے کہ اگر تم ایسی کارروائی نہیں کرو گے تو اس صورت میں صعید کے تمام لوگ تم سب سے متنفر ہو جائیں گے۔ مگر حضرت زبیرؓ۔ خالد ابن الولیدؓ مقدادؓ بن اسود کندیؓ اور دیگر چند صحابہؓ میں سے کسی بزرگوار کے دل کو بطلوس اور اُس کے معاہدہ پر کچھ اطمینان نہ تھا کیونکہ اُن سب حضرات کے دلوں کو بطلوس کے خیانت کار ہونے کا یقین ہو گیا تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ وہ عہد شکن ہے۔ الغرض دو ماہ تک بطلوس اور اُس کے سب لوگ مسلمانوں کے واسطے نقد و جنس یعنی غلہ و روپیہ وغیرہ کل سامان رسد کی بہم رسانی میں برابر مصروف رہے۔ اور کسی طرح کی فروگذاشت مسلمانوں کی مہمانداری میں نہیں کی مگر اُس کی اندرونی کوشش اور دلی آرزو یہ تھی کہ کوئی وقت آئے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کرے۔ [2]

---

[1] [2] فتوحات بھنسا صفحہ ۴۰۰ تا ۴۰۹۔

بطلوس کی مسلمانوں سے دغا اور بعض صحابہؓ کی شہادت اور حضرت اسماءؓ زوجہ حضرت زبیرؓ کی بہادرانہ جنگ

بطلوس کی عہد شکنی کے خیال سے خالدؓ نے ایک جماعت کو جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ شہر کے اندر بطلوس کے محل کے قریب اور دروازوں پر مقرر کر دیا تھا۔ اس جماعت کے سوار لشکر اسلام کو شہر کے باہر خیموں میں قیام کرنے کا حکم دیا تھا۔ جب ۲ مہینے کی مدت مسلمانوں کے قیام پر ختم بلکہ معاملہ کر لینے پر گزر چکی تو ایک روز بطلوس نے عبادت خانہ کے اندر اجلاس کیا۔ اور اپنے بھروسہ کے سرداروں سے مسلمانوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ ان سبھوں نے مسلمانوں کے قتل پر اتفاق کیا۔ تو انہوں نے تھوڑی رات گئے مسلمانوں کی اس جماعت پر جو بطلوس کے محل کے قریب متعین تھی۔ دو ہزار سواروں کی جمعیت سے ہلہ کیا اور ان تمام مسلمانوں کے منھوں میں کپڑے ٹھونس دئے تاکہ باہر کے مسلمان ان کی آوازیں نہ سن سکیں۔ پھر شہر کا دروازہ کھول کر باہر نکلے اور جو مسلمان خیموں میں تھے۔ ان کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ مسلمان بے خبر سو رہے تھے کہ یہ ہنگامہ برپا ہو گیا۔ حضرت خالدؓ اور دوسرے اصحابؓ اپنی اپنی آرام گاہ سے اٹھ کر چلے تو دیکھا کہ لشکر اسلام بطلوس کی عہد شکنی سے نہایت درجہ کٹھن مصیبت میں مبتلا ہو رہا تھا۔ زیاد بن ابی سفیان ان کے بھائی ہبارؓ اور دیگر چند صحابہؓ ایک ٹیلہ پر جائے پناہ سمجھ کر چڑھ گئے تھے کہ دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر کر انہیں شہید کر دیا۔

لشکر کی موجودہ عورتوں نے دشمنوں سے نہایت سخت جنگ کی۔ حضرت اسماءؓ بنت عمرت ابوبکر صدیقؓ آمنہ انصاریہؓ ام ابانؓ اور لغامہ بنت منذرؓ اور انہیں عورتوں کی ہم رتبہ اور دلاور عورتوں نے اس رات کے معرکہ میں سخت لڑائی لڑی۔ ایک جماعت مسلمانوں کی شرف شہادت سے مشرف ہوئی۔ حضرت خالدؓ اور ان کے ہمراہی صحابہؓ نے اپنے حملوں سے صفوں کی صفیں الٹ دیں تو آخر کار بطلوس اور اس کے ساتھی رومیوں کو شہر کے اندر جا کر دروازہ بند کر لینا پڑا۔ پھر اس نے دن نکلنے پر شہر میں مقیم مسلمان جو گرفتار کر لئے گئے تھے ان کو برج کے اوپر لے جا کر قتل کرا دیا۔ تاکہ مسلمان دیکھیں اور رنجیدہ ہوں۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور آپ کے صاحبزادے عبداللہؓ بن زبیرؓ کا حملہ باب بحر پر

اس دوسری مرتبہ کے محاصرہ بطنسا میں تمام اصحابؓ لشکر اسلام نے کامل تین برس تک اس مقام میں قیام فرمایا۔ اس زمانے میں وہ اکثر اوقات سواد بطنسا پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب ان میں سے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ وغیرہ چند اصحابؓ واحات کی طرف گئے تو ایک ماہ سے بھی کم مدت میں اسے فتح کر لیا۔ عقبہؓ بن نافع فہری ایک ہزار سواروں سے برقہ کی طرف گئے اور پھر اسی مقام پر واپس آ گئے۔ مگر اس محاصرہ پر جب عرصہ ہو گیا تو مشورہ کر کے ایک شب سیڑھیوں اور دوسری ترکیبوں سے چند مسلمانوں کو قلعہ کے برجوں پر پہنچا دیا گیا۔ جنہوں نے نیچے اتر کر دربانوں کو قتل کر کے ان کے سردار کے پاس سے کنجیاں حاصل کر لیں اور دروازہ کھول دیا۔ پھر وہ دوسرے دروازے کی طرف گئے جس کا سلسلہ بطلوس کے محل تک جا کر ختم ہو جاتا تھا۔ وہ دروازہ تیغہ کیا ہوا تھا۔ مگر مسلمانوں نے تیر نکال کر دروازہ کھول دیا۔ اور برج پر چڑھ کر وہاں کے دروازے کو بھی کھول لیا۔ اور دشمنوں کی ایک جماعت جو سد راہ ہوئی ان میں سے بہت سوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اس ہنگامہ سے بطلوس ہوشیار ہو کر معہ اپنے بطریقوں کے مسلمانوں کی جانب چلا۔ رومیوں نے بطلوس کے پہنچ جانے سے تقویت پا کر دروازہ پر پہنچ جانے میں

---

[1] فتوحات بطنسا صفحہ ۴۰۹ تا ۴۱۳۔

سبقت کی۔ اور دونوں طرف کے دلاوروں اور جنگ آوروں میں سخت لڑائی شروع ہوگئی۔ خالدؓ اور یکے بعد دیگرے تمام صحابۂ کرامؓ بھی قلعہ میں داخل ہوگئے۔ [1]

حضرت زبیرؓ کا رجز

راوی نے بیان کیا ہے کہ حضرت زبیرؓ بن العوام سرداری کا نشان دستِ مبارک میں لئے ہوئے معہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بھنا کے اندر داخل ہوئے تو یہ اشعار جوش الحمانی کے ساتھ فتح کی خوشی اور دلاوری اور حمیت دینِ اسلام کے جوش و خروش کے عالم میں زبان مبارک سے ارشاد فرماتے ہوئے آگے بڑھے۔

ایا بطلوس یا کلبا العینا	ویا نسل الطغاۃ الارذلین
انتک حماۃ دین اللہ حقا	وا ولاد الکرام الاشرفین
خیار الناس نسل بنی نزار	کرام فی الاعادی قاطعین
اذا اشتدت ملظی الحیجا تراھم	علیکم کالسباع الضارمین
فلم ترفیھم ابدا اجبانا	ولم ترفیھم ابدا حزینا
ولست تری سوی مقدام قوم	نھار الحرب ضد یلا امتینا

ترجمہ:۔ اے بطلوس اے لعنت کے مارے کتے اور اُن سرکشوں کی اولاد جو سب سے بدتر قوم کے لوگ تھے۔ تیری جانب اللہ کے دین کی حمایت کرنے والے لوگ جو کہ سچا دین ہے آئے ہیں۔ اور وہ اُن بزرگوار لوگوں کی اولاد ہیں جو زیادہ تر شرف والے لوگ تھے۔ نیکوترین آدمیوں میں بنی نزار کی نسل ہیں۔ (یعنی سب کے سب حضرات بنی نزار میں سب سے زیادہ نیک لوگ ہیں اور ایک پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ سب حضرات جو بنی نزار کی نسل ہیں تمام عالم کے نیکو کار لوگوں سے زیادہ تر نیک گروہ کے لوگوں میں سے ہیں) بزرگوار لوگ ہیں اور دشمنوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے والے ہیں جس وقت کارزار کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ لیکن ایسی نازک حالت اور کٹھن وقت میں بھی تم لوگ اُن میں سے کسی شخص کو کبھی بزدلی کی حالت میں دیکھو گے۔ اور نہ کسی کو غمگین پاؤ گے (جو اعلیٰ درجہ کی دلیری اور صبر و استقلال کی دلیل ہے)۔ اور نہ دیکھے گا تو بجز پیش رو قوم کے جنگ کے روز پُر دل سردار اور متانت والا (یعنی جنگ کے روز اُن سب حضرات میں سے تو کسی بزرگوار کو سوا اس حالت کے دوسری کسی حالت میں نہ دیکھے گا کہ اُن میں سے ہر ایک بزرگوار ایک گروہ کا پیشرو اور سردار اور پُر دل اور دلاوری کے جوش کے عالم میں ہوگا۔ اور بڑی متانت کے ساتھ ہوگا۔) [2]

شہر کے اندر تمام صحابہؓ نے پہنچتے ہی ہنگامۂ کارزار گرم کر دیا اور وہ رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اُس دروازے میں بھی اُنہوں نے اُسی طریقہ سے حملہ کیا جیسا کہ سخت لڑائیوں میں بعض بعض موقعوں پر کیا تھا۔ وہ طریقہ یہ تھا کہ بعض بعض اُمرائے لشکر اسلام نے ایک ایک قبول کے ساتھ ایک ایک دروازہ پر حملہ کیا۔ حضرت زبیرؓ اور آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ایک جماعت اُمرائے اسلام کے ساتھ باب البحر کی جانب حملہ آور ہوئے۔ اس جماعت نے بڑے تہمہ کے ساتھ یکبارگی دشمنوں پر دھاوا کیا اور سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دروازے کی جانب قدم بڑھایا۔ اُس وقت رومیوں

---

[1] فتوحات شام صفحہ ۲/۴ تا ۴۲۵۔

کی یہ حالت تھی کہ تمام رُومی قلعہ کی دیواروں پر چڑھے ہوئے۔ اہلِ اسلام پر تیر اندازی اور سنگ باری کر رہے تھے۔

عین کارزار میں حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی نماز اور مسلمانوں کی فتح

جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ دروازہ پر پہنچ گئے تو اپنے گھوڑے سے نیچے اُتر پڑے اور دو رکعت نماز اس انہماک اور توجہ الی اللہ کے ساتھ خالقِ بے نیاز کی درگاہ میں ادا کی جو آپ کی تمام زندگی کا خاصہ رہا ہے۔ اگرچہ آپ کے نماز پڑھنے کے اثنا میں رُومیوں نے جو دیواروں پر چڑھے ہوئے تھے۔ آپ کو کتنے ہی پتھر مارے۔ یعنی آپ کے نماز کے ختم کرنے تک برابر سنگ باری کرتے رہے۔ لیکن آپ نے اُن کی سنگ باری کی طرف مطلق اعتنا اور کچھ پروا نہیں کی۔ اور نہایت استقلال کے ساتھ جس طرح آپ نے نماز کو شروع کیا تھا اُسی طرح ایک حالت سے ختم کیا اور جب نماز ختم ہو چکی تو اُس وقت سب حضرات کے ساتھ جو آپ کے ہمراہ تھے مل کر اُس دروازے کے محافظ اور موجود رُومیوں پر حملہ کر کے سب کو قتل کیا۔ اور دروازے کے گرداگرد حصہ کو کھود کر دروازہ کھول دیا۔ بعد اس کے سب حضرات ایک ساتھ مل کر بُرج کے اُوپر چڑھ گئے اور وہاں کی ہر چیز کو مسمار اور منہدم کر ڈالا۔ اور بُرج کے نگہبان رُومیوں کو تیغ زنی کر کے اُس بُرج کا دروازہ بھی فتح کر لیا۔ یہ سب کارروائی حضرت زبیرؓ اور آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے اور آپ کے ہمراہی حضرات نے کی۔ [1]

دوسرے صحابہؓ کی جماعتوں نے باب جبل کی طرف حملہ کر کے وہ دروازہ بھی کھول دیا۔ بطلوس حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تو رُومی ہمت ہار کر دروازوں کی جانب بھاگ نکلے لشکرِ اسلام کے شہسواروں نے اُن کا پیچھا کر کے بہت دشمنوں کو قتل اور قید کر لیا۔ اس معرکہ میں گلی کوچوں میں تیس ہزار رُومی مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے۔ اور بیس ہزار کو مسلمانوں نے قید کر لیا۔ شہسوارانِ اسلام میں سے چار سو سے زیادہ نے شربت شہادت نوش کیا۔ جن میں ابو سلمہؓ اسدی بھی تھے۔ [2]

فتح بھنسا کے بعد

مالِ غنیمت کا خمس جو فتح بھنسا سے حاصل ہوا تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ جو مصر کے امیر تھے۔ اُن کے پاس معہ ایک خط کے روانہ کیا گیا۔ اور جو امیر اُن کے ساتھ مصر میں تھے اُن کے واسطے بھی مالِ غنیمت کے حصے بھجوائے گئے۔ اور اسی طرح ایک خمس حضرت عمر ابن الخطابؓ کی خدمت میں اور جس قدر اصحاب رسول اللہ صلعم اُن کے پاس موجود تھے۔ اُن سب حضرات کے لئے بھی مدینہ منورہ بھجوایا۔ [3]

بھنسا کے فتح ہو جانے کے بعد حضرت خالدؓ ایک دو مہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ پھر ایک ہزار بزرگواروں کے ساتھ حضرت مسلم ابن عقیلؓ کو شہر بھنسا کا حاکم بنا کر دو ہزار شہسوارانِ اسلام کے ساتھ خود سرزمین صعید کی طرف کوچ فرما گئے۔

حضرت مسلمؓ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت تک بھنسا میں حاکم رہے۔ اُس کے بعد محمدؐ بن جعفرؓ بن ابی طالبؓ اور اپنے اعزاء کو وہاں کا متولی مقرر فرما کر خود مدینہ طیبہ میں جا رہے۔ یہاں تک کہ حضرت حسین بن علیؓ کے زمانہ میں شہید ہو گئے۔ قریشی اور شرفا نے بھنسا میں مشرقی جانب سکونت اختیار کی تھی۔ اُس کو محلہ اشراف

---

[1] فتوحات بھنسا صفحہ ۴۳۳ تا ۴۴۸۔

کہتے تھے۔ شہر بھنسا بہت آباد تھا بنی امیہ اور بنی عباس کی لڑائی میں اس کی آبادی میں کمی واقع ہوگئی۔ جنگ و جدل کے زمانے میں بہت سے لوگ ترک سکونت کرکے دوسرے مقامات پر چلے گئے۔ بھنسا کے بعد حضرت خالدؓ کی قیادت میں ایک کے بعد دوسرے شہر سرزمین صعید کی آخری حد تک فتح ہوگئے ان کے بعد عدن اور سواحل کو بھی فتح فرمایا۔[1]

انتظام خلافت اور حضرت عمرؓ کی شہادت

مسند امام احمد ابن حنبلؒ کا بیان ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ مصر کی کامل فتح کے بعد حضرت زبیرؓ مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔ آپ مدینہ منورہ ہی میں موجود تھے کہ حضرت عمرؓ کو وہ حادثہ پیش آیا جس سے آپ کو تنہا دت نصیب ہوئی۔ ڈائی فیملی الزبیرؓ میں ہے کہ ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ کی شہادت سے پہلے حضرت زبیرؓ مدینہ آچکے تھے۔ اور اُن کے جانشین کے انتخاب میں حصہ لیا تھا۔

حضرت عمرؓ کا قاتل

مدینہ منورہ میں مغیرہ بن شعبہؓ کا ایک نصرانی غلام (قوم پارسی) فیروز نامی تھا جس کی کنیت ابو لولو تھی۔ اُس نے بازار میں ایک دن حضرت عمر فاروقؓ سے شکایت کی کہ میرا آقا مغیرہ بن شعبہؓ مجھ سے بہت زیادہ محصول لیتا ہے۔ آپ کم کرا دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے تعداد دریافت فرمائی تو اس نے دو درہم (قریباً سات آنے) روز بتلائے۔ پھر حضرت عمرؓ نے استفسار فرمایا کہ تو کیا کام کرتا ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ آہنگری (لوہار کا کام) نقاشی۔ نجاری (بڑھئی کا کام) فرمایا۔ ان صنعتوں کے مقابلے میں یہ محصول زیادہ نہیں ہے۔ پھر مخاطب ہوکر فرمایا۔ میں نے سنا ہے کہ تو ایک قسم کی چکی بناتا ہے جو ہوا کے زور سے چلتی ہے۔ مدینہ میں آٹے کی تکلیف ہوتی ہے۔ تو مجھے اس قسم کی ایک چکی بنا دے۔ اُس نے عرض کیا۔ میں ایسی چکی بنا دوں گا جس کی آواز اہل مشرق و مغرب سنیں گے۔ ابو لولو اسی قدر باتیں کرکے دل ہی دل میں ناراض ہوکر چلا گیا اور حضرت عمرؓ اُس کے تیور تاڑ گئے۔

قاتلانہ حملہ

دوسرے دن صبح کے وقت جب حضرت عمر فاروقؓ نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں آئے تو ابو لولو بھی خنجر لے کر داخل ہوا۔ جوں ہی صفیں درست ہوئیں حضرت عمرؓ امامت کے لئے آگے بڑھے اور نماز شروع کی۔ ابو لولو نے میان صف سے نکل کر آپ پر چھ وار کئے۔ ایک ان میں سے ناف کے نیچے پڑا۔ حضرت عمرؓ نے فوراً حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو کھینچ کر اپنی جگہ پر کر دیا۔ اور خود صدمۂ زخم سے بیہوش ہوکر گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عمرؓ فرش مسجد پر تڑپ رہے تھے۔ اور عبدالرحمنؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ ابو لولو نے مسجد سے نکلتے ہوئے کئی آدمیوں کو زخمی اور کلیبؓ ابن ابی بکر لیثی کو شہید کیا۔ بالآخر وہ گرفتار کیا گیا اور اُس نے خود کشی کر لی۔[2]

جانشینی کی تسکیم

نماز ختم ہونے کے بعد حضرت عمرؓ کو گھر پر لوگ اُٹھا کر لائے۔ آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو بلا کر فرمایا۔ میں تم سے کچھ عہد کیا چاہتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا۔ آپ مجھ سے عہد کریں گے۔ فرمایا نہیں۔ یہ خدا میں ایسا نہ کروں گا۔ جاؤ میں اُن لوگوں سے عہد لوں گا۔ جن سے آنحضرتؐ راضی اور خوش تشریف لے گئے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرات علیؓ و عثمانؓ و زبیرؓ و سعدؓ اور خود عبدالرحمن بن عوفؓ کو بلایا اور ان صحابہؓ سے مخاطب ہوکر کہا۔ تین روز تم لوگ طلحہؓ کا انتظار کرنا۔ اگر وہ آجائیں تو فبہا

---

[1] فتوحات بھنسا صفحہ ۹۴ [2] الفاروق صفحہ ۱۲۳ و ابن خلدون صفحہ ۱۵۲۔

ورنہ تم لوگ مشورہ کرکے اپنے میں سے امیر بنا لینا۔

خلیفہ منتخب کو وصیت

کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد صحابہؓ کو مخاطب کرکے آپ نے فرمایا کہ جو شخص خلافت کے لئے منتخب ہو میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصارؓ کے حقوق کا بہت لحاظ رکھے۔ کیونکہ یہ وہ ہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلعم کی مدد کی۔ اپنے گھر میں انہیں ٹھہرایا۔ یہ تمہارے محسن ہیں ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنا اور ان کی لغزش و خطا سے درگزر کرنا۔ اور مہاجرینؓ کا کماں پاس کرے کیونکہ یہ ہی لوگ مادۂ اسلام ہیں۔ اور اہل ذمہ کا پورا خیال کیا جائے۔ اللہ کی ذمہ داری اور رسول اللہ صلعم کی ذمہ داری کو ملحوظ رکھے یعنی ان سے جو اقرار کیا جائے وہ پورا کیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اللھم قد بلغت لقد ترکت الخلیفہ من بعدی علی التقی من الراحتہ۔

مشورہ کے لئے ہدایات

ابو طلحہؓ انصاری و مقداد بن الاسودؓ کو طلب کرکے حکم دیا کہ ان لوگوں کے دروازے پر جا کر کھڑے رہنا اور کسی کو ان کے پاس جانے نہ دینا۔ جب تک وہ باہم مشورہ نہ کرلیں۔ بعد ازاں اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ کو بلا کر پوچھا دیکھو میرا قاتل کون ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے عرض کیا ابولؤلؤ غلام مغیرہؓ فرمایا۔ الحمد للہ مجھے ایسے شخص نے نہیں مارا جس نے ایک سجدہ بھی اللہ تعالیٰ کو کیا ہے۔

دفن کی اجازت طلبی

پھر عبداللہؓ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں بھیج کر رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پہلو میں دفن کئے جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور حضرت عبداللہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر لوگ انتخاب خلیفہ میں مختلف ہوں تو تم کثرت رائے سے موافقت کرنا اور اگر فریقین برابر ہوں تو تم اس گروہ کی رائے سے اتفاق کرنا جس میں عبدالرحمن بن عوفؓ ہوں۔

مدینہ منورہ میں جب حضرت عمرؓ کے زخمی ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو لوگوں نے دیکھنے کی اجازت چاہی۔ مہاجرینؓ اور انصارؓ آپ کے دیکھنے کو آنے لگے۔ علیؓ اور ابن عباسؓ آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ زخم کاری نہیں لگا۔ شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک طبیب بلایا گیا۔ اس نے حضرت عمرؓ کو نبیذ پلائی۔ وہ بجنسہ زخم کی راہ سے نکل گئی۔ پھر دودھ پلایا وہ بھی یوں ہی نکل گیا۔ اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس زخم سے جان بر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ اپنا جانشین منتخب کر جائیے۔ جواب دیا۔ میں کر چکا۔

حضرت زبیرؓ کی حضرت عمرؓ کو قبر میں اتارنے میں شرکت

الغرض زخمی ہونے کے بعد برابر ذکر اللہ کرتے رہے تا آں کہ شب چہارشنبہ ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ کو اپنی خلافت کے دس برس چھ مہینے بعد جان بحق تسلیم ہوئے۔ حضرت صہیبؓ نے نماز پڑھائی۔

حضرت عثمانؓ۔ علیؓ۔ زبیرؓ۔ عبدالرحمن بن عوفؓ۔ سعدؓ۔ وقاصؓ اور عبداللہ بن عمرؓ نے قبر میں اتارا۔

وسعتِ فتوحات

حضرت عمرؓ کے زمانے کی فتوحات کی وسعت اور اس کے حدود کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ مکہ معظمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶ مشرق کی جانب ۱۰۸۷ جنوب کی جانب ۸۳ میل اور جنوب مغرب کی جانب جدہ تھا۔ ان میں شام۔ مصر۔ عراق عرب۔ جزیرہ۔ خوزستان۔ عراق عجم۔ آرمینیہ آذربائیجان۔ فارس۔ کرمان۔ خراسان۔ اور مکران جس میں کچھ حصہ بلوچستان کا بھی ہے۔ شامل تھا۔ [1]

---

[1] ترجمہ ابن خلدون صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۵۔

حضرت عمرؓ کا مزار مبارک ہشام بن عروہؒ اپنے والد (عروہ بن حضرت زبیرؓ بن العوام) سے راوی ہیں کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ نے جب وفات پائی تو رسول اللہ صلعم کے پہلو میں دفن ہوئے اُن کا سر رسُول اللہ صلعم کے دونوں شانوں کے درمیان تھا۔ عمرؓ نے انتقال کیا تو ابوبکرؓ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اُن کا سر حضرت ابوبکرؓ کے دونوں شانوں کے درمیان تھا۔

قاسم بن محمدؒ بن حضرت ابی بکرؓ کہتے ہیں میں نے اُم المومنین عائشہؓ کے پاس آکر خواہش کی کہ رسُول اللہ صلعم اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی قبر مجھے دکھا دیجئے۔ اُنہوں نے مجھے تین قبریں دکھائیں جو نہ بہت اونچی تھیں نہ بالکل زمین کے برابر تھیں۔ سُرخ رنگ کے سنگریزوں سے سطح ہموار تھی۔ میں نے دیکھا کہ رسُول اللہ صلعم کی قبر آگے ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کا سر رسُول اللہ صلعم کے قدموں کے پاس پیچھے واقع ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا سر حضرت ابوبکرؓ کے قدموں کے پاس ہے۔

ابو عبداللہ جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علیؓ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میرے والد نے کہا یہ قبریں زمین سے ایک بالشت اونچی ہیں۔ مُربع ایک کے بعد ایک ترتیب کے ساتھ واقع ہیں۔[1]

شبیہ حضرت عمرؓ شہادت کے وقت (حضرت عمرؓ کی) عمر تریسٹھ برس کی تھی۔ اور یہ روایت مجہول اس سے کم۔[2] حضرت عمرؓ دس برس چھ مہینہ اٹھارہ دن خلیفہ رہے۔ گندم گون۔ بلند بالا درازی قد کے باعث لوگوں سے اُونچے نظر آتے ایسا معلوم ہوتا گویا سوار ہیں۔ بائیں ہاتھ سے کام کرتے ڈاڑھی گھنی تھی۔[3]

ہشام بن عروہ بن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں جب حجرۂ قبور کی دیوار گر گئی تو اُس کی تعمیر و درستی کرتے وقت ایک قدم ظاہر ہوا جس سے لوگ گھبرا گئے۔ گمان ہوا کہ یہ نبی صلعم کا قدم ہے۔ کوئی ایسا آدمی نہ ملا۔ جو اُسے جانتا ہو یہاں تک عروہؓ نے کہا کہ واللہ یہ نبی صلعم کا قدم نہیں ہے۔ یہ عمرؓ کا قدم ہے۔[4]

نامزدگان خلافت حضرت عمر فاروقؓ نے زخمی ہونے کے بعد ابوطلحہ انصاریؓ اور مقداد بن الاسود کو حکم دیا تھا کہ علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، سعدؓ و عبدالرحمنؓ اور طلحہؓ کو ایک مکان میں مجتمع کرنا۔ لوگوں کو اُن کے پاس آنے جانے سے روکنا۔ خلیفہ منتخب کرنے کے لئے تین روز کی مہلت دینا اس مدت میں جس کو وہ لوگ چاہیں بہ اتفاق اپنے میں سے خلیفہ بنالیں۔ اور اگر اختلاف واقع ہو تو کثرت رائے پر عمل کیا جائے۔ درصورت مساوات عبداللہ بن عمرؓ حکم بنائے جائیں۔ اور عبداللہ بن عمرؓ اس فریق سے اتفاق رائے کریں جس میں عبدالرحمن بن عوفؓ ہوں اور تین دن کے اندر طلحہؓ آجائیں تو وہ بھی شریک شوریٰ کرلئے جائیں ورنہ اُن کا انتظار نہ کیا جائے۔

طریقہ انتخاب خلیفہ اس حکم کے مطابق ابوطلحہؓ اور مقدادؓ نے بزرگان موصوفین کو مسورؓ بن مخرمہ اور بعض کہتے ہیں کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مکان میں جمع کیا۔ اس عرصہ میں عمرو بن العاصؓ اور مغیرہؓ بن شعبہؓ آکر دروازے پر بیٹھ گئے۔ سعد بن وقاصؓ آئے اور یہ کہہ کر اُن کو اُٹھا دیا کہ تم لوگ دروازے پر اس

---

[1] ابوالفداؒ نے سفید رنگ لکھا ہے اور نیز یہ کہ سامنے کی جانب سر پر بال نہ تھے۔ (ترجمہ تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۹۶)۔

---

[2] تنبیہ واشراف مسعودی صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۷ [3] ابن سعد اردو حصہ اول جز خامس صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۶۔

ارادہ سے آکر بیٹھے ہو کہ کل کہو گے ہم بھی اہلِ شوریٰ سے تھے۔ (یعنی کہ وہ کہیں یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم بھی اصحاب شوریٰ میں شامل تھے) پھر ارباب شوریٰ میں انتخاب خلیفہ کی بابت بحث و مباحثہ ہونے لگا۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اُٹھ کر کہا تم میں سے ایسا کون شخص ہے جو اپنے آپ کو خلافت سے دست بردار قرار دیتا ہے۔؟ اسی کو یہ اختیار دیا جائے گا۔ کہ وہ تم میں سے جس کو افضل و لایق سمجھے۔ اُسی کو خلیفہ مقرر کر دے۔ کسی نے اس کا جواب نہ دیا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا میں اپنے آپ کو خلافت سے دست بردار قرار دیتا ہوں اور انتخاب خلیفہ کے کام کو انجام دینے پر تیار ہوں۔ ارباب شوریٰ اس امر پر راضی ہو گئے۔ لیکن علی بن ابی طالبؓ نے ہاں یا نہیں کچھ جواب نہ دیا خاموش بیٹھے رہے۔ عبدالرحمٰنؓ نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے ابوالحسنؓ آپ کیا کہتے ہیں۔ علی بن ابی طالبؓ بولے میں بھی متفق اور راضی ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم پہلے یہ اقرار کرو کہ جو فیصلہ کرو گے بلا رُو و رعایت اور نفسانیت کو دخل دئے بغیر محض حق پرستی اور اُمت کی خیر خواہی کے لئے کرو گے۔ کسی کی رشتہ داری کا پاس و لحاظ نہ کرو گے اور حق کہنے میں کسی کی ملامت و نصیحت کا خیال نہ کرو گے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس شرط کو تسلیم کر کے کہا اچھا آپ بھی اقرار کیجئے کہ آپ ہمارا ساتھ دیں گے۔ جو ہماری رائے سے اختلاف کرے گا اُس سے معارضہ کریں گے۔ (یعنی مقابلہ میں میری مدد کریں گے)۔ الغرض حضرت علیؓ اور حاضرین جلسہ نے اقرار کیا کہ ہم سب تمہارے فیصلہ کی تائید کریں گے۔ بعد ازاں عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے علی ابن ابی طالبؓ کو علیحدہ لے جا کر کہا کہ تم قرابت داری رسُول اللہ صلعم اور سابق الاسلام اور حسن مساعی دین کی وجہ سے خلافت کے زیادہ مستحق ہو اور تم سے زیادہ موزوں کوئی اور شخص خلافت کے لئے نہیں ہے۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ ان لوگوں میں سے جو خلافت کے لئے نامزد کئے گئے ہیں تمہارے بعد کون زیادہ مستحق ہے۔ جواب دیا عثمان بن عفانؓ پھر عثمانؓ کو تنہا لے جا کر اُن سے بھی ایسا ہی کہا۔ اُنہوں نے کہا علیؓ اس قدر باتیں ہونے کے بعد جلسہ ختم کر دیا گیا۔

حضرت زبیرؓ کی دست برداری از خلافت بحق حضرت علیؓ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ صحابہ کبارؓ اور اُن لوگوں سے جو اُس وقت مدینہ میں موجود تھے۔ ملتے رہے اور خلافت کی بابت چوتھے روز کی صبح تک دریافت کرتے رہے۔ پھر مسور بن مخرمہؓ کے مکان پر آئے اور حضرات زبیرؓ و سعدؓ کو بلا کر کہا۔ لوگوں کا اتفاق علیؓ و عثمانؓ کی خلافت پر ہوتا ہے۔ تم لوگ کیا کہتے ہو۔ ان دونوں بزرگوں نے علیؓ پر اتفاق کیا۔ پھر سعدؓ نے عبدالرحمٰنؓ سے کہا بہتر ہوتا کہ تم ہم سے اپنی بیعت لے لیتے اور ہم کو ان جھگڑوں سے آزاد کر دیتے۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنی آپ کو پہلے ہی ان لوگوں کے دایرہ سے نکال لیا ہے۔ جو خلافت کے لئے نامزد کئے گئے ہیں۔ محض اس لئے کہ ان میں سے میں کسی کو منتخب کر دوں۔ بعد اس کے عبدالرحمٰنؓ علیؓ و عثمانؓ کو بلا کر باتیں کرتے رہے۔ تا آنکہ صبح کا وقت آ گیا۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ کیا باتیں ہوئیں اور ارباب شوریٰ کیا کہیں گے۔ [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے الگ لے جا کر دریافت کیا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کرنے کی رائے دیتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ کو علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیئے۔ پھر میں نے حضرت علیؓ سے بھی تنہائی میں یہ ہی سوال کیا تو اُنھوں نے حضرت عثمانؓ کا نام لیا۔ پھر میں نے حضرت زبیرؓ سے دریافت کیا تو اُنہوں نے کہا علیؓ یا عثمانؓ دونوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم ۱۸۰ تا ۱۸۲۔

پھر میں نے سعدؓ سے تنہائی میں دریافت کیا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کا نام لیا۔ پھر میں نے اور صاحب الرائے حضرات سے دریافت کیا تو کثرت رائے حضرت عثمانؓ ہی کی نسبت ظاہر ہوئی۔ سہ روزہ مہلت کی آخری شب کو پھر مذکورۂ بالا حضرات کا مجمع اسی مذکورہ مکان میں ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ کو الگ بلا کر کہا کہ عام طور پر علیؓ اور عثمانؓ کی نسبت لوگوں کی زیادہ رائیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ان دونوں حضرات نے بھی انہیں دونوں کی نسبت اپنی رائیں ظاہر کیں۔ پھر حضرت سعد بن وقاصؓ نے کہا کہ آپ تو ہم سے بیعت لے لیں۔ اور ان جھگڑوں سے ہمیں آزاد کر دیں۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے۔ میں ان لوگوں کے دائرے سے آزاد ہو چکا ہوں۔ جو خلافت کے لئے نامزد ہوئے ہیں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو الگ لے جا کر کچھ باتیں کیں۔ انہیں مشوروں اور باتوں میں صبح ہو گئی۔ [1]

جلسۂ انتخاب

نماز فجر کے بعد مہاجرینؓ اور سابقین اسلام انصارؓ اور امرائے اسلام کو طلب کیا۔ ایک ساعت میں مسجد پُر ہو گئی۔ تل رکھنے کی جگہ بھی نہ رہی۔ جب سب لوگ مسجد نبویؐ میں جمع ہو چکے تو اول حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو انصاف اور اجتماع کی جانب تصیحت بلیغ کی۔

حضرت عثمان کی تقریر

بعد ازاں حضرت عثمانؓ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا:۔

سب حمد و ثنا اُسی خدائے پاک کی ہے جس نے اپنی رحمت کاملہ سے محمد صلعم کو نبی کر کے اور اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ خدا نے اپنے رسول صلعم سے جو وعدے کئے وہ سب پورے کئے۔ اور اپنے نبی کریمؐ کو سب قریب اور بعید رشتہ داروں پر نصرت دی۔ خدا کی رحمت آپ پر نازل ہو۔ خداوند اہم کو آنحضرت صلعم کا پیرو کر۔ اور آپ کی راہ پر چلا۔ آپ کی ذات بابرکات ہمارے لئے نور ہدایت ہے۔ اور ہم آپ کے حکم پر دوسرے لوگوں کے خلاف کرنے کے وقت قایم رہتے ہیں اور دشمنوں کی خصومت سے آپ کے حکم کے بجا لانے سے باز نہیں رہتے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم لوگ صحابۂ کرامؓ کو امام و مقتدائے امام بنایا۔ اور آنحضرت صلعم کی اطاعت کی بدولت ہم ہی لوگ سردار ہوئے اور امر حکومت ہم لوگوں سے باہر نہیں جا سکتا۔ ہم پر غلبہ کر کے غیر قوم والے نہیں داخل ہو سکتے۔ مگر ہاں اپنی نادانی اور کجروی سے چاہے ان کا یہ ارادہ ہو۔ اور اے ابن عوفؓ تمہارے لائق یہ بات تھی کہ تم خلافت سے علیحدہ ہو گئے اور یہ مقدمہ ہی ایسا نازک ہے کہ اگر لوگ تمہارے خلاف کریں اور تمہارے کہنے کے مطابق نہ مانیں تو عجب نہیں مگر میں تو سب لوگوں سے پہلے تمہارے بلانے پر آیا۔ اور جو کچھ میں نے کہا اس کا ضامن ہوں۔ خدائے کریم سے اپنے اور تمہارے سب کے واسطے مغفرت چاہتا ہوں۔ [2]

حضرت زبیرؓ کی تقریر

جب حضرت عثمانؓ اپنی تقریر ختم کر چکے تو حضرت زبیرؓ نے یہ تقریر کی:۔

خدا کی طرف بلانے والا جاہل نہیں ہوتا۔ اور اس کا جواب دینے والا سود خوار

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۹۶ و ۳۹۷ [2] شمس التواریخ جلد چہارم ۱۳۸ و ۱۳۹۔

نہیں ہوتا۔ جس وقت کہ رائیں مختلف ہوں اور باہم اختلاف پھیلے۔ اے عبدالرحمٰنؓ جو کچھ تم نے تجویز کیا اور کہا ہے قابلِ تسلیم ہے۔ کسی اہلِ حق اور مرد دانا کو اس میں انکار اور اس سے انحراف نہ ہوگا۔ اور جس اتفاق اور صلاح کاری کے واسطے تم نے ہم سب کو جمع کیا۔ بجز بد نصیب شخص کے اس سے اعتراض نہ کرے گا۔ درحقیقت خلافت کا بارگراں ہے۔ اور اس کے محاسبہ کا سخت خوف ہے۔ اگر خدائے تعالیٰ نے حدود شرعی مقرر نہ کئے ہوتے اور حرام حلال کو نہ بیان کر دیا ہوتا تو میں ضرور کہہ دیتا کہ امارت کرنے سے جان دے دینا بہتر تھا۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے اپنے احکام ماننا اور طریق سنت کا جاری رکھنا ہم پر واجب کر دیا ہے ضرورت کے وقت امارت اختیار کرتا اور مسلمانوں کی اصلاح میں کوشش کرنا ضروری ہو گیا۔ تاکہ ہم گمراہ ہو کر نہ مریں۔ اور جہالت کی نابینائی سے اندھے بن کر دنیا کو نہ چھوڑیں۔ جس کام پر تم نے بلایا ہے میں اس کو قبول کرتا ہوں اور ہر طرح تمہارا معین و مددگار رہوں۔ اور نہیں قوت مگر خدا کے واسطے۔ اور میں تمہارے سب کے واسطے مغفرت چاہتا ہوں۔ [1]

حضرت سعد بن وقاصؓ کی تقریر

حضرت زبیرؓ کی اس تقریر کے بعد حضرت سعد بن وقاصؓ (جو مصر سے آچکے تھے) نے فرمایا کہ:۔

بعد حمد خدا اور نعت مصطفیٰؐ کے واضح ہو کہ راہِ حق خوب ظاہر ہو گئی اور راستے بالکل درست ہو گئے حق بات عیاں ہے۔ دروغ بے فروغ کی موت آگئی۔ اے صاحبو جھوٹ بات سے بچو۔ اور دھوکے دینے والی آرزو سے پرہیز کرو۔ تم سے قبل ایک قوم گزر چکی ہے۔ جس کو امیدوں اور آرزوؤں نے لوٹ کر تباہ کر دیا۔ جو کچھ تم نے پایا اس قوم نے بھی پایا تھا۔ اور جس دنیا کے تم وارث ہوئے ہو وہ لوگ بھی وارث ہوئے تھے۔ مگر ان کی شامت اعمال سے خدا کا غضب ان پر نازل ہوا۔ خدا نے ان کو اپنا دشمن بنایا۔ اور ان پر سخت لعنت فرمائی۔ پھر وہ آیت پڑھی جس میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ اور ان کی نافرمانیاں کی ہیں۔ میں نے اپنا ترکش ٹھیک کر لیا ہے۔ اور اپنا تیر بھی سنبھال لیا ہے۔ (یعنی اپنے بچاؤ کی تدبیر کر لی ہے۔) طلحہؓ بن عبیداللہ کا میں ضامن اور کفیل ہوں۔ جو کچھ میں کروں گا وہ اس کے خلاف نہ ہوں گے۔ باقی رہا امر خلافت۔ اے ابن عوفؓ اس کا تم کو اختیار کامل ہے۔ اپنی کوشش اور خیر خواہی کی نظر سے جس کو چاہو سپرد کرو۔ اور اللہ ہی کی طرف سے راہِ راست کی ہدایت ہے۔ اور اسی کی طرف پھر جانا ہے۔ میں اپنے اور تمہارے واسطے خدا سے بخشش کی دعا کرتا ہوں۔ اور تمہاری مخالفت کی اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں۔ [2]

حضرت علیؓ کی تقریر

حضرت سعدؓ کی تقریر کے بعد حضرت علیؓ نے یہ تقریر کی:۔

سب تعریف اس خدائے برحق کو ہے۔ جس نے محمد صلعم کو نبی و پیغمبر بنا کر بھیجا ہم نبوت کے گھر اور حکمت و معرفت کی کان ہیں۔ ساکنانِ روئے زمین کے لئے باعثِ امان ہیں۔ اور مصیبت

---

[1] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۲۔

سے نجات دیتے ہیں۔ اگر کوئی ہم سے کچھ طلب کرے تو ہم کو ہر طرح حق ہے چاہے اُس کو دیں اور چاہے نہ دیں۔ اگر ضرورت درپیش آئے تو ہم راتوں کو اُنٹوں کی سواری پر چلے جاویں۔ (یعنی ہم لوگ محنت و مشقت کے عادی ہیں۔ وقت اور بے وقت کو نہیں دیکھتے) اگر رسول اللہ ہم سے کچھ قول و قرار فرما جاتے۔ بیشک ہم آپ کے بعد اُس کو پورا کرتے۔ اور اگر کوئی بات ہمارے حق میں کہہ جاتے تو ہم ضرور اُس پر مرتے دم تک لڑتے رہتے۔ ہم سے پہلے کسی نے دعوتِ اسلام نہیں قبول کی۔ ہم نے سب سے پہلے اِسلام قبول کیا اور صلہ رحمی کی۔ پھر نارواؤں قوت پانا ممکن نہیں۔ مگر خدائے برتر ہی کے ساتھ ہے۔ میرا کلام سنو اور اُسے خوب یاد رکھو وہ زمانہ قریب میں آنے والا ہے کہ یہ امرِ خلافت اِس اتفاق کے بعد تلواروں کے زور سے طے ہوگا۔ اِسی خلافت کے مقدمہ میں لوگ بدعہدیاں کریں گے۔ اور تم لوگ چند فریق ہو جاؤ گے آپس کا اتفاق اُٹھ جائے گا۔ اور بعض لوگ گمراہوں کے امام اور جاہلوں کے پیرو ہو جائیں گے۔[1]

حضرت عثمانؓ غنی کی خلافت پر اجماع

اِن بزرگواروں کی تقریروں کے ختم ہونے کے بعد بیعت کی کارروائی شروع ہوئی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حاضرین سے کہا کہ جس کو تم لوگ خلافت کے لئے منتخب کرنا چاہتے ہو اُس کی طرف اشارہ کرو۔ عمارؓ نے علیؓ کی طرف اشارہ کیا۔ ابن ابی سرحؓ نے کہا اگر قریش کے اختلاف کا اندیشہ نہ ہو تو عثمانؓ کی خلافت پر بیعت کی جائے عبداللہ بن ربیعہؓ نے اِس سے اتفاق کیا۔ عمارؓ اور ابن ابی سرحؓ میں گفتگو بڑھ گئی۔ سخت کلامی کی نوبت آئی (یہ لوگ اصحابِ شوریٰ سے نہ تھے) حضرت سعدؓ نے اُٹھ کر کہا۔ اے عبدالرحمٰنؓ اس سے پہلے کہ لوگوں میں فتنہ برپا ہو جائے تم جس کو چاہو خلیفہ منتخب کر لو۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جواب دیا میں نے اپنے ذہن میں خلیفہ منتخب کر لیا۔ اور رائے قائم کر لی ہے۔ اے لوگو ذرا دم بھر کو خاموش ہو جاؤ۔ پھر حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ تم کو اِس شرط پر خلافت دی جاتی ہے کہ تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کی تعلیم دینا۔ اور خلیفین یعنی دونوں خلیفہ جو اُن کے پہلے ہوئے ہیں اُن کی اتباع کرنا۔ (یعنی اُن کی خصلت پر چلنا)۔ حضرت علیؓ نے کہا میں اُمید کرتا ہوں کہ میں اپنے مبلغِ علم اور طاقت کے موافق عمل کروں گا۔ یہ جواب پاکر اُنہوں نے حضرت عثمانؓ سے مخاطب ہو کر یہی کلمات کہے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا۔ ہاں میں اقرار کرتا ہوں کہ ایسا ہی کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے یہ سنتے ہی مسجد کی چھت کی طرف سر اُٹھایا اور اُن کا ہاتھ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں تھا اور وہ یہ پڑھتے تھے۔

"اللھم اشھد انی قد جعلت ما فی عنقی من ذلک فی عنق عثمانؓ"

تمام حضرات مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اور منتظر تھے کہ دیکھئے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کیا فیصلہ سناتے ہیں۔ مگر حضرت عبدالرحمٰنؓ کے فیصلہ سے پہلے بعض لوگوں نے اپنی اپنی رائیں

---

[1] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۳۴۴ [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳

ظاہر کرنی شروع کر دیں۔ لیکن یہ لوگ اصحاب شوریٰ میں نہ تھے۔ مثلاً حضرت عمارہؓ نے کہا کہ میں حضرت علیؓ کو مستحق خلافت سمجھتا ہوں۔ ابن ابی سرحؓ اور عبداللہ ابن ربیعہؓ نے کہا کہ ہم حضرت عثمانؓ کو زیادہ مستحق اور مناسب پاتے ہیں۔ اسی قسم کی چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا کہ اب تم دیر کیوں کر رہے ہو اندیشہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہو جائے۔ تم جلد اپنی رائے کا اظہار کر کے اس مسئلہ کو ختم کر دو۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اٹھے۔ اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ جہاں تک میری طاقت میں تھا میں نے ہر طبقہ اور ہر گروہ کی رائے معلوم کر لی ہے اور اس کام میں کسی غفلت و کم التفاتی کو مطلق راہ نہیں دی۔ میرے فیصلہ سے اب کسی کو انکار کا موقع حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ رضا و رغبت تمام اصحاب شوریٰ اور نامزدگان خلافت نے میرے فیصلہ کو ناطق تسلیم کر لیا ہے۔ اور میں اپنی طاقت صحیح فیصلہ تک پہنچنے کے لئے صرف کر چکا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے حضرت عثمانؓ کو اپنے پاس بلایا اور کہا خدا و رسول اللہ صلعم کے احکام اور سنت شیخین پر چلنے کا اقرار کرو۔ انہوں نے اقرار کیا کہ میں خدا و رسول صلعم کے حکم اور حضرت صدیقؓ اور فاروقؓ کے نمونے پر چلنے کی کوشش کروں گا۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد سب لوگ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ حضرت علیؓ کو دل اس نظارے سے کچھ دلگرفتگی ہوئی اور مسجد سے اٹھ کر باہر جانے لگے۔ لیکن پھر کچھ خیال آیا تو فوراً بڑی عجلت و بے تابی کے ساتھ صفوں کو چیرتے ہوئے بڑھے۔ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ [1]

نامزدگان خلافت کے انتخاق کی وجہ حضرت عمرؓ کا بیان

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے وفات کے وقت فرمایا تھا کہ اس امر (خلافت) کا ان لوگوں سے زیادہ مستحق کوئی نہیں ہے۔ جن سے رسول اللہ صلعم وفات تک خوش تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرات علیؓ۔ عثمانؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ سعدؓ اور عبدالرحمٰنؓ کے نام لئے۔ [2]

صحیح بخاری میں ہے کہ لوگوں نے کہا امیرالمومنین اپنا جانشین بنا دیجئے۔ فرمایا۔ وفات کے وقت تک رسول اللہ صلعم جن لوگوں سے راضی تھے ان سے زیادہ میں کسی کو حق دار نہیں جانتا ہوں۔ پھر آپ نے حضرات علیؓ۔ عثمانؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ سعدؓ اور عبدالرحمٰنؓ کے نام لئے۔ باقی عبداللہ بن عمرؓ تم میں موجود ہی ہوگا۔ لیکن خلافت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ (یعنی حضرت عبداللہؓ کو کوئی حق خلافت میں نہیں رہا تو حضرت عمرؓ نے ان کو مجلس شوریٰ کا ممبر مقرر کیا) پھر فرمایا۔ اگر سعدؓ کو خلافت مل جائے تو

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۹۷، ۳۹۸ [2] ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۹۴۰۔

وہ اُس کے لائق ہیں۔ کیونکہ میں نے اُن کو اُن کی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے موقوف نہیں کیا تھا۔ میرے بعد جو بھی خلیفہ ہو میں اُس کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کے حقوق کی نگہداشت کرے۔ اور اُن کی عزت کا پاس رکھے۔ اور انصارؓ کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جو اس مکان (مدینہ) میں اقامت گزیں ہیں۔ اور ایمان ان کے اندر پہلے سے موجود ہے۔ انصارؓ کے نیک لوگوں کی نیکی قبول کی جائے اور بدکاروں کی بدی سے درگزر کیا جائے۔ میں خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ سب شہر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ کیونکہ یہ اسلام کی مدد میں مال جمع کرنے والے ہیں اور دشمن کے جلنے کا سبب ہیں۔ اُن سے صرف وہی مال لیا جائے جو اُن کی ضرورتوں سے زاید ہو۔ بشرطیکہ اُن کی رضامندی ہو۔ میں دیہات کے باشندوں سے بھی اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دیہاتی عرب کی بینا دہیں۔ اسلام کی جڑیں ہیں۔ اُن سے زکوٰۃ میں عمدہ مال نہ لیا جائے۔ اور جو مال لیا جائے وہ اُن کے فقرا کو تقسیم کر دیا جائے۔ میں اُن لوگوں کے متعلق بھی وصیت کرتا ہوں جو خدا اور اُس کے رسولؐ صلعم کے ذمہ میں داخل ہیں اُن سے بھی حسن سلوک رکھا جائے۔ معاہدہ کی وفا کی جائے۔ اور اُن کے طرف سے دشمنوں سے جنگ کی جائے۔ اور ناقابلِ برداشت تکلیف اُن کو نہ دی جائے۔

جب حضرت عمرؓ کی وفات ہوگئی تو ہم اُن کا جنازہ لے کر چلے۔ اور حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے۔ (حضرت) عبداللہ بن عمرؓ نے سلام کر کے کہا۔ اُم المومنینؓ عمر بن الخطابؓ آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ اندر لے آؤ۔ جنازہ اندر لے جایا گیا اور وہاں رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ رکھ دیا گیا۔ (دفن کر دیا گیا) دفن سے فارغ ہو کر سب لوگ جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا اپنا معاملہ تین آدمیوں کو سپرد کر دو۔

حضرت زبیرؓ کی رائے حضرت علیؓ کے حق میں

(حضرت) زبیرؓ بولے میں نے اپنا حق حضرت علیؓ کو دیا۔ (حضرت) طلحہؓ نے کہا۔ میں نے اپنی رائے (حضرت) عثمانؓ کو دی۔ (حضرت) سعدؓ بولے میں نے اپنی رائے (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دی۔ (حضرت) عبدالرحمٰنؓ نے کہا تم میں سے جو شخص اس خلافت سے برات ظاہر کرے گا۔ ہم خلافت کا انتخاب اُسی کے سپرد کر دیں گے۔ اللہ اور اسلام اُس کا نگہبان ہوگا۔ ہر ایک کو غور کرنا چاہیئے کہ اُس کے اعتقاد میں کون شخص افضل ہے۔ یہ سُن کر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ خاموش رہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ آپ امرِ خلافت میرے ہاتھ میں دیتے ہیں کہ جس کو چاہوں خلیفہ بنا دوں۔ خدا کی قسم۔ تم میں جو افضل ہوگا میں اُس کے حق میں کوتاہی نہ کروں گا۔ ہر دو صاحبان نے کہا۔ ہاں۔

ف یہاں روایت بیان تمام ہوگیا ہے۔ کیونکہ حضرت طلحہؓ نے انتخاب کے بعد تشریف لا کر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تھی جیسا کہ آگے کی روایت میں بیان کیا گیا ہے۔

(حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ نے (حضرت) علی رضؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا آپ کی رسول اللہ صلعم سے قرابت ہے اور آپ کو اسلام میں قدامت حاصل ہے۔ اگر میں آپ کو سردار بنا دوں تو آپ ضرور انصاف کریں گے۔ اور اگر میں (حضرت) عثمان رضؓ کو خلیفہ بنا دوں تو آپ اُن کی فرماں برداری اور اطاعت کریں گے۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضؓ سے بھی علیحدگی میں یہ ہی کہا۔ جب دونوں سے قول و قرار لے لیا تو حضرت عثمان رضؓ سے کہا ہاتھ اُٹھاؤ حضرت عثمان رضؓ نے ہاتھ اُٹھائے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے اُن سے بیعت کی۔ پھر مدینہ والے اندر آ گئے اور سبھوں نے حضرت عثمان رضؓ سے بیعت کر لی۔ [1]

انتخاب کے متعلق حضرت مسور رضؓ کا بیان

حضرت مسور بن مخرمہ رضؓ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو حضرت عمر رضؓ نے (خلافت کے بارے میں) اختیار دیا تھا وہ سب مجتمع ہو کر مشورہ کرنے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے اُن سے کہا کہ میں تم سے اِس بارے میں جھگڑا نہیں کرتا ہوں (یعنی مجھ کو خلافت کی خواہش نہیں ہے) لیکن اگر تم چاہو تو میں تم ہی لوگوں میں سے تمہارے واسطے خلیفہ چھانٹ دوں (ان سب نے) قبول کر لیا۔ پھر جب (حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ کو اُنہوں نے اپنا کام سپرد کر دیا۔ تو سب کے سب (حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ کے ہمراہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ کوئی آدمی باقی نہیں رہا۔ اُس زمانہ میں اُن ہی سے مشورہ لیتے رہے۔ غرض کہ جس دن صبح کو ہم نے حضرت عثمان رضؓ سے بیعت کی ہے تو (حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ نے اُس رات کو مجھے اُٹھایا اور میرے دروازے کو اس قدر کھٹ کھٹایا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اور مجھے کہا کہ تم سوتے ہو۔ اور مجھے خدا کی قسم تین رات سے ذرا بھی نیند نہیں آئی۔ جاؤ (حضرت) زبیر رضؓ اور (حضرت) سعد رضؓ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ (حضرت) مسور رضؓ کہتے ہیں کہ میں اُن دونوں کو بلا لایا (حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ نے اُن سے مشورہ کیا۔ پھر اُنہوں نے مجھے بلایا اور کہا (حضرت) علی رضؓ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں اُن کو بلا لایا۔ اُنہوں نے بہت دیر تک اُن سے باتیں کیں۔ پھر جس وقت (حضرت) علی رضؓ اُن کے پاس سے اُٹھے۔ (معلوم ہوتا تھا کہ) اُن کے دل میں خلافت کی آرزو ہے۔ اور (حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ کو (حضرت) علی رضؓ کی خلافت سے ایک (اختلافِ عظیم) کا خیال تھا۔ پھر اُنہوں نے مجھے کہا کہ اچھا (حضرت) عثمان رضؓ کو بھی میرے پاس بلا لاؤ۔ اور اُن سے یہ باتیں کرتے رہے کہ صبح ہو گئی۔ اور موذن نے اُن کو متعرق کر دیا۔ جب لوگ صبح کی نماز پڑھ چکے تو یہ چھ آدمی ممبر کے پاس کھڑے ہوئے پھر تمام مہاجرین رضؓ و انصار رضؓ اور اُمرائے لشکر مجتمع ہوئے۔ اور یہ سب لوگ اِس حج میں حضرت عمر رضؓ کے ہمراہ گئے تھے۔ غرض کہ یہ سب لوگ جمع ہو گئے۔ تو (حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ نے خطبہ پڑھا۔ اور کہا۔ اے علی رضؓ (جہاں تک میں نے اندازہ کیا)

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷۔

لوگ حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں کسی کو نہیں سمجھتے۔ تم میری طرف سے اپنے دل میں کچھ خیال نہ کرنا۔ حضرت علیؓ نے (حضرت عثمانؓ کی طرف مخاطب ہوکر) کہا کہ میں تمہاری سنت سنت اللہ و رسول اللہ صلعم اور اُن کے بعد دونوں خلفاء کی سنت پر بیعت کرتا ہوں پھر (حضرت) عبدالرحمنؓ نے بیعت کی۔ اس کے بعد کل مہاجرینؓ و انصارؓ اور اُمرائے لشکر اور سارے مسلمانوں نے بیعت کی۔ [1]

تاریخ اسلام میں ہے کہ حضرت طلحہؓ اُس روز یعنی یکم محرم کو مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے اور اسی لئے وہ شریک مشورہ نہ ہوسکے تھے۔ حضرت طلحہؓ اگلے روز یعنی دو محرم کو مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہ سُن کر کہ تمام لوگوں نے بالاتفاق حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے۔ آپ حضرت عثمانؓ کے پاس بغرض بیعت گئے۔ حضرت عثمانؓ نے اُن سے کہا کہ آپ کی غیر موجودگی میں میرا انتخاب ہوگیا ہے۔ کیونکہ زیادہ دنوں آپ کا انتظار نہیں ہوسکتا تھا۔ اگر آپ مدعی خلافت ہوں تو میں آپ کے حق میں خلع خلافت کرنے کو تیار ہوں۔ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ جب تمام لوگوں نے آپ کی خلافت پر بیعت کرلی ہے تو میں بھی آپ کی خلافت پر رضامند ہوں۔ میں مسلمانوں میں کوئی فتنہ اور اختلاف ڈالنا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر اُنہوں نے بھی حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ [2]

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ بیعت عامہ کے بعد اُسی دن (حضرت) طلحہؓ آئے اور (حضرت) عثمانؓ کے پاس گئے (حضرت) عثمانؓ نے کہا تم کو اختیار ہے۔ اگر تم میری بیعت سے انکار کرو تو میں بیعت واپس دوں (حضرت طلحہؓ نے) دریافت کیا۔ کیا سبھوں نے بیعت کرلی۔ (حضرت) عثمانؓ نے کہا۔ ہاں۔

(حضرت) طلحہؓ نے کہا۔ میں اس سے اختلاف کرنا نہیں چاہتا۔ جس پر تمام لوگوں نے اجتماع کرلیا ہے۔ میں تمہاری خلافت پر راضی ہوں۔ [3]

حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ کی نظر میں سب سے افضل کام

حضرت عروہ بن حضرت زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ کلاب[1] بن اُمیہ الاسکر نے مدینہ کی طرف ہجرت کی یہ زمانہ حضرت عمرؓ بن خطاب کی خلافت کا تھا۔ ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں مقیم رہا۔ ایک روز حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور (حضرت) زبیرؓ بن العوام (رضوان اللہ علیہم) سے ملاقات ہوئی۔ ان دونوں سے اس نے پوچھا:۔

"اسلام میں سب سے افضل کونسا کام ہے؟"

جواب ملا "جہاد"۔

---

[1] کلاب بن اُمیہ بن الاسکر شاعر اور بہادر تھا۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے دیکھے۔ بہت پرگو اور بلند پایہ شاعروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ کلاب حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا۔ اُن سے فوج میں بھرتی ہونے کی درخواست کی حضرت عمرؓ نے اُسے ایک پلٹن میں داخل کرلیا۔ ترجمہ آغانی جلد ۸ ص

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم صفحہ ۱۹۲ [2] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ [3] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۱۸۳۔

Post Graduate Library

خیبر کے یہودیوں کی شرارت اور جلاوطنی۔

یہودیوں کا اجتماعی زور ٹوٹ چکا تھا لیکن وہ انفرادی شرارتیں کرتے رہتے تھے حضرت زبیرؓ کھیتوں کی نگرانی اور فصل کی حفاظت بسا اوقات خود ہی انجام دیتے تھے۔ آپ ایک دفعہ عہد فاروقی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مقداد بن الاسودؓ کے ساتھ اپنی جاگیر کی دیکھ بھال کے لئے خیبر تشریف لے گئے۔ اور رات کے وقت تینوں علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جاگیر کے قریب سوئے۔ رات کو تاریکی میں کسی یہودی نے شرارت سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی کلائی اس زور سے مروڑی کہ وہ بے اختیار چلا اٹھے۔ حضرت زبیرؓ وغیرہ مدد کے لئے دوڑے اور واقعہ دریافت کرکے اُن کو لئے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور اُن سے یہودیوں کی شرارت کا حال بیان کیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہود کو شام کی طرف جلا وطن کر دیا۔ [1]

نافعؒ نے کہا (حضرت) عمرؓ کے زمانے میں اہل خیبر نے مسلمانوں میں تباہی پھیلانی چاہی اُن کے ساتھ خیانتیں کیں اور عبداللہ بن عمرؓ کو بالاخانہ سے پھینک دیا جس سے اُن کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے اس لئے (حضرت) عمرؓ نے یہاں کی زمین اہل الحدیبیہ میں سے اُن لوگوں میں تقسیم کر دی جو یوم خیبر میں شریک ہوئے تھے۔ [2]

حضرت زبیرؓ کا حضرت عمرؓ کی ایک بات ماننے سے انکار۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ عام الرمادہ (قحط) میں حضرت عمرؓ نے مصر سے حضرت عمرو بن العاصؓ کو غلہ روانہ کرنے کے لئے تحریر فرمایا۔ وہاں سے جب پہلی مرتبہ غلہ آیا تو عمرو بن الخطابؓ نے زبیرؓ بن العوام سے گفتگو کی کہ تم قافلے کو روک کر اہل بادیہ کی جانب پھیر دو اور اُن لوگوں میں تقسیم کر دو۔ واللہ شاید رسول اللہ صلعم کی صحبت کے بعد اس سے افضل کوئی شے تمہیں حاصل نہ ہوئی ہوگی۔ مگر (حضرت) زبیرؓ نے انکار کیا اور انکار کا سبب بھی بیان کیا۔ [3]

حضرت زبیرؓ کی سفارش پر ایک شاعر کی قید سے رہائی۔

حضرت زبیرؓ اکثر لوگوں کی سفارش فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے کا ایک واقعہ یہ ہے کہ:۔

حطیئہ نامی ایک مشہور ہجو گو شاعر تھا۔ ایک بار اُس نے زبرقان بن بدر کی ہجو کہی۔ جس کا ایک شعر یہ تھا۔

دع المکارم لا ترحل لبغیتھا واقعد فانک انت الطاعم الکاسی

(یعنی) فضائل چھوڑ دے۔ اُس کو حاصل کرنے کے لئے سفر نہ کر تو بیٹھ جا کیونکہ تو صرف کھانے اور پہننے والا آدمی ہے۔

زبرقانؓ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی۔ اُنہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ یہ شعر ہجو کی تعریف میں آتا ہے۔ اُنہوں نے کہا بیشک اس پر حطیئہ کو قید خانہ میں قید کیا گیا۔ حضرت زبیرؓ نے سفارش کی تو چھوڑ دیا۔ [4]

حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے درمیان تصفیہ کی سعی۔

حضرت مالک بن اوس بصری کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے یہاں گیا (اور میں بیٹھا ہی ہوا تھا) کہ اُن کا چوبدار (جس کا نام) یرفا تھا۔ اندر آیا اور کہنے لگا۔ عثمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ اندر آنا چاہتے ہیں۔ اور زبیرؓ اور سعدؓ بھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ (ہاں) اندر آنے دو۔ یہ اصحابؓ اندر آئے اور

---

[1] صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۷۰ [2] ترجمہ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۳۰۸ [3] طبقات ابن سعد اردو حصہ دوم جز خامس صفحہ ۱۱۴ [4] تذکرہ حضرت زبیرؓ۔

سلام کرکے بیٹھ گئے۔ پھر اتنے میں وہ چوبدار اندر آیا اور کہنے لگا کہ علیؓ اور عباسؓ اندر آنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اُن کو بھی اجازت دی۔ (جب یہ بھی اندر آئے تو) عباسؓ نے عرض کیا۔ یا امیرالمومنینؓ میرے اور (اس) ظالم (علیؓ) کے درمیان میں فیصلہ کر دیجئے۔ پھر ان کی آپس میں سخت کلامی ہوئی۔ حضرت عثمانؓ اور اُن کے ساتھیوں (حضرت زبیرؓ وغیرہ) نے کہا۔ یا امیرالمومنین ان دونوں کا فیصلہ کرکے ایک کو دوسرے سے نجات دلوائیے۔ [1]

حضرت مالکؓ بن اوس کی اسی روایت میں اتنا اور ہے کہ میرا خیال ہے کہ شاید اسی کام کی وجہ سے ان حضرات کو پہلے بھیجا گیا تھا۔

حضرت زبیرؓ کو جاگیر حضرت عمرؓ کی طرف سے

حضرت عبداللہ بن نمیرؓ سے حدیث ہے کہ حضرت عمرؓ نے اُن کو (حضرت زبیرؓ کو) عقیق [2] کا بہت بڑا حصہ بطور جاگیر دیا۔ [3]

فتوح البلدان میں ہے کہ بلاذری سے حدیث بیان کی الحسین نے اُنہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حفص بن غیاث نے اور اُن سے ہشام بن عروہؓ (ابن الزبیرؓ) نے کہ (حضرت) عمرؓ لوگوں کو جاگیر دینے نکلے۔ الزبیرؓ اُن کے ساتھ تھے۔ وہ زمینیں تقسیم کرتے ہوئے العقیق تک پہنچے۔ پوچھا وہ جاگیریں لینے والے کہاں ہیں۔ میں اب تک اس سے بہتر کسی ٹکڑے سے نہیں گذرا۔ الزبیرؓ نے کہا "یہ مجھے دے دو" اور اُنہوں نے وہ ٹکڑا اُنہیں دے دیا۔ [4]

اسی العقیق کی زمینوں کے متعلق حدیث بیان کی۔ ہشام بن عروہؓ نے اور اُن سے اُن کے والد عروہؓ (ابن الزبیرؓ) نے کہ (حضرت) عمر بن الخطابؓ نے خوات بن جبیر الانصاریؓ کو ایک بنجر زمین جاگیر دی جو ہم نے اُن سے خرید لی۔ [5]

---

[1] حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے درمیان نزاع آنحضرت صلعم کے متروکہ کے انتظام کے متعلق تھا۔ جسے حضرت عمرؓ نے ان دونوں اصحابؓ کے انتظام میں اس شرط پر دے دیا تھا کہ وہ اُسی طرح عمل کریں جس طرح رسول اللہ صلعم نے اس معاملہ میں کیا تھا۔ یا حضرت ابوبکرؓ نے کیا تھا۔ یا ابتدائے حکومت سے خود حضرت عمرؓ نے کیا تھا۔ اس نزاع کی ساری تفصیل حضرت عمرؓ کی اُس طویل تقریر یا فیصلہ کو ہم اپنی مصنفہ کتاب خاندان حضرت زبیرؓ (فی الوقت غیر مطبوعہ) میں۔ حضرت عباسؓ کے حالات میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں سے لے کر لکھ چکے ہیں۔ اس جگہ اُس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

[2] عقیق اُس راستے کو کہتے ہیں جو پانی اپنی روانی کے لئے بنالیتا اور وسیع کر دیتا ہے۔ مدینہ منورہ کی تمام وادیوں میں یہ جانب غرب واقع ہے۔ اور بلحاظ آب و ہوا کے سب سے بہتر اور افضل ہے۔ اسلامی عروج کے زمانے میں مشہور و معروف تزہت گاہ عالی شان محلات اور شاداب باغوں سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ لیکن آج کل صرف حضرت سعید بن العاصؓ کے قصر کے کچھ کھنڈر باقی رہ گئے ہیں۔

حضور اکرم صلعم نے عقیق کا کل قطعہ حضرت بلالؓ بن حارث کو عطا فرما دیا تھا۔ لیکن وہ اتنے بڑے قطع کو نہ سنبھال سکے لہذا حضرت عمرؓ نے ایک حصہ اُن کے پاس چھوڑ کر جس کو عقیق صغیر کہا جاتا تھا۔ باقی ماندہ حصے کو جو عقیق کبیر کے نام سے موسوم ہوا صحابہ کرامؓ پر تقسیم فرما دیا۔ تاکہ اس وادی کی تزئین بہتر طور پر انجام پا سکے۔ (رہنمائے مدینہ صفحہ ۱۳۷ و ۱۳۸)

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم صفحہ ۔۔۔ [2] ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۸۵ [3] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۲۱۲ [4] فتوح البلدان بلاذری جزو اول صفحہ ۱۷ و ۱۸۔

حضرت عروہ بن الزبیرؓ نے مدینہ کو چھوڑ کر العقیق میں ہی سکونت اختیار کر لی تھی اور اس وادی کے قصور میں قصر حضرت عروہ بن الزبیرؓ مشہور تھا۔ جس کے قریب آپ نے بیر عروہؓ کھدوایا تھا۔ اس سے بڑھ کر میٹھا پانی اور کسی کنوے کا نہ تھا۔ یہ بیر عروہؓ اس وقت تک بھی مدینہ منورہ میں موجود اور مشہور ہے۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور دیوان وظایف

انس بن عیاض ابو ضمرۃ اللیثیؒ نے ہشام بن عروہؓ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت ہو جانے کے بعد حضرت زبیرؓ نے اپنا نام دیوان[1] وظایف سے محو کرا دیا۔ کہ اب میں عمرؓ کے بعد کسی اور کے ہاتھ سے روپیہ نہیں لوں گا۔ [2]

---

[1] علامہ شبلیؒ نے الفاروق میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں اس قدر ہوا تھا کہ پہلے سال غنیمت سے جس قدر بچا وہ سب لوگوں پر دس دس روپیوں کے حساب سے تقسیم کر دیا تھا۔ دوسرے سال آمدنی زیادہ ہوئی تو یہ تعداد دس سے بیس تک پہنچ گئی۔ لیکن نہ فوج کی کچھ تنخواہ مقررہ ہوئی۔ نہ اہل فوج کا کوئی رجسٹر تھا۔ نہ کوئی محکمہ جنگ قایم ہوا۔

۱۵ھ میں البتہ حضرت عمرؓ نے اس صیغہ کو اس قدر منظم اور باقاعدہ کر دیا کہ اس وقت کے لحاظ سے تعجب ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ کی توجہ کرنے کے مختلف اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ عام روایت یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بحرین کے حاکم مقرر کئے گئے تھے۔ پانچ لاکھ درہم لے کر مدینہ آئے اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ پانچ لاکھ کی رقم اس وقت اس قدر اچنبھے کی چیز تھی کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا خیر ہے۔ کہتے کیا ہو۔ انہوں نے پھر پانچ لاکھ کہا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم کو گنتی بھی آتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا۔ ہاں۔ یہ کہہ کر پانچ دفعہ لاکھ لاکھ کہا۔ حضرت عمرؓ کو یقین ہوا تو مجلس شوریٰ منعقد کی اور رائے پوچھی کہ اس قدر زر کثیر کیوں کر صرف کیا جائے۔ صحابہؓ نے مختلف تجویزیں پیش کیں۔

ولید بن ہشامؓ نے کہا کہ میں نے شام کے والیان ملک کو دیکھا ہے کہ ان کے یہاں فوج کا دفتر اور رجسٹر مرتب رہتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو یہ رائے پسند آئی اور فوج کی اسم نویسی اور ترتیب دفتر کا خیال پیدا ہوا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رائے دہندہ نے سلاطین عجم کا حوالہ دیا۔ اور یہ ہی روایت قرین قیاس ہے۔ کیونکہ جب دفتر مرتب ہوا تو اس کا نام دیوان رکھا گیا۔ اور یہ لفظ فارسی ہے۔ دبستان۔ دبیر۔ دفتر۔ دیوان۔ سب ایک مادہ کے الفاظ ہیں۔ جن کا مشترک مادہ "دب" ایک پہلوی لفظ ہے۔ جس کے معنی لکھنے کے ہیں۔

بہر حال ۱۵ھ میں حضرت عمرؓ نے فوج کا ایک مستقل محکمہ قایم کرنا چاہا۔ اس باب میں ان کی سب سے زیادہ قابل لحاظ جو تجویز تھی وہ تمام ملک کا فوج بنانا تھا۔ انہوں نے اس مسئلہ کو کہ ہر مسلمان فوج اسلام کا ایک سپاہی ہے۔ باقاعدہ طور پر عمل میں لانا چاہا۔ لیکن چونکہ ابتداء میں ایسی تعمیم ممکن نہ تھی۔ اول قریش اور انصارؓ سے شروع کیا۔ مدینہ منورہ میں اس وقت تین شخص بڑے نساب اور حساب کتاب کے فن کے استاد تھے۔ مخرمہؓ بن نوفل۔ جبیرؓ بن مطعم اور عقیلؓ بن ابی طالب (جاحظ نے کتاب البیان والتبیین جلد دوم صفحہ ۳۷ میں لکھا ہے کہ تمام قریش میں چار شخص اشعار عرب اور انساب واخبار کے حافظ تھے۔ مخرمہؓ بن نوفل۔ ابو الجہمؓ۔ خویطبؓ بن عبد العزیٰ اور عقیل بن ابی طالب) علم الانساب عرب کا موروثی فن تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان تینوں کو بلا کر یہ خدمت سپرد (باقی صفحہ ۱۶۴) پر

---

[1] یاقوت معجم البلدان جلد اول صفحہ ۴۳۳ و معارف ابن قتیبہ جلد اول صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۷ و فتوح البلدان جزو اول صفحہ ۶ و رہنمائے مدینہ صفحہ ۱۳

[2] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۴۵۔

حضرت زبیرؓ
اور خلافت
حضرت عثمان غنیؓ

حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں حضرت زبیرؓ کسی ملکی مہم میں شریک نہیں ہوئے لیکن آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرقہ اور ایران کی لڑائیوں میں شریک رہے ہیں۔

(بسلسلہ صفحہ ۱۶۳) کی کہ تمام قریش و انصارؓ کا ایک دفتر تیار کریں جس میں ہر شخص کا نام و نسب مفصلاً مندرج ہو۔ ان لوگوں نے ایک نقشہ بنا کر پیش کیا جس میں سب سے پہلے بنو ہاشم۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کا خاندان پھر حضرت عمرؓ کا قبیلہ درج تھا۔ یہ ترتیب انہوں نے خلافت و حکومت کے لحاظ سے قرار دی تھی۔ لیکن اگر وہ قایم رہتی تو خلافت خود غرضی کا آلہ بن جاتی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یوں نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے قرابت داروں سے شروع کرو۔ اور درجہ بدرجہ جو لوگ جس قدر آنحضرت صلعم سے دور ہوتے گئے ہیں اسی ترتیب سے ان کے نام آخر میں لکھتے جاؤ۔ یہاں تک کہ جب میرے قبیلہ تک نوبت آئے تو میرا نام بھی لکھو۔ (اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خلفائے اربعہ میں سے حضرت عمرؓ کا نسب سب سے آخر میں جاکر آنحضرت صلعم سے ملتا ہے۔ غرض اس ہدایت کے موافق دفتر تیار ہوا۔ اور حسب ذیل تنخواہیں مقرر ہوئیں۔

(تقسیم مراتب)	(تنخواہ سالانہ)
(۱) جو لوگ جنگ بدر میں شریک تھے ...	... پانچ ہزار درہم
(۲) مہاجرینؓ حبش اور شرکائے جنگ اُحد ...	... چار ہزار درہم
(۳) فتح مکہ کے پہلے جن لوگوں نے ہجرت کی ...	... تین ہزار درہم
(۴) جو لوگ فتح مکہ میں ایمان لائے	... دو ہزار درہم
(۵) جو لوگ جنگ یرموک اور قادسیہ میں شریک ہوئے	... دو ہزار درہم
(۶) انصار	... چار سو درہم
(۷) یرموک اور قادسیہ کے بعد کے مجاہدین ...	... تین سو درہم
(۸) بلا امتیاز مراتب	... دو سو درہم

(علامہ شبلیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ تنخواہوں کی تفصیل میں مختلف روایتیں ہیں۔ کتاب الخراج صفحہ ۲۴۔ مقریزی جلد اول صفحہ ۹۲ بلاذری صفحہ ۴۴۸۔ یعقوبی صفحہ ۱۷۵۔ اور طبری صفحہ ۲۴۱۱ کے بیانات کے مطابق میں نے حتی الامکان لکھا ہے)۔

جن لوگوں کے نام درج دفتر ہوئے اُن کی بیوی اور بچوں کی تنخواہیں مقرر ہوئیں چنانچہ مہاجرینؓ (باقی صفحہ ۱۶۵ پر)

حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے وقت اور شہادت ہو جانے کے بعد کے واقعات میں کیونکہ حضرت زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا بہت کچھ حصہ ہے۔ اس لئے آیندہ کے واقعات ذہن نشین کرنے اور سلسلہ قایم رکھنے کے لئے حضرت عثمان غنیؓ کے عہد کے واقعات لکھنا ناگزیر ہیں۔ چنانچہ ہم اجمالاً اُن کو یہاں لکھتے ہیں۔

حضرت عبیداللہ بن حضرت عمرؓ کا خون بہا۔

خلیفہ کے انتخاب کے وقت تک کے لئے حضرت صہیبؓ مدینہ کے گورنر بنا دئے گئے تھے۔ مدینہ میں جو عجمی رہتے تھے وہ ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے دوسرے دن عبدالرحمن بن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عبیداللہ بن حضرت عمرؓ سے کہا کہ ہرمزان اور جفینہ نصرانی بھی حضرت عمرؓ کے زخمی کرنے کے متعلق ابولولو کی سازش میں شریک تھے۔ کیونکہ یہ تینوں ایک جلسہ میں بیٹھے ہوئے مصلحت کر رہے تھے اور مجھے دیکھ کر متفرق ہو گئے تھے۔ ہرمزان۔ ابولولو کے ہاتھ سے وہی خنجر لے کر دیکھ رہا تھا جس سے حضرت عمرؓ زخمی ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھ کر وہ خنجر اُس کے ہاتھ سے گر پڑا تھا۔

(بسلسلہ صفحہ ۱۶۴) اور انصارؓ کی بیویوں کی تنخواہیں دو سو سے چار سو درہم تک۔ اور اہل بدر کی اولاد ذکور کی تنخواہ دو ہزار درہم مقرر ہوئی۔ جن لوگوں کی جو تنخواہ مقرر ہوئی اُن کے غلاموں کی بھی وہ ہی تنخواہ مقرر ہوئی۔ جس قدر آدمی درج رجسٹر ہوئے تھے وہ درحقیقت فوج کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن اُن کی دو قسمیں قرار دی گئیں۔ (۱) جو ہر وقت جنگی مہمات میں مصروف رہتے تھے گویا یہ فوج نظام یا باقاعدہ فوج تھی۔ (۲) جو معمولاً اپنے گھروں پر رہتے تھے لیکن ضرورت کے وقت طلب کئے جا سکتے تھے۔ ان کو عربی میں مطوعہ کہتے ہیں اور آج کل کی اصطلاح میں اس قسم کی فوج والینٹر کہلاتی ہے۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ آج کل کے والینٹر تنخواہ نہیں پاتے۔ (الفاروق جلد دوم صفحہ ۹۲ تا ۹۷)۔

حضرت عمرؓ نے جو مہاجرینؓ و انصارؓ بدر میں موجود تھے اُن سے شروع کیا تھا اور اُن میں سے ہر شخص کے لئے پانچ ہزار درہم سالانہ مقرر کیا جس میں اُن کے مولی برابر رکھے گئے تھے۔ اُن لوگوں کا جن کا اسلام مثل اہل بدر کے ہے اسلام [illegible] جہاد میں تھے۔ اور اُحد میں حاضر ہوئے تھے۔ اُن میں سے ہر ایک کے لئے چار ہزار درہم سالانہ مقرر کیا۔ اہل بدر کے لڑکوں کے لئے دو دو ہزار درہم مقرر کیا۔ سوائے حسنؓ اور حسینؓ کے کہ رسول اللہ صلعم کی قرابت کی وجہ سے اُن کو علیؓ کے ساتھ رکھا۔ اُن میں سے ہر ایک کے لئے پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کئے۔ عباس ابن عبدالمطلبؓ کے بھی بوجہ قرابت رسول اللہ صلعم پانچ ہزار درہم مقرر کئے۔ ازواج مطہرات کے سوائے ازواج نبی صلعم کے اور کسی کو اہل بدر پر ترجیح نہیں دی۔ اُن میں سے ہر بیوی کے لئے بارہ ہزار درہم مقرر کئے۔ اور جنہوں نے قبل فتح مکہ ہجرت کی اُن میں سے ہر ایک کے لئے تین ہزار درہم مقرر کئے۔ فتح مکہ میں اسلام لانے والوں میں سے ہر شخص کے لئے دو ہزار درہم مقرر کئے۔ اور انہوں نے ابنائے مہاجرات (یعنی ہجرت کرنے والی عورتوں) کا بھی [illegible] مقرر کیا صفیہؓ بنت عبدالمطلب (حضرت زبیرؓ کی والدہ ماجدہ) کے لئے چھ ہزار درہم۔ اسماءؓ بنت عمیس کے لئے ایک ہزار درہم [illegible] بنت عقبہ اور عبداللہؓ بن مسعود کی والدہ کے لئے ایک ایک ہزار درہم مقرر کئے۔ عمرؓ پیدا ہونے والے بچے کے [illegible] مقرر کرتے اور جب بالغ ہو جاتا تو اور زیادہ کر دیتے تھے۔ مصعبؓ بن سعد سے مروی ہے کہ اہل بدر مہاجرینؓ اور انصارؓ [illegible] مقرر کئے۔ ازواج مطہرات کے دس دس ہزار سوائے جویریہؓ اور صفیہؓ کے کہ اُن کے لئے چھ چھ ہزار مقرر کئے۔ اور [illegible] ترجیح دے کر بارہ ہزار مقرر کئے۔ پہلی ہجرت کرنے والی عورتوں میں سے اسماءؓ بنت عمیس اور اسماءؓ بنت ابوبکر [illegible] اور اُم عبداللہ والدہ عبداللہؓ بن مسعود کے ایک ایک ہزار درہم مقرر کئے۔ (طبقات ابن سعد اردو ترجمہ [illegible])

عبید اللہ بن حضرت عمرؓ نے موقع پا کر ایک روز ہرمزان پر تلوار چلائی وہ زخمی ہو کر گرے اور حضرت سعد بن وقاصؓ نے دوڑ کر عبید اللہؓ کو گرفتار کر لیا۔ اور حضرت صہیبؓ کے سپرد کر دیا۔ جنہوں نے خلیفہ کے منتخب ہونے تک انہیں قید کر دیا۔ [1]

بعد بیعت حضرت عثمان غنیؓ کے پاس لائے اور اس مقدمہ کو پیش کیا۔ حضرت علیؓ نے عبید اللہؓ کے قتل کی رائے دی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا ایسا نہ ہو گا کل اُس کا باپ مارا گیا ہے اور آج لڑکا مارا جائے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا میں اُس کا ولی ہوں اور اُس کا خون بہا ادا کرتا ہوں یہ کہہ کر اپنے مال سے خون بہا ادا کر دیا۔ اور منبر پر چڑھ کر ایک پر اثر تقریر کی۔ (سب اس فیصلہ سے خوش ہوئے لیکن حضرت علیؓ اپنے فیصلہ پر مُصر رہے۔ اس لئے عبید اللہؓ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس شام چلے گئے اور جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ [2]

فتوحات

فتوحات کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ ہرقل کے قسطنطنیہ چلے جانے کے بعد مسلمانوں نے جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے اسکندریہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ اب ۲۵ھ میں اُس نے اپنے ایک لشکر کو سردار رومیوں کے ساتھ اہلِ اسکندریہ کی تحریک سے اسکندریہ پر روانہ کیا اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے مقابلہ کر کے رُومی سردار کو قتل کر دیا

الجزیرے کی شورش فرو کی گئی۔ دیلم پر جہاد کیا گیا۔ آذربیجان اور آرمینیہ کی بغاوت دبائی گئی۔ اور وہاں کے بہت سے شہر فتح کئے گئے۔ پھر والیٔ کوفہ نے آٹھ ہزار فوج کی کمک شام کو روانہ کی جہاں رومیوں نے زور شور سے اسّی ہزار فوج لے کر حملہ کر دیا تھا۔ حبیبؓ بن سلمہ نے اُس کو شکست دے کر بہت سے شہروں کو فتح کر لیا۔ اُدھر خود حضرت امیر معاویہؓ نے رُوم پر حملہ کیا وہ اپنے شہروں کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو امیر معاویہؓ نے تمام دالجزیرہ کے بہت سے مسلمانوں کو لے جا کر وہاں بسا دیا اور رُومی قلعے منہدم کر دئے۔ ان واقعات میں ۲۴ و ۲۵ھ ختم ہو گئے۔ [3]

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اور فتح افریقہ۔

۲۶ھ میں حضرت عبد اللہؓ نے جرجیر بادشاہ افریقہ کو شکست دے کر قتل کیا۔ اور اُن کے ہاتھ پر افریقہ فتح ہوا۔ [4]

حضرت امیر معاویہؓ کے اصرار پر حضرت عثمان غنیؓ نے بحری جہاد کی اجازت دے دی۔ جنہوں نے ۲۸ھ میں جزیرہ قبرس رودس فتح کر لیا۔ بعضے کہتے ہیں ۲۹ھ میں اور بقول بعض ۳۳ھ میں یہ لڑائی ہوئی۔ [5]

سریر خلافت پر متمکن ہو کر حضرت عثمانؓ کو تین سال ہوئے تھے کہ اہلِ فارس و خراسان نے بغاوت کی جو فرو کر دی گئی۔ [6] اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد کابل و سیستان فتح کیا گیا۔ [7]

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شرکت جنگ طبرستان و جرجان میں اور اُن کی فتح

۲۹ھ میں حضرت سعید بن العاصؓ کوفہ کی گورنری پر مامور ہوئے اُنہوں نے کوفہ پہنچ کر ۳۰ھ میں ایک لشکر مرتب کیا۔ اور سب سے پہلے طبرستان کا رُخ کیا۔ اس لشکر کے ہمراہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ بھی تھے آخر کار طبرستان اور جرجان فتح کر لئے گئے۔

---

[1] یہ مسئلہ یقیناً اجتہادی کا تھا صحابہؓ میں کثرت رائے اس طرف تھی کہ عبید اللہؓ کو قتل نہ کیا جائے۔ اور بعض کی رائے قتل کی تھی لیکن حضرت عثمانؓ کو حق حاصل تھا کہ وہ اپنے اجتہاد سے ایک خونی کے معصوم ہونے کا حکم دے سکیں۔ امیر المومنین کے اس حکم کے بعد عبید اللہؓ کو کسی صورت سے قتل کرنا یا اس حکم کو توڑنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا تھا۔

[2] اس فتح کے تفصیلی حالات ہم اپنے سلسلہ کی کتاب سیرت امیر المومنین سیدنا حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ میں لکھ چکے ہیں جو ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۹۹ [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ۳ جلد چہارم صفحات ۳ تا ۲۰۶۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ترتیب قرآن مجید

سنہ ۳۰ھ میں حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیگر تین صحابہؓ کے ساتھ قرآن مجید کی ترتیب[1] کے لئے امور فرمایا۔ جنہوں نے حسب الحکم قریش کے لہجہ میں اُس کو مرتب کیا۔ یہ ہی قرآن مجید رہے جو دنیا میں آج رایج ہے۔ [2]

مسجد نبویؐ کی از سر نو تعمیر

مسجد نبوی جو آنحضرت صلعم کے زمانے میں کچی بنی تھی جس میں کھجور کے تنے کے ستون تھے۔ اور کھجور ہی کے پتوں سے پاٹی گئی تھی۔ اور ابھی تک اُسی حالت میں تھی ۱۸ ربیع الاول سنہ ۲۹ھ میں حضرت عثمانؓ نے اُس کے اطراف کو وسیع کرکے از سر نو عمارت سنگین و پختہ تعمیر کرائی۔ ستون منقش کڑیوں کے لگوائے۔ مسجد کا طول ایک سو ساٹھ اور عرض ایک سو پچاس گز کر دیا۔ [3]

ایران کی فتح کی تکمیل

سنہ ۳۱ھ میں جس وقت شام میں بحری معرکہ آرائی ہو رہی تھی۔ اور اُدھر مشرق میں۔ ساسانی سلطنت کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ نیز جو ممالک اسلام کی اطاعت قبول کرنے کے بعد بار بار بغاوت کرتے تھے۔ اُن کی اصلاح ہوتی جاتی تھی۔ تاجدار عجم۔ یزدگرد۔ بھاگتا ہوا۔ مرو پہنچا۔ وہاں جس کسی سے مدد مانگتا۔ وہ دشمنی کرتا۔ ترکوں نے مدد تو کی مگر اُس کی رہی سہی قوت کا خاتمہ ہوگیا۔ ہمراہی سرداروں اور مددگاروں کی سازشوں اور ہوسوں کا یہ انجام ہوا کہ یزدگرد کو ایک چکی والے کے یہاں پناہ لینی پڑی۔ دشمن سر وہاں بھی پہنچ گئے۔ اور اُس کو تائت کی پھانسی دے کر مار ڈالا۔ لاش کو دریا میں پھینک دیا۔ عیسائیان مرو۔ نے لاش کو دریا سے نکال کر اور تابوت میں رکھ کر۔ ناقوس میں دفن کر دیا۔ یزدگرد کی حکومت بیس برس رہی ازاں جملہ سولہ برس۔ عرب کی لڑائیوں میں مصروف ہوئے۔ ملوک ساسانیہ کی حکومت اُس کے مرنے سے منقرض ہوگئی۔ [4]

مرو میں جس وقت دولت ساسان نے آخری سانس لی۔ اُس وقت ابن عامرؓ تمام ملک مشرق خراسان سیستان کرمان۔ صغد و ترکستان کو زیر و زبر کر رہے تھے۔ اُن ممالک کے اکثر سردار جو اطاعت کا اقرار کرکے سرکش ہو گئے تھے اُن سب کو درست کیا گیا۔ بلاد رستاق۔ خزر۔ جوین۔ بیہق۔ بست۔ الفراین۔ نیشاپور۔ نیسا۔ ابل ورد۔ سرخس۔ طوس۔ ہرات۔ بادغیس۔ بوشنج۔ لیج۔ جوزجان۔ طالقان۔ فاریاب۔ بلخ۔ خوارزم۔ جیرفت۔ زرنق۔ کوہ یہ۔ روشت۔ تاشرود۔ سمرقند۔ زرنج۔ اصطبل رستم۔ کش۔ ودان۔ اور کابل۔ میں اُن کے سپہ سالاروں کی تلواریں ایسے زور شور سے چمکیں کہ شمال و مغرب میں دریائے جیحوں تک اور جنوب و مغرب میں کرمان و ہندوستان کی حد تک کوئی مقام ایسا نہیں رہا۔ جہاں اللہ اکبر کی صدا نہ بلند کی گئی ہو۔ کوئی قوت ایسی باقی نہیں چھوڑی گئی جو مقابلہ میں سر اٹھا سکے۔ [5]

صحابۂ کرامؓ کی وفات

خلافت حضرت عثمانؓ سنہ ۳۲ھ میں پچاسی اور بقول بعض پچھتر سال کی عمر میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی وفات ہوئی۔ [6]

---

[1] قرآن مجید کے کتابی شکل میں لائے جانے اور موجودہ لہجے میں مرتب کئے جانے کی پوری تفصیل بھی ہم نے اپنے اس سلسلہ کی کتاب سیر الصحابہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ میں لکھی ہے جو ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

---

[2] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۱۰۰۔ ابن خلدون صفحہ ۲۰۸ تا ۲۱۰ [3] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۲۱۸ و ۲۱۹ [4] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتابخانہ نامی طبع چہارم صفحہ
[5] تاریخ الامت صفحہ [6] فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۶۴۔

علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ ۳۲ھ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ [1]
۳۱ھ میں سفیانؓ بن حرب۔ حضرت امیر معاویہؓ کے والد نے اور ۳۲ھ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بن غافل بن حبیب بن شمخ نے جو اولاد مدرکہ بن الیاس بن مضر میں سے تھے۔ انتقال کیا۔ [2]
۳۲ھ ہی میں بہ عمر اٹھاسی سال حضرت عباسؓ کا انتقال ہوا۔ [3]

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی وصیت حضرت زبیرؓ کو

۳۲ھ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی وفات ہونے سے قبل آپ نے حضرت زبیرؓ کو اپنے چھوٹے بچوں کی نگہداشت کی وصیت کی۔ [4]

حضرت زبیرؓ کا وصیت پر عمل

چنانچہ حضرت زبیرؓ آپ کے (حضرت عبدالرحمنؓ کے) بعد آپ کے مال و اسباب کی نگرانی فرماتے اور آپ کی اولاد پر حسب ضرورت صرف فرماتے تھے۔ [5]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حضرت زبیرؓ کو وصیت۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی اپنے انتقال کے وقت حضرت زبیرؓ کو اپنے مال اور اولاد کی نگہداشت کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ آپ نہایت دیانت داری کے ساتھ اُن کے مال و متاع کی حفاظت کرکے اُن کے اہل و عیال پر صرف فرمایا کرتے تھے۔ [6]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وصیت کا متن

اگر انہیں اس مرض میں موت پیش آجائے تو اُن کی وصیت کا مرجع اللہ کی طرف سے زبیرؓ بن العوام کی طرف اور اُن کے فرزند عبداللہ بن الزبیرؓ کی طرف ہے۔ یہ دونوں (یعنی زبیرؓ اور ابن زبیرؓ) جو چاہیں کریں اور جو فیصلہ کریں۔ وہ اُن کے لئے جائز و مباح ہے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ کی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح بغیر ان دونوں کی اجازت کے نہیں ہوگا۔ اس سے زینب کی طرف سے رد کا نہ جائے گا۔ عامر بن عبداللہ بن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت زبیرؓ کو وصیت کی۔ رسول اللہ صلعم نے ان دونوں کے درمیان عقد مواخاۃ کیا تھا انہوں نے اُن کو اور اُن کے بیٹے عبداللہ بن الزبیرؓ کو وصیت کی جو حسب ذیل ہے:-

یہ عبداللہ بن مسعودؓ کی وصیت ہے۔ اگر انہیں بیماری میں کوئی حادثہ پیش آجائے تو اُن کی وصیت کا مرجع حضرت زبیرؓ بن العوام اور اُن کے بیٹے عبداللہ بن الزبیرؓ ہوں گے۔ یہ دونوں بالکل مختار و مجاز ہوں گے۔ کہ اس کے متعلق جو انتظام کریں اور جو فیصلہ کریں اُن پر اس بارے میں کسی قسم کی تنگی نہ ہوگی۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح بغیر ان دونوں کے علم کے نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ان اور سے اُن کی بیوی زینب بنت الثقیفہ کی وجد سے باز رہا جائیگا وصیت میں اُن کے غلام کے بارے میں یہ تھا کہ جب فلاں شخص پانچ سو درہم ادا کردے تو وہ آزاد ہے۔ عبید اللہ بن عبداللہ

---

[1] حضرت زبیرؓ کی امانت داری۔ دیانت اور انتظامی قابلیت کا عام شہرہ تھا۔ اس لئے اپنی وفات کے وقت عموماً صحابہ کرامؓ اپنی آل و اولاد اور مال و متاع کی حفاظت کی آپ سے درخواست کیا کرتے تھے۔ اور آپ اُن کی درخواستوں کو قبول فرماکر اُن کے مال کی حفاظت اور بال بچوں کی نگہداشت فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۲۶۱ و ۲۶۲ [2] ترجمہ تاریخ ابوالفدا جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ [3] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۲۶۲ [4] ابن عساکر حالات حضرت زبیرؓ [5] اصابہ تذکرہ حضرت زبیرؓ [6] صحیح بخاری صفحہ

بن عتبہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی ۳۲ھ میں وفات ہوئی۔ اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ زر بن حُبیش سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ نے نوے ہزار درہم چھوڑے۔

قیسؓ ابن حازم سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد حضرت زبیرؓ ابن العوام حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کا وظیفہ مجھے دے دیجئے۔ کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ کے اعزہ بیت المال سے اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ انہوں نے ان کو پندرہ ہزار درہم دے دئے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت زبیرؓ کو وصیت کی۔ حضرت عثمانؓ نے انھیں دو سال سے وظیفہ سے محروم کر دیا تھا۔ ان کے پاس حضرت زبیرؓ آئے۔ اور کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے عیال بیت المال سے زیادہ اس کے محتاج ہیں۔ تو انہوں نے ان کو وظیفہ کے بیس ہزار یا پچیس ہزار درہم دے دئے۔ [1]

عبداللہ بن مسعودؓ جب فوت ہوئے تو حضرت زبیرؓ ابن العوام نے حضرت عثمانؓ سے کہا۔ عبداللہ کی عطا مجھے دے دیجئے۔ کہ بیت المال سے زیادہ ان کے اہل و عیال اس کے حق دار ہیں۔ اور انہوں نے وہ پندرہ سو درہم ان کو عطا کر دئے۔ [2]

اسمٰعیلؓ ابن ابی خالد کی سند سے یزید نے (یزید بن ہارون نے) کہا۔ (حضرت از بیرؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ کے وصی تھے)

اسباب فتنہ و فساد

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے چھ سال ایسے گزرے کہ لوگوں کو حضرت عمرؓ کے زمانے سے زیادہ امن و اطمینان نصیب رہا۔ اگر یہ دوریاں ہی جاری رہتا تو حضرت عثمانؓ کا زمانہ حضرت عمرؓ کے زمانے سے اچھا رہتا۔ لیکن فتنے اٹھ کھڑے ہوئے جن کی وجہ سے مسلمانوں کا اتفاق ٹوٹ گیا۔ اور بہت بڑے اقتصادات وقوع میں آئے۔ جس کی تفصیل واقعات مابعد کو سمجھنے کے لئے دینا ضروری ہے۔

ابن خلدون میں ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامل فتح عنایت فرمائی اور اکثر ممالک ملت اسلامیہ کے قبضہ میں آ گئے اور عرب نے تو حہ ممالک مصر و شام و ایران و عراق وغیرہ کے باشندوں میں مل جل کر رہنے سہنے لگے۔ اس وقت آنحضرت صلعم کے شرف صحبت سے ممتاز اور ان کے پورے پورے مقلد۔ مسلمانوں کے ہادی۔ مہاجرین و انصار۔ قریش و اہل حجاز اور وہ لوگ تھے جو اس دولت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے تھے۔ اور باقی عرب بنی وائل۔ عبدالقیس۔ ربیعہ۔ ازد۔ کندہ۔ تمیم۔ قضاعہ وغیرہم۔ اس عزت و شرف سے ممتاز نہ تھے کیونکہ ان کو آنحضرت صلعم کی مقدس صحبت نصیب ہی نہیں ہوئی تھی اور اگر ان میں سے کسی کو کچھ صحبت نصیب بھی ہوئی تھی تو نہایت کم۔ مگر فتوحات میں انہیں کا زیادہ حصہ تھا۔ اس وجہ سے وہ اپنے آپ کو سابقین صحابہ کرامؓ سے افضل اور اپنے حقوق کو اعلیٰ سمجھتے تھے۔ زمانہ عام لشکر کشی میں اس امر کا چنداں کسی نے خیال نہیں کیا۔ لیکن فتوحات و کامیابی کے بعد یہ دیکھ کر کہ ان پر مہاجرینؓ و انصارؓ۔ قریش اور ان کے علاوہ اور قبائل کے لوگ حکومت کر رہے ہیں۔ وہ دل ہی دل میں کڑھنے لگے۔

رفتہ رفتہ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کا زمانہ خلافت آ گیا۔ پس ان لوگوں نے طعن و تشنیع دایان ممالک اسلامیہ پر شروع کر دئے اور امیرالمومنین حضرت عثمان غنیؓ کے احکام کی تعمیل میں سستی اور ان کے انتظامات پر حرف گیری کرنے لگے۔ کبھی کسی والی کی تبدیلی کی درخواست کرتے اور کبھی کسی عامل کی معزولیت کی التجا کرتے غرض ہر طرح سے امیرالمومنینؓ کی رائے کی مخالفت پر تلے رہے۔ [3]

محمد بن حضرت ابوبکرؓ کی ناراضی

۳۱ھ میں محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکرؓ نے جو مصر میں والی مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کے پاس مقیم تھے۔ عبداللہ بن سعدؓ سے مخالفت و ناخوشی کا

---

[1] ترجمہ طبقات ابن سعد اردو حصہ دوم جز خامس صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۳ [2] فتوح البلدان جزو دوم صفحہ ۲۳۲ [3] ابن خلدون کتاب ثانی جلد ۱ صفحہ ۲۱۷

اظہار کیا۔ عبداللہ بن سعدؓ کے ساتھ ان دونوں بزرگوں کی ناخوشی بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ اُنہوں نے علانیہ حضرت عثمان غنیؓ پر یہ اعتراض و طعن کیا کہ اُنہوں نے عبداللہ بن سعدؓ جیسے شخصوں کو جن سے آنحضرت صلعم ناخوش رہے صوبوں کا گورنر بنائے رکھا۔ اور اُن کی زیادتیاں اور مظالم دیکھ کر بھی اُنہیں معزول نہیں کرتے۔ [1]

حضرت عمرؓ اپنے عہد میں اعیانِ قریش کو مدینہ ہی میں رکھتے تھے کسی کو کوئی ضرورت پیش آجاتی تو اُس کے انجام دینے کے بعد وہ واپس آجاتے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب قریش متفرق ہو جائیں گے تو اُن کی رایوں میں اتحاد نہیں رہے گا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد میں اس رکاوٹ کو اُٹھا دیا۔ اور رؤسائے قریش جا بجا ملکوں اور شہروں میں پھیل گئے۔

قریشیوں سے حسد

قریش خلافت کی وجہ سے بمنزلہ شاہی خاندان کے ارکان کے سمجھے جاتے تھے۔ اس وجہ سے وہ جہاں جہاں گئے اُن کی عزت و حرمت ہوی۔ و نیز مختلف شہروں میں اُن کی بڑی بڑی جائدادیں اور ملکیتیں ہوگئیں۔ لوگ اُن کے پاس جمع ہونے لگے۔ کیونکہ استحقاق خلافت کے شرائط اُن میں مجتمع تھے۔ اس لئے اُن کے مصاحبین یہ توقع رکھنے لگے کہ ممکن ہے۔ ایک دن یہ خلیفہ ہو جائیں۔ یہ تمنائیں دلوں سے زبان تک آنے لگیں اور اُن کی وجہ سے بھی خیالات و آرا میں اختلاف پیدا ہونا شروع ہوگیا۔ [2]

۳۳ھ ولید بن عقبہ کی معزولی کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے سعید بن العاصؓ کو کوفہ کی گورنری پر مامور فرمایا تو سعیدؓ نے کوفہ میں پہنچکر رؤسائے شہر اور اہلِ قادسیہ سے ایسے مراسم بڑھائے کہ وہ راتوں کو لوگوں کے انساب اور عرب و اسلام کے ایام و اخبار کے تذکرے اور باہم ہنسی مذاق کرنے کو سعید بن العاصؓ کی صحبت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اکثر ہنسی مذاق ہوتے ہوتے نوبت طعن و تشنیع و سخت کلامی تک پہنچ جاتی تھی۔

ایک روز اثنائے کلام میں سعید بن العاصؓ نے کہا "ھذا السواد بستان قریش" یعنی یہ علاقہ تو قریش کا باغ ہے۔ (مالک) اشتر نے (غصہ سے) جواب دیا جس سواد کو اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کے زور سے عنایت فرمایا ہے تم اُس کو اپنا اور اپنی قوم کا بستان خیال کرتے ہو۔ اشتر کے اس جواب سے حاضرین نے بھی کچھ کہنا شروع کیا۔ عبدالرحمٰن اسدی (بنی اسد بن خزیمہ) سعید بن العاصؓ کے پولیس کے افسر نے اُن لوگوں کو شور و غل مچانے اور لاحاصل گفتگو کرنے سے بہ تشدد منع کیا۔ تو لوگ اُس پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ وہ بیہوش ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد سعید بن العاصؓ نے رات کی صحبت موقوف کرکے دربان مقرر کردئے کہ لوگوں کو آنے سے باز رکھیں لوگوں کو رات کی روزانہ مجلس کے موقوف ہونے کا بہت ملال ہوا۔ جہاں کہیں اُن میں سے دو چار آدمی جمع ہوتے۔ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ اور سعید بن العاصؓ کی برائیاں بیان کرتے۔ بازاریوں اور عوام کا ایک گروہ اُن کے پاس جمع ہو جایا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ سلسلہ طویل ہوا اور فتنہ بڑھنے لگا تو سعید بن العاصؓ اور اکثر اہلِ کوفہ نے اس گروہ کی تمام روئداد حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجی۔

رؤسائے کوفہ وغیرہ کی جلاوطنی

حضرت عثمانؓ نے حضرت سعید بن العاصؓ کے جواب میں اُن کو لکھا کہ ان لوگوں کو (حضرت) معاویہؓ کے پاس شام میں بھیج دو۔ چنانچہ وہ لوگ وہاں بھیجدئے گئے۔ حضرت معاویہؓ نے اُن لوگوں کو عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا اور جو وظائف و تنخواہیں اُن کو عراق

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۱۶ [2] تاریخ الامت صفحہ

میں ملتی تھیں بدستور جاری رکھیں۔ اور اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھانا کھلایا۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ نے انہیں لکھا تھا کہ چند سرکش لوگوں کی جماعت تمہارے پاس بھجوائی ہے تم کوشش کرو کہ وہ راہ راست پر آجائیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں سے نہایت محبت اور ہمدردی کا برتاؤ کر کے انہیں سمجھایا کہ قریش کی سیادت کو تسلیم کریں اور مسلمانوں کے باہمی اتفاق کو درہم برہم نہ ہونے دیں۔ لیکن صعصعہ ابن صوحان نے امیر معاویہؓ کی نہایت معقول باتوں کا بہت ہی غیر معقول اور سراسر نادرست جواب دیا۔ اور اپنی ضد پر اڑا رہا تو حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں لکھا کہ یہ لوگ راہِ راست پر آنے والے نظر نہیں آتے۔ ان کو نہ عقل ہے نہ دین کا پاس ہے۔ انصاف وحق سے اُن کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ البتہ فتنہ اور اہلِ ذمہ کے مال نے اُن کو رنج میں ڈال رکھا ہے۔ سوائے فتنہ وفساد کے اُن کا کوئی کام نہیں اِن سے نیکی کی اُمید کم اور بُرائی کا اندیشہ زیادہ ہے۔ پھر حضرت معاویہؓ نے ان لوگوں کو حمص میں حضرت عثمانؓ کے ایما سے عبدالرحمٰن بن حضرت خالد ابن الولیدؓ کے پاس بھیجا۔ یا یہ دمشق کی طرف سے نکل کر جزیرہ کی طرف جارہے تھے کہ ان کی خبر سن کر عبدالرحمٰنؓ نے ان سب کو اپنے پاس بلایا۔ اور عبدالرحمٰنؓ نے اُن کو اپنی مجلس میں بلا کر کہا۔ (اے شیطان کے بھکانے کے آلات تم کو نہ مرحبا کہوں گا اور نہ دعا بنک دوں گا۔ شیطان بیچارہ تو تمہارے آگے پریشان ہے اور تم خوش دل اور فراغ خاطر ہو۔ عبدالرحمٰنؓ اگر تم کو ادب نہ دے تو خدا کے گھر نقصان پائے اے لوگو تم کیا بلا ہو اہل عرب ہو یا عجم)۔ میرے ساتھ ایسی باتیں نہ کرنا جیسی (حضرت) معاویہؓ سے کی ہیں۔ میں خالدؓ کا بیٹا ہوں۔ صعصعہ اگر میں نے سنا کہ میرے ہمراہیوں میں سے کسی نے تم لوگوں کی بے ادبی کی وجہ سے تیری ناک کچل دی۔ اور تجھے ذلیل کیا تو تجھ کو یہاں سے بہت دور پھینکوں گا۔ اور اُن کے ساتھ ایسی سختی کا برتاؤ کیا کہ یہ لوگ مرعوب ہو کر کہنے لگے۔ ہم اپنے اقوال سے اللہ کے سامنے تائب ہوتے ہیں۔ (رجوع کرتے ہیں) اُشتر امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں تایب ہو کر حاضر ہوا۔ دریافت کیا کہاں جانا چاہتے ہو۔ عرض کیا۔ عبدالرحمٰن بن خالدؓ کے پاس حکم ہوا اچھا جاؤ۔ پس اُشتر اُس گروہ کی طرف پھر واپس آیا۔ [1]

چند روز کے بعد یہ لوگ سیدھے ہو گئے اور اپنی سابقہ سرکشی پر اظہار افسوس کیا تو عبدالرحمٰنؓ نے دربار خلافت میں اس کی اطلاع لکھ بھیجی۔ وہاں سے اجازت آگئی کہ اگر یہ لوگ اب کوفہ کی طرف جانا چاہیں تو جانے دو۔ [2]

یہودیوں کی شرارت

قریشی کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اور انہوں ہی نے اسلام کی سختی سے مخالفت کی تھی۔ اور اپنے جانوں اور مال کو مخالفت اسلام میں قربان کیا تھا۔ جب وہ بھی اسلام لے آئے تو گروہ کے گروہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ آنحضرت صلعم کی حیات ہی میں یہودیوں کا بھی جو دین اسلام کے سخت دشمن تھے بہت کچھ قلع قمع ہو گیا تھا۔ کئی مفسد اور دغا باز قبیلے جلا وطن کر دئے گئے تھے۔ خیبر کے یہودیوں کو بھی جلا وطنی کا حکم ہو گیا تھا مگر پھر اُن کی عاجزانہ درخواست پر بٹائی پر اُن کو کاشت کاری وغیرہ کی اجازت دے دی گئی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں اُن کے اُسی دن کے فتنہ وفساد کی وجہ سے (جیسا ہم اوپر اپنی کتاب میں لکھ آئے ہیں حضرت زبیرؓ کے مشورے سے) اُن کو خیبر سے بھی نکال دینے کی ضرورت پیش آئی۔ اور وہ نکال دئے گئے۔ مگر مسلمانوں کے خلاف جلا وطنی اور پراگندگی پر بھی اُن کی مفسدانہ سازشوں میں نہ کچھ کمی ہوئی اور نہ اُن کے دلوں میں جو آگ بھڑک رہی تھی وہ ٹھنڈی ہی ہوئی۔ ان یہودیوں کے کئی گروہ تھے۔ ایک وہ جو خلوص کے ساتھ مسلمان ہو گئے تھے دوسرے وہ جو اگرچہ مسلمان ہو گئے مگر منافق تھے۔

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۷ [2] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۱۸

یہ بہت خوف ناک اور ضرر رساں تھے۔ کیونکہ دوستی کے پردے میں نقصان پہنچاتے تھے۔ اور اسلام کی بربادی کی سازشیں اور تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ [1]

ابن سبا اور اُس کے ہتکنڈے

انہیں منافقین میں سے ایک عبداللہ ابن سبا۔ صفا علاقہ یمن کا رہنے والا تھا۔ اُس کا یہودی خاندان وہاں بہت معزز تھا۔ اور علوم دینی کی وجہ سے ہادی و پیشوا بھی تھا۔ خود عبداللہ بن سبا توریت و انجیل سے خوب واقف اور عربی میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ اپنے عقائد میں بہت مضبوط۔ کثیر۔ ہوشیار۔ ذی فہم۔ اور سنجیدہ کار تھا۔ اسلام کے پھیلنے کی وجہ سے خاص کر یہودیوں پر بہت بڑا زوال آگیا تھا۔ زر و نیوی جاہ و منزلت باقی رہ گئی تھی۔ نہ دینی پیشوائی۔ کس مپرسی کے اندھیرے میں اُن کے وجود کا پتہ نہ ملتا تھا۔ عبداللہ بن سبا کے دل میں جوش اور دماغ میں تدبیروں کا خزانہ تھا۔ اُس نے انسانی طبیعتوں پر غور کیا تھا۔ موقع اور محل پہچانتا اور اُس سے فائدہ اُٹھانا جانتا تھا۔ اس لئے اُس نے مسلمانوں میں رُوشناسی حاصل کرکے اور اُن کا ہمدرد بنکر اسلام کے برباد کرنے اور اُن میں نسلی و خاندانی رقابت کے جذبات پیدا کرکے تفرقہ ڈالنے اور غلط عقیدوں کے ذریعہ سے گمراہ کرنے کا فرض ادا کرنا چاہا۔ اُس نے بہترین تدبیر یہ سوچی کہ وہ اسلام قبول کرلے اور اندر رہ کر اسلام کی جڑ کھود ڈالے۔ اس کام کے لئے اُس نے خلافت صدیقیؓ اور خلافت فاروقیؓ کا زمانہ موافق و مناسب نہ سمجھا۔ اس لئے وہ خاموش رہا۔ لیکن خلافت عثمانی میں جب اُس نے اپنی تدبیروں کے بارآور ہونے کو ممکن سمجھا اور موافق پایا تو مدینہ میں آکر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور مرتبہ و جاہ کا خواستگار رہا۔ مگر حضرت عثمانؓ نے کچھ التفات نہیں کیا۔ اُس کو ندامت ہوئی۔ لیکن وہ ندامت اُس کی مخالف اسلام تدبیروں کے لئے تازیانہ ہوگئی اور اُس نے سرگرمی سے ایک پروپگنڈا بظاہر خلافت کے موافق لیکن درحقیقت اسلام کی تخریب کے لئے شروع کردیا۔ [2]

روحانی جذبہ اور اسلامی خلوص آنحضرت صلعم کے زمانے سے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانے تک بکثرت نظر آتا ہے لیکن جس قدر زمانہ کو بُعد ہوتا گیا۔ نئی فتوحات ملک کے۔ دولت کی زیادتی نے۔ نئی نسل۔ نومسلموں اور ان قبایل عرب کے دیسوں میں جو مکہ اور مدینہ سے دور رہتے تھے اور جنہوں نے ملکوں کی فتوحات میں حصہ لیا تھا تغیر پیدا کردیا۔ ان لوگوں نے حضرات مہاجرینؓ و انصارؓ کی وہ قربانیاں اور جان نثاریاں جو انہوں نے ابتدائے اسلام میں اسلام کے قدم جمانے کے لئے کی تھیں۔ نہیں دیکھی تھیں وہ قرآن کی تعلیمات سے نہ اچھی طرح واقف تھے۔ نہ کافی طور پر متاثر ہوئے تھے۔ اس لئے اُن کی نگاہ میں مہاجرینؓ و انصارؓ کی اُس درجہ کی دینی عظمت اور سابقی وقعت نہیں تھی۔ جو اُس کے بیشتر زمانے میں تھی۔ یہ لوگ اپنے آپ کو مہاجرینؓ و انصارؓ کے ہم پلہ سمجھنے لگے تھے۔ اور جادۂ اعتدال سے گذر کر اُن حضرات کی صداقت و نیک نیتی پر بھی اعتراض کرنے کی جرأت کر بیٹھے تھے۔

عبداللہ بن سبا کو ان قبایل عرب کو اور اُن نومسلموں کو جن کے دلوں میں اپنے قدیم مراسم و عقائد کے جراثیم موجود تھے۔ اس طرح بھڑکانے کا اچھا موقع مل گیا۔ اُس نے مٹی ہوئی خاندانی عداوت بنو ہاشمؓ اور بنی اُمیہؓ کو زندہ کرنے میں جان توڑ کوشش کی۔ اُس کا ہر وقت یہی سبق تھا کہ بنو ہاشمؓ کے حقوق سب سے بڑھ کر ہیں۔

---

[1] فتنہ ابن سبا صفحہ ۳۰ تا ۳۳۔

لیکن خلافت حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اُن کا وہ حصہ حکومت میں نہیں جو بنی اُمیہ کا ہے۔ یہ قوی ہوتے جاتے ہیں اور وہ کمزور ہوتے جاتے ہیں۔

وہ لوگوں کو درپردہ اہلِ بیت کی محبت کے پیرائے میں امیرالمومنین حضرت عثمانؓ و شیخین حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ پر گھڑے ہوئے معایب کی تعلیم دیتا رہا۔ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ پر اکثر طعن و تشنیع کرتا اور خفیہ طور سے اہلبیت کی دعوت دیتا اور کہتا تھا کہ محمد صلعم پھر واپس آئیں گے جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ واپس آئیں گے۔ اور علیؓ ابن ابی طالب وصیِ رسول اللہ صلعم ہیں۔ (یعنی ہر پیغمبر کا ایک خلیفہ اور ایک وصی ہوا کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے وصی حضرت علیؓ ہیں جس طرح آنحضرت صلعم خاتم الانبیا ہیں اسی طرح حضرت علیؓ خاتم الاوصیا ہیں) حضرت عثمانؓ اور اُن کے پیشرو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی جبراً اور غصباً بغیر کسی استحقاق کے خلافت لے لی ہے۔ (مطلب اس کا یہ تھا کہ حضرت علیؓ کی لوگ مدد کریں اور حضرت عثمانؓ کو شہید یا معزول کریں۔ تاکہ مسلمانوں کا اتفاق ٹوٹ جائے)۔ [1]

سیر معاویہؓ میں ہے کہ عبداللہ بن سبا نے حضرت علیؓ کو قریب قریب بالکل الوہیت کا درجہ دے کر اُن کی حمایت میں زور و شور کے ساتھ پروپگنڈا شروع کر دیا اور تمام دنیائے اسلام میں اس نے اپنے داعی پھیلا دئے جنھیں یہ ہدایات کر دی گئی تھیں کہ جہاں جاؤ:۔

"منافقانہ وبزرگانہ وضع رکھنا اور مذہبی وعظ و پند سے عوام میں اثر پیدا کر کے اور انھیں اپنا معتقد بنا کر خلیفہ وقت حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف مذہبی رنگ میں بدگمانیاں پیدا کرنا اور انھیں سوا اور بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا۔ عثمانی عہدیداروں اور والیوں کو بھی تنگ و بدنام کرنے کی ہر ممکن سعی کرنا۔ امیرالمومنین حضرت عثمان غنیؓ کی اقربا نوازی اور بے انصافی کے قصے خوب آب و رنگ دیکر بیان کرتے رہنا اور ساتھ ہی یہ کہنا کہ خلافت کے مستحق حقیقی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ لوگ ابتدا سے ان کا حق غصب کرتے چلے آئے ہیں"۔

ہر ملک میں یہ سبائی پھیلے ہوئے تھے۔ جو مذہبی تقدس کے رنگ میں زبانوں پر قال اللہ اور قال الرسول کا رنگ

---

[1] لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے تذکرہ کیا کہ حضرت علیؓ وصی تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ وصیت ان کو کب کی تھی۔ حضور صلعم میرے سینے کے سہارے سے لگے بیٹھے تھے۔ کہ آپ نے تشت منگایا۔ میری گود ہی میں جھکے ہوئے تھے مجھے معلوم بھی نہ ہوا کہ حضور صلعم نے وفات پائی۔ وصیت کس وقت کی۔ (ترجمہ بخاری شریف جلد دوم پارہ گیارہ صفحہ ۹)۔

فضل بن مرزوق سے مروی ہے کہ میں نے حسن بن الحسنؑ کو ایک شخص سے کہتے سنا جو اُن لوگوں میں سے تھا کہ (اہل بیت کے بارے) میں غلو کرتے ہیں (یعنی اُن کا مرتبہ حد سے زیادہ بڑھاتے ہیں) کہ تم لوگوں پر افسوس ہے تم لوگ اللہ کے لئے ہم سے محبت کرو۔ اگر ہم اللہ کی اطاعت کریں تو تم لوگ ہم سے محبت کرو۔ اور اگر ہم اللہ کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض کرو۔

ایک شخص نے اُن سے کہا کہ آپ لوگ رسول اللہ صلعم کے اہل قرابت ہیں اور آپ کے اہل بیت ہیں۔ (اس لئے ہم لوگ آپ کی مدح میں مبالغہ کرتے ہیں) انہوں نے کہا کہ تم پر افسوس ہے اگر اللہ تعالیٰ بغیر اللہ کی اطاعت کے (باقی صفحہ ۱۷۴ پر)

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون صفحہ

چڑھائے۔ جسموں پر عبا و قبا پہنے جبینوں پر سجدوں کے ریائی کے نشان لئے اور دلوں کی گہرائیوں میں شر و فتن کے خیالات بھرے عوام کو گمراہ کر رہے تھے۔ چونکہ پروپگنڈا عام تھا۔ اور داعی اپنے طور پر اسلامی رنگ میں باتیں پھیلاتے تھے اس لئے ان سے عمومیت کے ساتھ سب متاثر ہوتے تھے۔ [1]

پھر قبایل عرب کے دلوں میں اس طرح کے خیالات پیدا کر کے کہ اُنہوں نے ہی اپنی جانیں دے کر ملک فتح کئے۔ اور اُس کے حصول کے لئے اپنا خون بہایا لیکن ان تمام جان فشانیوں سے اغیار (قریش و انصار) فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ اور ان حق تلفیوں کی ذمہ داری حضرت عثمانؓ اور مروان پر ڈالی جاتی اور کہا جاتا کہ مروان خلیفہ ہی کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اُن کا رشتہ دار ہے۔ ممکن نہیں کہ مروان کی خود غرضانہ اور نامنصفانہ حرکتوں اور بے اعتدالیوں سے خلیفہ واقف نہ ہوں۔ اس قسم کی باتیں رفتہ رفتہ لوگوں کے دلوں میں اثر کرنے لگیں۔ خاص کر اُن کے دلوں میں جن کو اُبھارنے کے لئے کہی جاتی تھیں۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۷۳) رسول اللہ صلعم کی کسی قسم کی قرابت کے سبب سے کسی کو (اپنے عذاب سے) بچاتا تو وہ بالضرور اس کے سبب سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچاتا جو باعتبار مال اور باپ کے ہم سے زیادہ آنحضرت صلعم کے قرابت دار ہیں۔ (مثلاً حسنؓ اور حسینؓ) واللہ میں تو ضرور ڈرتا ہوں کہ ہم میں سے گنہگار کو دو چند عذاب دیا جائے گا۔ اور مجھے ضرور اُمید ہے کہ ہم میں سے نیکوکار کو دو چند اجر دیا جائے گا۔ تم لوگوں کی خرابی ہو (ہماری مداح میں مبالغہ کرنے سے) اللہ سے ڈرو اور ہم لوگوں کے بارے میں حق کہو۔ کیونکہ حق ہی تمہارے مقاصد (مدح سرائی) کو بہت زیادہ نفع پہنچانے والا ہے۔ اور حق سے ہم بھی تم سے راضی ہوں گے" پھر فرمایا کہ اگر یہ ہی دین الٰہی ہے جو تم لوگ کہتے ہو تو بیشک ہمارے بزرگوں نے ہمارے ساتھ برائی کی۔ (کہ یہ دین اور یہ نجات کا راستہ صرف تمہیں بتایا اور ہمیں نہ بتایا ان بزرگوں نے نہ تو ہمیں اس دین کی اطلاع دی اور نہ ہمیں اس پر عمل کرنے کی غیرت دلائی)

اس کے جواب میں اُس شخص نے کہا کہ کیا رسول علیہ السلام نے علیؓ کے لئے یہ نہیں فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ (جس سے میں محبت کرتا ہوں اُس سے علیؓ بھی محبت کرتے ہیں) یا جس دین کے میں تابع ہوں اُس کے علیؓ بھی تابع ہیں) تو اُنہوں نے کہا۔ واللہ رسول اللہ صلعم اس سے خلافت و سلطنت مراد لیتے تو وہ اُن لوگوں سے اُس کو اس طرح صاف صاف بیان فرماتے جس طرح آنحضرت صلعم نے نماز اور روزہ رمضان و حج بیت اللہ کو صاف صاف بیان فرمایا۔ آپ ضرور ضرور اُن لوگوں سے فرماتے کہ اے لوگو میرے بعد علیؓ تمہارے ولی (حاکم و خلیفہ) ہیں۔ کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ اُمت کے خیر خواہ رسول اللہؐ تھے۔ اگر معاملہ اس طرح ہوتا جس طرح تم لوگ کہتے ہو کہ (اس حدیث میں رسول اللہ صلعم نے اپنے بعد علیؓ کو خلیفہ بنایا اور) اللہ اور اُس کے رسول صلعم نے اس خلافت اور نبی علیہ السلام کے بعد آپ کی قایم مقامی کے لئے علیؓ کو منتخب کیا۔ تو اس معاملہ میں علیؓ سب لوگوں سے زیادہ خطاوار اور سب سے زیادہ مجرم تھے۔ کیونکہ جس امر کا اُنہیں رسول اللہ صلعم نے حکم دیا اُنہوں نے اُسے ترک کر دیا۔ (کیونکہ آپ کے بعد اُنہوں نے یقیناً پچیس سال تک خلافت نہیں حاصل کی) یا (اگر اُنہیں آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کی قایم مقامی کا موقع نہ مل سکا تھا۔ تو کم سے کم یہ ہی کرتے کہ) اس کے بارے میں لوگوں سے معذرت کر دیتے۔ (کہ میں اِن وجوہ سے امتثال امر پر قادر نہ ہو سکا)

فضیل بن مرزوق سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے عمر بن علیؓ و حسین بن علیؓ جو جعفر کے چچا تھے سے دریافت کیا کہ آپ کے اہل بیت میں کوئی شخص ایسا ہے جس کی اطاعت فرض کی گئی ہو جس کے لئے آپ لوگ یہ پہچانتے ہوں۔ (یعنی آپ سے وہ شخص (باقی صفحہ ۱۷۵ پر)

---

[1] سیر معاویہؓ مولفہ مولوی شریف احمد صاحب مراد۔ زبیری۔ سہروردی۔ ماہر وردی صفحہ ۶۰۔

عبداللہ بن سبا نے جب دیکھا کہ اُس کا جادو اثر کر رہا ہے تو اُس کی ہمت اور بڑھی پھر وہ حضرت عثمانؓ اور اُن کی حکومت کی بُرائیاں علانیہ کرنے لگا۔ [1]

ابن سبا بصرہ میں

عبداللہ بن سبا تمام منصوبے اور اپنی تحریک کی تمام تجویزوں کو مدینہ منورہ سے سوچ سمجھ کر بصرہ میں آیا۔ بصرہ میں حکیم بن جبلہ عبدی کے مکان پر آکر اُترا۔ (یہ شخص ڈاکے مار کر گزارا کرتا تھا۔ اسلامی لشکر کے ساتھ شریک ہو جاتا تھا۔ اور موقع پاکر ذمیوں کو لوٹ لیتا تھا) فتنہ ابن سبا اور اہلِ بیت کی تشیع اور امیر المومنین عثمانؓ کے طعن و تشنیع کی تعلیم شروع کر دی۔ جب حکیم بن جبلہ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو اُس نے ابن سبا کو اپنے مکان سے نکال دیا۔ [2]

عبداللہ بن عامر گورنر کوفہ کو جب ابن سبا کی شرارتیں معلوم ہوئیں تو اُس کو اپنے پاس بلوا کر اُس سے گفتگو کی اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ اُس نے کہا اہلِ کتاب سے ہوں دینِ اسلام کا ذوق رکھتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا جو باتیں میں نے تمہاری سنی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ تم مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہاں آئے ہو۔ میں تمہارا رہنا یہاں پسند نہیں کرتا۔

کوفہ میں آمد

یہ سن کر عبداللہ بن سبا نے بصرہ میں اپنا رہنا مناسب نہ سمجھا۔ اپنے خاص خاص رازداروں کو وہاں چھوڑ کر اور اپنی بنائی ہوئی جماعت کو تمام تجاویز و ہدایتیں دے کر دوسرے فوجی مرکز کوفہ میں آگیا۔ یہاں پہلے سے ہی ایک جماعت حضرت عثمانؓ اور اُن کے عامل کی دشمن موجود تھی۔ اِس لئے ابن سبا کو کوفہ میں بصرے سے زیادہ موقع اپنی شرارت پھیلانے کا اور اُس کو کامیاب بنانے کا ملا۔ عام طور پر لوگ اُسے تعظیم و تکریم سے دیکھنے لگے۔ جب اُس کے خیالات کا چرچا ہوا تو وہاں کے گورنر سعید بن العاصؓ نے اُس کو ڈانٹا۔ اور شرفا نے بھی اُس کو مشتبہ آدمی سمجھا۔ چنانچہ ابن سبا کوفہ سے نکل کر شام کی طرف روانہ ہوا۔ مگر بصرہ کی طرح کوفہ میں بھی اپنی

(بسلسلہ صفحہ ۱۷۴) معلوم ہے جس کی اطاعت فرض کی گئی ہو) اور جس شخص نے اس (مفترض الطاعۃ) کے لئے یہ وصف نہیں پہچانا اور مر گیا تو وہ جاہلیت (کفر) کی موت مرا۔ ان دونوں (عمر بن علیؓ و حسین بن علیؓ) نے کہا کہ نہیں، واللہ (مفترض الطاعۃ) ہم میں نہیں ہے۔ جس شخص نے ہم لوگوں کے بارے میں یہ کہا تو وہ کذاب (بڑا جھوٹا) ہے۔

فضیل بن مرزوق نے کہا کہ پھر میں نے عمر بن علیؓ سے کہا کہ اللہ آپ پر رحمت کرے۔ کیا آپ لوگوں کے گمان میں یہ مرتبہ علیؓ کے لئے تھا کہ نبی صلعم نے انہیں وصیت کی تھی۔ پھر حسنؓ کے لئے تھا کہ انہیں علیؓ نے وصیت کی تھی۔ پھر یہ (مرتبہ) حسینؓ کے لئے تھا کہ انہیں حسنؓ نے وصیت کی تھی۔ پھر علی بن حسینؓ (زین العابدینؒ) کے لئے تھا کہ انہیں حسینؓ نے وصیت کی تھی۔ پھر محمد بن علیؓ کے لئے تھا کہ انہیں علیؓ (زین العابدینؒ) نے وصیت کی تھی۔ اُنہوں نے کہا کہ واللہ میرے والد کا انتقال ہو گیا مگر اُنہوں نے دو حرف کی بھی وصیت نہیں کی۔ خدا ان (بہتان باندھنے والوں) کو غارت کرے۔ واللہ یہ صرف ہم لوگوں کے ذریعے پیٹ بھرنے والے لوگ ہیں۔ راوی نے کہا کہ یہ خبیث خبیث ہے۔ (جس نے آپ لوگوں پر یہ بہتان باندھے) انہوں نے کہا کہ خبیث خبیث کون۔ راوی نے کہا کہ (معلیٰ بن خنیس) انہوں نے کہا ہاں معلیٰ بن خنیس واللہ میں اپنے بستر پر بڑی دیر تک سوچتا رہا جس وقت اُن لوگوں کو معلیٰ بن خنیس نے گمراہ کر دیا۔ میں اُس قوم سے تعجب کرتا تھا۔ جن کی عقلوں کو اللہ نے تاریک کر دیا۔ (ترجمہ طبقات کبیر جزو ثامن صفحہ ۲۶۷، ۳۷)

---

[1] فتنۂ ابن سبا صفحہ ۳۵، ۳۷ [2] ترجمہ ابن خلدون صفحہ ۲۲۷۔

ایک جماعت چھوڑ آیا جس میں مالک اشتر وغیرہ کی اور اُس کے اُن احباب کی جو حمص میں اُس کے ساتھ گئے تھے۔ اور اُن کے احباب و اقارب کی جماعت شامل تھی۔ جب وہ شام اور دمشق پہنچا تو یہاں اُس کی دال نہ گلی اور جلد ہی اُس کو شہر بدر ہونا پڑا۔

ابن سبا کا مصر میں ورود اور جعلی خطوط

شام سے خارج ہو کر وہ سیدھا مصر پہنچا۔ جہاں کے گورنر عبداللہ بن سعدؓ تھے۔ مصر میں اپنے سابقہ تجربہ سے فائدہ اُٹھا کر زیادہ احتیاط اور زیادہ گہرے پن سے اُس نے اپنا کام شروع کیا۔ یہاں اُس نے اپنی سوسائٹی کا نظام مرتب کیا۔ اور محبت اہل بیت اور حمایت حضرت علیؓ کے اظہار کو خاص الخاص ذریعہ کامیابی بنایا۔ مصر کے گورنر عبداللہ بن سعدؓ کی نسبت مصریوں اور وہاں کے مقیم عربوں کو شکایتیں تھیں۔ اور خود ابن سعدؓ کو افریقہ۔ برقہ اور قسطنطنیہ کے معاملات کی وجہ سے داخلی باتوں کی طرف زیادہ فرصت نہ تھی۔ یہاں سے عبداللہ بن سبا نے اپنے بصرے اور کوفہ کے دوستوں سے خط و کتابت جاری رکھی اور مقررہ و مجوزہ نظام کے موافق مصر۔ کوفہ اور بصرہ سے وہاں کے عاملوں کی شکایتوں میں مدینہ والوں کے پاس پیہم خط جانے شروع ہوئے ساتھ ہی بصرہ والوں کے پاس کوفہ اور مصر والوں کی خط پہنچتے کہ یہاں کے گورنروں نے بڑے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ اور رعایا پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ اسی طرح بصرے اور کوفہ سے مصر والوں کے پاس اور بصرہ و مصر و دمشق سے کوفہ والوں کے پاس خطوط پہنچنے لگے۔ کیونکہ کسی جگہ بھی عاملوں اور گورنروں کے ہاتھوں سے رعایا پر ظلم نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا ہر جگہ کے آدمیوں نے سمجھا کہ ہمارے سوا دوسرے صوبوں کے گورنر ظلم و تشدد روا رکھ رہے ہیں اور حضرت عثمانؓ ظالمانہ طور پر اپنے عاملوں یا گورنروں کو اُن کے عہدوں پر بحال رکھنے اور معزول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ [1]

حضرت سعید بن العاصؓ کی مخالفت

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے چونکہ ہر صوبے اور ہر علاقے سے مدینہ منورہ میں برابر خطوط پہنچ رہے تھے۔ لہٰذا حضرت عثمانؓ نے کبار صحابہؓ کے کہنے سے تمام صوبوں کے حالات کی واقفیت کے لئے ایک ایک صحابیؓ کو بھیجا جنہوں نے چند روز کے بعد آکر بیان کیا کہ عاملوں اور والیوں میں کوئی برائی نہیں ہے۔ شکایتیں بدامنی ہے۔ اہل مدینہ مطمئن ہو گئے۔ [2]

لیکن چند روز کے بعد پھر وہی کیفیت پیدا ہو گئی۔ سعید بن العاصؓ نے ہر طرف شورش اور زبانوں پر علانیہ شکایات کو دیکھ کر قعقاع بن عمروؓ کو ۳۴ھ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اور حضرت عثمانؓ کو تمام حالات زبانی سنانے کے ارادہ سے مدینہ کا عزم کیا۔ اُن کے روانہ ہونے کے بعد کوفہ کے لوگوں نے مالک اشتر وغیرہ کو جو حمص میں مقیم تھے لکھا کہ آج کل کوفہ خالی ہے جس طرح ممکن ہو اپنے آپ کو کوفہ پہنچا دیں۔ اُس وقت کوفہ کی حالت اس نزاکت پر پہنچ گئی کہ لوگ علانیہ حضرت عثمانؓ اور اُن کے عاملوں کو برا بھلا کہنے لگے۔ اس ہنگامہ نے یہاں تک ترقی کی کہ یزید بن قیس ایک جمعیت کو ہمراہ لے کر اس ارادہ سے نکلا کہ مدینہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ کو معزول کر دے۔ اس کے ہمراہ ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو ابن سبا کے مقلد تھے اور در پردہ اس سے خط و کتابت کرتے تھے۔ لیکن قعقاعؓ نے سد راہ ہو کر ایک جماعت ہمراہ لے جا کر قیس کو گرفتار کر لیا۔ پھر یزید کے اس کہنے پر کہ مجھے سعید بن العاصؓ سے

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۱۸ تا ۴۲۰ [2] فتنۂ ابن سبا صفحہ ۷۴ و ۷۵۔

چند شکایات ہیں میرا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ سعیدؓ معزول کر دیئے جائیں۔ اور بہت کچھ منت سماجت کرنے پر اُسے چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے بعد ہی مالک اشتر اپنی جمعیت کے ساتھ حمص سے کوفہ میں پہنچ گیا۔ ان لوگوں کے کوفہ میں پہنچنے پر شورش پسندوں میں ایک تازہ قوت اور جوش پیدا ہوا۔ مالک اشتر نے علانیہ لوگوں کو یزید بن قیس کی جماعت میں شامل ہونے کی ترغیب دی۔ اشتر کوفہ کے قریب پہنچ کر اپنے ہمراہیوں سے آگے بڑھ کر اُن کے آنے سے پہلے کوفہ میں داخل ہوا۔ ۱۸ جمعہ کے دن مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت سعید بن العاصؓ سے متعلق غلط باتیں منسوب کرنے لگا لوگوں نے اس کے کہنے پر اشتر کی اہانت کی۔ اہل الرائے اور سمجھ دار لوگوں نے اُس کو تقریر کرنے سے روک دیا۔ لیکن لا حاصل تھا۔ یزید نے باہر نکل کر پکار کر کہدیا جس کا جی چاہے سعیدؓ کے روکنے کو مجھ سے آکر مل جائے۔ اس کے سنتے ہی عوام الناس کا ایک گروہ یزید کے ساتھ ہو گیا۔ رؤسا اور سمجھ دار لوگوں نے ہر چند سمجھایا لیکن اُن کی بات اُس گروہ میں سے کسی نے نہ سنی۔ [1]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ گورنر کوفہ

یزید بن قیس معہ اپنے ہمراہیوں کے قادسیہ کے مقام جرعہ میں سعید بن العاصؓ کو روکنے کے لئے آ ٹھہرا۔ تا آنکہ سعیدؓ آ پہنچے۔ یزید کے ہمراہیوں نے اُن سے کہا کہ تم واپس لوٹ جاؤ۔ ہمیں تمہاری حاجت نہیں ہے۔ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو بھیجدو۔ سعیدؓ نے واپس مدینہ منورہ آکر حضرت عثمانؓ سے واقعات بیان کئے تو آپ نے حضرت ابوموسیٰؓ کو کوفہ کی امارت پر مامور فرمایا۔ جنہوں نے کوفہ پہنچ کر جمعہ کے روز سب کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اور امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کی اطاعت کی تاکید کی۔ لوگوں نے قبول کیا۔ بقول بعض اہل کوفہ نے مجتمع ہو کر یہ رائے قایم کی کہ کسی شخص کو امیرالمومنینؓ کے پاس بھیج کر اُن کے اعمال کی زیادتیوں پر اُن کو نصیحت کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اُنہوں نے اس کام کے لئے عامر بن عبداللہ تمیمی عنبری کو مدینہ روانہ کیا۔ [2]

حضرت عثمانؓ کے دو فرمان

اطراف وجوانب کے شور و شر اور اپنے عمال پر طعن و تشنیع بڑھتے جانے پر حضرت عثمانؓ نے دو گشتی فرمان تمام ممالک محروسہ میں روانہ کئے۔ اُن میں ایک عام رعایا کے نام اس مضمون کا تھا کہ مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ میرے عمال سے عام رعایا کو نقصان پہنچا ہے۔ اس وجہ سے میں نے اُن کو حکم دیا ہے کہ میرے کل عمال موسم حج میں آئیں۔ پس جس شخص کو میرے عمال سے کچھ نقصان پہنچا ہو یا کسی کا کچھ نقصان ہوا ہو کسی کا کچھ حق کسی عامل پر ہو اُس کو چاہیئے کہ موسم حج میں آکر اپنے حق کو مجھ سے یا میرے عمال سے لے اور اُس کی تصدیق کرائے اور ثبوت دے اس خط کے پڑھنے سے لوگ رو پڑے اور امیرالمومنینؓ کے حق میں دعائے خیر کرنے لگے۔

دوسرا فرمان بغرض طلبی عمال کے نام تھا چنانچہ موسم حج میں عبداللہ بن عامرؓ۔ عبداللہ بن ابی سرحؓ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ۔ سعید بن العاصؓ و عمرو بن العاصؓ آئے۔ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ افسوس ہے کہ تم لوگوں کی شکایتیں اور تمہاری ایذا رسانی کی خبریں مجھ تک پہنچی ہیں۔ واللہ مجھے خود اس امر کا خیال ہے کہ کہیں وہ لوگ سچے نہ نکل جائیں۔ ان عمال نے عرض کیا، آپ نے لوگوں کو اس امر کے دریافت کرنے کو نہیں بھیجا تھا۔ کیا ان لوگوں نے یعنی آپ کے قاصدوں نے آپ کو نہیں بتایا کہ ہم لوگوں کی اُنہوں نے کوئی برائی نہیں دیکھی۔ ہم لوگوں کو اس شکایت کی اطلاع تک نہیں ہے اور نہ اس کی کچھ اصلیت ہے۔

امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی کا مجھ پر کوئی الزام باقی رہ جائے۔ اللہ اس کو خوب جانتا

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۲۱ [2] ابن خلدون کتاب جلد چہارم صفحہ ۲۲۸ تا ۲۳۱۔ [3] ایضاً ۲۳۰ و ۲۳۱

ہے کہ میں نے سوائے خیر کے لوگوں کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ (اس موقع حج پر) کسی نے ذرہ بھر بھی کسی کی (کسی عامل کی) شکایت پیش نہیں کی۔ (حالانکہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ جس کو جو شکایت کسی عامل سے ہو آکر بیان کرے) [۱]

جلسہ میں اعتراضات کا ازالہ۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عثمانؓ معہ اپنے عمال کے مدینہ تشریف لائے۔ اور حضرت زبیرؓ و حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ کو بلایا۔ اس جلسہ میں جو اعتراض لوگوں نے کئے حضرت عثمانؓ نے اُن کے کافی وشافی جواب دئے۔ اس کے بعد مجلس برخواست ہوگئی۔ اور سب بخوشی خاطر اور رضامندی خاموشی سے منتشر ہوگئے۔ [۲]

شام جانے سے حضرت عثمانؓ کا انکار

ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد حضرت معاویہؓ نے عرض کیا۔ امیرالمومنین اس سے پہلے کہ آپ پر حملہ ہو۔ جس کا آپ تحمل نہ کر سکیں گے۔ مناسب ہوگا کہ آپ میرے ساتھ شام چلیں۔ کل اہل شام میرے مطیع ہیں۔ امیرالمومنینؓ نے جواب دیا۔ میں کسی معاوضہ میں رسول اللہ صلعم کی قربت نہیں چھوڑ سکتا۔

پھر حضرت معاویہؓ نے عرض کیا۔ اچھا۔ میں ایک لشکر جرار آپ کی محافظت کے لئے بھیجے دیتا ہوں۔ جو آپ کے پاس ٹھہرا رہے۔ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ میں آنحضرت صلعم کے پڑوسیوں کو تنگ نہیں کروں گا۔ یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے کہا واللہ آپ دھوکا کھائیں گے۔ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ حسبی اللہ ونعم الوکیل (یعنی خدا مجھ کو کافی اور اچھا کارساز ہے) کہہ کر خاموش ہوگئے۔ [۳]

حضرت معاویہؓ کی روانگی اور صحابہ کرامؓ سے درخواست

جب حضرت معاویہؓ رخصت ہو کر چلے یعنی سفر شام پر آمادہ ہو کر روانہ ہوئے تو جماعت مہاجرین پر ہو کر گذرے۔ حضرات زبیرؓ و علیؓ و طلحہؓ اُس مجمع میں موجود تھے۔ معاویہؓ نے اُن کے پاس ٹھہر کر کہا:۔

"حکومت ایک ایسی چیز ہے جس پر قدیم زمانے سے لوگ لڑتے مرتے چلے آئے ہیں۔ جب خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو مبعوث فرمایا۔ دین اسلام کا روشن آفتاب چمکا اور اپنی شعاعوں سے ظلمت کدہ کفرستان کو نورانی کر دیا تو لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اُس وقت قدامت اور سابقیت اسلام کا لحاظ کیا گیا۔ شرافت وعلم واجتہاد کا پاس رکھا گیا۔ اور اب تک یہ ہی طریقہ جاری ہے۔ اگر لوگ طریق جاری ومسنون پر قایم رہیں۔ اور اُس پر عمل کریں تو ہو المراد یہ دولت خلافت انہیں بزرگوں میں رہے گی۔ اور باقی لوگ اُن کے تابع وزیر فرمان رہیں گے۔ اور اگر بزور خلافت درپردہ طالب دنیا ہوئے تو یقین ہے کہ یہ نعمت اُن سے سلب کر لی جائے گی۔ اور حکومت وریاست خداوند تعالیٰ دوسروں کو دے دیگا۔ خداوند تعالیٰ حقیقی تبدیلی وتغیر پر ہر طرح قادر وتوانا ہے۔ اُس کو کچھ مشکل نہیں۔ میں آپ لوگوں میں ایک بوڑھے بڑے (حضرت عثمانؓ) کو چھوڑے جاتا ہوں۔ آپ اُن کے ساتھ خیر خواہی کریں۔ اور ہر طرح اُن کے شریک حال رہیں۔ آپ کو اس کام کے عوض سعادت نصیب ہوگی۔" یہ درخواست کر کے معاویہؓ شام کو سدھارے۔ اُن کی روانگی کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں اُن میں خیر ونیکی دیکھتا ہوں۔ حضرت زبیرؓ نے ارشاد فرمایا۔ واللہ اس وقت کے سوا تو کبھی ہمارے اور آپ کے دل میں اُن کی عظمت وعزت نہ تھی۔ [۴]

---

[۱] ابن خلدون صفحہ ۲۳۷ تا ۲۴۰ [۲] شمس التواریخ جلد چہارم ۵۳۲ و ۵۳۳ و ابن اثیر۔

مخالفین کا ارادہ

منحرف اور مخالفین امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے باہم عہد و پیمان کیا تھا کہ جس وقت اُمراء و عمال حضرت عثمانؓ سے رخصت ہو کر روانہ ہوں تو اُن کی غیبت میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ پر حملہ کریں گے۔ لیکن اتفاق سے جب وہ امراء و عمال کی روانگی کے وقت حملہ نہ کر سکے تو انہوں نے بذریعہ خط و کتابت یہ طے کر لیا کہ ایک مقررہ دن پر مدینہ منورہ میں جمع ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ بلوائیان مصر جس میں عبد الرحمٰن۔ کنانہ بن بشر تجیبی۔ سودان بن حمران سکونی۔ میسرہ یا قیرہ بن فلاں سکونی یہ سرگروہی غافقی بن حرب عکی تھے۔ انہوں نے ایک ہزار کی تعداد سے مدینہ پر خروج کیا۔ اسی تعداد میں بلوائیان کوفہ۔ زید بن صوحان عبدی۔ اشتر نخعی۔ زیاد بن النضر حارثی۔ عبد اللہ بن الاصم عامری کے ہمراہ اور اسی قدر آدمیوں کے ساتھ بلوائیان بصرہ حکیم بن جبلہ عبدی۔ ذربح بن عباد۔ بشیر بن شریح قیسی اور ابن المحرش یہ سرگروہی حرقوص بن زہیر سعدی۔ یہ اظہار ارادہ حج شوال میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔

منافقین کی چال بازیاں

جب تین منزل مدینہ منورہ باقی رہ گیا تو چند لوگ اہل بصرہ سے آگے بڑھ کر ذو خشب میں آ ٹھہرے۔ اُن لوگوں کی طبیعتیں حضرت طلحہؓ کی طرف مائل تھیں۔ اور کچھ لوگ بلوائیان کوفہ کے اپنے گروہ سے نکل کر اعوص میں آ کر مقیم ہوئے۔ ان لوگوں کا رجحان حضرت زبیرؓ کی جانب تھا۔ اسی گروہ کے ساتھ کچھ لوگ اہل مصر کے بھی تھے۔ اور عام بلوائی ذو المروہ میں ٹھہرے رہے۔ مصریوں کی طبیعت حضرت علی ابن ابی طالبؓ کی جانب تھی۔

زیاد بن النضر و عبد اللہ بن الاصم نے بلوائیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ تم لوگ عجلت نہ کرو۔ جب تک ہم پہلے مدینہ میں داخل ہو کر اہل مدینہ کی حالت معلوم نہ کر آئیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مدینہ والوں نے بھی جنگی تیاریاں کی ہیں بخدائے لایزال اگر یہ خبر صحیح ہے تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے۔ تمام بلوائی یہ سن کر خاموش ہو گئے اور یہ دونوں مدینہ میں داخل ہوئے۔ اور حضرت زبیرؓ و طلحہؓ و علیؓ اور امہات المومنینؓ سے ملے۔ اور اُن سے یہ ظاہر کیا کہ ہم لوگ بہ ارادہ حج آئے ہیں۔ اور بعض عمال کی شکایت لائے ہیں۔ اُن بزرگوں نے زیاد و عبد اللہ کو اس ارادہ سے روکا (ملامت کی اور واپس جانے کا حکم دیا)۔[1]

جعلی خطوط کے ذریعہ پروپیگنڈا

اس جگہ یہ بات خصوصیت سے قابل تذکرہ ہے کہ عبد اللہ بن سبا کے آدمی جو مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ نیز اُمہات المومنینؓ کے نام سے بہت سے خطوط لکھ لکھ کر کوفہ و بصرہ و مصر کے اُن لوگوں کے نام روانہ کئے تھے۔ جو ان بزرگوں سے عقیدت رکھتے اور عبد اللہ بن سبا کے دام تذویر میں پورے اور یقینی طور پر نہیں پھنسے تھے۔ ان خطوط میں لکھا ہوتا تھا کہ حضرت عثمانؓ اب اس قابل نہیں رہے کہ اُن کو تخت خلافت پر متمکن رہنے دیا جائے۔ مناسب یہی ہے اور اُمت مسلمہ کی فلاح اسی میں مضمر ہے کہ اس آئے دن کے ذی الحجہ میں اس ضروری کام کو سرانجام دے دیا جائے۔ یہی وجہ تھی جو یہ قیمتوں قافلے مدینہ منورہ میں ہر قسم کا فساد مچانے اور کشت و خون کے لئے آئے تھے۔ ورنہ تین ہزار آدمیوں کا کیا حوصلہ تھا کہ وہ اُس مدینۃ النبیؐ پر تصرف کرنے اور زبردستی اپنے ارادے کو پورا کرانے کے عزم سے آتے۔

---

[1] ابن خلدون صفحہ ۲۴۱ و ۲۴۲۔

جس مدینہ پر جنگِ احزاب کے کثیر التعداد کفار دخل نہ پا سکے تھے۔ ان بلوائیوں کو ان جعلی خطوط کی وجہ سے یہ دلیری تھی کہ مدینہ کے سب اکابر ہماری حمایت پر آمادہ ہیں اور ہم جو کچھ کریں گے۔ گویا انہیں کے منشاء کو پورا کریں گے۔ مدینہ میں جب ہر ایک بزرگ نے اُن کی آمد کو نامناسب قرار دیا۔ اور انہوں نے مدینہ میں کسی قسم کی مستدی وجنگی تیاری نہ دیکھی تو ان بزرگوں کی مخالفت رائے کو مصلحت اندیشی پر محمول کیا۔ [1]

حضرات زبیرؓ علیؓ۔ اور طلحہؓ کا خلافت سے انکار۔

زیاد بن النضر اور عبداللہ بن الاصم یہ دونوں آدمی لوٹ کر اپنے گروہ میں آئے اور سرداران بلوائیان کوفہ وبصرہ ومصر کو مجتمع کر کے یہ مشورہ کیا کہ ہر فریق جدا جدا اپنے اپنے معتقد علیہ اصحاب کے پاس جا کر مکر وحیلہ سے جس طرح ممکن ہو اُن کو اپنا ہم صفیر بنائے۔ چنانچہ چند مصری حضرت علیؓ بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت لشکر میں مقام احجار الزیت پر مقیم تھے۔ اور اپنے لڑکے حسنؓ کو اُن لوگوں کو منتشر کرنے کو امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پاس بھیجا تھا۔ جو اُن کے پاس بقصد بلوہ مجتمع ہوئے تھے۔

مصریوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ہم (حضرت) عثمانؓ کی امارت سے بیزار ہیں۔ آپ ہم سے بیعت لے لیجئے۔ ابھی ہم لوگ واپس چلے جاتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے غصہ سے فرمایا۔ بے شک لشکر ذو مردہ۔ ذو خشب اور اعوص آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق ملعون ہیں۔ اور اس حدیث کو صالحین جانتے ہیں۔ تم لوگ میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔ آئندہ سے اس قسم کی گفتگو میرے سامنے نہ کرنا۔

بصریوں اور کوفیوں کی جماعتیں جو حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے پاس گئی ہوئی تھیں اُن لوگوں نے بھی حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے ایسا ہی کہا۔ اُنہوں نے بھی ان کو جھڑک دیا۔ اور خلافت کے حصول سے انکار کر دیا۔

جب اس کینہ دری اور حیلہ سازی میں بھی اُن کو کامیابی نہ ہوئی تو ان مقامات سے منتشر ہو کر اپنے اپنے لشکروں میں چلے آئے۔ [2]

حضرات زبیرؓ علیؓ اور طلحہؓ کی باغیوں کو فہمایش اور اُنکی مدینہ سے واپسی۔

حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ ہر سہ بزرگوں سے بیعت لینے کی کوشش کی گئی۔ اور ہر ایک نے سختی سے انکار کر دیا۔ وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ تو مصر والوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ہمارے یہاں کا عامل عبداللہ بن سعد بن ابی سرح چونکہ ظالم ہے ہم اس کے معزول کرائے بغیر مدینہ سے ہرگز نہ جائیں گے۔

حضرت علیؓ اور دوسرے اصحاب کرامؓ نے مناسب وقت سمجھ کر حضرت عثمانؓ کو مشورہ دیا کہ ان بلوائیوں کو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی یہاں سے ٹال دینا اور اُن کی ضد کو پورا کر دینا درست معلوم ہوتا ہے۔ عبداللہ بن سعید کو مصر کی امارت سے معزول کر دو۔ حضرت عثمانؓ نے دریافت کیا کہ پھر کس کو مصر کا عامل تجویز کیا جائے۔ پھر دیگر صحابہؓ اور حضرت علیؓ کے مشورہ سے محمد بن حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مصر کی امارت کا

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۳۱ [2] تاریخ ابن خلدون کتاب ثمانی جلد چہارم صفحہ ۲۴۲۔

فرمان لکھ کر دے دیا۔ محمدؒ بن ابی بکرؓ پہلے ہی سے حضرت علیؓ کے حامی اور عبداللہ بن سبا کے فریب میں آئے ہوئے تھے۔ اُن کے تقرر کے بعد حضرت علیؓ نے بلوائیوں کے سرداروں کو رخصت کیا اور کہا کہ جاؤ اب تمہاری مِنّت پوری ہوگئی۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے بھی بہت کچھ سمجھا بجھا کر لوگوں کو رخصت کر دیا۔ [1]

بلوائیوں کی مدینہ کو واپسی

تیسرے یا چوتھے روز کیا دیکھتے ہیں کہ باغیوں کی ساری کی ساری جماعت تکبیر کے نعرے بلند کرتی ہوئی مدینہ میں داخل ہوئی اور حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ [2]

محاصرہ کی صبح کو حضرت علیؓ نے بلوائیوں سے فرمایا کہ تم کو کس چیز نے چلے جانے کے بعد واپس بلا لیا۔ بلوائیوں نے کہا۔ ہم نے ایک خط ایک قاصد کے ہاتھ سے پایا ہے جس میں ہمارے قتل کا حکم تھا۔ اسی طرح بصریوں نے حضرت طلحہؓ سے اور کوفیوں نے حضرت زبیرؓ سے کہا۔ اور ان بلوائیوں میں سے ہر ایک یہ کہہ رہا تھا کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے اُن کو مخاطب کر کے کہا کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اہلِ مصر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ کیونکہ تم اُن سے منزلوں کی مسافت پر تھے۔ تم ایک ہی وقت معین پر کیسے واپس ہوئے۔ بخدا یہ امر روزِ روشن سے زیادہ ظاہر ہے کہ تمہاری طبیعتیں صاف نہیں۔ بلوائیوں نے جواب دیا تم جو چاہو خیال کرو۔ ہم کو اس خلیفہ کو معزول یا قتل کرنا ضروری ہے۔ [3]

---

[1] حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے وقت آپ کے صاحبزادے محمدؒ خورد سال تھے۔ ان کی والدہ سے حضرت علیؓ نے عقد کر لیا تھا۔ خورد سالی کی وجہ سے محمدؒ بن حضرت صدیق اکبرؓ اپنی والدہ کے ہمراہ آئے اور اُنہوں نے حضرت علیؓ کے گھر میں پرورش پائی۔ اس لئے انہیں حضرت علیؓ کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ یہ محمدؒ بن ابوبکر صدیقؓ حضرت عثمانؓ کے مخالف ہوگئے تھے اور مصر سے باغیوں کے ساتھ مدینہ منورہ آئے تھے۔ فتنۂ ابن سبا کے صفحہ ۲۷۴ و ۲۷۵ پر لکھا ہے کہ باغیانِ مصر کے ساتھ محمدؒ بن حضرت ابوبکرؓ بھی مدینہ آئے تھے۔

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ زمانہ محاصرہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ میں محمدؒ بن حضرت ابوبکرؓ اور محمدؒ بن حذیفہ مصر میں لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے برخلاف اُبھار رہے تھے پس جب ماہ رجب میں بلوائیانِ مصر بظاہر حج کرنے کو اور درحقیقت بہ ارادۂ قتل حضرت عثمانؓ یا خلع خلافت کے واسطے نکلے اور اُن پر عبدالرحمٰن بن عدیس بلوائی حاکم تھا اُنہیں لوگوں میں محمدؒ بن حضرت ابوبکرؓ بھی تھے۔ اُن کی روانگی کے بعد ہی عبداللہ بن سعدؓ (ابن ابی سرح) نے ایک قاصد دربارِ خلافت کی طرف اس خبر سے آگاہ کرنے کو روانہ کیا۔ اور محمدؒ بن حذیفہ مصر میں ٹھہرے رہے۔

پس جب عبداللہ بن سعد یہ قصد مدینہ رملہ پہنچے تو یہ خبر اُن کے گوش زد ہوئی کہ مصریوں نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا ہے اور محمدؒ بن ابی حذیفہ مصر پر مسلط ہوگیا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی ابن ابی سرح مصر کی طرف لوٹے اور فلسطین میں پہنچکر مقام کیا۔ اتنے میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ شہید ہوگئے۔ (ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم ص ۲۲۵ و ۲۲۶)۔

محمدؒ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حالات ہم نے اپنے اس سلسلہ کی تیسری جلد۔ سیرت امیر المومنین سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ میں تفصیل سے لکھے ہیں۔ وہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۳۲ [2] ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۴۳۔

آپ اس کام میں ہماری امداد کریں۔ حضرت علیؓ نے برہم ہو کر فرمایا میں تمہاری مدد کیسے کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر اُن لوگوں نے کہا۔ پھر آپ نے ہم کو کیوں لکھا تھا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے کبھی تم کو کچھ بھی نہیں لکھا۔ یہ سن کر وہ آپس میں حیرت کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

حضرت علیؓ اس کے بعد مدینہ سے مقام حجار الزیت میں تشریف لے گئے۔ اور بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کو تنگ کرنا شروع کیا۔ اس وقت تک بلوائیانِ مصر وکوفہ و بصرہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اس واقعہ کے بعد اُنہوں نے لوگوں کو امیر المومنینؓ کے پاس جانے اور اُن کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا شروع کیا۔[1]

مروان کے جعلی خط کے نتائج

بعض کا بیان ہے کہ جس وقت بلوائیان مصر مدینہ منورہ کی طرف لوٹے محمدؓ بن مسلمہؓ اُن کی طرف سبب دریافت کرنے کو آئے تو بلوائیوں نے اُنہیں ایک خط دیا اور کہا کہ یہ خط حضرت عثمانؓ کے غلام کے پاس مقام ایلیہ میں برآمد ہوا ہے جو صدقہ کے اونٹ پر سوار جا رہا تھا جس میں عبدالرحمٰن بن عوسجہ، عمرو بن الحمق۔ عروہ بن الیاع پر درے لگائے جائے۔ قید کرنے اور سر وڈاڑھیاں مونڈھنے اور بعضوں کو سولی دینے کا حکم تھا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ خط ابو الاعور السلمی کے پاس سے برآمد ہوا تھا۔ چنانچہ اس خط کے ملتے ہی بلوائیانِ مصر لوٹے۔ اور اُن کے ساتھ ہی کوفی و بصری بھی واپس ہوئے۔ اور محمدؓ بن مسلمہؓ سے عندالاستفسار بیان کیا کہ ہم لوگوں نے (حضرات) علیؓ۔ سعدؓ بن وقاصؓ اور سعیدؓ ابن زیدؓ سے اس بارے میں گفتگو کی ہے۔ ان لوگوں نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ (حضرت) علیؓ سے چل کر گفتگو کریں گے۔ پس مناسب ہے کہ (حضرت) علیؓ ہمارے ساتھ (حضرت) عثمانؓ کے پاس چلیں۔ اس گفتگو کرنے کے بعد بلوائیانِ مصر سے چند لوگ اُٹھے۔ اور (حضرات) علیؓ اور محمدؓ بن مسلمہؓ کو ہمراہ لے کر امیر المومنینؓ کے مکان پر گئے۔ اور اُن سے واقعہ بیان کیا۔

حضرت عثمانؓ نے قسم کھا کر فرمایا کہ مجھے اس خط سے آگاہی نہیں ہے اور نہ میں نے لکھا ہے۔ محمدؓ بن مسلمہؓ بولے بیشک یہ صحیح ہے۔ یہ کام مروان کا ہے۔

اس عرصہ میں بلوائیانِ مصر کا ایک گروہ آگیا۔ ابن عدیس نے ابن ابی سرح کی شکایت شروع کی۔ اور مصر میں جو حادثات گذرے تھے اُن کو بیان کیا اور بتلایا کہ جب کبھی ابن ابی سرح پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ امیر المومنینؓ نے ایسا ہی لکھا ہے۔ ہم درحقیقت تمہارے قتل کرنے کو آئے تھے۔ (حضرات) علیؓ اور محمدؓ بن مسلمہؓ نے ہم کو سمجھا کر واپس کیا کہ تمہاری شکایتیں رفع کرا دیں گے لیکن اس اثناء میں ہم کو یہ خط ملا ہے۔ جس میں ہمارے لئے سزائیں درج ہیں۔ مقام تعجب ہے کہ آپ کو اس خط کی خبر نہ ہو جس پر آپ کی مہر ہو اور آپ کا غلام لے کر جائے۔ آپ کا ضعف اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ آپ کے بغیر اطلاع جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ آپ خلافت

---

[1] معاملہ کچھ بھی نہ تھا محض چند آدمیوں کی سازش تھی جس سے اسلام کا بیگانہ خلیفہ اس بیدردی سے ذبح کیا گیا چند شرار نے خود ہی ایک رقعہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے جعلی بنایا اور پھر ایک شخص کے ہاتھ اس رقعہ کو بھیج کر اسے رستہ میں پکڑ لیا۔ اور پھر حضرت عثمانؓ کے آگے پیش کیا۔ جس کو دیکھ کر آپ نے صاف انکار کیا۔ کہ اسکی مجھے خبر بھی نہیں۔ بیشک وہ اپنے قول میں بالکل سچے تھے۔ پھر ان لوگوں نے شرارت سے مروان کے سر اس جعلی رقعہ کو تھوپ دیا۔ اس نے صاف طور پر کہا کہ یہ رقعہ میرا نہیں ہے۔ نہ میں نے خود لکھا نہ کسی سے لکھوایا۔ پس اس ناپاک سازش کی ساری بنیاد جعلی خط کو سمجھنا چاہیئے۔ (کتاب شہادت صفحہ ۲۶۵)۔

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۳۲۔

چھوڑ دیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ میں اُس لباس کو نہیں اُتارنا چاہتا جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے۔ اگر مجھ سے غلطی ہوگی تو میں توبہ کروں گا۔ اور اپنی غلط رائے سے رجوع کروں گا۔

ابن عدیس نے کہا۔ اب ہم پر فرض ہے کہ آپ سے خلافت چھین لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں۔ اگر آپ کے دوستوں میں سے کوئی مزاحمت کرے تو اُس سے لڑیں۔

امیرالمومنینؓ نے ارشاد فرمایا۔ تم مطمئن رہو کوئی شخص تم کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ اگر مجھ کو اس کا خیال ہوتا تو اطراف و جوانب سے فوجوں کو طلب کر لیتا۔ اِس فقرے کے تمام ہوتے ہی وہ سب شور و غل کرنے لگے جو جس کے جی میں آتا کہتا تھا۔ حضرت علیؓ اُٹھے اور تمام بلوائیوں کو حضرت عثمانؓ کے مکان سے نکال کر اپنے مکان پر آ گئے۔ اور مصریوں نے امیرالمومنینؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ [1]

کئی مرتبہ حضرت عثمانؓ نے اپنی پاک باطنی اور نیک نیتی سے بگڑے ہوئے معاملہ کو سلجھا لیا تھا لیکن مروان بن حکم نے جو اُن کا چچازاد بھائی تھا۔ اپنی دریدہ دہنی اور بدلگامی سے بنے بنائے کام کو بگاڑ دیا۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ بہایت بامروت اور نرم مزاج تھے اسی لئے مروان کو اِس جراءت و دیدہ دلیری کا موقع ملتا رہا۔

مروان اور اُس کے باپ حکم کو آنحضرت صلعم نے مدینہ سے خارج کر دیا تھا۔ دونوں خلفاء کے زمانوں میں بھی یہ باپ بیٹے جلاوطن رہے۔ اور مدینہ میں اُنہیں داخل نہ ہونے دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں مروان کو مدینہ بلا کر اپنا

---

[1] حکم بن ابی العاص اُن لوگوں میں سے ہے جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ یہ سب دو ہزار آدمی تھے۔ اس وقت مروان بن حکم کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ اور حضرت مسعود بن مخرمہؓ کے ہم عمروں میں اسے شمار کرنا چاہیئے۔ کہ فتح ہونے کے وقت مروان کی عمر سات سال کی تھی۔ اس لئے حضور اکرم صلعم کے زمانے میں اسی صغر سنی میں مروان کسی ایسی خطا کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا جس سے اسے جلاوطن کر دیا جائے۔ مروان مکہ ہی کا رہنے والا تھا اور وہیں وہ اور اس کا باپ رہتے تھے۔ لہذا جلاوطنی کا کوئی سوال نہیں۔ اس قصہ کے بارے میں علماء نے بہت کچھ چھان بین کی ہے۔ اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ کہ دونوں باپ بیٹے فوری چلے گئے تھے۔ ان کے نکالے جانے کا قصہ صحاح میں کہیں بھی نہیں اور نہ اس کی کوئی سند ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی جو وقعت اور عزت حضور انور صلعم کی نظروں میں تھی وہ کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ حضورؐ نے ان کی سفارشوں پر شدید سے شدید خطاوار کی سزا بخش دی۔ مثلاً عبداللہ بن ابی سرح جو کاتب وحی تھا۔ اور پھر اسلام سے مرتد ہو گیا تھا۔ حضور صلعم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ مگر جب حضرت عثمانؓ نے سفارش کی تو حضور اکرم صلعم نے عبداللہ سے اسلام پر دوبارہ بیعت لے لی۔ اس کے مقابلہ میں حکم بن ابی العاص کا معاملہ تو کچھ زیادہ سنگین نہیں ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی دلی کیفیت اور فطرت یہ تھی کہ وہ اللہ سے بہت ڈرتے تھے۔ آپ ہرگز کوئی فعل ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ جو خلاف خدا اور رسولؐ ہو۔ علاوہ ازیں کوئی ایسی روایت کسی کتاب میں موجود نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ دونوں باپ بیٹوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے حضور میں مدینہ واپس آنے کی درخواست بھیجی ہو اور وہ درخواست رد کر دی گئی ہو۔ (کتاب شہادت صفحہ ۲۷۷)۔

---

[1] ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۳۵۱ تا ۳۵۳۔

مشیر بنالیا۔ تو وہ اپنی چالاکیوں سے صحابۂ کرامؓ کے خلاف بعض اوقات دورِ خلافت سے احکام صادر کرانے میں کامیاب ہونے لگا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ باشندگانِ مدینہ اُس سے ناراض تھے۔ اِن ایام محاصرہ اور بدامنی میں اہل مدینہ نے باغیوں اور بلوائیوں کے ساتھ مل کر کئی مرتبہ مروان کے مطالبہ کی آواز بلند کرائی۔ اگر حضرت عثمانؓ مروان کو بلوائیوں کے حوالے کر دیتے تو یقیناً فتنہ فرو ہو جاتا۔ کیونکہ کم از کم مدینہ میں تو کوئی شخص حضرت عثمانؓ کا مخالف باقی نہ رہتا۔ مدینہ کے ہر شخص کو اگر ملال تھا تو مروان سے تھا۔ حضرت عثمانؓ سے کوئی عناد نہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے مروان کے سپرد کرنے سے اس لئے انکار کیا کہ اُن کو یقین تھا۔ لوگ مروان کو قتل کر دیں گے۔ لہٰذا اُنہوں نے پسند نہ کیا کہ وہ مروان کے قتل کے موجب ہوں۔ [1]

پہلے تو بلوائیان مصر و کوفہ و بصرہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے لیکن اس واقعہ کے بعد انہوں نے لوگوں کو امیر المومنینؓ کے پاس جانے اور اُن کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا شروع کیا۔ امیر المومنینؓ نے والیان ممالک اسلامیہ کے نام متعدد فرامین بھیجے اور اُن کو واقعات سے مطلع کیا۔ اُنہوں نے فوجیں روانہ کیں۔ لیکن یہ فوجیں ابھی راستہ ہی میں تھیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت ہو گئی اور وہ فوجیں راستوں سے اپنے اپنے مقامات پر واپس چلی گئیں۔

صحابۂ کرامؓ اور حضرت عثمانؓ کی عیادت

بلوائیوں کے آنے کے بعد جو جمعہ آیا اُس میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے نماز پڑھائی۔ اور خطبہ دینے کو ممبر پر چڑھے۔ اس اثنا میں بلوائیوں نے آپ پر پتھر پھینکے۔ جن کے صدمہ سے آپ بیہوش ہو کر ممبر سے گر پڑے۔ لوگ آپ کو گھر پر لے آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو اُن لوگوں کو جو آپ کی طرف سے بلوائیوں سے لڑ رہے تھے۔ آپ نے اُن کو لڑائی سے روک کر واپس بلا لیا۔

حضرت زبیرؓ۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ عیادت کرنے کو امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پاس اُن کے

---

[1] اب وہی بات کہ حضرت عثمانؓ نے مروان کو اپنا پیش دست کیوں بنا لیا تھا۔ اس میں کسی کو چوں و چرا کی ضرورت کیوں۔ یہ بات بالکل خلیفۂ وقت کے ہاتھ میں تھی کہ وہ جس کو چاہے اپنا کارکن بنا لیتے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اس وقت تک مروان کا کوئی ایسا جرم بھی منظرِ عام پر نہیں تھا کہ جس کی سزا میں اسے کوئی عہدہ نہ دیا جاتا۔ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جس وقت حضور اکرم صلعم کی وفات ہوئی ہے تو مروان بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔ اس وقت اس کی عمر زیادہ سے زیادہ دس سال کی تھی۔ یہ ظاہر و باطن میں ہر طرح مسلمان تھا قرآن پڑھتا اور احکام دین سیکھتا تھا کوئی بات اس میں ایسی نہیں تھی جس کی وجہ سے اُسے بُرا کہا جاتا۔ لہٰذا اُسے کسی منصب پر مقرر کر لینے میں حضرت عثمان غنیؓ کسی خطا کے مرتکب قرار نہیں دیے جا سکتے۔ اگر بفرضِ محال اس کے باپ نے کوئی خطا بھی کی تھی۔ اور اس کو جلا وطن بھی کیا گیا تھا تو اس کی خطا کا کوئی اثر بیٹے کے اوپر عائد نہیں کیا جا سکتا جب کہ حضرت حمزہؓ کے قاتل حبشی حاطب بن ابی بلتعہ اور جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہوا ہے۔ عبد اللہ بن ابی سرح جیسے لوگوں کی خطاؤں سے خود سرکار دو عالم صلعم نے صرفِ نظر فرمالی۔ اور خطا بخشی فرمائی گئی۔ ایسی صورت میں جبکہ مروان کی کسی خطا کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کو خطا دار ٹھیرانا کسی طرح درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (کتاب شہادت صفحہ ۲۸۰)

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۴۴ و ۳۴۵۔

مکان پر آئے۔ اُس وقت بنی اُمیہ کے چند لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں مروان بھی تھا۔ اُن لوگوں نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے ہم کو ہلاک کر ڈالا اور تم نے یہ کارروائیاں کیں۔ اگر تم اپنے مقصود کو پہنچ گئے تو کیا تم دنیا کو اپنا مطیع کر لوگے۔

حضرت علیؓ نے اِس کا کچھ جواب نہیں دیا اور غصہ سے اُٹھ کر چلے آئے۔ بعد ازاں حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ بھی اپنے مکانوں پر لوٹ آئے۔

حالتِ حصار میں تیئس یوم تک امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نماز پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں بلوائیوں نے اُن کو مسجد میں آنے اور امامت کرنے سے روک دیا۔ لوگوں کو بلوائیوں کا امیر غافقی بن حرث عکی نماز پڑھانے لگا۔

اہلِ مدینہ۔ اپنے مکانوں اور باغات میں مسلح عزلت گزیں ہو گئے۔ حصار چالیس روز تک رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ زمانہ حصار میں امیرالمومنینؓ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ چند روز تک اُنہوں نے نماز پڑھائی۔ پھر بعد اُن کے حضرت علیؓ نماز پڑھاتے رہے۔ اور بعضوں کا بیان ہے کہ حالتِ حصار میں حضرت علیؓ نے سہل بن حنیف کو نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا۔ چنانچہ عشرہ ذی الحجہ تک یہ امامت کرتے رہے۔ پھر عید کی نماز پڑھائی اور چند نمازوں میں امامت کی۔ تا آنکہ امیرالمومنینؓ شہید ہو گئے۔ [1]

صاحبزادگان صحابہ کرامؓ حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر۔

جب بلوائیوں نے زیادہ شورش کی اور معلوم ہوا کہ وہ دروازہ گرا کر مکان کے اندر داخل ہونا اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دینا چاہتے ہیں تو حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادگان کو حضرت عثمانؓ کے دروازے پر بھیجا۔ اِن صاحبزادوں نے دروازے پر پہنچ کر بلوائیوں کو روکا تو مجبوراً اُن کو رُکنا پڑا۔ [2]

بلوائیانِ مصر کوفہ و بصرہ چالیس روز تک محاصرہ کئے رہے۔ اٹھارویں روز یہ خبر مشہور ہوئی کہ عساکر اسلامیہ جو اسلامبول سے آ رہے ہیں۔ اِس خبر کے مشہور ہوتے ہی بلوائیوں نے محاصرے میں سختی شروع کی۔ اور امیرالمومنینؓ کے پاس جانے سے روک دیا۔ کھانا اور پانی بند کر دیا۔ امیرالمومنینؓ نے صحابہ کرامؓ اور اُمہات المومنینؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ بلوائیوں نے میرا پانی بند کر دیا ہے۔ اگر تم لوگ مجھے پانی پہنچا سکتے ہو تو مجھے پانی بھیجدو۔ حضرت علیؓ نے بلوائیوں سے جا کر کہا کہ تمہارا یہ فعل نہ مسلمانوں سے مشابہ ہے نہ کافروں سے۔ تم لوگ کھانا پانی نہ بند کرو۔ بلا شبہ رومی اور ایرانی اپنے لوگوں کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ بلوائی نہ مانے تو حضرت علیؓ لوٹ آئے۔

اِس عرصہ میں اُم المومنین اُم حبیبہؓ کچھ کھانے کی چیزیں لے کر اپنے خچر پر سوار آئیں۔ بلوائیوں نے اُنہیں روکا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں (حضرت) عثمانؓ کے پاس جاتی ہوں۔ اِس غرض سے کہ بنی اُمیہ کی امانتیں اُن کے پاس ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بیوہ اور یتیموں کا مال ضائع ہو جائے۔ بلوائی بولے۔ تم (حضرت) عثمانؓ تک نہیں جا سکتیں۔ اُم المومنین اُم حبیبہؓ نے یہ سُن کر خچر آگے بڑھایا تو بلوائیوں نے خچر کے منہ پر ضربیں ماریں اور اُس کی لگام کاٹ دی۔ خچر بھاگا اور اُم المومنینؓ گرتے گرتے بچیں۔ اہلِ مدینہ نے دوڑ کر پکڑ لیا۔ اور آہستہ آہستہ آپ کو گھر پر لائے۔

اِس واقعہ کے بعد امیرالمومنین حضرت عثمانؓ اپنے مکان کی چھت پر نکل کر کھڑے ہوئے اور اپنے حقوق اور

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن عساکر از کتاب شافی جلد چہارم صفحہ ۲۴۳ تا ۲۴۵ [2] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۳۵۔

سابقین میں ہونے کا اظہار کیا جس پر بعضوں نے کہا۔ جانے دو۔ اور اب امیر المومنینؓ سے درگزر کرو۔ مگر اسی اثنا میں اشتر آگیا اس نے لوگوں کو متفرق کر دیا اور سمجھایا کہ ہرگز کسی کے دام تذویر میں نہ آنا۔

محمد بن حضرت ابوبکرؓ کا بہن کی ہمراہی سے انکار

پھر ام المومنین حضرت عائشہؓ بہ قصد حج روانہ ہونے لگیں۔ تو حضرت عائشہؓ نے اپنے سوتیلے بھائی محمد بن ابوبکر صدیقؓ کو ہمراہی کی غرض سے بلایا مگر محمد بن ابوبکرؓ نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر حنظلہؓ کاتب وحی بولے تم کو ام المومنینؓ اپنی ہمراہی کے لئے بلاتی ہیں۔ تم ان کے ساتھ نہیں جاتے۔ اور سفہائے عرب کی اتباع کرتے ہو۔ جو تمہارے شایان شان نہیں ہے۔ بفرض محال اگر اس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو تم پر جو عبد مناف مسلط ہو جائیں گے۔ محمد بن حضرت ابوبکرؓ نے اس کا انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ اور حنظلہؓ کوفہ کی طرف چلے گئے۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی خانہ نشینی

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کو ان واقعات کی جو ام المومنین ام حبیبہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ پیش آئے تھے۔ اطلاع ہوئی۔ تو ان بزرگوں نے بھی لوگوں سے ملنا جلنا اور باہر آنا جانا بند کر کے بالکل خانہ نشینی اختیار کر لی۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت زبیرؓ قبل شہادت حضرت عثمانؓ مدینہ سے باہر چلے گئے۔ [1]

آل حزم (انصاریؓ) جن کا گھر امیر المومنینؓ کے گھر سے ملا ہوا تھا) تھوڑے دنوں تک چھپا کر امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے گھر میں پانی پہنچاتے رہے۔

امیر حج

ابن عباسؓ بھی دروازے پر بلوائیوں کی مدافعت کے لئے حاضر تھے۔ امیر المومنینؓ نے ان کو امیر حجاج مقرر کر کے حج کرنے کو فرمایا۔ آپ نے عرض کیا کہ مجھے ان بلوائیوں پر جہاد کرنا حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ لیکن امیر المومنینؓ نے ان کو قسم دے کر مجبور کیا۔ چنانچہ آپ امیر حج ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔

بلوائیوں نے جب دیکھا کہ حجاج امیر المومنین حضرت عثمانؓ ہی کی طرف مائل ہیں اور انہیں کے مقرر کردہ امیر الحج کے ساتھ جاتے ہیں اور اطراف و جوانب سے جو لوگ آتے ہیں وہ انہیں کا دم بھرتے ہیں تو اس وقت انہوں نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے شہید کرنے کا مصمم قصد کر لیا اور آپ کی شہادت کو اپنی گلو خلاصی کا ذریعہ سمجھ کر سبھوں نے یورش کر کے دروازہ کھولنے کا قصد کیا۔ [2]

تاریخ الامت میں ہے کہ بلوائیوں کو خبر ملی کہ جو لوگ حج کے لئے آئے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی امداد کے لئے مدینہ منورہ آئیں۔ اس خبر کو معلوم کر کے بلوائی پریشان ہو گئے۔ اور انہوں نے جلسہ کر کے یہ بات طے کی کہ جب تک ہم حضرت عثمانؓ کو نہ مار ڈالیں گے ہم کو نجات نہ ملے گی۔ ان کے شہید ہوتے ہی لوگوں کو اپنا آپ نتیجہ نظر آئے گا۔ اور وہ وہیں رک جائیں گے۔ اس قرارداد کے مطابق سب نے حضرت عثمانؓ کے دروازہ پر نرغہ کیا۔ [3]

صاحبزادگانِ صحابہ کرامؓ کی جنگ بلوائیوں سے

ابن خلدون میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ۔ حسن بن حضرت علیؓ۔ محمد بن حضرت طلحہؓ مروان بن حکم۔ سعید بن العاصؓ اور جو لوگ ابنائے صحابہؓ سے ان کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے بلوائیوں کو دروازہ کھولنے سے روکا اور لڑ کر انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو

---

[1] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۵۸۷ [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۵۸ و ۲۵۹ [3] تاریخ الامت صفحہ

لڑنے سے منع فرمایا۔ اور قسم دے کر۔ جدال و قتال سے رُوک کر اندر چلے آنے کا حکم دیا۔ بلوائیوں نے دروازے کو آگ لگا کر جلا دیا اور اندر گھسے۔ اُس وقت امیر المومنین رضؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور سورۂ طٰہٰ شروع کی تھی۔ چونکہ سب حاضرین مکان بھی نماز میں شریک تھے۔ اِس لئے بلوائیوں کو کسی نے بھی کسی فعل سے نہ روکا۔ یہ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ لوگ چلے گئے۔ اور امیر المومنین رضؓ قرآن پڑھنے لگے جس وقت آیۂ الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایماناً وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔ پر پہنچے تو حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"آنحضرت صلعم نے مجھ سے ایک اقرار لیا ہے۔ اور میں اس پر صابر ہوں"۔ یہ فرما کر پھر اُن لوگوں کو لڑنے سے روکا اور حسن بن حضرت علیؓ کو اُن کے باپ کے پاس چلے جانے کا حکم دیا۔ لیکن باایں ہمہ وہ بلوائیوں سے لڑتے اور اُن کو رُوکتے رہے۔ [1]

تاریخ الامت میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اُن کی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ حضرت حسنؓ۔ محمد بن حضرت طلحہؓ۔ سعید بن عاصؓ۔ مروان اور دیگر فرزندان کبار صحابہؓ کی قلتِ تعداد پر خیال فرما کر فرمایا کہ "میں اپنی حمایت کے فرض سے تم سب کو سبکدوش کرتا ہوں" مگر اُن حضرات نے نہ مانا تو دروازہ کھول کر آپ باہر تشریف لے آئے۔ آپ کو مکان سے باہر دیکھتے ہی اِن حامیانِ خلافت نے بلوائیوں پر اِس زور سے حملہ کیا کہ وہ شکست کھا کر بھاگے۔ اور فرزندانِ صحابہؓ نے اُن کا تعاقب کیا۔

امیر المومنین کا دیارِ رسول اللہ صلعم کو چھوڑنے سے انکار۔

بعد ازاں مغیرہؓ نے حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ دو ہی صورتیں ہیں۔ یا یہ کیجئے کہ ہم پیچھے سے دروازہ توڑ دیتے ہیں آپ مکہ معظمہ یا شام کی طرف چلئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ "میں یہ نہیں جا سکتا۔ اس لئے کہ میں نے اپنے کانوں سے آنحضرت صلعم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص کہ پر ظلم کریگا۔ اور جتنا عذاب سارے عالم پر ہوگا۔ آدھا اُس ایک اکیلے پر ہوگا۔ اور میں اپنی وجہ سے کسی کو تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ باقی رہا شام تو میں مقام ہجرت اور جوارِ تربت رسُول اللہ صلعم کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ اور میں لڑوں گا بھی نہیں۔ نہ کسی کو لڑنے کی اجازت دوں گا"۔

یہ مایوسانہ جواب سُن کر مغیرہؓ دشمنوں کے مقابلہ پر رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔ اور اُن کے ساتھ ہی حضرت حسنؓ محمد بن حضرت طلحہؓ۔ سعید بن العاصؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ رجز خوانی کرتے ہوئے بڑھے۔ بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

حضرت عثمان غنی کی پیشگوئی [1]

آنحضرت نبی کریم صلعم نے حضرت عثمان غنیؓ سے فرمایا کہ اے عثمانؓ بیشک اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔ اگر منافقین تم سے کہیں کہ وہ قمیص اُتار دو تو تم ہرگز نہیں اُتارنا۔ یہاں تک کہ تم مجھ سے ملاقات کرو۔ (مسند امام احمد حنبلؒ و ترمذی و ابن حبان و حاکم۔ عن اُم المومنین حضرت عائشہؓ)

اس حدیث میں قمیص کو خلافت سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی حضرت عثمانؓ سے ارشاد مبارک ہوا تھا کہ تم خلیفہ ہوگے۔ اگر بلوائی دین اور بلوائی تم کو عزلِ خلافت کے لئے کہیں تو تم ہرگز تا دمِ زیست معزول نہ ہونا۔ یہ معجزہ اس طرح ثابت ہوا کہ آپ خلیفہ ہوئے بلوائیوں نے آپ سے معزول ہونے کا مطالبہ کیا لیکن آپ نے فرمانِ مبارک کے مطابق عزلِ خلافت سے انکار کیا اور فرمایا مجھ سے آنحضرتؐ نے جو عہد لیا ہے میں اُس پر صابر ہوں۔ چنانچہ آپ شہید کئے گئے۔ (رسالہ ارشاد جلد ۹ نمبر ۵ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ)

---

[1] ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۵۹۔

نکلے جن سے حضرت عثمانؓ کی زندگی کے آخر ترین واقعات مروی ہیں۔

حضرت عثمانؓ کو گھٹے پر جا کر تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہو گئے۔ حضرت حسنؓ اور حضرت محمد بن طلحہؓ زخمی ہو گئے تو بلوائیوں کو اندیشہ ہوا کہ ہم پر بنو ہاشمؓ چڑھ آئیں گے۔ اس لئے وہ پچھواڑے سے ایک انصاریؓ کے گھر میں ہو کر حضرت عثمانؓ کے مکان پر چڑھ آئے۔ اور آپ کے قریب پہنچ گئے۔ جو حضرات دروازے پر دشمنوں کی روک ٹوک کر رہے تھے انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔ [1]

مغیرہ بن الاخنس ابن شیرین بھی چند لوگوں کو لے کر بلوائیوں کے مقابلہ پر آ کر لڑے اور شہید ہو گئے۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ یہ کہتے ہوئے آئے۔ اے لوگو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں۔ اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ اور لڑنے لگے۔ تا آں کہ حضرت عثمانؓ نے ان کو بھی جنگ سے روکا۔ [2]

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بروز شہادت حضرت عثمانؓ بلوائیوں کے مقابلہ پر تیار ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے قسم دے کر انہیں بھی روک دیا۔

حضرت سلیطؓ کہتے ہیں کہ افسوس حضرت عثمانؓ نے ہم کو لڑائی سے روک دیا۔ ورنہ ہم بلوائیوں کو مار کر اپنے شہر سے نکال دیتے۔ [3]

صاحبزادگان صحابہ کرام کی دلاوری و ثابت قدمی

حضرت عثمانؓ کے محافظین اور آپ سے بلوائیوں کو دفع کرنے والے یہ اصحاب ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ۔ حضرت حسنؓ بن علیؓ حضرت زید بن ثابتؓ۔ مروان بن الحکم۔ حضرت مغیرہ بن الاخنس۔ ان کے علاوہ ایک جماعت جن کی تعداد ایک روایت میں چھ سو ہے۔ [4]

روایت ہے کہ اگر حضرت عثمانؓ جنگ کا حکم دیتے تو بلوائیوں کی مجال نہ تھی کہ آپ کو ذرا بھی ایذا پہنچا سکتے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے سب صحابیوںؓ کو خدا کی قسم دلائی اور فرمایا۔ عبدالرحمٰن میرے باب میں ایک شاخ حجام (سینگی جس سے حجام خون کھینچتا ہے) بھر کر بھی خون نہ گرنے پائے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حملے

راوی کا بیان ہے کہ میں دیکھتا تھا کہ جب بلوائی ہجوم کر کے آپ کے مکان پر چڑھ آتے تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ایک چھوٹے سے لشکر کو لے کر ان پر حملہ کرتے اور دور بھگا دیتے۔ اگر چاہتے تو ان کو قتل بھی کرتے۔ اور سعید بن اسود بنجتری اپنی تلوار کی دھار چمکا کر دھمکانے کے طور پر لوگوں کو تلوار سے مار مار کر بھگاتے تھے۔ اگر چاہتے تو قتل بھی کر ڈالتے۔ مگر حضرت عثمانؓ کی قسم مانع اور مزاحم تھی۔ [5]

امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی شہادت

بلوائیوں کے سب لوگ سلاح کر کے ادھر دروازے پر حملہ کرتے رہے۔ اور ایک گروہ بلوائیوں کا حضرت عثمانؓ کے مکان کی پشت پر پہنچا اور عمرو بن حزم (انصاریؓ) کے گھر سے سیڑھی لگا کر اور دوسری روایت کے مطابق پشت مکان میں نقب لگا کر اس کی راہ سے گھر میں گھس پڑا۔ سارا مکان ان ہی لوگوں سے بھر گیا۔ [6]

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ بلوائی پشت مکان سے عمرو بن عزم انصاریؓ کے مکان سے ہو کر (جن کا مکان عقب عثمانؓ کے مکان سے ملا ہوا تھا)۔ سیڑھی لگا کر امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے مکان میں گھس آئے ان لوگوں کو اس کی اطلاع نہ ہوئی۔ جو حفاظت کی غرض سے دروازے پر تھے۔ کئی شخصوں نے بلوائیوں میں سے حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچ کر

---

[1] تاریخ الامت صفحہ [2] ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۵۹ [3] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۵۸۵ [4] تاریخ کامل ابن اثیر

خلع خلافت کی گفتگو کی۔ اور واپس چلے گئے۔ اُن کے بعد محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ امیرالمومنین حضرت عثمان رضؓ کے پاس گئے۔ اور دیر تک گفتگو کرتے رہے جس کے ذکر کی حاجت نہیں ہے۔ پھر شرما کر چلے گئے۔ [1]

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سب سے پیچھے اُن لوگوں میں سے جو واپس ہوئے تھے محمد بن حضرت ابوبکر رضؓ داخل ہوئے۔ امیرالمومنین حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا۔ افسوس ہے کیا تم اللہ تعالیٰ پر غصہ کرتے ہو۔ کیا تمہارا حق میں نے لے لیا ہے۔ جو تم مجھ سے لینے کو آئے ہو۔ محمد بن حضرت ابوبکر رضؓ نے آپ کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا۔ اللہ رسوا کرے نعثل کو [2]

امیرالمومنین حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا۔ میں نعثل نہیں ہوں۔ بلکہ عثمانؓ ہوں۔ اور امیرالمومنین ہوں۔ محمد نے جواب دیا۔ تم کو معاویہ رضؓ اور فلاں فلاں شخصوں نے نہ بچایا۔ اس بڑھاپے میں بھی تم کو خلافت کی ہوس باقی ہے۔ امیرالمومنین حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا۔ اگر تمہارے باپ ہوتے تو وہ میرے بڑھاپے کی قدر کرتے اور وہ اس ڈاڑھی کو نہ پکڑتے۔ محمد نے جواب دیا بیشک اگر میرے والد تم کو یہ کام کرتے دیکھتے تو وہ ان کاموں کو پسند نہ کرتے۔ اور مجھ سے زیادہ سختی سے تمہاری ڈاڑھی پکڑتے۔ امیرالمومنین حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا۔ میں تم پر اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں۔ اور اُسی سے اعانت کا خواستگار ہوں۔ محمد بن ابی بکر رضؓ یہ سن کر شرما گئے۔ اور ڈاڑھی چھوڑ کر چلے آئے۔ [3]

بعد ازاں کمینوں کا ایک گروہ جا پہونچا۔ اُن میں سے ایک نے آپ پر تلوار چلائی۔ حضرت نائلہ بنت الفرافصہ حضرت عثمان رضؓ کی بیوی نے ہاتھ سے روکا۔ اُن کی انگلیاں کٹ گئیں۔ پھر دوسرے نے وار کیا۔ خون کے قطرے مصحفِ کریم پر گرے۔ آپ شہید ہو گئے۔

بعد شہادت امیرالمومنین حضرت عثمان رضؓ آپ کے چند غلام آئے جنہوں نے قاتلین سے مقابلہ کیا اس معرکہ میں بعض بلوائی اور بعض غلام کام آئے۔ بلوائیوں نے گھر میں جو کچھ تھا اُس کو اور عورتوں کے کپڑے اور زیورات کو لوٹا پھر بیت المال کی طرف آئے۔ اور اُس کو بھی لوٹا۔ بلوائیوں میں سے دو ایک نے امیرالمومنین حضرت عثمان رضؓ

---

[1] محمد بن ابوبکر رضؓ حجۃ الوداع کے ساتھ ذوالحلیفہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اُن کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں۔ کچھ کم چار مہینے کے تھے کہ حضور انور صلعم کا وصال ہوا۔ تین برس کی عمر بھی نہ تھی۔ جب اُن کے والد امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا انتقال ہو گیا جس کے بعد ان کی والدہ نے حضرت علی رضؓ سے نکاح کر لیا تھا۔ اِس طرح اُنہوں نے حضرت علی رضؓ کے پاس پرورش پائی۔ جنگ جمل میں یہ اپنی بہن اُم المومنین حضرت عائشہ رضؓ کے خلاف لڑے تھے۔ اور جس وقت اُم المومنین حضرت صدیقہ رضؓ کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالی گئی تھیں اور ان کا ہودہ گر پڑا۔ اُس وقت اُن کے بھائی محمد نے ہودہ میں اُن کو سنبھالنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔ اُم المومنین حضرت صدیقہ رضؓ نے اِس ہاتھ کے بڑھانے والے کو بددعا کی تھی کہ جس کا یہ ہاتھ ہو خدائے تعالیٰ اُسے آگ میں جلا دے۔ اس پر محمد بن ابی بکر رضؓ نے کہا۔ اے بہن کیا آخرت سے پہلے دنیا ہی میں جلوانا چاہتی ہو۔ فرمایا۔ ہاں۔ چنانچہ اُم المومنین کی دعا قبول ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُنہیں مصر کا حاکم کر دیا تھا۔ مگر اُن کی بہت سی ناروا باتوں سے مصری خوش نہیں تھے۔ اُنہیں مصریوں نے جن کی مدد کے لئے یہ کھڑے ہو گئے تھے اور حضرت عثمان رضؓ کو قتل کرنے کے لئے تیار تھے۔ اُنہیں مار ڈالا اور انکی لاش کو گدھے کی کھال میں رکھ کے جلا دیا۔ اِس طرح اُم المومنین حضرت صدیقہ رضؓ کی دعا کو قبولیت حاصل ہوئی۔ (کتاب شہادت صفحہ ۳۴۵ و ۳۴۶۔

[2] نعثل بمعنی موٹا۔ بھدا (کنایۃً احمق) اور نعثل بمعنی بوڑھا احمق ایک یہودی مدینہ میں تھا اُس کا نام ہے تشبیہاً شمس التواریخ جلد چہارم ۲۶۲

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتابستانی جلد چہارم صفحہ ۲۵۹ و ۲۶۰ [2] ابن اثیر صفحہ

کا سر کاٹ لینے کا قصد کیا۔ عورتوں نے شور مچا کر روکا۔ ابن عدیس نے کہا جانے دو ان کے میرے ہم کو کوئی ضرر کا نہیں بیان کیا جاتا ہے کہ جس نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے قتل کا بیڑہ اُٹھایا تھا وہ کنانہ بن بشر تجیبی ہے۔ اسی نے تلوار چلائی تھی اور عمرو بن حمق نے نیزے کے چند زخم پہنچائے تھے۔ اور عمرو بن ضابی نے ٹھوکریں ماری تھیں جس سے چند پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ ٹھوکریں لگانے کے وقت یہ کہتا جاتا تھا کہ تم نے میرے باپ کو قید کیا تھا۔ جو بیچارہ حالت قید ہی میں مرگیا۔ [1]

امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی شہادت اٹھارویں ذی الحجہ ۳۵ھ مریوم جمعہ کو ہوی۔ [2]

مسعودیؒ کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ بیاسی برس کی عمر میں بارہ سال خلافت کرنے کے بعد ذی الحجہ ۳۵ھ میں شہید ہوے۔ جب کہ ماہ مذکور کی بارہ شبیں باقی تھیں۔ بقول بعض عید الضحیٰ (قربانی) کے دن اٹھاسی سال کی عمر میں شہید ہوے۔ اور غرۂ محرم ۳۶ھ میں یوم جمعہ کو اُن کے ہاتھ پر بیعت ہوی تھی۔

جس وقت بلوائی آپ کے قتل کی غرض سے مکان میں داخل ہوے اُس وقت صرف حضرت نائلہؓ آپ کے پاس تھیں۔ ایک ملعون نے تلوار کا وار کیا۔ حضرت نائلہؓ نے بڑھ کر روکا۔ تین انگلیاں کٹ کر الگ ہوگئیں۔ اور حضرت عثمانؓ کائنات ارضی و سماوی کو کہرام میں چھوڑ کر شہید ہوگئے۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن) قرآن مجید سامنے کھلا رکھا تھا۔ آیۂ پاک فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم پر خون کے قطرے گر کر جم گئے۔ [3]

اُنہوں نے شور کیا مگر اس ہنگامہ میں کسی نے نہ سنا۔ اُن کو اس کا موقع نہ تھا کہ کوٹھے یا دروازہ پر جاکر بلوائیوں کے آنے کی اطلاع کر دیتیں۔ جب بلوائی اپنا کام کر کے گھر سے نکل گئے تب حضرت نائلہؓ نے کوٹھے پر چڑھ کر پکار کر کہا کہ لوگو دوڑو حضرت امیر المومنینؓ شہید ہوگئے۔ ظالموں نے گھر میں گھس کر اپنا کام تمام کر دیا ہے۔ اس آواز کو سنتے ہی جو اصحاب دروازے پر لڑ رہے تھے اور اپنی دانست میں بلوائیوں کو مکان میں داخل ہونے اور قتل کرنے سے روک رہے تھے وہ سب مکان میں داخل ہوے۔ اور حضرت عثمانؓ کو شہید دیکھ کر سکتہ کے عالم میں رہ گئے اور رو رو کر غم سے بدحواس ہو کر رونے لگے تمام شہر میں اس حادثہ جان کاہ کی خبر ہوگئی۔ اور ہر گلی و کوچہ میں واویلا و مصیبتا کی صدائیں بلند ہوگئیں۔ ہر شخص کی زبان پر تھا کہ افسوس خلیفۂ برحق مظلوم و ناحق شہید کیے گئے۔

اب بھی مفسدوں اور باغیوں کی آتش انتقام فرو نہ ہوی تھی۔ مدینہ منورہ میں ایک اودھم مچا ہوا تھا۔ انہی کی حکومت معلوم ہوتی تھی۔ لوگ اپنے دروازے بند کئے اندر بیٹھے تھے کسی کی مجال نہ تھی جو تجہیز و تکفین کی جرأت کرے۔ دو روز تک نعش مبارک اسی حالت میں بے گور و کفن پڑی رہی۔ عصر کے وقت جمعہ کے روز یہ واقعہ المیہ پیش آیا اور سنیچر کی شب کو کچھ آدمی اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر اندر گئے۔ ایک طوفان برپا تھا۔ غسل دینے کو پانی نہ تھا اور نہ اس کا موقعہ اسی طرح خون ہی میں لتھڑے ہوے اٹھا کر جنازہ پر رکھا۔ اوپر کفن ڈال کر لے چلے۔ جنازہ کے ساتھ صرف چار آدمی تھے۔ اور سترہ آدمیوں نے مل کر نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ کیا تھا عبرت کی ایک چلتی جاگتی تصویر تھی۔ وہ جلیل القدر جس کی نرانی حکومت کابل سے لے کر مراکش تک پھیلی ہوی تھی۔ جس کی ایک گردش چشم حکمرانوں اور ملکوں کی قسمت کا فیصلہ کرتی رہی تھی۔ اور جس کے کاشانۂ عالیہ میں سرکار دو عالم صلعم کی دو بیٹیاں دلہن بن کر آئی تھیں اس کی نعش کو کوئی دفن کرنے والا نہ ملتا تھا۔ اُسے چار گرہ کپڑا کفن کے لئے ملنا غیر ممکن ہوگیا تھا جس نے ہزار ہا روپیے کی گراں قدر رقم خرچ کر کے "بیر رومہ" خریدا

---

[1] ابن خلدون صفحہ ۲۶۰ تا ۲۶۲ [2] کتاب سیرت معاویہؓ صفحہ ۷۸۔

اور اُسے مسلمانوں کے لئے وقف کیا اسے غسل کے لئے دس سیر پانی ملنا غیر ممکن ہو گیا۔ جو سب کے جنازوں کی نماز میں زندگی بھر شریک ہوتا رہا۔ اس کے جنازہ کے ساتھ چار آدمی تھے اور صرف (۱۷) آدمی نماز پڑھ سکے۔ [1]

سانحۂ ہوش ربا اور صحابۂ کرامؓ

جب اس سانحۂ ہوش ربا کی خبر حضرت زبیرؓ و حضرت علیؓ و حضرت طلحہؓ اور دیگر صحابہؓ و اعیانِ مدینہ کو ہوئی تو سب آپ کے گھر کی طرف دوڑ پڑے۔ سب کی زبان پر اِنا للہ وانا الیہ راجعون تھا۔ اور سب کا کثرتِ رنج والم سے حال زبون تھا۔ سب کی عقلیں گم تھیں اور خونابۂ جگر چشم گریاں سے جاری تھا حضرت علیؓ نے عالمِ غضب میں حضرت حسنؓ کے منہ پر ایک تمانچہ اور حضرت حسینؓ کے سینہ پر ایک گھونسا مارا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور محمد بن طلحہؓ کو بہت سخت سُست کہا۔ [2]

حضرت عثمانؓ کے دفن کی اجازت طلبی

حضرت عثمانؓ تین دن تک بے گور وکفن پڑے رہے۔ پھر حکیم بن حزامؓ اور جبیر بن مطعمؓ حضرت علیؓ کے پاس گئے آپ نے دفن کی اجازت دیدی۔

حضرت زبیرؓ کی شرکت حضرت عثمانؓ کے دفن میں

چنانچہ شب کے وقت مابین مغرب وعشاء جنازہ لے کر نکلے۔ جنازہ کے ساتھ حضرت زبیرؓ۔ حضرت حسنؓ۔ ابوجہم بن حذیفہؓ اور مروان وغیرہم تھے بعضوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت علیؓ۔ طلحہؓ۔ زید بن ثابتؓ اور کعب ابن مالک بھی شریک جنازہ تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی نماز جنازہ

جبیر بن مطعمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی بعض کہتے ہیں کہ مروان[1] نے بعض کہتے ہیں کہ حکیم بن حزامؓ نے نماز پڑھائی تھی۔ مسند ابن حنبلؒ میں ہے کہ (حضرت عثمانؓ کی) نماز جنازہ حضرت زبیرؓ نے۔ اور ابن سعد میں ہے کہ حضرت جبیر ابن معظمؓ نے پڑھائی اور جنت البقیع کے پیچھے خشش کوکب میں اس حلم و بردباری کے مجسمہ اور بیکسی مظلومی کے پیکر کو سپرد خاک کیا۔ بعد کو یہ خام دیوار توڑ کر جنت البقیع میں داخل کر لیا گیا۔ آج بھی جنت البقیع کے سب سے آخر میں مزار موجود ہے۔ [2]

بلوائیوں میں سے چند لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو دفن کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے تعرض کیا تھا لیکن حضرت علیؓ نے اُن کو روک دیا۔ حضرت عثمانؓ بغیر غسل کے اُنہیں کپڑوں میں (جو بوقت شہادت پہنے ہوئے تھے) جنت البقیع کے باہر خشش کوکب میں دفن کئے گئے۔ [3]

ایک روایت میں ہے کہ آپ کے دفن میں پانچ یا چھ اشخاص تھے۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ حضرت حکیمؓ بن حزام اسدی (حضرت زبیرؓ کے چچازاد بھائی) نیارؓ بن مکرم الاسلمی تو مردوں میں سے۔ اور نائلہؓ بنت فرافصہ۔ اُم البنین بنت عقبہ۔ حضرت عثمانؓ کی بیویاں۔ نیارؓ اور جبیرؓ اور حضرت حکیمؓ۔ نائلہؓ اُم البنین نے اوپر سے لٹکا دیا اور بعد دفن قبر مخفی کر دی۔

---

[1] مروان کی جنازہ میں شرکت سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ وہ معرکہ میں اس قدر زخمی ہوا تھا کہ لوگ اُس کو اُٹھا کر لے گئے تھے۔ اس قدر جلد اُس کا اچھا ہو جانا قرین قیاس نہیں ہے۔ علاوہ اس کے ایک روایت یہ ہے کہ مروان اپنے لڑکے کو لے کر مدینہ سے نکل گیا تھا۔ (شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۶۱۸)۔

[2] نیار بن مکرم الاسلمی اُن چار صحابیؓ میں سے تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو دفن کیا۔ نماز جنازہ پڑھی اور اُن کی قبر میں اُترے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے (حدیث) سنی ہے اور ثقہ و قلیل الحدیث تھے۔ (طبقات ابن سعد ار دو ترجمہ جزو ثامن صفحہ ۵)

---

[1] سیرت معاویہؓ صفحہ ۷۹ [2] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۶۱۵ و ۶۱۶ [3] سیر الہاجرینؓ حصہ اول خلفائے راشدین صفحہ ۱۸۷ [4] ابن خلدون صفحہ ۲۶۲۔

روایت حضرت حسنؓ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے دفن میں شریک تھا۔ آپ خون آلودہ کپڑوں کے ساتھ دفن کئے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ تین روز تک دفن نہ ہو سکے۔ پھر رات کے وقت چار شخص آئے منجملہ اُن کے چند عورتیں تھیں۔ حویطب بن عبدالعزیٰ۔ حکیم بن حزامؓ اسدی اور عبداللہ بن زبیرؓ تھے جو آپ کو دروازے کے کیواڑ پر لے گئے۔ جب قبرستان میں پہنچے تو کچھ لوگ وہاں موجود تھے۔ اُنہوں نے دفن سے روکا اور کہا خدا کی قسم ہم صبح لوگوں سے کہدیں گے کہ یہاں دفن ہوئے ہیں۔ بالآخر یہاں سے جنازہ اُٹھا اور حش کوکب میں پہنچے۔ قبر کھودی۔ بی بی عائشہ بنت حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ جب آپ کو دفن کرنے لگے تو عائشہؓ چلا کر رونے لگیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے منع کیا۔ اور کہا۔ بخدا اگر تم خاموش نہ رہو گی تو میں تمہارے سر پر ماروں گا۔ وہ خاموش ہو رہیں پھر آپ کو دفن کر دیا۔ [1]

حالات حضرت عثمانؓ حضرت عثمانؓ ماں اور باپ دونوں طرف سے قریشی تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابوالعاص بن اُمیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی۔

آپ کی والدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبدمناف تھا۔ یہ لڑکی تھیں۔ بیضا اُم حکیم بنت عبدالمطلب۔ آنحضرت صلعم کی حقیقی پھوپھی کی۔ باپ کی طرف سے چوتھی پشت میں آنحضرت صلعم سے مل جاتے ہیں۔ اور برادر زادہ بھتیجے ہوتے ہیں۔ اور ماں کی طرف سے دوسری پشت میں ملتے ہیں۔ اور ہمشیرزادہ بھانجے ہوتے ہیں

قد نہ بہت طویل تھا نہ بیحد چھوٹا خوشرو تھے۔ چہرے پر کسی قدر چیچک کے داغوں کے آثار دیکھائی دیتے تھے۔ بازو چوڑے پنڈلیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں۔ ڈاڑھی بڑی تھی اور سر میں بال زیادہ تھے۔ بالوں کو کبھی کبھی حنا سے رنگ لیتے تھے۔ رنگ گندمی تھا۔

عام الفیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے۔ اُس زمانے کی ضرورت کے مطابق پڑھنا لکھنا سیکھا۔ [2]

ابن اثیر کا بیان ہے کہ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کو ذی النورین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی دو صاحبزادیاں رقیہؓ و کلثومؓ یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئی تھیں۔

---

[1] اولاً حضرات رقیہؓ اور اُم کلثومؓ دونوں صاحبزادیوں کے عقد ہو چکے تھے۔ بی بی رقیہؓ کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے اور بی بی کلثومؓ کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا۔ خمیس میں اس طرح ہے کہ عتبہ کا نکاح حضرت رقیہؓ سے ہوا۔ اور عتیبہ کا عقد حضرت کلثومؓ سے۔ اور شیر کے پھاڑنے کا قصہ عتیبہ کی نسبت لکھا ہے۔ بعد نقل قصہ لکھتے ہیں کہ شیر نے کس کو پھاڑا اس میں اختلاف ہے۔ بعضے عتبہ کا نام لکھتے ہیں اور بعض عتیبہ کا۔ عتبہ نے قریش کے کہنے سے بی بی رقیہؓ کو طلاق دے دی تو اُنہوں نے سعید بن ابی العاص کی لڑکی سے عتبہ کا نکاح کر دیا۔ عتبہ سے صرف حضرت رقیہؓ کا نکاح ہوا تھا۔ رخصت نہیں ہوئی تھی کہ وہ آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور آپ سے گستاخی کرنے سے طلاق دے کر چلا گیا۔ رسول اکرم صلعم نے اُس کو گستاخی پر بددعا دی جس کی وجہ سے ایک سفر میں اُس کو شیر نے چیر ڈالا۔ حضرت عثمانؓ سے حضرت رقیہؓ کا نکاح ۲ھ سنہ ہجرت میں ہوا۔ اس لئے ہجرت حبشہ اُولیٰ میں آپ حضرت عثمانؓ کے ساتھ تھیں جو رجب ۵ھ نبوی میں ہوئی۔ (شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۶۷۹ تا ۶۸۴)۔ (باقی صفحہ ۱۹۳ پر)

---

[1] خمیس و عقد الفرید از شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۶۲۱ [2] ابن خلدون صفحہ ۲۶۲۔

مخالفین حضرت عثمانؓ جو لوگ حضرت عثمانؓ کی مخالفت و عداوت پر اُٹھے اُن میں خلوص نیت نہ تھا۔ ذاتی اسباب کی وجہ سے دشمن ہو گئے تھے۔ اُن میں نمایاں محمد بن خدیفہؓ۔ محمد بن حضرت ابوبکرؓ کعب بن ذی الحنکہ۔ عمیر بن ضابی اور کمیل بن زیاد کے نام نمایاں ہیں۔

۱۔ محمد بن خدیفہؓ۔ عبد شمس کے پوتے بنی اُمیہ کے گروہ میں سے تھے۔ اُن کے باپ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تو حضرت عثمانؓ نے پرورش کی۔ بڑے ہو کر کسی ملک کی گورنری کے خواستگار ہوئے۔ اُن میں لیاقت نہ تھی۔ اس لئے گورنری نہیں ملی تو اُنہوں نے باہر جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت عثمانؓ نے مثل اولاد کے زادراہ فراہم کر دیا۔ مدینہ سے نکل کر یہ مصر پہنچے اور محض اس لئے کہ گورنری نہ دی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے مخالف ہو کر اُن کے دشمنوں سے مل گئے۔ اور فساد کی آگ بھڑکانے لگے۔

۲۔ محمد بن ابی بکرؓ کو بعض گروہوں نے بہکایا اور لالچ ان میں پیدا ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ اُن کی سرکشی کی وجہ سے حضرت عثمانؓ نے اُن کی پیٹھ پر درّے لگائے تھے۔ اُس کا بھی کینہ تھا۔

۳۔ کعب بن ذی الحنکہ کوئی گیند کھیلنے کا بڑا شوقین تھا۔ حضرت عثمانؓ نے سنا تو اپنے عامل ولید کو لکھا کہ اُس کو سزا دو تاکہ وہ اس لغویت سے باز آ جائے۔ ولید نے اُس کو سزا دی اور اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس طرح تضییع اوقات کرے گا اُس کی اسی طرح سزا کا مستوجب ہوگا۔ کعب اس سزا یابی پر برہم تھا۔ اسی جوش میں انتقام لینے مدینہ میں آیا۔

۴۔ عمیر بن ضابی جو آپ کے قتل کرنے کے لئے نرغہ کر کے مدینہ پر چڑھ آیا تھا۔ اس کے باپ نے جبلہ بن عقبہ والئی کوفہ تھے ایک انصاری سے شکاری کتیا عاریتہً لی تھی جو ہرن کا شکار اچھا کرتی تھی۔ جب مانگنے پر اُس نے کتیا نہ دی تو اُس سے انصاری نے زبردستی چھین لی۔ یوں زور نہ چلا تو اُس نے انصاریؓ کی ہجو میں تین شعر کہے۔ پچھلے شعر کا مطلب یہ تھا کہ:۔

"اپنی کتیا کو نہ چھوڑنا وہ تو تمہاری ماں ہے اور ماں کو عاق کرنا بڑا بھاری گناہ ہے"۔

انصاری نے اس ہجو کی شکایت حضرت عثمانؓ کی خدمت میں کی۔ آپ نے اُسے سزا دی اور قید کر دیا۔ اس قید میں وہ اتفاقاً مر گیا۔ اور اُس کا بیٹا عمیر باپ کا بدلہ لینے مدینہ میں آیا۔

۵۔ کمیل بن زیاد نے ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کے سامنے گستاخی اور دریدہ دہنی کی تھی آپ نے اُس کے منہ پر تھپڑ مار دیا جس سے وہ چوتڑوں کے بل گر پڑا۔ اُس نے اُٹھ کر کہا۔ امیر المومنین آپ نے مجھ پر زیادتی کی ہے۔ خدا کی قسم میں نے گستاخی نہیں کی۔ حضرت عثمانؓ نے نہایت ہی سادگی اور نیک نفسی سے فرمایا تو بھی مجھے معاف کر دو۔ اس پر

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۹۲) دوسری بیوی حضرت عثمانؓ کی حضرت اُم کلثومؓ بی بی رقیہؓ کی بہن ہیں۔ آپ کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ حضرت فاطمہ زہراؓ سے یقیناً بڑی ہیں۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ حضرت رقیہؓ سے بڑی ہیں یا چھوٹی۔

روضۃ الاحباب میں حضرت اُم کلثومؓ کا نام آمنہؓ ہے۔ آپ کا سنہ ولادت نامعلوم ہے۔ آپ کا عقد پہلے عتبہ بن ابی لہب سے قبل زمانہ نبوت ہوا تھا۔ عتبہ نے بھی آپ کو طلاق دے دی تھی۔ بعد وفات حضرت رقیہؓ آپ کا عقد حضور اکرم صلعم نے حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ ۹ھ میں حضرت اُم کلثومؓ نے انتقال فرمایا۔ حضرت صفیہؓ والدہ حضرت زبیرؓ نے غسل دیا (تاریخ الخمیس جلد چہارم صفحہ ۶۹ تا ۶۹۲)۔ ان دو کے علاوہ حضرت عثمانؓ نے چھ عقد اور کئے تھے۔ (ترجمہ تاریخ ابن خلدون شائع شمالی جلد چہارم صفحہ ۲۸۵)۔

زبان سے معاف کر دیا۔ مگر دل میں کینہ رکھا۔ اور موقع پاتے ہی دشمنی پر آمادہ ہو گیا۔

غرض جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا وہ بندۂ غرض تھے۔ سب اچھے لوگ جو اُس عہد میں تھے وہ آپ کی خوبیوں اور فضل و کمال کے معترف تھے۔ بنی اُمیہ نے اِس ہنگامہ کا بار حضرت علیؓ کے سر ڈال دیا۔ مگر حضرت علیؓ نے ہمیشہ اس سے انکار کیا۔

حضرت عثمانؓ کے فضایل

حضور اکرم صلعم نے فرمایا تھا کہ جو شخص بیر رومہ کھودے اُس کے لئے جنت ہے۔ تو اُسے حضرت عثمانؓ نے کھدوایا۔ اور فرمایا تھا کہ جو شخص جیش عسرت کا سامان درست کرے اُس کے لئے جنت ہے۔ تو حضرت عثمانؓ نے اُس کا سامان درست کر دیا تھا۔ (نیز آپ عشرہ مبشرہ میں ہیں)۔ [1]

حضرت عمرؓ کے زمانے تک جمعہ کے دِن اذان اُس وقت ہوتی تھی۔ جب امام ممبر پر جاتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب لوگوں کی کثرت ہوی تو آپ نے حکم دیا کہ خطبہ کی اذان سے پہلے بھی ایک اذان ہوا کرے۔ چنانچہ اُس وقت سے لے کر آج تک جمعہ کے دن یہ اذان دی جاتی ہے۔ [2]

حضرت زبیرؓ کو حضرت عثمانؓ کا عطیہ

فضل بن دکین نے کہا کہ بیان کیا مجھ کو قیس بن ربیع نے ابی حصین سے کہ حضرت عثمانؓ بن عفان نے حضرت زبیرؓ بن العوام کے لئے چھ لاکھ کے عطیہ کا فرمان صادر فرمایا پس حضرت زبیرؓ بنی کاہل (اپنے ماموں کے خاندان کے پاس گئے) اور اُن سے پوچھا۔ کونسا مال اچھا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اصبہان کا مال۔ پس حضرت زبیرؓ نے فرمایا مجھے اصبہان کا مال دو۔ [3]

حضرت زبیرؓ کو جاگیر حضرت عثمانؓ کی طرف سے

فتوح البلدان میں ہے کہ ہم سے غیلان بن فروخ نے بیان کیا۔ اُنہوں نے کہا۔ مجھ سے ابوعوانہ نے بیان کیا۔ اور اُن سے ابراہیم بن المہاجر نے اور اُن سے موسیٰ بن (حضرت) طلحہؓ نے کہ حضرت عثمانؓ نے اصحاب نبی صلعم میں سے پانچ کو جاگیریں دیں۔ وہ پانچ اصحابؓ یہ تھے۔ (حضرت) عبداللہ بن مسعودؓ (حضرت) سعد بن مالک الزہریؓ (حضرت) الزبیرؓ بن العوام (حضرت) خباب بن الارتؓ (حضرت) اُسامہ بن زیدؓ۔

موسیٰ بن حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ اور ابن مسعودؓ میرے ہمسایہ تھے۔ میں نے اُنہیں دیکھا کہ وہ اپنی زمینیں ثلث اور ربع لگان پر دیتے ہیں۔ (یہ تقسیم السواد کی ہے)۔ [4]

حضرت زبیرؓ کے سب سے زیادہ مستحق خلافت ہونے کے متعلق حضرت عثمانؓ کی حدیث

مروان بن حکم سے روایت ہے کہ جس سال نکسیر کا مرض عام ہوا تھا اُسی سال حضرت عثمانؓ کو بھی یہ مرض نہایت سخت ہوا یہاں تک کہ آپ حج بھی نہ کر سکے۔ اُنہوں نے اپنی زندگی کا خاتمہ

---

[1] حضرت زبیرؓ کے ماموں کا خاندان بنی کاہل نہیں ہے بلکہ بنی ہاشم ہے ترجمہ الکمال فی اسماء الرجال میں ہے کہ کاہلی اسدی بجائے اسد کی ایک شاخ ہے۔ جو بنی کاہل بھی کہلاتے تھے۔ یہ کاہلی اسدی۔ اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے نہیں ہیں۔ بلکہ اسد بن خذیمہ کی شاخ ہے۔

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۱۴۹ [2] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۲۴۲ [3] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۵۰ [4] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۸۱

سمجھ کر وصیت بھی کر دی۔ اسی دوران میں ایک قریشی شخص نے اُن سے آکر کہا کہ کسی کو اپنا جانشین بنا دیجئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ کیا لوگ کہتے ہیں۔ اُس نے کہا جی ہاں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ کس کو خلیفہ بنانے کو کہتے ہیں۔ وہ شخص خاموش ہو گیا۔ اتنے میں ایک اور شخص حضرت عثمانؓ کے پاس آیا۔ غالباً حارث تھا۔ اُس نے حضرت عثمانؓ سے کہا کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرما دیجئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ تم اپنی طرف سے کہہ رہے ہو۔ یا لوگوں نے کہا ہے۔ اُس نے کہا لوگ کہتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ کس کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ وہ خاموش ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ غالباً اُنہوں نے (حضرت) زبیرؓ کے متعلق کہا ہو گا۔ اُس شخص نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ ہاں۔ قسم ہے اُس خدا کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ وہ سب سے بہتر ہیں۔ اور بیشک وہ رسول اللہ صلعم کو سب سے زیادہ پیارے تھے۔[1]

مروان کا بیان ہے کہ میں حضرت عثمانؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص اُن کے پاس آیا۔ اور عرض کیا کہ اپنی طرف سے کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا۔ کیا لوگ کہتے ہیں۔ اُس نے عرض کیا ہاں۔ (حضرت) زبیرؓ کو حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ سن لو۔ خدا کی قسم تم خوب واقف ہو کہ وہ (حضرت زبیرؓ) تم سب سے زیادہ بہتر ہیں۔[2]

حضرت زبیرؓ کا خلیفہ بننے سے انکار۔

ابن عساکر کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ [illegible] میں جب بکیر کے مرض میں سخت مبتلا ہوئے تو اکثر صحابہؓ کو آپ کی حیات سے نا اُمیدی ہو گئی تھی۔ لوگوں نے آپ سے اپنا خلیفہ بنانے پر اصرار کیا۔ اسی اصرار کی بناء پر آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر وصیت کی کہ میرے بعد میرے قائم مقام تم ہونا۔ اُنہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کے متعلق اپنے کاتب حمران سے وصیت لکھا دی۔ اُس نے نا سمجھی سے قبل از وقت ظاہر کر دیا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ اُس پر سخت ناراض ہوئے اور جلاوطن کر کے بصرہ بھیج دیا۔[3]

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا راز

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ضمن میں کہیں آپ کی رحم دلی۔ کہیں اقربا نوازی اور کہیں عمال کی بے راہ روی عنوان بنائے گئے ہیں۔ مگر یہ سب آپ کے حیا کے گرد تھے۔ جس پر مہر نبوت صلعم بھی ثبت فرمائی گئی تھی کہ میری اُمت میں سب سے زیادہ حیادار عثمانؓ ہیں۔[4] حیا داری میں مودت۔ مروت رحم وکرم جود وسخا۔ عدل وانصاف وغیرہ نیک اعمال سب ہی شامل ہوتے ہیں۔ جو آپ میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ کے عادل ہونے کی شہادت یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ھل یستوی ھو ومن یامر بالعدل وھو علیٰ صراط مستقیم[5] کیا وہ شخص (جو ظلم کرتا ہے) اور وہ شخص جو عدل کے حکم کے ساتھ حکم کرتا ہے برابر ہے؟ وہ (جو عادل ہے) راہ راست پر ہے] میں مروی ہے کہ اُس عادل سے مراد (حضرت) عثمانؓ بن عفان ہیں۔[6] آپ کو یہ بھی ارشاد صلعم ہو چکا تھا کہ عثمانؓ اللہ تمہیں ایک روز ایک کرتہ پہنائے گا۔ اگر منافقین تم سے اُسے اُتروانا چاہیں تو تم اُسے کسی ظالم کے لئے نہ اُتارنا۔[7] چنانچہ جب ایسی نوبت آئی تو آپ نے خلافت سے دست بردار ہونے سے صاف انکار فرما دیا۔ چونکہ آپ کو حضور اکرم صلعم سے شہادت کی خوشخبری بھی حاصل ہو چکی تھی۔ اس لئے کافی جمعیت اور قوت موجود ہونے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی دشمنان دین سے مبارزت کے لئے اجازت طلبی و دیگر جان نثاروں کے اصرار کے باوجود بھی یہی ارشاد ہوتا رہا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جو میرے بارے میں کسی کا خون بہایا ہو۔[8] یہ سب اس لئے تھا کہ آپ سے سرکار دو عالم صلعم نے جو عہد لیا تھا اُس پر صابر و شاکر ہو کر اپنی جان عزیز کو اُن کی رضا جوئی پر قربان کر دیں۔ اس مظلوم موت کے جو نتائج نکلنے والے تھے اُن کے متعلق آپ نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو کبھی سب مل کے نماز نہ پڑھو گے نہ آپس میں مل کر دشمن سے جہاد کرو گے۔ ضرور ضرور آپس میں اختلاف کرو گے اور ایک دوسرے سے مل کے خون ریزی کرو گے۔[9] چنانچہ وہی ہوا کہ آج تک مسلمانوں کو حقیقی چین اور سکھ حاصل نہ ہو سکا۔ اور اپنے ہادی کی نافرمانی کا نتیجہ اس وقت تک کرب و بے چینی کے ساتھ بھگت رہے ہیں۔

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۰۹ [2] تذکرہ حضرت عبداللہ بن عوف صفحہ ۳۹ و ابن عساکر جلد پنجم صفحہ ۳۶۱ [3] ترجمہ ابن سعد حصہ اول جزو ثانی ۲۰۲ [4] ایضاً ۲۰۹ [5] ایضاً ۲۱۵۔

حضرت زبیرؓ اور خلافت حضرت علیؓ

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے وقت۔ مدینہ منورہ میں حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ تین بڑے صاحب اثر صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ ان کے علاوہ حضرت سعدین وقاصؓ (عشرہ مبشرہ) اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ بھی موجود تھے۔ مگر بلوائیوں اور باغیوں کے ہاتھوں سب کی عزتیں معرض خطر میں تھیں۔ مدینہ منورہ کی حکومت تمام و کمال بلوائیوں کے ہاتھوں میں تھی۔ اس لئے اول الذکر تینوں اصحاب کرامؓ اگرچہ بلوائیوں کی نگاہوں میں خاص عزت و وقعت رکھتے تھے۔ لیکن ان سب نے اپنی اپنی عزتوں کی حفاظت کے خیال سے گھروں کے دروازے بند کر لئے تھے۔ اور سب خانہ نشین ہو بیٹھے تھے۔ اور کوئی گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا۔

حضرت علیؓ بعض ضرورتوں سے باہر بھی تشریف لے جاتے تھے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ آپ مدینہ سے باہر اسی مقصد اور اسی غرض سے گئے تھے کہ ان بلوائیوں کی شرارتوں سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ شہید ہوئے ہیں تو آپ مدینہ منورہ سے کئی میل کے فاصلہ پر تھے۔ اور یہی صورت بقول شمس التواریخ کے حضرت زبیرؓ کی تھی۔ آپ بھی قتل شہادت مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔

مدینہ میں بلوائیوں کی حکومت

جب سے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر حضرت عثمان غنیؓ کو مصر و کوفہ اور بصرے کے باغیوں نے گھر سے نکلنے اور مسجد میں آنے سے روک دیا تھا۔ اسی روز سے مدینہ منورہ میں ان کی حکومت تھی۔ لیکن حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کے بعد مدینہ میں قریباً ایک ہفتہ غافقی بن حرب عکی۔ بلوائیوں کے سردار کی حکومت رہی۔ وہ ہی ہر حکم جاری کرتا اور نمازوں کی امامت کرتا تھا۔

انتخاب خلیفہ کی تجویز

ان بلوائیوں میں بعض لوگ عاقل اندیش اور سمجھ دار بھی تھے۔ انہوں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر ہم لوگ اسی طرح حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد یہاں سے منتشر ہو گئے تو ہمارے لئے کوئی نیک نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ ہم جہاں ہوں گے وہیں قتل کر دئے جائیں گے۔ لہٰذا انہوں نے مشورہ کر کے سب کو آمادہ کیا کہ جلد از جلد کسی کو خلیفہ منتخب کراؤ۔ اور بغیر خلیفہ منتخب کرائے یہاں سے جانے کا نام نہ لو۔

انہیں ایام شورش میں اطمینان کر لینے کے بعد کوفہ و بصرے سے بھی اس قرارداد کے موافق لوگ روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ نہایت غیر مشہور اور غیر معلوم طریقہ پر ابن سبا بھی مدینہ میں داخل ہو کر اپنے ایجنٹوں اور دوستوں میں شامل ہو گیا۔ چونکہ بلوائیوں میں سب ہی ایسے اشخاص نہ تھے۔ جو عبداللہ بن سبا کے رازدار ہوں۔ بلکہ بہت سے بیوقوف واقعہ پسند اور دوسرے ارادوں کے لوگ بھی تھے۔ اس لئے عبداللہ بن سبا نے یہاں آ کر خود کوئی سرداری کی شان مصلحتاً حاصل نہیں کی۔ بلکہ اپنے ایجنٹوں ہی کے ذریعہ تمام مجمع کو متحرک کرتا اور اپنے حسب منشاء کام لیتا رہا۔ یہ انتخاب خلیفہ کی تجویز

۱؎ تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۲۴۸، ۲۴۹۔

بھی درحقیقت ابن سبا ہی کی تھی۔

حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ کا خلافت قبول کرنے سے انکار۔

چنانچہ یہ لوگ جمع ہو کر حضرت زبیرؓ۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ کے پاس الگ الگ گئے۔ اور ان بزرگوں میں سے ہر ایک سے درخواست کی کہ آپ خلافت قبول فرمالیں۔ اور ہم سے بیعت لے لیں۔ ہر ایک بزرگ نے خلافت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور یہ نامراد مجبور ہو کر رہ گئے۔

ابن سبا کی کارگر تدبیر

آخر عبداللہ بن سبا نے ایک تدبیر سمجھائی۔ مدینہ منورہ میں ان باغیوں اور بلوائیوں نے ایک ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ اہل مدینہ ہی ارباب حل وعقد ہیں اور اہل مدینہ ہی ابتداء سے خلیفہ کا انتخاب کرتے آئے ہیں۔ اور اہل مدینہ ہی کے مشورے اور انتخاب سے منتخب کئے ہوئے خلیفہ کو مسلمانوں نے ہمیشہ خلیفہ تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا ہم اعلان کرتے ہیں اور اہل مدینہ کو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ تم کو صرف دو دن کی مہلت دیکھتی ہے۔ اس دو دن کے عرصہ میں کوئی خلیفہ منتخب کر لو۔ ورنہ دو دن کے بعد ہم۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ کو قتل کر دیں گے۔ اس اعلان کو سن کر اہل مدینہ کے وفود بے تابانہ اپنے گھروں سے نکل کر ان تینوں اصحاب کرامؓ کے پاس پہنچے۔ لیکن حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہم خلیفہ نہیں بننا چاہتے۔

حضرت علیؓ سے بیعت

حضرت علیؓ نے اول انکار کیا۔ لیکن پھر لوگوں کے اصرار پر راضی ہو گئے۔ اہل مدینہ اور بلوائیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی [1]

حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ کی مشروط بیعت۔

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ بعد شہادت حضرت عثمانؓ پانچ یوم تک غافقی بن حرب مدینہ منورہ کا امیر رہا۔ بعد ازاں بلوائیان مصر مجتمع ہو کر (حضرت) علی بن ابی طالبؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے خلافت سے انکار کیا۔ اور بلوائیان کوفہ حضرت زبیرؓ کے پاس اور بلوائیان بصرہ حضرت طلحہؓ کے پاس گئے۔ ان صحابہ کرامؓ نے بھی خلافت سے انکار کیا۔ تب بلوائیوں نے مجتمع ہو کر حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو منصب خلافت پر متمکن کرنا چاہا۔ یہ حضرات بھی خلافت سے انکاری ہوئے۔ بلوائیوں کو سخت حیرت ہوئی کہ کوئی شخص خلافت قبول ہی نہیں کرتا تھا۔ پھر ان میں سے جو لوگ ذرا عقل و ہوش رکھتے تھے۔ انہوں نے یہ خیال کر کے کہ "ان عوام کالانعام" کا بغیر نصب خلیفہ واپس جانا فتنہ و فساد برپا کرنا ہے۔ اہل مدینہ کو مجتمع کیا اور یہ کہا کہ تم لوگ اہل شوریٰ سے ہو۔ تمہارا حکم تمام امت پر جائز و نافذ ہے۔ امام نصب کرو ہم تمہارے مطیع ہیں۔ اور اس کام کے انعقاد کے لئے ہم تمہیں دو دن کی مہلت دیتے ہیں۔ اگر اس مقررہ مدت میں تم نے امام نہیں نصب کیا تو ہم فلاں فلاں کو مار ڈالیں گے۔

اہل مدینہ یہ سن کر حضرت علیؓ کے پاس گئے تو انہوں نے خلافت سے انکار کیا۔ ان لوگوں نے اسلام کے انہدام سے ڈرایا۔ تب حضرت علیؓ نے اگلے دن کا وعدہ کیا۔ صبح ہی وہ لوگ پھر آ پہونچے۔ حکیم بن جبلہ (باغی) مصریوں کے ساتھ

---

[1] ابن اثیر نے بجائے فلاں فلاں کے حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ کے اسمائے گرامی لکھے ہیں۔

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۲۹ و ۴۵۰ و ابن اثیر۔

اور اشتر (باغی) کوفیوں کے ہمراہ حاضر ہوا۔
حکیم بن جبلہ نے حضرت زبیرؓ کو اور اشتر نے حضرت طلحہؓ کو یہ اکراہ لاکر پیش کیا۔ چنانچہ لوگوں نے (حضرت) علی ابن ابی طالبؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سب سے پہلے حضرت طلحہؓ نے بیعت کی۔ اس شرط پر کہ کتاب اللہ اور سنت الرسول اللہ کے مطابق حکم دیں گے۔ اور حدود شرعی قایم کریں گے۔ یعنی قاتلین حضرت عثمانؓ سے قصاص لیں گے۔ پھر حضرت زبیرؓ نے بھی اسی شرط سے بیعت کی۔ [1]

تاریخ اسلام میں ہے کہ لوگ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لئے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ تو مجھ کو خلیفہ منتخب کرتے ہو لیکن جب تک اصحاب بدر مجھ کو خلیفہ نہ تسلیم کرلیں تمہارے انتخاب سے کیا ہوتا ہے۔ یہ سن کر لوگ اصحاب بلد کی طرف گئے اور جہاں تک ممکن ہوا ان کو جمع کر کے لائے۔ سب سے پہلے اشتر (باغی) نے بیعت کی۔ اس کے بعد اور لوگوں نے ہاتھ بڑھائے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی بھی نیت معلوم ہونی چاہیئے۔ چنانچہ اشتر باغی حضرت طلحہؓ کی طرف اور حکیم بن جبلہ باغی حضرت زبیرؓ کی طرف گئے اور دونوں حضرات کو بہ اکراہ حضرت علیؓ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت علیؓ نے ان دونوں حضرات سے کہا کہ آپ میں سے جو صاحب خلافت کے خواہشمند ہوں۔ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے انکار کیا۔ پھر ان دونوں اصحاب کرامؓ سے کہا گیا کہ اگر آپ خلیفہ بنانا نہیں چاہتے تو حضرت علیؓ سے بیعت کیجئے۔ دونوں حضرات نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ مالک اشتر (باغی) نے تلوار کھینچ کر حضرت طلحہؓ سے کہا کہ اگر بیعت نہ کی تو ابھی قصہ پاک کر دیا جائے گا۔ حضرت طلحہؓ نے یہ حالات دیکھ کر حضرت علیؓ سے کہا کہ میں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کے مطابق حکم دیں اور حدود شرعی جاری کریں۔ یعنی قاتلان حضرت عثمانؓ سے قصاص لیں۔

حضرت علیؓ نے ان باتوں کا اقرار کیا تو حضرت طلحہؓ نے بیعت کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ جو کٹا ہوا تھا۔ (جنگ احد میں آپ کا ہاتھ آنحضرت صلعم کی حفاظت کرتے ہوئے زخموں کی کثرت سے بیکار ہو گیا تھا۔ کیونکہ آپ اس وقت تیروں اور تلواروں کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے) بعض لوگوں نے اس مجلس میں سب سے پہلے حضرت طلحہؓ کے کٹے ہوئے ہاتھ (یا خشک شدہ ہاتھ) کو بیعت کے لئے بڑھتے ہوئے دیکھ کر بدفالی سمجھی۔

حضرت طلحہؓ کے بعد حضرت زبیرؓ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ اور آپ نے بھی حضرت طلحہؓ والی شرط پیش کر کے بیعت کی۔

بیعت نہ کرنے والے اصحابؓ

حضرت سعد بن وقاصؓ (عشرہ مبشرہ) سے بھی بیعت کے لئے کہا گیا۔ لیکن انہوں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اور کہا کہ سب لوگ جب بیعت کرلیں گے تو میں بھی بیعت کرلوں گا۔ میری طرف سے کسی قسم کا اندیشہ مت کرو۔ حضرت علیؓ نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی حضرت سعد بن وقاصؓ کی طرح بیعت میں تامل کیا۔ ان سے لوگوں نے ضمان طلب کیا۔ مالک اشتر نے تلوار نکال کر کہا کہ ان کو قتل کئے دیتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے مالک اشتر کو روکا اور کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ کا میں ضامن ہوں۔

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۸۷ و ۲۸۸۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ عمرے کے ارادے سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ آپ کے جانے کا حال حضرت علیؓ کو معلوم ہوا اور لوگوں نے کہا کہ وہ آپ کے خلاف ارادے لے کر روانہ ہوئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فوراً ان کی گرفتاری کے لئے لوگوں کو روانہ کرنا چاہا۔ اتنے میں حضرت علیؓ کی صاحبزادی اُم کلثومؓ جو حضرت عمر فاروقؓ کی زوجہ تھیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی علاتی ماں تھیں۔ اُنہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علیؓ کو یقین دلایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ کے خلاف کوئی حرکت نہیں کریں گے۔ وہ صرف عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔ تب حضرت علیؓ کو اطمینان ہوا۔

ان کے علاوہ محمد بن مسلمہؓ۔ اُسامہ بن زیدؓ حسان بن ثابتؓ کعب بن مالکؓ۔ ابو سعید خدریؓ۔ نعمان بن بشیرؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ مغیرہ بن شعبہؓ اور عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ وغیرہ جلیل القدر بدری حضرات نے بھی بیعت نہیں کی۔ نیز بہت سے اشخاص بالخصوص بنو اُمیہ بیعت میں شامل نہ ہونے کے لئے مدینہ منورہ سے شام کی طرف فوراً چلدئے۔

جو اصحابؓ مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ اور پھر بھی اُنہوں نے بیعت نہ کی۔ اُن کو حضرت علیؓ نے طلب کر کے وجہ دریافت کی تو اُنہوں نے یہ جواب دیا کہ ابھی مسلمانوں میں خونریزی کے اسباب موجود ہیں۔ فتنہ کا بالکل انسداد نہیں ہوا ہے اس لئے ابھی ہم رکے ہوئے ہیں۔ اور بالکل غیر جانبدار رہنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے مروان بن الحکم کو طلب کیا۔ مگر اُس کا کہیں پتہ نہیں چلا۔

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ جن لوگوں نے بیعت نہیں کی۔ اُن میں انصارؓ میں سے حسان بن ثابتؓ۔ کعب بن مالکؓ سلمہ بن مخلدؓ۔ ابو سعید خدریؓ۔ محمد بن مسلمہؓ۔ نعمان بن بشیرؓ زید بن ثابتؓ۔ رافع بن خدیجؓ۔ فضالہ بن عبیدؓ کعب بن عجرہؓ۔ سلمہ بن سلامہؓ بن اوقش۔ اور مہاجرینؓ میں سے عبداللہ بن سلامؓ حبیبؓ بن سنانؓ اُسامہ بن زیدؓ قدامہ بن مظعونؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ جیسے اصحاب تھے۔

نعمان بن بشیرؓ حضرت نائلہؓ زوجہ حضرت عثمانؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں اور حضرت عثمانؓ کا خون آلود قمیص لیکر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس شام چلے گئے۔ [1]

قاتلین کی شناخت کی کوشش

حضرت نائلہؓ زوجہ حضرت عثمانؓ سے قاتلوں کے نام دریافت کیا گیا تو انہوں نے دو شخصوں کا صرف حلیہ بتایا اور نام نہیں بتا سکیں۔ محمدؓ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نسبت پوچھا کہ یہ بھی قاتلوں میں ہیں تو اُنہوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے سے پہلے یہ دروازے سے باہر جا چکے تھے۔ [2]

حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کا حضرت علیؓ سے قصاص کا مطالبہ۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ دونوں نے اپنی بیعت کے اگلے دن حضرت علیؓ کے پاس جا کر کہا کہ ہم نے بیعت اس شرط پر کی ہے کہ آپ قاتلین حضرت عثمانؓ سے قصاص لیں۔ اگر آپ نے قصاص لینے میں تامل فرمایا تو ہماری بیعت فسخ ہو جائے گی۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں قاتلین حضرت عثمانؓ سے ضرور انتقام لوں گا۔ اور اس معاملہ میں انصاف کروں گا۔ لیکن ابھی تک بلوائیوں کا زور ہے۔ اور امر خلافت پورے طور پر مستحکم نہیں ہوا ہے۔ میں اطمینان اور سہولت ہونے پر

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۸۶ و ۲۸۷۔ [2] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۵۷ تا ۴۵۹۔

اس طرف توجہ دوں گا۔ فی الحال اس معاملہ میں کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں صاحب حضرت علیؓ کی گفتگو سن کر اور اُٹھ کر اپنے گھروں کو چلے آئے۔ لیکن لوگوں میں اس کے متعلق سرگوشیاں اور چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔

قاتلین حضرت عثمانؓ اور بلوائیوں کو تو یہ فکر ہوئی کہ اگر قصاص لیا گیا تو پھر ہماری خیر نہیں ہے۔ اور اُن لوگوں کو جو حضرت عثمانؓ کو مظلوم سمجھتے اور بلوائیوں سے نفرت رکھتے تھے اس بات کا یقین ہوا کہ یہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو ظالمانہ طور پر شہید کیا ہے اپنے کیفر کردار کو نہ پہنچیں گے۔ اور مزے سے خاطر خواہ گلچھرے اڑاتے ہوئے پھریں گے۔

اس قسم کے خیالات کا لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونا حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے مضر تھا۔ اُن کے پاس اس کے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا۔[1]

ابن خلدون میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے عوام کی بیعت کرنے کے بعد خطبہ دیا۔ یہ واقعہ یوم جمعہ کو ہوا جب کہ پانچ راتیں ذی الحجہ ۳۵ھ کی باقی رہ گئیں تھیں۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ خطبہ دے کر اپنے مکان پر واپس آئے۔ تو حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ وہاں تشریف لائے اور یہ کہا کہ چونکہ ہم نے بیعت اس شرط سے کی ہے کہ حدود و قصاص جاری و قایم کروگے۔ لہذا تم حضرت عثمانؓ کے قاتلین سے قصاص لو۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے جواب دیا کہ بالفعل مجھ کو ایسی قدرت حاصل نہیں ہے کہ جو تم چاہتے ہو اُس کے مطابق عمل کروں۔ جب تک کہ لوگ راہ راست پر نہ آ لیں۔ اور کل کاموں کا انتظام اور انصرام نہ ہو جائے۔ میں خود اس فکر میں ہوں کہ حضرت عثمانؓ کے حقوق کی نگہداشت عمدہ طور پر کی جائے۔ اس کلام کے بعد حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ اُٹھ کر چلے آئے۔ اور لوگوں میں قاتلین حضرت عثمانؓ کے قصاص کے متعلق سرگوشیاں ہونے لگیں۔ حضرت علیؓ کو جب اس کی خبر لگی تو اُنہوں نے ایک خطبہ دیا جس میں اُن کی ضرورت و احتیاج اور اپنے بریت کو بیان فرمایا۔ بعد اس کے مروان و بنی اُمیہ شام کی طرف بھاگ کر چلے گئے اور حضرت علیؓ قریش کے خروج کو نہ روک سکے۔[2]

بلوائیوں کا مدینہ خالی کرنے سے انکار

بیعت خلافت کے تیسرے دن حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ کوفہ و بصرہ و مصر وغیرہ ممالک اور دوسرے صوبوں سے آئے ہوئے تمام اعراب واپس چلے جائیں۔ اس حکم کو سن کر عبداللہ بن سبا اور اُس کی جماعت کے لوگوں نے واپس جانے اور مدینہ کو خالی کرنے سے انکار کیا۔ اور اکثر بلوائیوں نے ان کا اس انکار میں ساتھ دیا۔ اُن کے حکم کو اُنہیں لوگوں نے ماننے سے انکار کیا جو بظاہر اپنے آپ کو حضرت علیؓ کا بڑا فدائی اور شیدائی ظاہر کرتے تھے۔

حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے تیسرے یا چوتھے دن ہی حضرت عثمانؓ کے زمانے کے تمام عاملوں اور والیوں کو معزولی کا فرمان لکھوایا۔ اور اُن کی جگہ دوسرے لوگوں کا تقرر فرمایا۔

چند ماہ حالات کی نزاکت کو دیکھ کر حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے حضرت علیؓ کے پاس جا کر کہا کہ آپ ہم کو بصرہ و کوفہ کی طرف بھیج دیجئے۔ وہاں کے لوگوں کو چونکہ ہم سے ایک گونہ عقیدت ہے لہذا ہم وہاں جا کر لوگوں کے منتشر خیالات کو یکسو کر دیں گے۔ لیکن اس پر حضرت علیؓ کو شبہ ہوا۔ اور اُنہوں نے اپنی مصلحت کے پیش نظر ان دونوں بزرگوں کو مدینہ سے باہر جانے کی اجازت نہ دی۔[3] کیونکہ اہل بصرہ حضرت طلحہؓ کے طرفدار اور اہل کوفہ حضرت زبیرؓ کو پسند

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۵۹ [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۸۸ و ۲۸۹ [3] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۶۵ و ۴۶۶

کرتے تھے۔ [1]

یہ سن کر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جو بڑے مدبر اور دور اندیش اور حضرت علیؓ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور دوسرے قریش کو جو مدینہ سے باہر جانے کی مخالفت کر دی ہے اور اُن کو روک لیا ہے۔ اس کا یہ اثر ہوگا کہ تمام قریش آپ کی خلافت کو اپنے لئے باعث تکلیف سمجھیں گے۔ اور اُن کو آپ کے ساتھ ہمدردی نہیں رہے گی۔ [2]

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے یہ رائے بھی دی کہ جب تک حکومت و خلافت کو استقلال حاصل نہ ہو اُس وقت تک آپ حضرت عثمانؓ کے عمال کو برقرار رکھیں۔ بعد استقلال و استقرار حکومت جس کو چاہنا معزول و تبدیل کر دینا۔ حضرت علیؓ نے اُس سے انکار کیا۔

سیرت (حضرت) معاویہؓ میں ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے جب تمام عمال عثمانی کی معزولی کا حال سنا تو وہ حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ:۔

"اگر آپ اپنی خلافت کا استحکام چاہتے ہیں تو میرے نزدیک آپ ہرگز یہ قدم نہ اٹھائیں، حضرت امیر معاویہؓ کو بدستور شام کا والی رہنے دیں انہیں ان کے منصب سے معزول نہ کریں علاوہ ازیں آپ حضرت طلحہؓ کو بصرہ کا اور حضرت زبیرؓ کو کوفہ کا والی مقرر کر دیں۔ اس کے بعد جب ہر طرف آپ کا پورا تسلط ہو جائے اور فتنہ و شورش کی طاقتیں مرعوب ہو کر بیٹھ جائیں۔ امن قائم ہو جائے اس وقت آپ کو اختیار ہے۔ کہ آپ جو چاہیں کریں۔ ورنہ بصورت دیگر یہی طاقتیں آپ کے دست و بازو بننے کے بجائے آپ کے خلاف برسرِ کار ہوں گی۔" [3]

اس مدبرانہ رائے کو اگر مان لیا جاتا تو حضرت علیؓ کی خلافت فتنہ و فساد سے یکسر مبرا رہی۔ مگر ہنگامی جوش میں حضرت علیؓ نے اس پر غور نہیں کیا اور فرمایا کہ:۔

"(حضرت) زبیرؓ اور (حضرت) طلحہؓ کے معاملہ کے متعلق تو غور کروں گا لیکن (حضرت) معاویہؓ کے متعلق میں فی الحال کسی غور و خوض کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا، انہوں نے میرے مقرر کردہ عامل کی مزاحمت کر کے میرے اقتدار کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے وہ مجھ سے کہہ سکتے تھے۔ مگر انہوں نے منتخب شدہ خلیفہ کی اطاعت و انقیاد سے روگردانی و انحراف کیا ہے۔ وہ جب تک اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں گے اس وقت تک میں انہیں کہیں کا حاکم مقرر کروں گا۔ اور نہ اُن سے کوئی امداد لوں گا۔" [4]

ابن خلدون میں ہے کہ پھر دوسرے دن حضرت مغیرہؓ نے آ کر کہا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو عمال حضرت عثمانؓ کو معزول کر دو۔ (حضرت) ابن عباسؓ نے یہ سن کر حضرت علیؓ سے کہا کہ مغیرہؓ نے جو نصیحت آپ کو کل کی تھی وہ ٹھیک تھی۔ اور آج تم کو دھوکا دیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا مشورہ

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ پھر کیا رائے ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا مناسب تو یہ تھا کہ وقت شہادت حضرت عثمانؓ تم کہہ چلے جاتے لیکن اب بہتر ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عمال مثل حضرت معاویہؓ وغیرہ کو بحال رکھو۔ تا آنکہ خلافت و حکومت کو ایک گونہ اقتدار ہو جائے۔ ورنہ بنی اُمیہ

---

[1] سیر الصحابہؓ حصہ اول صفحہ ۱۵۷ [2] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۶۰ [3] [4] سیر حضرت معاویہؓ صفحہ ۸۳ و ۸۴۔

لوگوں کو دھوکا دیں گے کہ ہم قاتلین حضرت عثمانؓ سے قصاص طلب کرتے ہیں۔ جیسا کہ اہلِ مدینہ بھی کہہ رہے ہیں۔ اور اس ذریعہ سے تمہاری حکومت اور ہم برہم ہو جائے گی۔ اور تم اُن کو دفع نہ کر سکو گے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں معاویہؓ کو صرف تلوار کے ذریعہ سے سیدھا کروں گا۔ اور کوئی رعایت روا نہ رکھوں گا۔ ابن عباسؓ نے کہا۔ بیشک تم ایک شجاع شخص ضرور ہو۔ لیکن لڑائی میں صائب الرائے نہیں ہو کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ الحرب خدعۃ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ہاں یہ سچ ہے۔ پھر ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو تو میں تم کو ایسے راستہ پر چلاؤں کہ وہ انجام کار پر غور کرتے ہی رہ جائیں۔ اور پیش آندہ اُمور اُن کو سوجھ نہ پڑیں۔ اس میں تمہارا نقصان ہے۔ اور نہ کچھ گناہ ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ مجھ میں نہ تمہاری خصلتیں ہیں نہ معاویہؓ کی۔ اس پر ابن عباسؓ نے کہا۔ اچھا تم اپنا مال و اسباب لے کر ینبوع چلے جاؤ۔ اور وہاں دروازہ بند کر کے بیٹھ جاؤ۔ اس سے عرب خوب سرگردان اور پریشان ہوں گے۔ لیکن تمہارے سوا کسی کو لائق امارت نہ پائیں گے۔ اور اگر تم ان لوگوں یعنی قاتلین حضرت عثمانؓ کے ساتھ اُٹھ گئے تو لوگ تم پر خونِ عثمانؓ کا الزام لگائیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ نہیں۔ میں تمہاری بات پر عمل کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ بلکہ تم کو میری بات پر عمل کرنا چاہیئے۔ ابن عباسؓ بولے۔ بیشک یہ ہی مناسب ہے اور میرے حق میں یہ ہی بہتر ہے۔ حضرت علیؓ نے اُن سے کہا۔ اچھا میں نے تم کو شام کا عامل مقرر کیا۔ تم سامان سفر درست کرو۔ اور شام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

ابن عباسؓ نے کہا یہ رائے مناسب نہیں ہے۔ حضرت معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے بھائی اور وہاں اُن کے عامل ہیں۔ اور مجھ کو آپ کے ساتھ تعلق قرابت ہے۔ وہ مجھ کو پہنچنے کے ساتھ ہی بعوض خونِ حضرت عثمانؓ قتل کر ڈالیں گے۔ یا قید کر دیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ سے آپ خط و کتابت کریں۔ اور اُن سے بیعت لے لیں۔ حضرت علیؓ نے اس سے بھی انکار کیا تو ابن عباسؓ خاموش ہو گئے۔ اور کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی نصیحت کو قبول کرنے سے حضرت علیؓ نے انکار کیا تھا اس وجہ سے وہ ناراض ہو کر مکہ معظمہ کو چلے گئے۔ [1]

تقرر والیان حکومت اور نزاکت حالات

حضرت علیؓ اپنی امارت و خلافت کے پہلے سال اور ۳۶ھ میں بصرہ پر عثمان بن حنیف کو کوفہ پر عمارہ بن شہاب کو۔ یمن پر عبید اللہ بن عباسؓ کو مصر پر قیس بن سعدؓ کو اور شام پر سہل بن حنیف کو والی مقرر کر کے روانہ کیا۔

عثمان بن حنیفؓ جب بصرہ میں پہنچے تو بعض لوگوں نے اُن کی امارت کو تسلیم کر کے اطاعت قبول کی۔ اور بعضوں نے کہا کہ بالفعل ہم سکوت کرتے ہیں۔ آئندہ جو اہلِ مدینہ کریں گے اُس کی ہم اتباع کریں گے۔

عمارہ بن شہاب جو کوفہ کی طرف گئے تھے جب مقام زبالہ میں پہنچے تو طلیحہ بن خویلد سے ملاقات ہو گئی۔ صاحب سلامت ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ عمارہ امیر ہو کر کوفہ کو جا رہے ہیں۔ طلیحہ نے اُن سے کہا کہ بہتر یہ ہے تم واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ اہلِ کوفہ اپنے امیر ابو موسیٰؓ کو کسی سے تبدیل کرنا نہیں چاہتے۔ اور اگر تم میرا کہنا نہیں مانو گے تو میں تمہاری گردن ابھی ایک وار سے اُڑائے دیتا ہوں۔ یہ سن کر عمارہ آگے نہ بڑھ سکے مجبور ہو کر واپس چلے آئے۔

عبید اللہ بن عباسؓ کے یمن میں داخل ہونے سے پہلے یعلی بن منیہ مال و اسباب فراہم کر کے مکہ کی جانب روانہ ہو چکے تھے اس لئے عبید اللہ بن عباسؓ نے بہ اطمینان یمن کی حکومت سنبھال لی۔

قیس بن سعد مصر کو جا رہے تھے کہ ایلہ میں اُن کی سواروں کے ایک دستہ سے ملاقات ہوئی جو مصر سے آ رہا تھا۔ اُن

---

[1] ترجمہ ابن خلدون کتاب شافی جلد چہارم صفحہ ۲۸۹ تا ۲۹۱ و ابن اثیر صفحہ

لوگوں نے دریافت کیا تم کون ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ میں قیس بن سعدؓ ہوں اور حضرت عثمانؓ کے گروہ سے ہوں قیس یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ اور مصر پہنچ گئے۔ اور حضرت علیؓ کے حکم کو ظاہر کیا۔ تو بعضوں نے اُن کا ساتھ دیا۔ اطاعت قبول کی۔ اور چند لوگوں نے۔ انتظار قصاص قاتلین حضرت عثمانؓ سکونت اختیار کیا۔ بعضوں نے یہ کہا کہ جب تک ہمارے بھائی مدینہ سے واپس نہ آئیں گے اُس وقت تک ہم کچھ نہیں کرنا چاہتے۔

سہیل بن حنیف جو امیر شام ہو کر روانہ ہوئے تھے۔ تبوک میں پہنچ کر چند سواروں سے ملاقی ہوئے۔ جنہوں نے دریافت کیا تم کون ہو۔ سہیل نے جواب دیا میں امیر شام مقرر ہوا ہوں۔ سواروں نے کہا اگر حضرت عثمانؓ کی طرف سے تم کو امارت ملی ہے تو مبارک ہو۔ تشریف لے چلئے۔ ہم بھی ہمرکاب ہیں۔ اور اگر حضرت عثمانؓ کے سوا دوسرے نے آپ کو حاکم شام کیا ہے تو اُلٹے واپس جائیے۔ اسی میں آپ کی خیریت ہے۔ حضرت سہیل نے کہا کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔ اور حضرت علیؓ سریر آرائے خلافت ہیں اُن سواروں نے جواب دیا۔ ہم خوب جانتے ہیں۔ مگر آپ آگے نہ بڑھیں۔ اسی مقام سے پلٹ جائیں۔ (کیونکہ اہلِ شام حضرت علی کے مخالف اور حضرت معاویہؓ کے موافق ہیں اور حضرت عثمانؓ کے خون کے مدعی ہیں۔ روضۃ الصفا)

حضرت سہیل یہ سن کر مدینہ کی جانب لوٹے۔ اُن کے پہنچنے کے بعد ہی اور عمال کی خبریں بھی آگئیں۔ (یعنی جس وقت سہیل مدینہ میں داخل ہوئے ہیں تو اُن کے ساتھ ہی بعض دوسرے واپس شدہ عمال بھی مدینہ میں پہنچے۔ اور سارا قصہ کہہ سنایا[1]

جریر بن عبداللہ البجلی حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت ہمدان کے عامل تھے۔ حضرت علیؓ نے اُن کو لکھا کہ اپنے صوبہ سے بیعت لے کر ہمارے پاس چلے آؤ۔ وہ اس حکم کی تعمیل میں مدینہ چلے آئے۔[2]

پھر حضرت علیؓ نے ایک خط لکھ کر سعید اسلمی کی معرفت حضرت ابو موسیٰؓ (اشعری) کی طرف روانہ کیا۔ ابو موسیٰؓ نے جواباً لکھا کہ اہلِ کوفہ میں سے میرے ہاتھ پر اکثر نے بہ رضا و رغبت اور بعضوں نے بہ اکراہ بیعت کی ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کا بیعت پر سکوت

دوسرا خط سیرہ جہنی کے ہاتھ حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت معاویہؓ نے زمانۂ شہادت حضرت عثمانؓ سے تین مہینہ تک کچھ جواب نہ دیا۔ اور قاصد کو اپنے پاس ٹھہرائے رکھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کا قاصد اور اس کی مشکلات۔

بعد ازاں ایک خط قبیصہ عبسی کو دیکر (جریر بن عبداللہ کے ساتھ) مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ اس خط پر حضرت علیؓ کا پتہ یہ لکھا ہوا تھا من معاویہ الی علی۔ یہ خط لے کر دونوں قاصد ماہ ربیع الاول ۳۶ھ میں داخل مدینہ ہوئے۔ اپنے قاصد کو حضرت معاویہؓ نے زبانی جو کچھ پیغام تھا سمجھا کر حضرت علیؓ کے قاصد کے ہمراہ مدینہ کو روانہ کیا تھا۔ اُس پیغام کو قاصد نے بیان کر کے حضرت علیؓ کو خط دیا۔ مہر توڑی گئی۔ اور لفافہ کھولا گیا تو اُس میں (بہ روایت ابن اثیر کوئی خط نہ تھا اور بہ روایت تاریخ بدالخ ایک سادہ کاغذ لفافہ کے اندر سے نکلا) حضرت علیؓ نے تیوری چڑھا کر کہا۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ قاصد نے عرض کیا۔ میں قاصد ہوں پیغام رساں کیا مجھ کو امان ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ تمہارا کیا قصور قاصد نہیں مارا جاتا۔ جو دل میں آئے بے خوف و خطر ظاہر کرو۔ قاصد نے عرض کیا کہ میں شام میں ایسے لوگوں کو چھوڑ آیا ہوں جو سوائے قصاص خون حضرت عثمانؓ کے کسی طرح راضی نہ ہوں گے۔ میں نے ساٹھ ہزار شیوخ کو دیکھا ہے۔ کہ وہ لوگ حضرت عثمانؓ کی خون آلودہ قمیص پر رو رہے ہیں۔ جو اسی غرض سے جامع دمشق کی ممبر پر رکھی ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا وہ لوگ

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۹۱ و ۲۹۲ و ابن اثیر صفحہ [2] تاریخ اسلام حصہ اول صفحہ ۴۶۲۔

مجھ سے خونِ حضرت عثمانؓ کا بدلہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ میں خونِ حضرت عثمانؓ سے بری ہوں۔ خدا قاتلین حضرت عثمانؓ سے سمجھے۔ یہ کہہ کر قاصد کو حضرت معاویہؓ کی طرف واپس کر دیا۔

بلوائیوں اور سبائیوں نے قاصد کو گالیاں دیں۔ اور کہا کہ اروا س کتے کو جو کتوں کی طرف سے آیا ہے۔ قاصد نے آلِ مضر اور آلِ قیس کی دہائی دی۔ اور مدد کے لئے بلایا تو آلِ مضر نے سبائیوں کی ایذا رسانی سے قاصد کو بچا لیا۔ اور وہ مدینہ سے روانہ ہو کر دمشق پہنچا۔

جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب مدینہ والوں کو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے انقطاع تعلقات کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت معاویہؓ سے قتال کرنے کی بابت حضرت علیؓ کے پاس رائے دریافت کرنے کے لئے زیاد بن حنظلہ تمیمی کو بھیجا۔

حضرت علیؓ کا شام پر حملہ کرنے کا ارادہ۔

یہ (زیاد بن حنظلہ) ایک مدت سے حضرت علیؓ کے پاس نہیں گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے تھوڑی دیر انہیں بٹھائے رکھا۔ پھر مخاطب ہو کر کہا۔ آمادہ ہو جاؤ۔ زیاد نے دریافت کیا کس کام کے لئے۔ فرمایا شام کی لڑائی پر۔ زیاد نے عرض کیا۔ نرمی اور تالیف قلوب مناسب ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں۔ باغیوں کی سزا دہی ناگزیر ہے۔ زیاد سمجھ گئے کہ حضرت علیؓ طرح دینے والے نہیں ہیں۔ ضرور حضرت معاویہؓ سے جنگ کریں گے۔ پھر وہ (زیاد) اٹھ کر اُن لوگوں کے پاس آئے جنہوں نے اُن کو دریافت حال کے لئے بھیجا تھا۔ اور حضرت علیؓ کی رائے سے اُن کو مطلع کر دیا۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں آمد۔

اہلِ مدینہ کو جب حضرت علیؓ کی نیت معلوم ہو گئی تو اس واقعہ کے بعد حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ عمرہ کی اجازت لے کر مکہ معظمہ چلے آئے۔ [2]

مکہ معظمہ میں آمد کی وجہ

جب حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ عمال حضرت عثمانؓ خصوصاً حضرت معاویہؓ کی معزولی کا قصد مصمم رکھتے ہیں اور اس بارے میں خیر خواہوں کی بات نہیں سنتے۔ اور فی الحال بنی اُمیہ کی معزولی اور حضرت معاویہؓ کی موقوفی میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا اب اُن سے علیحدہ ہو جانا مصلحت ہے۔ چنانچہ دونوں حضرات (عمرہ) کے ارادے سے مکہ معظمہ چلے آئے۔ یہاں اہلِ مکہ کو بسبب شہادت حضرت عثمانؓ نہایت اضطراب میں پایا۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے اہلِ اسلام کے باہمی جدال و قتال سے محترز رہنا چاہا۔ اور لوگوں کو یہ رائے دی کہ صحابہؓ کبار میں سے جس پر سب کا اتفاق ہو اُس کی بیعت کر لو اور بات نہ بڑھاؤ۔ [3]

---

[1] تاریخ بدائع میں بجائے زیاد بن حنظلہ کے حنظلہ تمیمی آپ کے مقرب دوست و ندیم قدیم لکھا ہے۔ اور تقریب التہذیب و خلاصہ میں ہے کہ حنظلہ بن ربیع بن صفی تمیمی معروف بہ حنظلہ کاتب صحابی ہیں۔ جنگ عراق میں حضرت خالدؓ کے ساتھ تھے۔ پھر کوفہ رہے اور حضرت علیؓ کے بعد وفات پائی۔ (شمس التواریخ جلد ۴ صفحہ ۹/۱۳)۔

---

[2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۹ تا ۳۴ [3] تاریخ بدائع صفحہ ۔

تاریخ طبری میں ہے کہ تمام صوبوں کے صدر مقامات میں ایک اضطراب پیدا ہوگیا۔ حضرت معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے قتل کے حادثہ میں حضرت علیؓ کو متہم سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے قصاص نہیں لیا۔ بلکہ بلوائیوں اور قاتلوں کو اپنے لشکر میں رکھا۔ علاوہ بریں حضرت علیؓ کی طرف سے اُن کی معزولی کا جو فرمان صادر ہوا اُس سے انہوں نے خیال کیا کہ حضرت علیؓ کی خلافت کا نتیجہ میرے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ الغرض دونوں کے تعلقات منقطع ہوگئے۔ اور حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ پر چڑھائی کرنے کی تیاری شروع کردی تو حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ جو اساطین اُمت میں تھے۔ چار ماہ تک اس شورش و ہنگامہ کو دیکھتے اور رفع فساد کا انتظار کرتے رہے۔ آخر کب تک خاموش رہتے۔ اب تھک کر حضرت علیؓ کے پاس گئے۔ اور اصلاح و اقامتِ حدود کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے اپنی مجبوری ظاہر کی تو ان دونوں حضرات نے عملاً اس شورش کو فرو کرنے کے لئے مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ [1]

شام پر حملہ کی تیاری

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ مکہ معظمہ چلے گئے تو حضرت علیؓ نے شام پر فوج کشی کا تصمیم کرکے اہل مدینہ کو اہل شام کی لڑائی پر اُبھارا اور اُن کو سامانِ سفر و جنگ درست اور مہیا کرنے کا حکم دیا۔ لواء لشکر اپنے صاحبزادے محمد ابن حنفیہ کو مرحمت فرمایا۔ میمنہ پر عبداللہ بن حضرت عباسؓ کو میسرہ پر عمرو بن ابی سلمہؓ کو اور بعض کہتے ہیں کہ عمرو بن سفیان بن عبدالاسد کو مقدمۃ الجیش پر ابوالیعلی بن عمرو بن الجراح و حضرت ابوعبیدہؓ (ابن الامت کے بھائی) کو مقرر فرمایا۔ اس لشکر کے کسی حصہ پر اُن لوگوں میں سے کسی کو سردار نہیں کیا۔ جنہوں نے حضرت عثمانؓ پر خروج کیا تھا۔ مدینہ منورہ کو قثم بن حضرت عباسؓ کے سپرد فرمایا۔ قیس بن سعد کو مصر میں عثمان بن حنیف کو بصرے میں اور حضرت ابوموسیٰ کو کوفہ میں لشکر کے فراہم کرنے اور کمک بھیجنے کو لکھ دیا۔

مکہ سے مخالفت کی خبر

ہنوز شام پر فوج کشی کی تیاری ہو رہی تھی۔ کہ یہ خبر گوش گذار ہوئی کہ اہل مکہ اور اُم المومنین حضرت عائشہؓ۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ وہ سری طرف کا قصد رکھتے ہیں اور برسرِ مخالفت ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فی الحال شام کی عزیمت فسخ کردی۔ [2]

---

[1] آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ والدہ آپ کی خولہ بنت جعفر حنفیہ تھی۔ (ترجمہ اردو اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۴۳ و صحیح بخاری صفحہ)۔

محمد اکبر الموسوم بہ الحنفیہ بن حضرت علیؓ کی والدہ حنفیہ خولہ بنت جعفر بن قیس بن مسلمہ بن ثعلبہ یربوع بن ثعلبہ بن الدول بن حنفیہ بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل تھیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اُن کی والدہ یمامہ کی قیدیوں میں تھیں۔ جو حضرت علیؓ کے حصے میں آئیں۔ حسن بن صالح سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن الحسن کو بیان کرتے سنا کہ ابوبکرؓ نے محمد ابن الحنفیہ کی والدہ کو حضرت علیؓ کو دیا۔

حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابی بکر الصدیقؓ سے مروی ہے کہ میں نے محمد الحنفیہ کی والدہ کو دیکھا ہے کہ وہ سندھی اور کالی تھیں۔ وہ بنی حنفیہ کی لونڈی تھیں اور اُن لوگوں میں سے نہ تھیں۔ حضرت خالدؓ بن الولید نے صرف اُن کے غلاموں پر صلح کی تھی۔ اور خود اُن لوگوں پر اُن کی صلح نہیں کی تھی۔ (یعنی جنگ یمامہ میں اس طرح صلح کی کہ اُن لوگوں کے غلام مسلمانوں کو مل جائیں گے اور خود وہ لوگ غلام نہیں بنائے جائیں گے (طبقات ابن سعد اردو جزو ثامن صفحہ ۱۰۷)۔

مختار ثقفی زندیق سے تعلقات کی بنا پر امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آپ سے ناراض ہوگئے تھے۔ اس تعلق کے واقعات اور امیر المومنینؓ کی ناراضی کے اسباب و حالات ہماری کتاب سیرت امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ میں تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ جو ابھی غیر طبع شدہ ہے۔

وفات اِن کی مدینہ میں ۸۱ھ میں ہوئی۔ عمر ان کی پینسٹھ سال کی تھی۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔

---

[1] تاریخ طبری صفحہ [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۴۲ و ابن اثیر صفحہ

اہلِ مدینہ کا اضطراب

جس وقت کہ معظمہ کی خبر حضرت علیؓ کو پہنچی تو آپ نے مدینہ منورہ کے لوگوں کو جمع کر کے بیان کیا کہ بلا شبہ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے میری خلافت و امارت کے درہم برہم کرنے پر اتفاق کر لیا۔ اور بظاہر لوگوں کو اصلاح کی طرف بلایا ہے۔ میں تحمل کروں گا جب تک تمہاری جماعت پر مجھے کسی امر کا اندیشہ نہ ہوگا۔ اگر وہ لوگ رکے رہے تو میں بھی رکا رہوں گا۔ حضرت علیؓ نے یہ کہہ کر حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت عائشہؓ کی طرف رُخ کیا۔ مگر اہلِ مدینہ کو جو آپ نے تیاری کا حکم دیا تو اُن لوگوں پر یہ امر شاق گذرا۔ پھر آپ نے کمیل نخعی کے ذریعہ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلا بھیجا۔ اور اُن سے ہمراہ چلنے کو کہا۔

حضرت ابن عمرؓ کا جنگ سے احتراز اور مکہ کو روانگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ میں بھی اہلِ مدینہ سے ہوں۔ جو وہ کریں گے وہ ہی میں بھی کروں گا۔ اگر وہ آپ کے ساتھ ہوں تو مجھے بھی انکار نہیں۔ اگر وہ نہ جائیں گے تو میں بھی نہ جاؤں گا۔

حضرت علیؓ نے کہا اچھا مجھے ضامن دو کہ تم مدینہ سے میرے خلاف خروج نہ کرو گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ واللہ ایسا نہ ہوگا۔ پھر وہ اپنے گھر لوٹ آئے۔ اور اہلِ مدینہ سے ملے۔ اہلِ مدینہ کا یہ قول تھا کہ بڑی مشکل ہے۔ اب ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ یہ کام ابھی تک ہم پر مشتبہ ہے۔ جب تک صاف ظاہر نہ ہو جائے گا ہم گھر سے قدم باہر نہیں نکالیں گے۔

رات کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ مخفی مدینہ سے نکل کر چلدئے۔ اور جاتے وقت اپنی سوتیلی ماں حضرت اُم کلثومؓ بنت حضرت علیؓ سے اہلِ مدینہ کا مقولہ کہہ گئے۔ اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ میں بہ قصد عمرہ کہ معظمہ جاتا ہوں اور حضرت علیؓ کے خلاف نہیں ہوں۔ میرے طرف سے مطمئن رہیں۔

صبح ہوتے ہی حضرت علیؓ سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ شب کو نیا واقعہ پیش آیا۔ جو حضرت عائشہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت معاویہؓ کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے۔ فرمایا۔ وہ کیا ہے۔ عرض کیا۔ شب کو ابن عمرؓ شام کی جانب روانہ ہو گئے۔

حضرت علیؓ نے یہ سن کر فوراً حکم دیا کہ ناکہ بندی ہو جائے۔ پھر آپ بازار تشریف لے گئے۔ تاکہ اطراف کے آنے والوں سے معلوم ہو جائے کہ درحقیقت ابن عمرؓ شام کی طرف گئے ہیں۔ یا اور کسی طرف۔ اور بہ نظر احتیاط چاروں طرف سوار دوڑا دیئے پھیلا دئے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گرفتار کر لانے کا حکم دیا۔ شہر میں حضرت ابن عمرؓ کی روانگی کی خبر سے ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔

حضرت اُم کلثومؓ (حضرت علیؓ کی صاحبزادی اور حضرت عمر فاروقؓ کی بیوی) اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا اے والدِ مہربان آپ پریشان نہ ہوں۔ ابن عمرؓ بغرض ادائے عمرہ مکہ گئے ہیں۔ اور آپ سے مخالف ہو کر نہیں گئے ہیں۔ حضرت علیؓ کو اُن کے کہنے سے اطمینان ہو گیا۔ اور لوگوں سے فرمایا۔ لوگو آؤ۔ واللہ اُم کلثومؓ سچ کہتی ہیں اور ابن عمرؓ بھی سچے ہیں۔ مجھ کو اُن پر پورا اعتماد ہے کہ وہ میرے خلاف نہ ہوں گے۔ یہ سن کر سب لوگ حضرت ابن عمرؓ کی طلب سے باز رہے۔[1]

شہادت حضرت عثمانؓ سے اُم المومنین حضرت صدیقہؓ کو صدمۂ عظیم۔

مکہ میں لوگوں کے مجتمع ہونے کا یہ سبب ہوا کہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ زمانۂ محاصرہ حضرت عثمانؓ میں بغرض حج مکہ معظمہ تشریف لے گئی تھیں۔

---

[1] ابن اثیر و ابن خلدون صفحہ ۲۹۴ و ۲۹۵۔

اور بعد مناسک حج مدینہ منورہ کو واپس آرہی تھیں۔ اثنائے راہ میں بمقام سدف بنی لیث کے ایک شخص (آپ کے ماموں) عبید بن ابی سلمہ بن لیث سے ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے ظاہر کیا کہ حضرت عثمانؓ شہید ہوگئے۔ اور چند روز مدینہ منورہ بے چراغ رہا۔ حضرت اُم المومنینؓ نے فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر کیا ہوا۔ عبیدہ نے کہا۔ حضرت علیؓ کی بیعت خلافت ہوگئی۔ اُم المومنینؓ نے ارشاد کیا۔ واللہ حضرت عثمانؓ مظلوم شہید کئے گئے۔ میں اُن کے خون کا معاوضہ لوں گی۔ یہ فرما کر آپ اُسی مقام سے واپس ہو کر مکہ میں داخل ہوئیں۔ آپ کی واپسی کا حال سن کر لوگ آپ کی سواری کے اردگرد جمع ہوگئے۔ آپ نے اس مجمع کے روبرو فرمایا۔

مکہ معظمہ میں اُم المومنینؓ کی ایک تقریر۔

افسوس ہے کہ اطراف و جوانب کے شہروں اور جنگلوں کے لوگوں اور مدینہ کے غلاموں نے مجتمع ہو کر بلوہ کیا اور حضرت عثمانؓ سے مخالفت کی اس وجہ سے کہ انہوں نے نو عمروں کو عامل مقرر کیا تھا۔ حالانکہ اُن سے پہلے جو بزرگوار تھے اُنہوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ کچھ اُن کی ایجاد نہ تھی۔ نیز اس الزام پر کہ آپ نے چراگاہوں کے واسطے زمین خاص کر دی تھی حالانکہ حضرت عثمانؓ نے اُن کے الزاموں کا جواب بھی دے دیا تھا۔ اور اُن کے حسب خواہش عمال کا انتظام بھی کر دیا تھا۔ پھر بھی

۱؎ سیرت معاویہؓ میں ہے کہ جہاں تک ذمہ داری کے عہدوں سے صحابہ کبارؓ کو معزول کرنے کا تعلق ہے وہاں تک تو حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اس الزام کے مورد ہوئے بغیر نہیں بچ سکتے۔ اول الذکرؓ نے حضرت خالد سیف اللہؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ فاتح ایران جیسے مایہ ناز اور ہر دلعزیز صحابہؓ کو معزول کیا۔ اور موخر الذکرؓ نے عثمان غلافت ہاتھ میں لیتے ہی تمام عمال عثمانی کو ایک قلم معزول کر دیا۔ حالانکہ ان میں وہ بزرگ بھی تھے جن کے دست و بازو کی قوت سے قیرس، طرابلس اور آرمینیہ جیسے اہم ممالک فتح ہوئے تھے۔ لیکن پروپگنڈا کرنے والے حضرت عثمان غنیؓ کے فعل و عمل کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ گویا کہ اس کی زمانہ ماقبل و مابعد میں کوئی نظیر ہی نہیں۔ اور خصوصاً حضرت عثمان غنیؓ نے جو کیا وہ کوئی نئی بات تھی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ تو خود بھی اموی تھے۔ اور اس لئے معزول کئے گئے تھے کہ انہوں نے والی مصر کی حیثیت سے اسکندریہ کی بغاوت فرو کرنے میں ذمیوں کے ساتھ نہایت غیر روادارانہ اور نامنصفانہ سلوک کیا تھا۔ مصر میں نہروں کے جاری ہونے کے باوجود مالیات میں کوئی اضافہ نہ کر سکے تھے۔ حالانکہ ان کے بعد عبد اللہ بن ابی سرح نے مصر کی ولایت پر فائز ہوتے ہی مالیات میں کثیر اضافہ کر دیا تھا۔ (یعقوبی جلد دوم صفحہ ۱۸۹)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ والی بصرہ رعایا کو خوش نہ رکھ سکنے۔ سب کو مخالف بنا لینے اور وفد بصرہ کی طرف سے ان کی معزولی کا باضابطہ مطالبہ ہونے پر معزول ہوئے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ اس لئے معزول ہوئے کہ بیت المال سے ایک گراں قدر رقم قرض لے کر اس کی ادائیگی میں سہل انگاری سے کام لیتے رہے جس پر عبد اللہ بن مسعودؓ مہتمم بیت المال نے ایک روز ان سے سخت تقاضہ کیا جس پر سخت کلامی تک نوبت پہونچ گئی۔ (طبری صفحہ ۲۸۱)۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی معزولی کی وجہ یہ تھی کہ ان پر رشوت ستانی کا الزام عاید ہوا تھا اگرچہ یہ سراسر بہتان تھا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت سعد بن وقاصؓ کے تقرر کی وصیت کی تھی (طبری ۲۸۰۲)۔

حضرت عمار بن یاسرؓ تو عہد فاروقی میں معزول ہو چکے تھے۔ عبد اللہ بن ارقمؓ اور معیقیبؓ مہتممان بیت المال کہن سالی اور ضعیفی کی بناء پر معزول ہوئے کہ یہ حضرت صدیق اکبرؓ کے وقت سے ان خدمات پر امور تھے۔ زید بن ثابتؓ جوان تھے اور حساب کتاب میں بہت بڑی مہارت رکھتے تھے۔ (باقی صفحہ ۲۰۸) پر

یہ لوگ شرارت سے باز نہ آئے اور بلا عذر قوی اور دلیل محکم اپنے دعوے پر قائم رہے۔ بلکہ اور بھی عداوت زیادہ ظاہر کرنے لگے۔ ہائے غضب ان لوگوں نے بد عہدی کی۔ بلا سوچے سمجھے عجلت کر بیٹھے۔ جو خون اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا وہ انہوں ہی نے بہا دیا جس شہر کو اللہ تعالیٰ نے بزرگ و معظم و محترم کیا انہوں نے وہاں پر خون کی ندیاں جاری کیں۔ جس مہینہ میں خونریزی ممنوع تھی اُس میں کشت و خون کا بازار گرم کیا۔ جس مال کا لینا جایز نہ تھا اُس کو لوٹ لیا۔ واللہ حضرت عثمانؓ کی ایک انگلی تمام روئے زمین کے اشراف سے افضل ہے۔ جو تہمت لگا کر حضرت عثمانؓ کی عداوت پر کمربستہ ہوئے تھے اور پھر آپ کا خون کیا اُس سے حضرت عثمانؓ ایسے پاک و صاف ہو گئے تھے جیسے سوتا کیٹ سے اور کپڑا میل سے صاف ہو جاتا ہے۔

حضرت عثمانؓ کے خون کا قصاص لینے پر مکہ معظمہ کے لوگوں کی آمادگی۔

عبداللہ بن عامر حضرمیؓ جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے مکہ کے عامل تھے اُنہوں نے یہ کلام سن کر کہا کہ سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے والا میں ہوں۔ اُن کے کلام کے تمام ہوتے ہی بنی اُمیہ نے جو بعد شہادت

(بسلسلہ صفحہ ۲۰۷) البتہ ایک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی معزولی ضرور بے وجہ تھی۔ لیکن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو ان کی طرف سے اس درجہ بدگمان کر دیا تھا کہ معزولی ناگزیر ہو گئی تھی۔ پروپگنڈا کرنے والے ان اسباب و وجوہ کو تو مخفی رکھتے تھے۔ اور ہر جگہ کہتے پھرتے تھے کہ دیکھو اتنے بڑے بزرگ اور جلیل القدر صحابیؓ کو بلا سبب محض اپنے خاندان والوں کی پرورش کے لئے علیحدہ کر دیا۔ لوگوں کو یہ سن سن کر قدرتاً اشتعال پیدا ہوتا تھا۔ تحقیق تو کوئی کرتا نہ تھا۔ جو سنتا تھا اُسے یقین کر لیتا تھا۔ یہ حقیقت تو تھی صحابہ کبارؓ کی معزولی کی۔ اب اس الزام کو تنقید کی کسوٹی پر لائیے کہ حضرت عثمانؓ نے نااہل و ناتجربہ کار افراد کو ذمہ داری کے عہدوں پر مامور کر دیا۔ عبداللہ بن عامر۔ ولید بن عقبہ۔ سعید بن العاص اور عبداللہ ابی سرح نے اپنے دوران ملازمت میں جس انتظامی و عسکری لیاقت کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا۔ تاریخ اس کی شاہد ہے۔ ضرور ان میں زہد و اتقا کی فراوانی تو نہ تھی مگر جو چیز ملی قابلیت انتظامی اور جنگی فتوحات میں یہ کسی سے کم نہ تھے۔ اور نہ رہے۔ ایسے لوگوں کو نااہل و ناتجربہ کار ہرگز نہیں کہا جا سکتا جانے دیجئے۔ اسے بھی ان لوگوں کا تقرر کوئی نیا تقرر نہ تھا عثمانی عہد ہی میں انہیں پہلی پہل مناصب نہیں ملے تھے۔ بلکہ اس سے بیشتر عہد فاروقی ہی میں یہ لوگ انتظامی تجربات حاصل کر چکے تھے۔ اور مختلف مناصب پر مامور رہ چکے تھے۔

سعید بن عاص وہی تو ہیں جنہوں نے طبرستان اور آرمینیہ فتح کیا تھا۔ ولید بن عقبہ وہی نوجوان ہیں جو بیشتر بھی جزیرہ کے عامل رہ چکے تھے۔ طرابلس اور قبرص کو عبداللہ بن سرح کے سوا اور کس نے فتح کیا۔ خود امیر معاویہؓ بھی عہد فاروقی ہی میں شام کے والی مقرر ہو چکے تھے۔ ان فتوحات و تقررات سے ان کی تجربہ کاری ثابت ہوتی ہے۔ یا ناتجربہ کاری اس کا فیصلہ ناظرین خود ہی کر لیں۔ پروپگنڈا کرنے اور شرانگیزی پھیلانے والے انکی فتوحات اور گزشتہ تقررات کا ذکر عمداً نہ کرتے تھے۔ اور علانیہ یہ کہتے تھے کہ ان نااہلوں اور ناتجربہ کاروں کو کنبہ پروری کی بنا پر مقرر کیا گیا ہے نہ کہ اہلیت کی بنا پر۔ چونکہ یہ فطری امر ہے کہ ہر رعایا کو اپنے والیوں سے کچھ نہ کچھ شکایات ضرور ہوتی ہیں بمناسبت اس نفسیاتی نکتہ سے واقف تھے۔ اس لئے رعیت و عوام بہت جلد متاثر ہو جاتے تھے۔

عبداللہ بن عامر والی بصرہ فی الحقیقت بہت کمسن نوجوان تھے۔ لیکن فطری جوہر ان کی ایک ایک ادا سے نمایاں تھے۔ جو پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ عمر کی کمی و بیشی کو لیاقت فطری سے کوئی تعلق نہیں۔ یہی وہ کمسن نوجوان تھا جس نے کابل۔ ہرات۔ سجستان اور نیشاپور کو اپنے زور بازو اور ذاتی شجاعت و تدبیر سے فتح کیا تھا۔ اور ابرشہر اور امیر معاویہؓ کے عہد میں بھی جس سے بڑے بڑے کارنامے ظہور پذیر ہوئے اور جو تمام مشرقی ممالک ولایہ اور اس نواح کی جنگی و حربی فتوحات کا کفیل بنایا گیا۔ اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ معاویہؓ کی بے وجہ معزولی کے الزام کی طرح ناتجربہ کاری و نااہلی عمال کے تقرر کا الزام بھی بالکل لغو ہے۔ (کتاب سیرت معاویہؓ صفحہ ۶۵ تا ۶۷)

حضرت عثمانؓ مکہ کی طرف بھاگ گئے تھے۔ بخوشی خاطر اپنی آمادگی ظاہر کی۔ اُن میں سعید بن العاصؓ اور ولید بن عقبہ بھی تھے۔ اس عرصہ میں عبداللہ بن عامر بصرہ سے اور یعلی ابن منیہ یمن سے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ دینار لے کر مکہ میں آئے۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کا مکہ معظمہ میں ورود۔

اسی دوران میں حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ مدینہ منورہ سے وارد مکہ معظمہ ہوئے۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے دونوں حضرات سے دریافت کیا کہ آپ دونوں یہاں کیسے تشریف لائے۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ مدینہ کے شریف اور نیک لوگوں پر بلوائی اور اعراب مستولی ہو گئے ہیں۔ وہ حق کو باطل سے ممتاز نہیں کرتے۔ اور اہل مدینہ اپنی جانوں کو اُن سے محفوظ رکھنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اور عجب عالم حیرانی میں ہیں۔ اس وجہ سے ہم یہاں چلے آئے ہیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ سے کہا "انھضوا بنا الیھم" (ہم کو اُن کے پاس لے چلو) اُن پر خروج کرنے کا ہمارا ارادہ ہے آپ بھی ہمارے ساتھ اُن پر خروج کریں۔ دونوں بزرگوں نے رضامندی اور آمادگی ظاہر فرمائی۔ یہ دونوں بزرگ اور عبداللہ بن عامر سابق گورنر بصرہ اور یعلی بن منیہ گورنر یمن اُم المومنین کے لشکر میں سردار اور ارباب حل وعقد تھے۔ سب اہل مکہ تابع فرمان تھے۔

اصحاب کرامؓ اور اُم المومنینؓ میں مشورہ۔

حاضرین میں سے بعضوں نے رائے دی کہ شام کی طرف چلنا چاہیئے۔ اس پر عبداللہ بن عامر نے کہا کہ شام میں حضرت معاویہؓ ہیں اور وہ شام کو سنبھالے رکھیں گے۔ کافی طاقت واہلیت رکھتے ہیں۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب یہاں سے بصرہ چلیں وہاں میرے دوستوں اور ہمدردوں کی بھی ایک کافی تعداد موجود ہے۔ وہاں اب تک میں عاملانہ حیثیت سے رہا ہوں۔ نیز اہل بصرہ کا رجحان طبع حضرت طلحہؓ کی طرف زیادہ ہے۔ لہٰذا بصرہ میں ہم کو یقیناً کامیابی ہوگی۔ اور اس طرح ایک زبردست صوبہ اور بہت بڑی جمعیت ہمارے ہاتھ آجائے گی۔ کسی شخص نے کہا کہ ہم مکہ ہی میں رہ کر کیوں مقابلہ نہ کریں۔ اس پر عبداللہ بن عامر نے کہا کہ مکہ والوں کو ہم ضرور اپنا ہم خیال بنا چکے ہیں۔ لیکن ان لوگوں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اگر وہ لوگ جو مدینہ میں موجود ہیں حملہ آور ہوں تو اُن کا حملہ سنبھال سکیں۔ جب ہم اہل بصرہ کو آمادہ وتیار کر لیں گے اور وہ اہل مکہ کی طرح ہمارے ساتھ ہو جائیں گے تو ہماری طاقت اس قدر ہوگی کہ ہم ہر ایک حملہ کو سنبھال سکیں گے۔ اور خون حضرت عثمانؓ کے لئے قاتلین حضرت عثمانؓ سے بخوبی لڑ سکیں گے۔ سبھوں نے اس رائے سے اتفاق کر کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلوایا اور اُن سے قاتلین حضرت عثمانؓ پر خروج کرنے کو کہا۔ اُنہوں نے یہ جواب دیا کہ میں اہل مدینہ کے ساتھ ہوں۔ جو وہ کریں گے وہی میں بھی کروں گا۔ اُن کا یہ جواب سن کر کسی نے اصرار نہیں کیا۔

امہات المومنین حضرت عائشہؓ کے ہمراہ حج کے واسطے تشریف لائی تھیں۔ اُنہوں نے بھی آنے کا ساتھ دینے اور ہمراہی پر آمادگی ظاہر کی۔ اُم المومنین حضرت حفصہؓ نے بھی حضرت عائشہؓ کی ہمراہی میں بصرہ کا قصد کیا تھا لیکن اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے کہنے سے رُک گئیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بھی مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ وہ بھی اس لشکر کے ہمراہ ہو گئے۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کا بغرض اصلاح حضرت عائشہؓ وغیرہ کے ساتھ بصرہ کی طرف کوچ

ابن عامرؓ[1] اور یعلی ابن منیہ نے اپنے اُس مال واسباب سے جو بصرہ اور یمن سے لائے تھے قافلہ کی روانگی کا سامان درست کیا اور یہ

---

[1] عبداللہ بن عامر ابن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی کو حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرے کی امارت سے معزول کر کے اُس جگہ کا والی بنا دیا تھا یہ حضرت عثمانؓ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ (باقی صفحہ ۲۱۰ پر)

منادی کر دی کہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ بصرہ کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ جو شخص اسلام کا ہمدرد اور خون حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینا چاہتا ہو وہ آئے اور شریک لشکر ہو جائے جس کے پاس سواری نہ ہوگی اُس کو سواری دی جائے گی۔ چنانچہ چھ سو آدمی اونٹوں پر سوار ہو کر ایک ہزار مکہ و مدینہ کے آدمیوں کے ہمراہ یعنی زاید از ڈیڑھ ہزار کا لشکر روانہ ہوا۔ کچھ دور چل کر اور اطراف و جوانب کے آدمی آن ملے۔ جس سے تین ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ عین روانگی کے وقت مروان بن الحکم اور سعید بن العاص بھی مکہ میں پہنچے۔ اور شریک لشکر ہوئے۔

اس لشکر کے روانہ ہونے کے بعد اُم الفضل بنت الحرث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی والدہ نے قبیلہ جہینہ کے ایک شخص ظفر نامی کو اُجرت پر ایک خط دے کر حضرت علیؓ کے پاس روانہ کیا۔ جس میں مکہ کے تمام واقعات کی اطلاع درج تھی۔

مروان بن الحکم کی شرارت اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی امامت نماز

مکہ سے نکلنے کے بعد جب اول نماز کا وقت آیا تو غاظہ ٹھیر گیا۔ مروان نے اذان دی۔ پھر حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے پاس آ کر کہا کہ آپ دونوں میں سے امامت کس کے سپرد ہوگی یعنی کون امامت کریں گے۔ یہ حضرات ابھی کچھ کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا۔ میرے باپ۔ حضرت محمد بن طلحہؓ نے کہا۔ نہیں میرے والد نماز پڑھائیں گے۔

حضرت اُم المومنین بی بی عائشہؓ کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے مروان کو بلا بھیجا۔ اور فرمایا کیا تم ہمارے کام کو درہم برہم

(بسلسلہ صفحہ ۲۰۹) اُنہوں نے اپنی ولایت بصرہ کے زمانے میں خراسان۔ وسط ایشیا کے اکثر مقامات مرو وغیرہ اور بلخ۔ سجستان اور کابل کو فتح کیا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے جب لوگ بہت خلاف ہو گئے تو انہوں نے بصرے سے ایک لشکر بھی اُن کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا جس کو راستہ میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی اور وہ واپس بصرہ ہو گیا۔

ابن عامر نے جب دیکھا تو جو کچھ (بصرے کے) بیت المال میں تھا سب لاد لیا۔ بصرہ پر عبداللہ بن عامر الحضرمی کو قایم مقام بنایا اور خود مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں حضرات طلحہؓ و زبیرؓ و عائشہؓ کے پاس پہنچے جو شام کا ارادہ کر رہے تھے۔ اُنہوں نے کہا۔ نہیں آپ لوگ بصرے آئیے وہاں لوگوں پر میرے احسانات ہیں۔ وہ مال کی جگہ ہے اور اُس میں لوگوں کی ایک تعداد ہے۔ واللہ اگر میں چاہتا تو اس سے نہ نکلتا یہاں تک کہ بعض کو بعض سے پٹوا دیتا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ تم نے کیوں ایسا کیا۔ [illegible]

سب کی رائے بصرے جانے پر متفق ہو گئی۔ ابن عامر اُن لوگوں کو بصرے لائے۔ جب جنگ جمل میں جو ہونا تھا وہ ہوا۔ لوگوں کو شکست ہو گئی۔ عبداللہ بن عامر حضرت زبیرؓ کے پاس آئے اُن کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ "اے ابو عبداللہ میں تمہیں اُمت محمد صلعم کے بارے میں قسم دیتا ہوں کیونکہ آج کے بعد یہ اُمت اندیشہ ہے کہ باقی نہ رہے گی"۔ حضرت زبیرؓ نے کہا کہ "دونوں لشکروں کو پریشان ہونے کے لئے چھوڑ دو۔ کیونکہ خوف شدید کے ساتھ اُمیدیں ہوتی ہیں"۔ جنگ جمل کے تصفیہ کے بعد ابن عامر لشکر شام میں جا کر شامل ہونے کے لئے دمشق چلے گئے۔ تین سال تک حضرت معاویہؓ کی جانب سے یہ بصرے کے دوبارہ عامل رہے اور حضرت معاویہؓ نے ایک سال قبل ۵۹ھ میں ان کی وفات مکہ معظمہ میں ہو گئی۔ اور عرفات کی سرزمین میں مدفون ہوئے۔ (طبقات ابن سعد اردو ترجمہ ج ۴ صفحہ ۵۵ و ۵۶)۔

کرنا چاہتے ہو۔ امامت میرا بھانجا عبداللہ بن زبیرؓ کرے گا۔

امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ ذات عراق تک آئیں اور اس مقام سے روکر رخصت ہوئیں اور اسلام کی نازک حالت پر سخت ماتم کیا۔

مروان کی دوسری شرارت

بعد اس کے چند منزل اور چل کر ایک روز مروان بن الحکم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ سے پوچھا کہ اگر آپ فتحمند ہوگئے تو خلیفہ کسے بنائیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم دونوں میں سے جس کو لوگ منتخب کریں گے۔

یہ سنکر سعید بن العاصؓ نے کہا کہ آپ صاحبان تو صرف خون حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کو نکلے ہیں۔ حکومت حضرت عثمانؓ کے لڑکے کو دینی چاہیئے۔

ان دونوں بزرگوںؓ نے جواب دیا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اکابر و شیوخ مہاجرین کو چھوڑ کر اُن کے لڑکوں کو حاکم بنائیں۔ سعید بن العاصؓ نے کہا کہ ایسی حالت میں میں کوشش نہ کرسکوں گا۔ مگر یہ کہ بنی عبد مناف سے حکومت نکالنے کی کوشش کی جائے۔ یعنی آپ کی وفات تک یہ آمید نہ رکھوں کہ خلافت میرے خاندان میں رہے گی۔ حضرات زبیرؓ اور طلحہؓ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔

سعید بن العاصؓ ان حضرات کی ہمراہی سے علیحدہ ہوکر لوٹ گئے۔ اور اُن کے ساتھ عبداللہ بن خالد بن اُسید اور مغیرہ بن شعبہؓ اور قبیلہ ثقیف کے جو لوگ تھے وہ لوٹ گئے۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ بقیہ لوگوں کو ہمراہ لئے ہوئے آگے بڑھے۔ اُن کے ہمراہ ابان اور ولید حضرت عثمانؓ کے دونوں فرزند تھے۔ یہ لشکر جب بصرہ کے قریب پہنچا تو اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عبداللہ بن عامر کو بصرہ کی جانب روانہ کیا اور اُن کے ہاتھ رؤسائے بصرہ نیز احنف بن قیس و صبرہ بن شیمان وغیرہ عمائدین شہر کے نام خطوط روانہ کئے اور خود بہ انتظار جواب حفیین میں ٹھیری رہیں۔

گورنر بصرہ کے ایلچیوں سے گفتگو

بصرہ کے موجودہ گورنر حضرت عثمان بن حنیف کو جب اُم المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ کی تشریف آوری کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے عمران بن حفین جو عام آدمیوں سے تھا اور ابوالاسود دوئلی کو جو خواص شہر سے تھا بطور ایلچی آنے کا سبب دریافت کرنے کو بھیجا۔

اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ عام بلوائیوں اور فتنہ پرداز لوگوں نے یہ ہنگامہ برپا کیا ہے۔ میں مسلمانوں کو لے کر اس غرض سے نکلی ہوں کہ اُن کو واقعات سے مطلع کروں۔ اور اُن کی اصلاح کروں۔ اس خروج سے میرا مقصود اصلاح بین المسلمین کے سوا کچھ نہیں ہے۔

وہاں سے اُٹھ کر یہ لوگ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی خدمت میں آئے۔ اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے نکلے ہیں۔ پھر ان بصرہ والوں سے دریافت کیا کہ آپ دونوں صاحبوں نے علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ جواباً فرمایا کہ ہاں ہم نے بیعت کی تھی مگر اس شرط پر کہ قاتلین حضرت عثمانؓ سے قصاص لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ہم سے جب بیعت لی گئی تو تلوار ہمارے سر پر تھی۔

بصرہ کے عمائدین کی گورنر بصرہ سے سرد مہری

دونوں ایلچی لوٹ کر عثمان بن حنیف کے پاس آگئے اور جو کچھ سنا تھا بیان کردیا۔ عثمان بن حنیف نے سنکر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اتنے میں لوگوں یعنی عمائدین بصرہ سے کہا کہ ایسا ایسا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا خاموش

اختیار کرو۔ عثمان بن حنیف نے کہا نہیں بلکہ میں اُن کو روکوں گا جبتک حضرت علیؓ یہاں نہ آئیں چنانچہ عمائدین بصرہ یہ سنکر اپنے اپنے گھر میں جا بیٹھے

گورنر بصرہ کی کوشش کی ناکامی

عثمان بن حنیف نے لوگوں کو مسلح ہونے اور لشکر جمع کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب لوگ مسجد میں مجتمع ہوئے۔ تو عثمان نے کوفہ کے ایک شخص قیس نامی کو تقریر کرنے کے لیے کھڑا کیا۔ اس شخص نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ:-

لوگو اگر حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور اُن کے ہمراہی مکہ سے یہاں اپنی جان کے خوف سے آئے ہیں تو یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ مکہ میں تو چڑیوں تک کو جان کی امان حاصل ہے۔ کوئی کسی کو نہیں ستا سکتا۔ اور اگر خون حضرت عثمان غنیؓ کا بدلہ لینے کو آئے ہیں تو ہم حضرت عثمانؓ کے قاتل نہیں ہیں۔ تم لوگ میری بات سنو۔ میرے کہنے پر عمل کرو۔ مناسب یہ ہے کہ جس طرف سے یہ آئے ہیں اُسی طرف لوٹا دو۔

یہ تقریر سن کر اسود بن سریع سعدی نے کھڑے ہو کر کہا۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ لوگ ہمکو قاتلین حضرت عثمانؓ سمجھ کر آئے ہیں۔ نہیں۔ اُن کا ایسا خیال نہیں ہے۔ بلکہ ہم سے اور ہمارے سوا اور لوگوں سے قاتلین حضرت عثمانؓ کا مقابلہ کرنے کے لئے مدد طلب کرنے آئے ہیں۔

یہ الفاظ سن کر لوگوں نے قیس پر کنکریاں پھینکنی شروع کیں اور جلسہ درہم برہم ہوگیا۔ نیز عثمان بن حنیف کو معلوم ہوگیا کہ بصرہ میں حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے ہمدرد و معاونین موجود ہیں۔ اور اس سے اُس کو ایک طرح کا صدمہ ہوا۔

طرفین کا اجتماع اور اُم المومنینؓ کی تقریر

بعد اس کے اُم المومنینؓ اور حضرت زبیرؓ و طلحہؓ کا لشکر حضین سے چل کر مربد[1] تک پہنچا۔ عثمان بن حنیف اپنے متبعین کو لے کر بقصد مقابلہ بصرہ سے نکلا۔ اہل بصرہ سے جو لوگ حضرت عائشہؓ کا ساتھ دینا چاہتے تھے وہ شہر سے نکل کر آپ کے لشکر میں داخل ہوگئے۔

طرفین کا اجتماع مربد میں ہوا۔ حضرت طلحہؓ میمنہ پر تھے۔ اور حضرت زبیرؓ میسرہ پر سردار تھے۔ حضرت طلحہؓ نے صف سے نکل کر خطبہ پڑھا۔ خدا کی حمد و ثنا کی۔ آنحضرت صلعم پر درود بھیجا۔ حضرت عثمانؓ کے فضایل بیان کئے اور آپ کے طلب قصاص پر لوگوں کو برانگیختہ کیا۔

اسی طرح حضرت زبیرؓ میسرہ سے نکلے اور ایسا ہی بیان کیا۔ عثمان بن حنیف کے لشکر والوں نے ان بیانات کی تکذیب کی۔

بعدہٗ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حمد خدا بیان کی۔ اور فرمایا۔ عام اشتخاص جو حضرت عثمانؓ کو برا کہتے

---

[1] لغت میں مربد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اونٹ باندھے جائیں یا کھجوریں درختوں سے توڑ کر خشک کی جائیں۔ البصرہ کے مغربی دروازے پر ایک وسیع میدان تھا۔ ریگستان سے جو قافلے آتے اسی میدان میں بجاوے کھولتے تھے۔ کہ اونٹوں کا مقام بستی کے باہر ہے۔ مسافر لباس سفر اتار کے اور اُجلے کپڑے پہن کے شہر میں جاتے تھے۔ یہ مربد البصرہ کا قصہ ہے۔ بعد کو تمدن نے مربد کو المربد بنا کے عالیشان مساکن و منازل کا شہرستان بنا دیا۔ امرائے دولت یہیں رہنے لگے۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی یہاں اپنی بیرونی فرودگاہیں بنالیں۔ (فتوح البلدان جزو دوم صفحہ ۳۹۰)۔

اور اُن کے عمال کو طعن و تشنیع سے یاد کرتے تھے۔ ہمارے پاس مدینہ میں اکثر شکایتیں لاتے مگر ہم اُن کو جھوٹا۔ مکار۔ دغاباز مفتری اور فتنہ پرداز پاتے تھے۔ اور حضرت عثمانؓ کو نیک پرہیزگار۔ وفادار منصف۔ عادل اور رحم دل جانتے تھے۔ اہل عرض کے دلوں میں جو بات تھی اُس کے خلاف ظاہر کرتے اور ہمیشہ دلی خیالات پوشیدہ رکھتے تھے۔ افسوس اس پر بھی لوگوں نے بس نہ کیا۔ بلکہ ایک جتھے نے چوری چوری قایم ہو کر فی الجملہ قوت حاصل کر لی۔ اور دفعتاً آپ کا محاصرہ کر لیا۔ اور آپ کو بلا جرم و قصور نہایت تکلیف کے ساتھ بے بس و مجبور کر کے بے آب و دانہ شہید کر ڈالا۔ محرمات خداوندی کو بلا تردد اور بغیر عذر شرعی حلال کر لیا۔ اب تم کو بجز اس کے کہ قاتلین حضرت عثمانؓ سے بدلہ لو اور کتاب اللہ پر عمل کرو اور کوئی صورت جایز نہیں ہے۔

تقریر کا اثر

عثمان بن حنیف کے ہمراہی اس تقریر کے اثر سے دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق تو حضرت اُم المومنینؓ کا مطیع ہو گیا۔ اور دوسرا عثمان بن حنیف کے ساتھ رہا۔ پھر وہ دونوں فریق آپس میں ایک دوسرے پر کنکریاں مارنے لگے۔ اُم المومنینؓ یہ دیکھ کر اپنے خیمہ میں واپس تشریف لے آئیں۔ اور اہل میمنہ بھی عثمان بن حنیف سے ہٹ کر مقام دباغین حدود مربد میں چلے آئے۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ یہ دیکھ کر کہ عثمان کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ میدان سے واپس آ کر اپنے خیموں میں مقیم ہو گئے۔

لیکن عثمان بن حنیف اپنے باقی ہمراہیوں کو لئے ہوئے میدان میں کھڑا رہا۔ اور اُس نے جاریہ بن قدامہ کو اُم المومنینؓ کے خدمت میں بھیجا جس نے آ کر عرض کیا کہ حضرت عثمان علیؓ کا قتل ہونا زیادہ پسندیدہ تھا۔ بمقابلہ اس کے کہ تم اس ملعون اونٹ پر سوار ہو کر نکلیں۔ تم نے پردہ کی جو تمہیں کی جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا تھا۔ اگر تم اپنے ارادے سے آئی ہو تو مدینہ کی طرف واپس لوٹ جاؤ اور اگر بجبر و اکراہ آئی ہو تو خدا سے مدد چاہو اور لوگوں سے واپس چلنے کو کہو۔ یہ تقریر ابھی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ حکیم بن جبلہ نے اُم المومنینؓ کے لشکر پر حملہ کیا۔ ادھر سے بھی مدافعت کی گئی۔ مگر شام ہونے کی سبب لڑائی ختم ہو گئی۔ رات بھر فریقین تیاریوں میں مصروف رہے۔ اور لوٹ گھسوٹ کرتے رہے۔ جو جس کو پاتا تھا گرفتار کر کے لے جاتا تھا۔ دوسرے دن دارالرزق کے میدان میں دونوں فریق جنگ آزما ہوئے۔ دن ڈھلے تک بازار جدال و قتال گرم رہا۔ عثمان بن حنیف کے ہمراہی بہت اوٹھ گئے۔ اور طرفین سے ایک تعداد کثیر زخمی ہوئی۔

فریقین میں معاہدہ بصرہ پر قبضہ کی شرط

بالآخر یہ طے پایا کہ ایک شخص جو معتمد علیہ دونوں فریقوں کا ہو مدینہ بھیجا جائے۔ اور اہل مدینہ سے دریافت کیا کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے جبراً بیعت لی ہے۔ یا خوشی سے۔ اگر جبراً بیعت اُن کی ثابت ہو جائے تو عثمان بن حنیف بصرہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور حضرات زبیرؓ و طلحہؓ بصرہ پر قبضہ کر لیں اور بصورت دیگر یہ دونوں حضرات بصرہ سے باز آئیں۔ اور معہ لشکر بصرہ سے کوچ کر دیں۔

حضرت کعب بن سورؓ کا سفر مدینہ۔

بعد تکمیل عہد نامہ کعب بن سورؓ (قاضی بصرہ) مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ جب یہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ لوگ اُن کے پاس جمع ہو گئے۔ اُنہوں نے اُس مجمع میں کھڑے ہو کر کہا۔ اے اہل مدینہ میں اہل بصرہ کی طرف سے تمہارے پاس قاصد ہو کر آیا ہوں اور سب صاحبوں سے یہ پوچھتا ہوں کہ حضرت زبیرؓ و طلحہؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت

بطیب خاطر راضی وخوشی سے کی ہے۔ یا جبراً کراہت وزبردستی وخوف جان سے اس کے جواب میں جملہ حاضرین نے سکوت اختیار کیا۔ مگر حضرت اُسامہ بن زیدؓ کھڑے ہوگئے اور کہا۔ حضرات زبیرؓ وطلحہؓ نے جبراً بیعت کی تھی اُس فقرے کے تمام ہوتے ہی لوگ چاروں طرف سے حضرت اُسامہؓ پر ٹوٹ پڑے اور اُن کو مارنے لگے۔ قریب تھا کہ اُن کا کام تمام ہوجائے کہ حضرت صہیبؓ۔ ابوایوبؓ اور محمد بن سلمہؓ دوڑ پڑے۔ اور حضرت اُسامہؓ کو لوگوں کے ہاتھ سے بچاکر اُن کے گھر پہنچا آئے۔

کعب بن سورؓ (قاضی بصرہ) یہ حال دریافت کرکے بصرہ کی جانب واپس ہوئے۔

حضرت علیؓ کا خط گورنر بصرہ کے نام۔

اس واقعہ کی خبر حضرت علیؓ کو پہنچی تو اُنہوں نے ایک خط عثمان بن حنیف کے نام اس مضمون کا لکھا کہ:۔

حضرات زبیرؓ اور طلحہؓ میری خلافت سے ناخوش ہوے۔ مجھ کو افضل جاننا اور مجھ سے اتفاق کرنا اُن کو ناگوار ہوا۔ اگر وہ مجھ سے خلع خلافت چاہتے ہوں تو اس خواہش میں اُن کا کوئی عذر مقبول نہیں ہے۔ اور اگر اس کے سوا وہ کسی بات کے متمنی ہیں تو وہ ہم کو دیکھ لیں گے۔ اور ہم اُنہیں دیکھ لیں گے۔

گورنر بصرہ کے نقض عہد کی وجہ سے جنگ۔

کعب بن سورؓ کی واپسی پر حضرت زبیرؓ وطلحہؓ نے عثمان بن حنیف گورنر بصرہ کو گفتگو کرنے کے لئے بلا بھیجا۔ اور بصرہ خالی کرنے کا پیام دیا۔ عثمان نے حضرت علیؓ کا خط آنے کی وجہ سے بصرہ خالی کرنے سے انکار کردیا۔ پس حضرات زبیرؓ وطلحہؓ چند اشخاص کو لے کر اندھیری رات میں بعد نماز عشاء مسجد کی طرف آئے۔ یہ لوگ عشاء دیر سے پڑھتے تھے۔ اس لئے اُس وقت مسجد میں نمازی جمع تھے۔ اتفاقاً اُس وقت عثمان بن حنیف نے معمولی وقت سے دیر کردی۔ اور مسجد میں نہیں آئے۔ کہتے ہیں اُس رات میں آندھی وپانی بہ شدت تھا۔ اور تاریکی عالم گیر تھی۔ حضرت زبیرؓ وطلحہؓ کے حکم سے عبدالرحمٰن بن عتاب نے آگے بڑھ کر مسجد کے اندر حملہ کیا۔ مسجد میں جو لوگ موجود تھے وہ بھی تلواریں نکال کر مقابل ہوے۔ دونوں طرف سے خوب تلوار چلی اور تلواروں کی جھنکار سے مسجد گونج اُٹھی۔ مسجد میں چالیس اشخاص تھے۔ وہ قتل ہوے۔ پھر اُن کا کوئی مزاحم نہ رہا۔ عثمان بن حنیف کو ڈھونڈا مگر نہ پایا۔ آخر وہاں سے جاکر عثمان بن حنیف کے گھر میں گھس پڑے۔ اور اُس کو نکال کر حضرات زبیرؓ وطلحہؓ کے پاس پکڑ لائے۔ ان کے پاس پہنچتے پہنچتے لوگوں نے عثمان کی داڑھی اور مونچھ کے تمام بال نوچ ڈالے تھے۔ حضرات زبیرؓ وطلحہؓ کو عثمان کی یہ تو ہین دیکھ کر تاسف ہوا۔ اور اُنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حالات سے اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ عثمان چھوڑ دیے جائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جب عثمان بن حنیف پکڑے گئے تو اُم المومنینؓ کی خدمت میں بھیجے گئے۔ تو آپ نے اُن کو شہر بدر کرنے اور مارنے کا حکم نہ دیا تھا۔ اور مجاشع بن مسعود عثمان کو نکالنے اور مارنے پر مامور تھے۔ چنانچہ اُن کو چالیس درے مارکر اور چار ابرو کا صفایا کرکے اُن کو انصار ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا اور بیت المال پر حضرت عبدالرحمٰن بن حضرت ابوبکر صدیقؓ کو افسر کردیا۔ [1]

حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کا بیت المال پر حملہ

مندرجہ بالا واقعہ میں مسجد کے اندر حملہ آوری کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ چالیس اشخاص وہاں موجود تھے۔ جنہوں نے تلواریں نکال کر حملہ آور

---

[1] ابن خلدون کتاب نمائی جلد چہارم صفحہ ۸ تا ۳۰۔

کا مقابلہ کیا۔ اور مار ڈالے گئے۔ ابن اثیر و ابن خلدون کا اس واقعہ کو مسجد کے اندر بیان کرنا بلاذری کے بیان کے بالکل مغائر ہے جس میں اس حملہ کو بیت المال پر بیان کیا گیا ہے۔ جس کی محافظت پر چالیس یا اس سے زیادہ السیاسجہ[1] قوم کے لوگ مقرر تھے جو قتل کر دئے گئے۔ چنانچہ فتوح البلدان بلاذری جزو دوم صفحہ ۱۸ پر تحریر ہے کہ السیاسجہ میں سے ایک جماعت البصرہ کے بیت المال کی موکل تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی تعداد چالیس تھی۔ بعض کہتے ہیں چار سو۔ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور حضرت الزبیرؓ بن العوام جب بصرہ آئے۔ اور بصرہ پر ان دنوں (حضرت) علی بن ابی طالبؓ کی جانب سے عثمان بن حنیف الانصاری عامل تھے۔ تو انہوں نے انکار کیا کہ جب تک (حضرت) علیؓ نہ آئیں بیعت تسلیم نہیں کریں گے۔ (حضرات طلحہؓ والزبیرؓ کے اصحاب نے) صبح سویرے ان پر حملہ کیا۔ اور انہیں قتل کر دیا۔ حملہ آوروں کے سردار عبداللہ بن الزبیرؓ تھے۔ السیاسجہ کا سردار اُس زمانہ میں ابو سابتہ الزملی تھا۔ وہ مرد صالح تھا۔

بصرہ میں داخل ہونے کے بعد حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے خطبے۔

بصرہ میں داخل ہو کر حضرات زبیرؓ و طلحہؓ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اے اہل بصرہ۔ تو بہ۔ گناہ کے لئے ہے ہم لوگوں نے چاہا تھا کہ حضرت عثمانؓ امیرالمومنین کی نسبت جو شکایتیں عام لوگوں کی تھیں اُس سے آپ کو بری الذمہ کر دیں۔ مگر اس درمیان میں کمینے بلوائیوں نے بلوا کر کے آپ کو شہید کر ڈالا۔

حاضرین نے حضرت طلحہؓ کو مخاطب کر کے کہا آپ کے خطوط تو ہمارے پاس اس کے خلاف آتے تھے۔

حضرت زبیرؓ نے جواب دیا۔ ہم نے یقیناً ایسے خطوط نہیں لکھے۔ اس فقرے کو ختم کر کے حضرت عثمانؓ ذی النورین کی شہادت کا واقعہ بیان کیا۔ اور حضرت علیؓ کو اس واقعہ میں متہم کیا۔

ایک شخص بنی عبدالقیس نے اُٹھ کر کہا۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہیں۔ حضرت زبیرؓ خاموش ہو گئے۔ اُس نے کہا۔ اے حضرات مہاجرینؓ آپ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کی۔ اور اس فضیلت میں آپ اوروں سے بڑھے رہے۔ آپ کے بعد اور لوگ اسلام میں داخل ہوئے تا آنکہ آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا۔ بعد آپ کے یکے بعد دیگرے دو شخصوں کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اُن کو خلیفہ بنا لیا۔ ہم اُس پر راضی ہو گئے۔ اور آپ کے مقرر کئے ہوئے شخصوں کو اپنا امیر مان لیا۔ دوسرے خلیفہ کی وفات پر چھ آدمیوں کے مشورہ پر امر خلافت رہا۔ تو آپ نے بلا ہمارے مشورہ کے تیسرے شخص کو امیر بنا لیا۔ پھر آپ ہی لوگ اُن سے بد دل ہوئے۔ اور بغیر مشورہ ہمارے اُن کو مار ڈالا۔ پھر آپ نے (حضرت) علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اس میں بھی ہم سے مشورہ نہیں کیا۔ اور اب اُن کے خلاف ہمیں اُبھارنے تشریف لائے ہیں۔ آپ کو کس چیز نے اُن سے انتقام لینے پر آمادہ کیا ہے۔ کس وجہ پر ہم آپ کا ساتھ دے کر اُن سے لڑیں۔

---

[1] السیاسجہ اور الزط (قوم جاٹ) اور الاندغاریہ قومیں فارس کے لشکر میں اہل السند میں سے تھیں۔ فارسی لشکر کے ساتھ ان کو بھی قید کر لیا گیا تھا۔ یہ قومیں اسلام لے آئیں۔ حضرت عمرؓ کے گورنر بصرہ ابوموسیٰ الاشعریؓ نے اُن کو بصرہ میں لا بسایا (حضرت) معاویہؓ نے زط (جاٹ) اور السیاسجہ میں سے ایک جماعت کو شام اور انطاکیہ کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ جو وہاں جا کر بس گئے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ملاح تھے اور سواحل پر کشتی رانی کرتے تھے۔ اور یہ کہ یہ سندی قوم تھی جو البصرہ میں رہتی تھی۔ اور زندانوں کی محافظت اور پہرہ داری کا کام کرتی تھی۔

طبری میں السیاسجہ۔ آغانی میں میں السناسجہ اور ابن اثیر میں السباسجہ لکھا گیا ہے۔

حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ کے ہمراہی اُس شخص پر ٹوٹ پڑے اور قتل کرنا چاہا مگر اُس کی قوم کے لوگوں نے اُس وقت اُسے اُن کے ہاتھ سے بچالیا۔

دوسرے دن موقع پاکر اہلِ مکہ نے پھر اُس شخص پر حملہ کیا۔ اور اُس کے سب ساتھیوں کو گھیر لیا۔ آخر ایک دم سے اُن کے ستّر آدمی مار دیئے۔ اس کے بعد حضرات طلحہؓ و زبیرؓ بصرہ میں مقیم رہے۔ بیت المال پر اُن کا قبضہ تھا۔ محبس اُن کے تحت میں تھا۔ اہلِ بصرہ اُن کے مطیع ہوگئے۔ جو تھوڑے اُن کی رفاقت سے علیحدہ تھے وہ چھپ رہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حکیم[1] بن جبلہ کی گفت گو۔

عثمان بن حنیف عامل بصرہ پر جو کچھ گذری تو حکیم نے عثمان کی نمک کو عبدالقیس اور ربیعہ کا ایک گروہ ہمراہ لے کر دارالرزق کا قصد کیا۔ اور کہا کہ اگر میں عثمان کی مدد نہ کروں تو اللہ سے بالکل نڈر ہوں۔ اس گھر میں غلہ بھرا تھا وہاں اُس کی اتفاقاً حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ملاقات ہوگئی جن کا ارادہ تھا کہ یہ غلہ نکال کر اپنی جماعت پر تقسیم کریں۔ چنانچہ اسی غرض سے وہ بھی اُس وقت یہاں آئے تھے۔ ان دونوں میں ملاقات ہوی تو حضرت ابن زبیرؓ نے حکیم سے پوچھا۔ تم یہاں کس واسطے آئے ہو۔

حکیم نے کہا۔ ہم کچھ غلہ لینے آئے ہیں۔ اور ہماری یہ خواہش ہے کہ آپ عثمان کو چھوڑ دیں۔ اور وہ دارالامارت میں رہیں۔ اور نا آنے حضرت علیؓ کے ہماری اور آپ کی کسی قسم کی تکرار نہ ہو۔

خدا کی قسم اگر ہمارے پاس کافی مدد ہوتی تو ہم آپ کی زیادتی پر ہرگز صبر نہ کرتے۔ بلکہ جس قدر آدمی آپ نے ہمارے قتل کئے ہیں ہم آپ سے اُن کا بدلہ لیتے۔ چونکہ آپ نے ناحق مسلمانوں کو قتل کیا ہے۔ لہذا آپ لوگوں کا بھی خون بہانا اب روا ہوگیا ہے۔ وہ کونسی حجت اور حیلہ شرعی ہے جس سے آپ حرام خون کو حلال سمجھتے ہیں۔

ابن زبیرؓ نے جواب دیا۔ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلے میں۔

حکیم نے کہا۔ تو کیا تم لوگوں کو آپ نے قتل کیا وہ حضرت عثمانؓ کے قاتل تھے۔

حضرت ابن زبیرؓ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور یہ کہا کہ تم کو ہم اس غلہ سے کچھ نہ دیں گے۔ اور نہ ہم عثمان بن حنیف کو چھوڑیں گے۔ تاوقتیکہ حضرت علیؓ کی خلافت نہ ترک کردیں۔

حکیم بن جبلہ کا حشر

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے اس قدر باتیں ہونے کے بعد لڑائی شروع ہوگئی۔ حضرت زبیرؓ و طلحہؓ بھی خبر پاتے ہی اپنی جماعت کے ساتھ مقام جنگ میں آ پہنچے۔ حکیم نے اپنے گروہ میں چار سپہ سالاروں کو جنگ کا ذمہ دار بنایا۔ خود حضرت طلحہؓ کے مقابل ہوا۔ ذریح کو حضرت زبیرؓ کے مقابل۔ ابن المحرش کو عبدالرحمن بن عتاب کے اور حرقوص بن زہیر کو عبدالرحمن بن عتاب بن ہشام کے مقابلہ پر مقرر کیا۔

حضرت طلحہؓ نے فرمایا۔ انا للہ کہ اہلِ بصرہ جن سے ہم خون کے طالب ہیں۔ ہمارے واسطے جمع ہوگئے ہیں۔ خدایا ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ رکھنا۔ یہ فرماکر حضرت طلحہؓ تین سو آدمیوں کیساتھ حملہ آور ہوئے۔

---

[1] یہ حکیم بن جبلہ وہی ہے جس کے گھر بصرہ میں پہلی بار عبداللہ بن سبا آکر ٹھہرا تھا۔ اور مدینہ میں حضرت زبیرؓ کو زبردستی حضرت علیؓ کی بیعت کرانے لایا تھا۔ اور بلوائیوں اور باغیوں کا مدینہ میں ایک سرغنہ یہ بھی تھا۔

حکیم لڑ رہا تھا کہ ایک شخص نے اُس کے پاؤں پر ایسی تلوار ماری کہ حکیم چوتڑوں کے بل گر پڑا۔ اُس کے ہمراہی اُسے اُٹھا لے گئے۔ اسی حالت میں وہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کو بُرا کہہ رہا تھا کہ ناگاہ کسی نے پکار کر کہا۔

اب تم نے اپنے اعمال بد کا بدلہ پایا۔ جب مصیبت پڑی تو گھبراتے ہو۔ یہ وہ ہی خدا کا عذاب ہے۔ جیسا تم نے اپنے امام مظلوم (حضرت عثمانؓ) کے ساتھ کیا۔ اور جماعتِ اسلام میں تفرقہ ڈالا۔ اب ذرا تم بھی مزہ چکھ لو۔

اس معرکہ میں حکیم کے بہت آدمی کام آئے۔ حکیم بن جبلہ اور ذریح (مقابل حضرت زبیرؓ) میدان جنگ میں کام آئے۔ حکیم کا بھائی کعب اور دوسرا بھائی رعل بن جبلہ اور حکیم کا لڑکا اشرف یہ بھی مارے گئے۔

قاتلین حضرت عثمانؓ کا قتل۔

اس لڑائی کے بعد منادی نے ندا دی کہ جس کے پاس گروہ قاتلین حضرت عثمانؓ میں سے کوئی شخص ہو وہ لاکر حاضر کرے۔ چنانچہ یہ لوگ لائے گئے۔ اور سب قتل کر دئے گئے۔ حرقوص بھی منجملہ قاتلین حضرت عثمانؓ کے تھا۔ وہ تھوڑے سے آدمیوں کو لے کر اپنی قوم بنی سعد میں چلا گیا۔ فریق ثانی نے قتل و قید کرتے ہوئے اُس کا تعاقب کیا لیکن بنی سعد کی وجہ سے اُس کی جان بچ گئی۔

خاتمہ جنگ پر حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے اپنے متبعین کو بیت المال سے انعامات دلوائے۔ عبدالقیس و بکر بن وائل والوں نے بیت المال پر قبضہ کرنا چاہا مگر ہمراہیان حضرت زبیرؓ و طلحہؓ نے لڑ کر اُن کو بے نیل و مرام واپس کر دیا۔ یہ بگھوڑے بصرہ سے بھاگ کر مدینہ کے راستہ پر بہ انتظار حضرت علیؓ ٹھہر گئے۔

اُم المومنینؓ کی دعوت شرکت

بصرہ کی طرف سے مطمئن ہو کر حضرات زبیرؓ و طلحہؓ نے اہل شام کو واقعات سے مطلع کیا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اہل کوفہ۔ اہل یمامہ اور اہل مدینہ کو بھی اس حال سے آگاہ کیا۔ نیز حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کی ترغیب اور اپنے ساتھ شریک ہو کر اس کام کو پورا کرنے کی تاکید تبلیغ کی یعنی اسی مضمون کے خطوط لکھ کر روانہ کئے گئے۔ یہ واقعہ جب کہ پانچ راتیں ربیع الثانی ۳۶ھ کی باقی تھیں واقع ہوا۔ [1]

حضرت زبیرؓ کا آگے بڑھ کر حضرت علیؓ پر حملہ کرنے کا ارادہ۔

اس کے بعد اہل بصرہ نے حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کی بیعت کر لی۔ بعد انعقاد بیعت حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ اگر ایک ہزار سوار میرے ساتھ ہوں تو میں آگے بڑھ کر حضرت علیؓ پر حملہ کروں۔ مگر کوئی راضی نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ وہی فتنہ ہے جس کی خبر ہم کو پہلے سے دی گئی تھی۔ اس پر آپ کے غلام نے عرض کیا۔ آپ اس ہنگامہ کو فتنہ سمجھتے ہیں۔ اور پھر دیدہ و دانستہ جنگ میں شریک ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ ہاں ہم خوب دیکھتے اور جانتے ہیں۔ اور اس پر کیا موقوف ہے۔ ہم نے ہر ہر موالے کام کو معلوم کر لیا اور یہ بھی جان لیا کہ ہمارا قدم اس کام میں فلاں موقع پر ہوگا۔ البتہ اس کام کا انجام معلوم نہیں کیا ہوتا ہے۔ [2]

اہل مدینہ سے حضرت علیؓ کی طلب استمداد اور اُس کا نتیجہ

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ جس وقت حضرت علیؓ کو حضرات زبیرؓ و طلحہؓ اور اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے حالات معلوم ہوئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ بصرہ کو روانہ ہو گئے ہیں۔ اُس وقت آپ نے اکابر و اشراف

---

[1] ابن اثیر و تاریخ ابن خلدون صفحہ ۳۰۵ تا ۳۰۷ [2] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۹۴۳۔

مدینہ کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اور بعد حمد و ثنا کے اہل مدینہ سے اپنی امداد کے لئے کہا۔ اہل مدینہ نے جب آپ کا قصد جنگ کی طرف دیکھا تو اُن کو بمقابلہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ آپ کا خروج کرنا شاق گذرا۔

زیاد بن حنظلہ تمیمی یا حنظلہ لوگوں کو سست دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سب کے سامنے مستعدی ظاہر کی۔ اور حضرت علیؓ سے کہا۔ اگر لوگوں کو خروج کرنا ناگوار ہے تو مضائقہ نہیں وہ نہ جائیں۔ میں آپ کے ہمرکاب اور جان دینے کو تیار ہوں۔ اُن کے اُٹھنے پر ابو الہیثم بن تیہان بدری و خذیمہ بن ثابت اور ابو قتادہؓ انصاری نے آمادگی ظاہر کی۔

(امام شعبی کا بیان ہے کہ اس فتنہ میں بجز چھ اصحاب بدر کے ساتواں بدری شریک نہیں ہوا۔)

اور اہل مدینہ بھی تیار مستعد ہو گئے۔ اُم المومنین اُم سلمہؓ نے اپنے چچازاد بھائی کو حضرت علیؓ کے ہمراہ کر دیا۔ لیکن یہ قتل روانگی لشکر بصرہ کی طرف حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے واپس لانے کو روانہ ہو گئے۔

حضرات زبیرؓ و طلحہؓ پر حضرت علیؓ کا خروج۔

سنہ ۳۶ھ میں حضرت علیؓ مدینہ پر حضرت ابن عباسؓ کو اور بعضے کہتے ہیں سہیلؓ بن حنیف کو اور مکہ پر قثم بن حضرت عباسؓ کو اپنا قایم مقام کر کے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔

کوفیوں اور مصریوں کے نو سو آدمیوں نے بھی آپ کے ساتھ خروج کیا۔

مدینہ منورہ سے کچھ دُور پر حضرت عبداللہ بن سلامؓ۔ علیؓ کو مل گئے۔ اور اُنہوں نے آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا کہ آپ مدینہ سے باہر نہ تشریف لے جایئے۔ واللہ اگر آپ یہاں سے نکل کر جائیں گے تو مسلمانوں کا امیر یہاں لوٹ کر نہیں آئے گا۔

لوگ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی طرف گالیاں دیتے ہوئے جھپٹ پڑے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ان کو چھوڑ دو۔ یہ آنحضرت صلعم کے صحابی اور اچھے آدمی ہیں۔ الغرض اس مقام سے آگے بڑھے اور ربذہ پہنچے۔ وہاں یہ خبر آئی کہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ بصرہ میں داخل ہو گئے۔ آپ نے اُسی مقام پر قیام فرمایا۔ اور جو کچھ احکام جاری کرنا تھے صادر فرمائے۔

حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کی گفتگو۔

اس اثنا میں حضرت حسنؓ آ گئے۔ اور مدینہ سے بصرہ کی طرف خروج کرنے نیز معرکہ پر توجہ نہ فرمانے کی وجہ سے باپ سے عرض کیا۔

"اے پدر بزرگوار میں نے بارہا آپ سے عرض کیا۔ مگر آپ نے کبھی میری معروضہ پر توجہ نہ فرمائی۔ خدانخواستہ قصیب اعدا اگر آپ کی جان کو صدمہ پہنچے تو اُس وقت کوئی آپ کا یار و مددگار نہ ہوگا۔"

حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ "تم نے کونسی نصیحت مجھ کو کی تھی جسے میں نے نہیں مانا۔ حضرت حسنؓ بولے میں نے آپ سے زمانہ محاصرہ حضرت عثمانؓ میں کہا تھا کہ مدینہ سے کہیں اور چلے جائے۔ اُن کے قتل کے وقت مدینہ میں نہ رہیے۔ آپ کی موجودگی میں اُن کا قتل ہونا خوب نہیں۔ جب وہ شہید ہو گئے۔ تو اُس وقت میں نے آپ کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ ان لوگوں کی بیعت نہ قبول فرمائیے۔ جب تک عرب کے وفود نہ آئیں اور بلاد اسلامی کے اُمرا بیعت نہ کریں۔ اُس وقت تک بیعت نہ لیجئے۔ لیکن آپ نے میری التماس قبول نہ فرمائی۔ بعد اس کے جب اُم المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ و طلحہؓ نے خروج

کیا تو میں نے یہ التجا کی تھی کہ بابا جان آپ گھر بیٹھے رہیں۔ یہاں تک کہ اُن کی شورش رفع ہو کر ملک میں امن ہو جائے۔ کیونکہ جو فساد ہونے والا ہے وہ آپ کے ہاتھ نہ ہو۔ اور آپ ہر طرح اس الزام سے الگ رہیں۔ افسوس آپ نے اس پر بھی کچھ خیال نہ فرمایا۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ نورِ چشم محاصرہ و شہادت کے وقت جو تم نے مدینہ سے نکل جانے کی مجھ کو رائے دی تھی۔ بیشک تمہاری وہ رائے صایب تھی۔ اور میرے حق میں یہ ہی مناسب تھا۔ لیکن میں بے بس تھا۔ لوگوں نے مجھے بھی تو گھیر لیا تھا۔ جیسا کہ حضرت عثمانؓ کو۔ میں جاتا تو کہاں اور کس طرح۔

بیعت کے بارے میں جو تم نے منع کیا تھا۔ اُس کا یہ جواب ہے کہ میں نے یہ خیال کیا کہ اگر میں بیعت نہیں لیتا ہوں تو یہ کام ضائع ہو جائے گا۔ اور ارباب حل وعقد اہل مدینہ ہیں نہ کہ تمام عرب اور بلادِ اسلامیہ آنحضرتؐ کے انتقال ہونے پر سب لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی۔ میں نے بھی اُن کی بیعت کر لی۔ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انتقال فرمایا۔ تو لوگوں نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا۔ میں نے بھی اُن کی بیعت قبول کی۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ بھی رحمت الٰہی سے جا ملے۔ میں بھی ارباب شوریٰ میں سے تھا۔ لوگوں کے مشورہ سے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ میں نے بھی بلا تامل بیعت کر لی۔ بعدہٗ لوگوں نے بلوہ کر کے حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ لوگوں نے بجز شی خاطر میری بیعت کی۔ پھر مجھ کو کیا عذر تھا۔ پس میں اُس شخص سے ضرور لڑوں گا جو اُس سے مخالفت کرے گا جو میرا مطیع ہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ حکم کرے۔ تمہارا یہ کہنا کہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کی نسبت میں سکوت اختیار کروں۔ بیٹھ رہوں۔ اور تزویج نہ کروں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میں اپنے فریضے ادا نہ کروں گا تو کون شخص اُس کو ادا کریگا۔ صاحبزادے تم اس خیال سے درگذرو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ حضرت حسنؓ یہ سن کر خاموش ہو رہے۔

بعد ازاں حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن جعفرؓ کو کوفہ کی جانب لوگوں کو جمع کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور خود ربذہ میں ٹھہرے ہوئے لوگوں کو آ بھارتے رہے۔ پھر مدینہ منورہ سے اپنا گھوڑا اور اسباب حرب منگوا لیا۔ بعد آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اور اپنی راہ پر چلنے کی لوگوں کو تحریص دی۔ جب آپ خطبہ ختم کر چکے اور ربذہ کے آگے روانگی کا قصد فرمایا تو آپ کے لشکر کو آپ کا مقصد معلوم ہو گیا۔

ابن رفاعہ بن رافع نے کہا۔ آپ کا کیا ارادہ ہے۔ ہمیں کہاں لے جایئے گا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ ہمارا مقصد اور نیت تو اصلاح ہے۔ بشرطیکہ وہ کہنا مان لیں۔ اور ہمارا حکم قبول کریں ابن رفاعہ بولے۔ اگر وہ ہمارے کہنے میں نہ آئے تو کیا کیجئے گا۔ فرمایا ہم اُن کے عذر پر اُن کو چھوڑ دیں گے۔ اور اُن کا حق اُن کو ادا کر دیں گے۔ اور صبر کریں گے۔ پھر اُن سے پوچھا گیا۔ اگر اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے تو کیا علاج۔ فرمایا جب تک وہ ہم کو چھوڑے رہیں گے ہم بھی اُن سے متعرض نہ ہوں گے۔ سوال کیا گیا۔ اگر وہ ہمارا پیچھا نہ چھوڑیں تو پھر کیا کرنا چاہیئے۔ فرمایا۔ اس صورت میں ہم اپنے آپ کو اُن سے بچائیں گے۔ عرض کیا گیا۔ بہت خوب آپ کی یہ باتیں ہمیں منظور ہیں۔

حضرت علیؓ ربذہ سے روانہ ہوئے۔ مقدمۃ الجیش پر ابوالعلی بن عمرو بن الحجاج تھے۔ علم لشکر محمد بن حنفیہؒ کے پاس تھا۔ اور آپ ایک سرخ اونٹ پر سوار تھے۔ ایک کمیت گھوڑا آپ کی سواری میں پیدل تھا۔ آپ نے فید میں پہنچ کر قیام کیا۔ اس مقام پر اسد بنو خزیمہ اور بنی طے کی ایک دوسری جماعت

آپ کے پاس آئی اور ساتھ چلنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ تم اپنے اقرار پر ثابت قدم رہو۔ فی الحال مہاجرین میرے ساتھ کافی ہیں۔ اسی مقام پر ایک شیبانی شخص کوفہ سے آیا۔ آپ نے اُس سے کوفہ کا حال دریافت فرمایا۔ اور حضرت ابو موسیٰؓ (اشعری) کے متعلق دریافت فرمایا کہ اُن کا قصد کیا ہے۔ شیبانی نے کہا۔ اگر آپ صلح کریں گے تو حضرت ابو موسیٰؓ آپ کے ساتھ ہیں اور جو لڑائی کا قصد ہے تو وہ آپ کے ساتھی نہیں ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ بخدا ئے لا یُزال میں بجز صلح کے اور کچھ نہیں چاہتا۔ اگر وہ نہ مانیں تو مجبور ہی ہے۔ پھر قید سے روانہ ہو کر تغلبہ و اسد میں قیام پذیر ہوئے۔ عثمان بن حنیف عامل بصرہ اور حکیم بن جبلہ پر جو واقعات گزر رہے تھے وہاں اُن دونوں کا حال معلوم ہوا۔ پھر یہاں سے آگے بڑھ کر "ذی قار" پہنچے۔ تو عثمان بن حنیف آکر ملے اور اپنے چہرے کو دکھا کر عرض کیا کہ آپ نے مجھے ڈاڑھی دار بھیجا تھا۔ اور اب میں بے ڈاڑھی کے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم کو اس کا اجر ملے گا۔ مجھ سے پہلے دو شخصوں کو لوگوں نے خلیفہ بنایا تھا۔ پس اُنہوں نے کتاب اللہ پر عمل کیا۔ پھر تیسرے کو خلیفہ کیا اُن کی نسبت لوگوں نے جو کچھ کہا اور اُن کے ساتھ جو فعل کیا وہ تم کو معلوم ہے۔ پھر سبھوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ تعجب ہے کہ ان دونوں نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی اطاعت کی۔ اور میری مخالفت کرتے ہیں۔ اور بخدا وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں ان بزرگوں سے جدا نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر آپ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے حق میں بد دعا کرنے لگے۔ اسی مقام پر بکر بن وائل جنہیں حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے آدمیوں نے بصرہ سے مار کر نکال دیا تھا۔ آئے اور ہمراہی کے لئے عرض کیا۔ حضرت علیؓ نے اُن کو بھی وہی جواب دیا جو طے اور اسد بنو خزیمہ کو جواب دیا تھا۔ اتنے میں خبر آئی کہ عبد القیس نے حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کا مقابلہ کیا ہے۔ آپ نے اُن کی تعریف و ثنا کی۔

حضرت ابو موسیٰؓ گورنر کوفہ کا جواب حضرت علیؓ کے فرستادوں کو۔

محمد بن حضرت ابو بکرؓ اور محمد بن جعفرؓ کوفہ پہنچ کر حضرت ابو موسیٰؓ سے ملے اور اُن کو حضرت علیؓ کا خط پیش کیا۔ لوگوں کو حضرت علیؓ کی متابعت اور شرکت جنگ کی ترغیب دی۔ مگر کوئی شخص اُن کے کہنے میں نہ آیا۔ اُس دن شام تک یہ دونوں اسی کام میں مصروف رہے۔ مگر ایک شخص نے بھی مستعدی ظاہر نہ کی۔ بالآخر حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس واپس آئے۔ اُن کے دربار میں اور لوگ بھی صاحب عقل و تمیز موجود تھے۔ ان دونوں نے خروج کے لئے حضرت ابو موسیٰؓ سے مشورہ کیا۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ آج کیا رائے طلب کرتے ہو اس کا موقع و وقت تو کل گذر گیا۔

حضرت عثمانؓ پر جو یورش کی گئی تھی اُسی کا نتیجہ آج پیش آیا۔ اب کیا پوچھتے ہو۔ ایسے وقت میں لڑائی کے واسطے خروج کرنا دنیا کی راہ ہے۔ اور خاموش بیٹھ رہنا آخرت کی۔

اہل کوفہ یہ سن کر بیٹھ رہے۔ دونوں محمد اس پر ناخوش ہوئے۔ اور حضرت ابو موسیٰؓ سے نہایت غصہ اور تشدد سے پیش آئے۔

حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا۔ واللہ حضرت عثمانؓ کی بیعت میری اور حضرت علیؓ دونوں کی گردنوں پر ہے۔ اگر لڑائی امر ضروری ہے تو قاتلین حضرت عثمانؓ سے ہے۔ وہ جہاں کہیں ہوں لڑنا چاہیئے۔ ہم جب تک قاتلین حضرت عثمانؓ کو قتل نہ کر لیں گے دوسروں سے ہرگز نہ لڑیں گے۔ دونوں محمد کوفہ سے یہ خبر لے کر

...ی و قار واپس آئے۔ اور حضرت علیؓ کو مطلع کر دیا۔ آپ نے مالک اشتر سے (یہ بھی بلوائیوں کا سرغنہ تھا) مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم مستعد اور ہر کام میں داخل ہونے والے آدمی ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کو ہمراہ لے کر (حضرت) ابو موسیٰؓ کے پاس جاؤ۔ اور بگڑی بات بناؤ۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات ابو موسیٰؓ کے پاس گئے۔ اُن سے ہر چند فوجی مدد طلب کی۔ لیکن اُنہوں نے سوائے سکوت کے کچھ جواب نہیں دیا۔ یعنی فوجی مدد سے انکار کر دیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اہل کوفہ کو جمع کر کے ارشاد فرمایا۔ "ایھا الناس صحابہؓ حضرت رسول اللہ صلعم وہ ہی اصحاب ہیں جو حضورؐ کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ میں ان حضرات کو بخوبی جانتا اور اُن کو اُن کے غیر سے امتیاز کرتا ہوں۔ البتہ تمہارا حق بھی ہم پر ہے۔ اور میں تمہاری خیر خواہی کی بات کہتا ہوں۔ رائے مناسب تو یہ ہے کہ خدا کی حکومت کو ذلیل مت کرو۔ اور اللہ پر جرأت نہ کر بیٹھو۔ اہل مدینہ سے الگ ہو کر جو تمہارے پاس آئے ہیں۔ تم اُن کو مدینہ ہی کی طرف لوٹا دو تاکہ وہ آپس میں ایک بات پر متفق ہو جائیں۔ اہل مدینہ ہی خوب جانتے ہیں کہ کس کو استحقاق خلافت ہے اور کون حق دار امارت ہے۔ یہ وقت پُر آشوب و زمانہ فتنہ و فساد ہے۔ ایسی حالت میں تو سوتا آدمی جاگنے والے سے بہتر ہے۔ اور جاگنے والا بستر پر خاموش پڑے ہوئے سے اچھا ہے۔ اور بیٹھا کھڑے سے اور کھڑا سوار سے۔ اور سوار دوڑ دھوپ کرنے والے سے بہتر ہے۔ لہذا تم ایسے وقت میں اپنی جگہ سے نہ ٹلو اور اپنی تلواریں نیام میں کر لو۔ نیزوں سے پھال نکال ڈالو۔ کمان کا روده توڑ دو۔ مظلوم و بے بس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ یہ فتنہ دفع ہو جائے۔ اور اتفاق کی صورت پیدا ہو کر اہل اسلام کا کام اصلاح پذیر ہو۔"

حضرت ابو موسیٰؓ کا یہ ہی جواب ان دونوں کو بھی تھا۔ مالک اشتر اور حضرت ابن عباسؓ نے بھی حضرت علیؓ کے پاس آ کر سارا ماجرا سنا دیا۔

اب حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور عمار بن یاسرؓ کو کوفہ روانہ فرمایا۔ یہ دونوں کوفہ پہنچ کر مسجد میں داخل ہوئے۔

۲۰۸۸ (حضرت عبداللہ بن زیاد اسدی) کہتے ہیں کہ جب حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ بصرے کو چلے ہیں تو حضرت علیؓ نے عمار بن یاسرؓ اور حضرت حسنؓ (اپنے صاحبزادے) کو کوفہ روانہ کیا۔ (عبداللہ کہتے ہیں کہ) جب یہ ہمارے پاس کوفہ میں تشریف لائے تو دونوں ممبر پر چڑھے۔ حضرت حسنؓ اوپر تھے اور عمارؓ اُن سے نیچے کی (سیڑھی) پر تھے۔ ہم سب لوگ اُن کے پاس جمع ہوئے اور میں نے سنا کہ عمارؓ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ بصرے کو تشریف لے جاتی ہیں اور خدا کی قسم بیشک وہ تمہارے نبیؐ کی دنیا اور آخرت میں زوجہ مقدسہ ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ (اس وقت) تم کو آزما رہا ہے کہ تم لوگ ان کی (حضرت علیؓ) کی فرماں برداری کرتے ہو یا ان کی یعنی (حضرت عائشہؓ) کی۔ ترجمہ البخاری پارہ (۲۹) جلد (۳) فتنوں کا بیان صفحہ ۲۲۴)۔

۲۰۹۰۔ حضرت ابو وائلؓ کہتے ہیں کہ ابو موسیٰؓ اور ابو مسعودؓ۔ عمارؓ کے پاس گئے جب حضرت علیؓ نے اُن کو کوفہ میں لوگوں کے (لڑائی کے) واسطے جمع کرنے کو روانہ کیا ہے۔ تو اُن دونوں نے اُن سے کہا کہ جب سے تم مسلمان ہوئے ہو اُس وقت سے ہم نے تمہارا اس کام میں جلدی کرنے سے زیادہ بُرا کوئی کام نہیں دیکھا۔ عمارؓ نے کہا کہ جب سے تم دونوں مسلمان ہوئے ہو میں نے تمہارے اس کام (یعنی حضرت عائشہؓ) سے لڑائی میں دیر کرنے سے زیادہ بُرا کام نہیں دیکھا۔

۲۰۹۱۔ پھر ابو مسعودؓ نے جو ایک تونگر شخص تھے اپنے غلام سے کہا کہ اے غلام دو حلے لے آؤ۔ اور اس پر اُنہوں نے ان میں سے ایک ابو موسیٰؓ کو اور دوسرا عمارؓ کو پہنا دیا اور کہا کہ ان کو پہنے ہوئے جمعہ میں جاؤ۔ (حضرت شقیق بن سلمہؓ) (ترجمہ البخاری پارہ (۲۹) جلد (۳) فتنوں کا بیان صفحہ ۲۶۴ و ۲۶۵)

اہل کوفہ کو خبر ہوئی۔ سب سے اول مسروق بن اجدع مسجد میں آئے۔ اور دونوں صاحبوں کو سلام کیا۔ پھر حضرت ابو موسیٰؓ تشریف لائے۔ اور حضرت حسنؓ سے معانقہ کیا۔ اور حضرت عثمان بن یاسرؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے ابو یقظان تم نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی مخالفت کی۔ اُن کے مخالفین کے ساتھ ہوئے۔ اپنی ہمراہی گروہ فجار کے ساتھ جائز رکھی۔

حضرت عمارؓ نے جواب دیا۔ آپ کا خیال غلط ہے۔ نہ میں نے ایسا کیا نہ مجھ کو اُن سے کوئی ملال تھا۔

حضرت حسنؓ نے قطع کلام کر کے حضرت ابو موسیٰؓ سے کہا آپ نے لوگوں کو ہماری مدد کرنے سے کیوں باز رکھا۔ قسم خدا کی ہماری نیت بجز اصلاح اُمت و رفع فساد کے اور کچھ نہیں ہے۔ حضرت علیؓ سے بزرگ شخص کو اصلاح اُمت میں کسی کا ڈر نہیں۔

حضرت ابو موسیٰؓ نے جواب دیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن میں نے آنحضرتؐ سے حدیث سنی ہے۔ پھر حدیث فتنہ بیان کر کے کہا۔ خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا ہے۔ اور اُن کا خون و مال ایک دوسرے پر حرام کر دیا ہے۔

اس بات سے حضرت عمارؓ کو غصہ آگیا۔ اور وہ طیش میں آکر حضرت ابو موسیٰؓ کو گالی دے بیٹھے۔ اور کھڑے ہو کر کہا۔ اے لوگو آنحضرتؐ نے فقط اُنہیں سے فرمایا ہے کہ تم کو ایسے وقت گھر میں بیٹھنا بہتر ہے۔ (یعنی یہ ہی تو عالم ہیں اور اور سب جاہل ہیں)۔ اُن کی اس تمیزی پر کسی شخص نے اُن کو گالی دی اور کہا کل کے دن تم بلوائیوں کے ساتھ تھے۔ اور آج ہمارے امیر سے جہالت کر رہے ہو۔ آخر کو فی حضرات عمارؓ پر ٹوٹ پڑے لیکن حضرت ابو موسیٰؓ نے اُن کو بچا لیا۔

اسی اثنا میں زید بن صوحان اپنی جماعت کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ اُن کے ہاتھ میں دو خط اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے تھے۔ جن میں سے ایک اُن کے نام تھا۔ اور دوسرا اہل کوفہ کے نام مضمون اُن خطوں کا یہ تھا کہ تم لوگ اس زمانہ میں کسی کی مدد مت کرو۔ اپنے اپنے مکانوں میں بیٹھ رہو۔ یا ہماری مدد کرو۔ ہم خون حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے آئے ہیں۔" زید بن صوحان نے لوگوں کو دونوں خط سنا کر کہا کہ اُم المومنینؓ کے لئے خدا کا حکم تو یہ ہے کہ وہ گھر میں سکونت پذیر رہیں۔ اور ہم کو یہ حکم ہے کہ جہاد کر کے فتنہ رفع کریں۔ مگر اُم المومنینؓ اس کے برخلاف خود لڑائی کو نکلیں۔ اور ہم کو گھر میں بیٹھ رہنے کا حکم دیا ہے۔

زید بن صوحان کی یہ زبان درازی دیکھ کر شبث بن ربعی یہ بول اُٹھے۔ اے عثمانی تو نے جلولا میں چوری کی جس کی وجہ سے تیرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر اپنی حرکات بیجا سے باز نہیں آتا۔ اور اب اُم المومنینؓ سے نافرمان ہو کر لوگوں کو اُن سے پھیر رہا ہے۔

حضرت ابو موسیٰؓ نے جب دیکھا کہ باتوں باتوں میں لڑائی ہوئی جاتی ہے تو اُٹھ کر فرمایا:۔

"ایھا الناس۔ میری بات سنو۔ میری اطاعت کرو۔ عرب کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ بن جاؤ کہ مظلوم دوڑ کر بیدہ بھاگتا ہوا تمہارے پاس جگہ پائے۔ اور ڈرنے والا تمہاری پناہ میں آکر بے خوف ہو جائے۔ جب فتنہ گھیر لیتا ہے اُس وقت حق و باطل میں تمیز نہیں رہتی۔ اور جب دفع ہو جاتا ہے تو پھر آنکھیں کھلتی ہیں۔ بیشک یہ فتنہ مثل مرض عام کے اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ جس کو چوبائی ہوا چاروں طرف لئے پھرتی ہے۔ اُس کے صدمہ سے مرد حلیم و مستقل مزاج حیران و مضطر ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں لازم ہے کہ اپنی تلواریں نیام میں کر لو اور آلات حرب توڑ پھوڑ کر خانہ نشینی اختیار کرو۔ قریش اگر خروج سے باز نہیں رہتے تو اُن کو چھوڑ دو۔ وہ اہل علم کا فراق گوارا کر کے دار ہجرت چھوڑ کر اُمراء و رؤسا کا ساتھ دیں تو تم اُن سے علیحدہ رہو۔ میری خیر خواہی قبول کرو اور

مجھ سے بدعہدی مت کرو۔ میرے مطیع بنے رہو گے تو تمہارا دین اور دنیا دونوں محفوظ رہے گی۔ اور جو اس فتنہ کی آگ کے قریب گیا وہ بدبخت ہوا۔

زید بن صوحان نے اپنا ہاتھ ہلا کر عبداللہ بن قیس سے کہا۔ دریائے قدرت جس وقت طغیانی پر ہو تو کیا تم اسے روک سکتے ہو۔ یا جس طرف سے وہ آیا ہے اُسی طرف پھیر دینے کی تم کو قدرت ہے۔ اگر تم کو اس پر قدرت ہے تو یہ ہنگامہ جو اس وقت طوفان عظیم کا حکم رکھتا ہے۔ تمہارے دفع کرنے سے رُک جائے گا۔ اگر تمہارے امکان سے باہر ہے تو حضرت علیؓ کی مدد کو چلو۔

پھر قعقاع بن عمرو نے کھڑے ہو کر اسی طرح کی گفتگو کی۔ اور حضرت علیؓ کی مدد کے لئے لوگوں کو اُبھارا۔

حضرت عمارؓ نے کہا۔ حضرت علیؓ نے تم لوگوں کو حق کے لئے بلایا ہے۔ چلو اور اُن کے ہمراہ ہو کر لڑو۔

حضرت حسنؓ نے بھی کہا کہ ہماری دعوت قبول کرو۔ اور ہماری اطاعت کرو۔ اور جس بلا میں تم اور ہم بھی مبتلا ہو گئے ہیں اُس میں ہماری مدد کرو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں ہم اگر مظلوم ہیں تو ہماری مدد کرو۔ اور اگر ظالم ہیں تو ہم سے حق لو۔ واللہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ نے سب سے پہلے میری بیعت کی۔ اور سب سے پہلے مجھ سے بیوفائی کی۔ لوگوں کے دلوں پر اس تقریر کا اثر ہو گیا۔ اور اُنہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ عدی بن حاتم اور حجر بن عدی نے اپنی قوم کو اُسی طرح تحریک کیا۔ چنانچہ حضرت حسنؓ کوفہ سے نو ہزار کی جمعیت لے کر روانہ ہوئے۔ چھ ہزار تو خشکی کے راستہ سے چلے اور تین ہزار براہ دریا۔

ایک روایت اس طرح ہے کہ بعد روانگی حضرت حسنؓ اور حضرت عمارہؓ حضرت علیؓ نے مالک اشتر نخعی کو بھی کوفہ بھیجدیا۔ یہ اُس وقت کوفہ میں داخل ہوئے۔ جب حضرت ابوموسیٰؓ مسجد میں لوگوں کو حضرت علیؓ کی مدد کرنے سے منع فرما رہے تھے۔ اور حضرت حسنؓ اور حضرت عمارہؓ اور اُن کے ساتھ دیگر لوگ حضرت ابوموسیٰؓ کی تردید اور بحث و مباحثہ میں مصروف رہے۔

اشتر جس قبیلہ پر سے ہو کر گذرتا اُس کو قصر کی طرف بلاتا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ ایک جماعت کثیر کے ساتھ قصر امارت تک پہنچا۔ حضرت ابوموسیٰؓ لوگوں کو خانہ نشینی کی ہدایت کر رہے تھے۔ اور حضرت حسنؓ کہتے جاتے تھے کہ تم عہدہ صوبہ داری سے الگ ہو جاؤ اور ہمارے ممبر کو چھوڑ دو۔ اور حضرت عمارؓ آپ کی تائید کرتے جاتے تھے۔ یہاں مسجد میں تو یہ بحث درپیش تھی۔ اور ہر اُشتر نے قصر امارت میں گھس کر حضرت ابوموسیٰؓ کے غلاموں کو پکڑ پکڑ کر نکالنا شروع کر دیا۔ وہ بھاگے ہوئے حضرت ابوموسیٰؓ کے پاس پہنچے اور کہا۔ اُشتر نے ہم کو نکال دیا۔ حضرت ابوموسیٰؓ یہ سن کر اپنے محل میں آئے۔ اشتر نے اُن کو دیکھتے ہی ایک ڈانٹ بتلائی۔ اور چلا کر کہا۔ تمہاری ماں مرجائے خدا تم کو یہاں سے نکالے۔

حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا۔ مجھ کو شام تک رہنے کی اجازت دو۔ اشتر نے کہا۔ خیر اس کا مضائقہ نہیں۔ مگر دن ہی کے اندر اپنا سامان و اسباب اس محل سے لے کر چلے جاؤ۔ خبردار رات نہ ہونے پائے۔

اشتر کے ہمراہی حضرت ابوموسیٰؓ کا اسباب لوٹنے لگے۔ مگر اشتر نے اُن کو منع کر دیا۔ اور کہا یہ ہمارے پڑوسی ہیں۔ اور ہمارے امن میں ہیں۔

جس وقت اہل کوفہ چلنے کو تیار ہوئے تو حضرت حسنؓ نے اُن سے کہا۔ ہم کل سویرے کوچ کریں گے جس کو ہمارے ساتھ خشکی کی راہ چلنا ہو وہ سواری سے اور جس کو براہ دریا جانا ہو وہ اُس راہ سے آئے۔

جب یہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس ذی وقار میں آئے تو آپ اُن کے استقبال کو سوار ہو کر گئے۔ اور اُن پر مرحبا کہا۔ اور یہ فرمایا۔ اے اہلِ کوفہ ہم نے تم کو اس غرض سے بلایا ہے کہ ہمارے ساتھ اپنے بھائیوں یعنی اہلِ بصرہ سے مقابل ہو۔ اگر وہ لوگ اپنی رائے سے رجوع کر لیں تو فبہا المراد۔ اور اگر وہ اپنے خیال پر اصرار کریں گے تو اُن کا علاج ہم نرمی سے کریں گے۔ تاکہ ہماری طرف سے ظلم کی ابتدا نہ ہو۔ اور ہم کسی کام کو جس میں ذرہ بھر فساد ہوگا بغیر اصلاح نہ چھوڑیں گے۔

اہلِ کوفہ نے تو ذی وقار میں حضرت علیؓ کے پاس قیام کیا اور عبدالقیس جن کی تعداد کئی ہزار تھی۔ بصرہ اور حضرت علیؓ کی قیام گاہ کے درمیان ٹھہرے ہوئے اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ [1]

گفتگو صلح

بعد ازاں حضرت علیؓ نے قعقاع بن عمروؓ کو جنہیں آنحضرت صلعم کی صحبت کا شرف حاصل ہوا تھا اہلِ بصرہ کی طرف حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے پاس سمجھانے اور اتفاق کرنے کو روانہ کیا کہ وہاں جا کر اُم المومنینؓ اور حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کا عندیہ معلوم کریں۔ اور جہاں تک ممکن ہو ان حضرات کو صلح و آشتی کی طرف مائل کریں۔

حضرت قعقاع بن عمروؓ بڑے زبان آور عقلمند۔ اور ذی اثر تھے۔ اُنہوں نے بصرہ میں پہنچ کر ندکور الصدر بزرگوں سے ملاقات کی۔

حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ اے مادر مہربان آپ کو کس چیز نے خروج پر آمادہ کیا ہے۔ اور آپ کی کیا خواہش ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میرا مدعا صرف مسلمانوں کی اصلاح اور اُن کو قرآن پر عامل بنانا ہے۔

حضرات زبیرؓ و طلحہؓ بھی وہیں موجود تھے۔ اُن سے بھی یہ ہی سوال کیا۔ اور اُن دونوں حضرات نے بھی وہی جواب دیا۔ جو اُم المومنینؓ نے دیا تھا۔ یہ سن کر حضرت قعقاع بن عمروؓ نے کہا۔ اگر آپ کا مقتدا، اصلاح اور عمل بالقرآن ہے تو یہ مقصد اس طرح پورا نہیں ہوگا۔ جس طرح آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان بزرگوں نے جواب دیا کہ قرآن حکیم میں قصاص کا حکم ہے۔ اگر قاتلانِ حضرت عثمانؓ قصاص سے بری کر دئے جائیں گے تو گویا عمل بالقرآن ترک کر دیا گیا۔ حضرت قعقاعؓ نے کہا قاتلان حضرت عثمانؓ میں سے چھ سو آدمیوں کو اہلِ بصرہ نے قتل کر ڈالا۔ جس سے چھ ہزار آدمیوں کو برافروختگی ہوئی۔ اور آپ کی جماعت سے الگ ہو گئے۔ آپ نے حرقوص بن زہیر کا تعاقب کیا۔ لیکن اُن چھ ہزار نے اُسے بچا لیا۔ اگر آپ ان لوگوں سے لڑیں گے تو بہت بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔ مغرور ربیعہ بھی آپ کی لڑائی پر اُن سے متفق ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں اصلاح کہاں رہیگی۔

اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ حضرت قعقاعؓ نے جواب دیا کہ اس مرض دشوار کا علاج تسکین اور تدبیر مناسب سے فتنہ فرو کرنا اور مصالحت سے کام لینا ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو عافیت حاصل ہو۔ اگر آپ سب صاحب باہم متفق رہیں تو یہ علامت خیر و برکت اور خدا کی رحمت ہے۔ اور گویا خوف حضرت عثمانؓ کا بدلہ مل گیا۔ اور اگر خدانخواستہ آپس میں اختلاف بڑھا اور حالتِ موجودہ پر اصرار کر کے اصلاح نہ کی گئی تو علامات شر و فساد کے اور آثار تباہی ملک و حکومت اسلامی سمجھنا چاہیئے۔ اے حضرات عافیت اختیار فرمایئے۔ چین و امن ہاتھ سے نہ دیجئے۔ آرام و اطمینان خدا کا عطیہ ہے۔ مسلمانوں میں خون ریزی ہوگی تو

---

[1] ابن اثیر و ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۳۰۷ تا ۳۱۵۔

قاتلان حضرت عثمانؓ قصاص سے بچے رہیں گے۔ اور اس طرح فتنہ کو ترقی ہوگی۔ حضرت علیؓ مجبورانہ طور پر مصلحتاً فوراً قصاص نہیں لے سکے کیونکہ اُن کو قصاص کی طاقت حاصل نہیں تھی۔ آپ کو تھوڑا انتظار کرنا چاہیئے تھا۔ پھر نہایت دل سوزی کے ساتھ حضرت قعقاعؓ نے کہا۔ اے بزرگو۔ اس وقت سب سے بڑی اصلاح یہ ہی ہے کہ آپس میں صلح کر لو تاکہ مسلمانوں کو امن و عافیت حاصل ہو۔ آپ حضرات مفاتیح خیر اور انجم ہدایت ہیں۔ آپ براہ خدا ہم لوگوں کو بلا میں نہ ڈالیں۔ ورنہ یاد رہے آپ بھی ابتلا میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور اُمت مسلمہ کو بڑا نقصان پہنچے گا۔

حضرت قعقاعؓ کی ان باتوں کا اُم المومنینؓ اور حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کے دلوں پر بہت بڑا اور اچھا اثر پڑا۔ اُنہوں نے فرمایا اگر حضرت علیؓ کے یہ ہی خیالات ہیں جو آپ نے بیان کئے۔ اور وہ قاتلان حضرت عثمانؓ سے قصاص لینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر لڑائی اور مخالفت کی کوئی وجہ نہیں باقی رہتی۔ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ اُن کو قاتلانِ حضرت عثمانؓ سے ہمدردی ہے۔ اور اسی لئے قاتلین حضرت عثمانؓ اُن کے لشکر میں شریک اور اُن کے زیر حمایت سب اہم کاموں میں دخیل ہیں۔

حضرت قعقاع بن عمروؓ نے کہا۔ میں نے جو کچھ کہا ہے یہ حضرت علیؓ کے خیالات کی ترجمانی ہے۔ ان حضرات نے فرمایا کہ پھر ہم کو بھی اُن سے کوئی مخالفت نہ ہوگی۔

اس گفتگو کے بعد حضرت قعقاعؓ بصرہ سے رخصت ہو کر حضرت علیؓ کے لشکر کی طرف چلے تو اُن کے ساتھ بصرہ کے بااثر لوگوں کا ایک وفد بھی ہو لیا۔ یہ لوگ اس لئے گئے کہ حضرت علیؓ اور اہل کوفہ کے خیالات معلوم کر آئیں کہ وہ حقیقتاً مصالحت پر آمادہ ہیں یا نہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے یہ افواہیں سنی تھیں کہ حضرت علیؓ کا ارادہ لڑائی کا اور عورتوں و بچوں کو غلام بنانے کا ہے۔ یہ خبریں عبداللہ بن سبا کی جماعت کے لوگوں نے جو حضرت علیؓ کے لشکر میں شریک تھے۔ بصرہ میں مشہور کرا دی تھیں۔

جب حضرت قعقاعؓ حضرت علیؓ کے پاس واپس آئے تو اُنہوں نے تمام کیفیت گوش گذار کر دی۔ حضرت علیؓ سُن کر بہت خوش ہوئے۔

پھر اہل بصرہ کے وفد نے کوفہ والوں سے جو حضرت علیؓ کے لشکر میں شریک تھے مل کر اُن کی رائے دریافت کی تو اُن کو صلح و آشتی پر مائل پایا۔ اُن سب نے صلح ہو جانے کو مناسب و بہتر بتایا۔ اب اہل بصرہ۔ کوفہ والوں کو اپنا ہم خیال پا کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کا بھی یہ ہی قصد معلوم ہوا۔ اس کے بعد اہل بصرہ نے واپس آ کر سب کو صلح و آشتی و مصالحت کے یقینی ہونے کی خوشخبری سنائی۔

صلح کی تمہید قایم ہو جانے کے بعد حضرت علیؓ نے تمام اہل لشکر کو جمع کر کے ایک فصیح و بلیغ اور پُر تاثیر تقریر فرمائی۔ اور فرمایا کہ کل کوچ ہوگا۔ لیکن بصرہ کی طرف ہمارا بڑھنا جنگ و پیکار کے لئے نہیں۔ بلکہ صلح و آشتی قایم کرنے اور آتش جنگ پر پانی ڈالنے کے لئے ہے۔ ساتھ ہی آپ نے یہ حکم دیا کہ جو لوگ حضرت عثمانؓ کے محاصرہ اور قتل میں کسی طرح شریک ہوئے ہیں اُن میں سے ایک بھی میرے ہمراہ نہ ہو۔ وہ لوگ میرے لشکر سے نکل جائیں۔ مجھ کو اُن کی شرکت واعانت کی ضرورت نہیں ہے۔

منافقین کی سازش

یہ تقریر سنکر اہل مصر اور عبداللہ بن سبا کو بڑی فکر دامن گیر ہوئی۔ حضرت علیؓ کے لشکر میں ان لوگوں کی تعداد دو ڈھائی ہزار کے قریب تھی۔ جن میں بعض بڑے بااثر اور چالاک بھی تھے اُن لوگوں کے سرداروں اور سمجھ داروں کو عبداللہ بن سبا نے الگ ایک خاص مجلس میں مدعو کیا۔ اس مجلس خاص

میں عبداللہ بن سبا (ابن السوداء) ابن ملجم۔ اشتر۔ اشتر کے خاص احباب علباء الہیثم سالم بن ثعلبہ۔ شریح بن اوفی۔ عدی بن حاتم وغیرہم جنہوں نے حضرت عثمانؓ پر خروج کیا تھا شریک ہوئے۔ (ابن اثیر نے یہ نہیں ظاہر کیا ہے کہ یہ جلسہ حضرت علیؓ کے لشکر میں ہوا یا آپ کی فوج سے نکل کر دوسری جگہ۔ مگر روضتہ الصفا میں تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ جس قدر بلوائی حضرت عثمانؓ کی شہادت میں شریک تھے۔ حضرت علیؓ کا حکم پاکر آپ کے لشکر سے نکل گئے۔ اور دوسری جگہ یہ جلسہ قایم کیا۔ راقم) وہ یعنی اہل مجلس آپس میں کہنے لگے کہ اب تک تو حضرات زبیرؓ و طلحہؓ ہی قصاص کے خواہاں تھے اب حضرت علیؓ بھی انہیں کے ہم خیال معلوم ہوتے ہیں۔ آج ہم کو جدا ہونے کا حکم مل چکا ہے۔ اگر آپس میں ان کی صلح ہوگئی تو متفق ہونے کے بعد یہ ہم سے ضرور قصاص لیں گے۔ اور مزا دیں گے۔ اشتر نے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ ہوں یا حضرت علیؓ ہمارے متعلق تو سب کی ایک ہی رائے ہے۔ اب جو یہ صلح کریں گے تو یقیناً ہمارے خون ہی پر صلح کریں گے۔ لہذا میرے نزدیک تو مناسب یہ ہے کہ حضرات طلحہؓ و زبیرؓ و علیؓ تینوں کو حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچا دیں۔ اس کے بعد خود بخود امن و سکون پیدا ہو جائے گا۔

ابن سبا نے جو اس مجلس کا پریسیڈنٹ بنا ہوا تھا۔ کہا کہ تم لوگوں کی تعداد بہت کم ہے (حضرت) علیؓ کے ہمراہ اس وقت بیس ہزار کا لشکر موجود ہے۔ اور حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے ہمراہ بھی تیس ہزار فوج سے کم نہیں ہے۔ اور ہر ایک ان میں کا شوق کارزار میں مست۔ حکم کا منتظر ہے کہ ذرا سا اشارہ پاتے ہی مثل نہنگ کے دریائے جنگ میں گھس پڑے۔ اس لئے ہمارا مقصد کا پورا ہونا سخت دشوار ہے۔

سالم بن ثعلبہ بولا کہ ہم کو صلح ہو جانے تک کہیں الگ دور چلے جانا چاہیئے۔ شریح نے بھی اسی رائے سے اتفاق کیا۔ لیکن عبداللہ بن سبا نے کہا یہ رائے بھی کمزور اور غیر مفید ہے۔ اس کے بعد ہر شخص اپنی اپنی رائے بیان کرتا رہا۔ لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ آخر سب نے عبداللہ بن سبا سے کہا کہ وہ اپنی رائے ظاہر کرے۔ ممکن ہے سب اس پر متفق ہو جائیں۔

عبداللہ بن سبا نے کہا۔ بھائیو۔ ہمیں چاہیئے کہ سب کے سب (حضرت) علیؓ کے لشکر میں ملے جلے رہیں۔ اور اس سے جدا نہ ہوں۔ بالفرض وہ ہم کو نکال بھی دیں تو ہم ان کے لشکر کے قریب ہی رہیں۔ زیادہ تر صلح پر رہیں اور عذر یہ کریں کہ ہم اس واسطے آپ سے قریب رہنا چاہتے ہیں کہ اگر صلح نہ ہوا اور لڑائی چھڑ جائے تو ہم بروقت شریک جنگ ہو کر آپ کی مدد کر سکیں۔ اس لئے شریک لشکر یا قریب لشکر رہ کر ہم کو کوشش کرنی چاہیئے کہ جب جانبین کے دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہوں تو کسی صورت سے لڑائی چھڑ جائے اور صلح نہ ہونے پائے۔ اور یہ کام کچھ مشکل نہیں ہے۔ جس وقت فریقین آپس میں لڑ پڑے تو ہمارے لئے خطرہ کا کوئی موقع باقی نہیں رہے گا۔

عبداللہ بن سبا کی اس رائے کو سب نے پسند کیا۔

دونوں لشکروں کا اپنے اپنے مقامات سے آگے بڑھ کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں قیام۔

صبح ہوتے ہی حضرت علیؓ نے ذی قار سے کوچ کر دیا۔ بلوائیوں کا لشکر جو مدینہ سے آپ کے ساتھ تھا۔ شریک لشکر رہا۔ ان کا ایک حصہ تو الگ ہو کر لشکر کے قریب قریب رہا۔ اور ایک حصہ لشکر میں ملا جلا رہا۔ راستہ میں بکر بن وائل اور عبدالقیس کے قبایل (جو حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے لشکر سے شکست پاکر بھاگے ہوئے تھے) حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

بصرہ کے قریب پہنچ کر مقام قصر عبیداللہ کے میدان میں حضرت علیؓ خیمہ زن ہوئے۔

حضرت ام المومنینؓ اور حضرات زبیرؓ و طلحہؓ نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ آکر اسی میدان میں فرودگش ہوئے۔

تین روز تک دونوں لشکر[1] ایک دوسرے کے مقابل خاموش پڑے رہے۔ اس عرصہ میں حضرت زبیرؓ کے بعض ہمراہیوں نے کہا کہ ہم کو لڑائی شروع کر دینی چاہیئے۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ (حضرت) قعقاع بن عمروؓ کی معرفت صلح کی گفتگو ہو رہی ہے۔ ہم کو اس کے نتیجہ کا انتظار کرنا چاہیئے۔ صلح کی گفتگو کے دوران میں حملہ آوری کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔

حضرت علیؓ سے بھی اُن کے بعض لشکریوں نے جنگ کے شروع کرنے کا تقاضہ کیا۔ تو آپ نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر حضرت علیؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ اگر کل لڑائی ہو گئی تو فریقین کے مقتولوں کا کیا حال ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ہم میں اور اُن میں کوئی مقتول نہیں ہوگا۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو دونوں طرف کے مقتولین جنت میں ہوں گے۔

حضرت علیؓ کی حضرت طلحہؓ سے باتیں۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے حکم بن سلام اور مالک بن حبیب کو حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے پاس پیغام دیکر بھیجا کہ اگر آپ حضرات اس اقرار پر جس کی قعقاع بن عمروؓ نے اطلاع دی ہے۔ قایم ہیں تو لڑائی سے رُکے رہیں۔ جب تک کوئی بات طے نہ ہو جائے۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے کہلا بھیجا کہ آپ مطمئن رہیں۔ ہم اپنے اقرار پر قایم ہیں۔

اس کے بعد قصر عبید اللہ بن زیاد کے میدان میں دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل صفیں جما کر ٹھہرے۔ تو حضرت زبیرؓ صف سے نکلے۔ آپ مسلح ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ آپ کو دیکھ کر لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ حضرت زبیرؓ اس طرف آتے ہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ یہ ایسے شخص ہیں کہ ان پر خوفِ خدا دلانے کا اثر ہوگا۔

حضرت زبیرؓ کے بعد حضرت طلحہؓ بھی میدان میں آئے۔

ادھر سے حضرت علیؓ بھی اُن کی طرف نکلے اور اس قدر ان دونوں صاحبوں سے قریب ہوئے کہ گھوڑوں کے منہ آپس میں مل گئے۔

حضرت علیؓ نے اول حضرت طلحہؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ نے میرے خلاف اور میری دشمنی کے لئے یہ لشکر فراہم کیا اور میرے مقابلہ پر آئے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ نے اس عداوت کی کوئی وجہ ٹھہرائی ہے۔ اور کیا آپ اس کام کو جایز ثابت کر سکتے ہیں۔ کیا میں آپ کا دینی بھائی نہیں ہوں۔ کیا آپ پر میرا خون حرام نہیں ہے۔

حضرت طلحہؓ نے جواب میں فرمایا:۔

کیا آپ نے حضرت عثمانؓ کے قتل میں سازش نہیں کی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ بیتا ہے۔ اور وہ قاتلین حضرت عثمانؓ پر لعنت بھیجے گا۔ اور کیا آپ نے میری بیعت نہیں کی تھی۔

حضرت طلحہؓ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے بیعت کی تھی۔ لیکن میری گردن پر تلوار تھی۔ یعنی مجبوراً میں نے بیعت کی تھی۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ میں گفتگو

پھر حضرت علیؓ۔ حضرت زبیرؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اُن سے کہا۔ اے حضرت زبیرؓ آپ کو کس امر نے خروج پر آمادہ کیا۔

---

[1] حضرت زبیرؓ نے اس منظر کو دیکھا تو فرمایا۔ آہ۔ مسلمان جب آپس میں صف آرا ہو کر تلوار میں پہاڑ بن گئے تو خود بخود کر چور چور ہو جانا چاہتے ہیں۔ (سیرت حضرت عائشہ صدیقہؓ صفحہ ۴۸۷)۔

حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ آپ اس کے باعث ہوئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیا آپ حضرت عثمانؓ کے بعد مجھے خلافت کا مستحق نہیں سمجھتے۔ حالانکہ میں تو آپ کو اپنا عزیز اور عبدالمطلب کی اولاد میں شمار کرتا ہوں۔

پھر حضرت علیؓ نے کہا کہ اے (حضرت) زبیرؓ کیا آپ آنحضرت صلعم کا وہ فرمانا بھول گئے۔ جب میں ایک دن حضور صلعم کے ہمراہ بنی غنم میں ہو کر گذرا تو آنحضرت صلعم نے میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ میں بھی حضور صلعم کو دیکھ کر ہنسنے لگا۔ تو آپ نے کہا تھا کہ ابن ابی طالب اپنا تکبر ترک نہ کریں گے۔ آپ کے قول پر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ (حضرت) علیؓ متکبر نہیں۔ البتہ تم (حضرت) علیؓ سے لڑو گے۔ اور بے انصافی و ظلم کے ساتھ پیش آؤ گے۔

یہ سنکر حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ ہاں۔ خوب یاد دلایا۔ بیشک حضور اکرم صلعم نے یہ فرمایا تھا۔ اگر آپ میری مدینہ سے روانگی سے قبل اور خروج سے پہلے یہ واقعہ مجھ کو یاد دلا دیتے تو میں ہرگز ادھر نہ آتا۔ اب بھی خدا کی قسم میں آپ سے ہرگز نہیں لڑوں گا۔ بعد اس گفتگو کے حضرت علیؓ اپنے لشکر میں واپس آئے اور اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ حضرت زبیرؓ نے قسم کھالی ہے کہ وہ تم سے نہیں لڑیں گے۔

حضرت زبیرؓ بھی واپس تشریف لے گئے۔ اور حضرت ام المومنینؓ سے جا کر کہا کہ آج مجھ کو (حضرت) علیؓ نے ایک ایسی بات یاد دلائی ہے کہ میں کسی حالت میں لڑنا پسند نہ کروں گا۔ میرا ارادہ ہے کہ سب کو چھوڑ کر واپس چلا جاؤں۔

حضرت زبیرؓ کی اپنے صاحبزادے کے غلط خیال کی اصلاح۔

حضرت ام المومنینؓ نے حضرت زبیرؓ کی بات کا ابھی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے والد بزرگوار حضرت زبیرؓ سے کہنے لگے کہ آپ نے جب دونوں فریق میدان میں جمع کر دیئے اور ایک کو دوسرے کی عداوت پر اُبھار دیا تو اب چھوڑ کر جانے کا قصد فرماتے ہیں۔ مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو موت کے خوف نے کچا کر دیا ہے اور آپ کے دل میں بزدلی پیدا ہو گئی ہے۔

یہ سنکر حضرت زبیرؓ اُسی وقت اُٹھے اور ہتیار لگا کر تنہا حضرت علیؓ کے لشکر کی طرف گئے۔ اور اُن کی تمام فوج کے اندر داخل ہو کر اور ہر طرف پھر کر واپس آئے۔

ایک حدیث[1]

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا۔ کسی قوم کا بھانجا انہیں میں سے ہے۔ (ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم صفحہ ۱۵۰)۔

[2] بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کو باہم ہنستے بولتے دیکھ کر پوچھا کہ (حضرت) علیؓ کیا تمہیں (حضرت) زبیرؓ سے محبت ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ بھلا میں (حضرت) زبیرؓ کو کیوں نہ چاہوں گا۔ وہ میرے پھوپھی زاد بھائی اور میرے ہم مذہب ہیں۔

پھر رحمتہ اللعالمین صلعم۔ حضرت زبیرؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور استفسار فرمایا کہ (حضرت) زبیرؓ کیا تم (حضرت) علیؓ کو دوست رکھتے ہو۔ حضرت زبیرؓ بولے کہ ہاں۔ یہ میرے ماموں زاد بھائی اور میرے مذہب کے پیرو ہیں۔ پھر مجھے اُن سے محبت کیوں نہ ہو گی۔

دونوں کا جواب سماعت فرما کر حضور صلعم نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ (حضرت) زبیرؓ ایک روز ایسا آنیوالا ہے کہ تم (حضرت) علیؓ سے بیدادل و قتال کرو گے۔ (شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۳۶۶ بحوالہ سیر الصحابہؓ صفحہ ۲۴۵)۔ ومستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ

حضرت علیؓ نے اُن کو مسلح آتے ہوئے دیکھ کر پہلے ہی اپنے آدمیوں کو حکم دے دیا تھا کہ خبردار کوئی شخص حضرت زبیرؓ سے معترض نہ ہو۔ اور اُن کا مقابلہ نہ کرے۔ چنانچہ کسی شخص نے آپ کی شان میں گستاخی نہیں کی۔

حضرت زبیرؓ نے واپس جاکر اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ اگر میں موت سے ڈرتا تو تنہا (حضرت علیؓ کے لشکر میں اس طرح نہ جاتا۔ بات یہ ہے کہ میں نے (حضرت) علیؓ کے سامنے قسم کھائی ہے کہ تمہارا مقابلہ نہ کروں گا۔ اور تم سے نہ لڑوں گا۔

حضرت زبیرؓ کو حضرت عمار بن یاسرؓ کے قتل کا خوف۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عرض کیا کہ آپ قسم کے کفارے میں اپنے ایک کھول غلام کو آزاد کر دیجئے۔ اور مقابلہ میں نکلئے۔

حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ میں نے (حضرت) علیؓ کے لشکر میں عمار بن یاسرؓ کو دیکھا ہے۔ حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ (حضرت) عمارؓ کو گروہ باغی قتل کرے گا۔ حضرت زبیرؓ ڈرے کہ مبادا اس جنگ میں حضرت عمارؓ آپ ہی کے ہاتھ سے قتل ہو جائیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت عمارؓ کے متعلق یہ حدیث ہے کہ دنیائے اسلام میں سب سے پہلے مسجد قبا تعمیر ہوئی۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ہر صحابیؓ ایک ایک اینٹ اُٹھاتا تھا۔ اور عمار بن یاسرؓ دو دو اینٹیں اُٹھاتے تھے۔ کہ ناگاہ نظر آنحضرت صلعم کی اُن پر پڑی آپ نے فرمایا۔

ویح عمار یقتله الفئة الباغیة یدعوهم الی الجنة ویدعونه الی النار ۱؎

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں (حضرت) عمارؓ خندق کھود رہے تھے۔ حضور اکرم صلعم اُن کے سر سے غبار صاف کرنے لگے۔ اور فرمایا۔ آہ۔ (حضرت) عمارؓ پر بھی عجیب مصیبت آئے گی۔ اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ حضرت عمارؓ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ ۱؎

حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کے لشکروں کی تعداد۔

اُم المومنین حضرت عائشہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کا لشکر تیس ہزار کا تھا جس میں جملہ اہل یمن کے علاوہ (۱) ربابہ معہ اپنے قبایل۔ عدی۔ تیم۔ ثور۔ اور عکل کے (۲) مُضر اور اُن کے قبیلے یہ سرداری منجاب بن راشد۔ (۳) بنو عمر (۴) بنو تمیم بسرگروہی ابوالجراباد (۵) بنو حنظلہ بہ سرداری ہلال بن وکیع (۶) ازد بسیعت صبرہ بن شیمان (۷) سلیم بمتابعت مجاشع بن مسعود سلمی (۸) بنی عامر عطفان بہ امارت زفر بن حارث (۹) بکر بہ حکومت مالک بن مسمع (۱۰) بنی ناجیہ بہ سرکردگی خریت بن راشد (۱۱) یمن کے حاکم ذوالاجبرۃ حمیری تھے۔

حضرت علیؓ کے لشکر کی تعداد بیس ہزار تھی۔ دونوں لشکروں میں ایسے قبایل بھی تھے جن میں بعضے ادھر بعضے اُدھر تھے۔ لہذا مُضر کے مقابلے پر مُضر اور ربیعہ کے سامنے ربیعہ اُترے۔

طرفین میں شرایط صلح پر اتفاق۔

فریقین کے آدمی ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف ملتے تھے۔ اور سوائے حرف صلح کے دوسری بات کسی کی زبان پر نہ تھی۔

حکیم اور مالک جو قبل اس کے حضرت علیؓ کے لشکر سے حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ

۱؎ المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۹۱۔

کے پاس گئے تھے۔ وہ بھی یہ ہی خبر لے کر آئے کہ ہم لوگ بھی اُسی عہد و قرار پر ہیں جس پر حضرت قعقاعؓ ہم سے رخصت ہو کر گئے ہیں۔

خود حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ باہم مل چکے تھے۔ اور صلح و امن کے برقرار رکھنے پر تینوں اصحابؓ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تھے۔ غرض کہ جنگ و پیکار کے خیالات اور ارادے طرفین کے سرداروں نے بتدریج اپنے دلوں سے نکال ڈالے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی خدمت میں اور حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ کی طرف سے محمد بن حضرت طلحہؓ حضرت علیؓ کی خدمت میں آئے اور صلح کے تمام شرائط تیسرے دن شام کے وقت طے اور مکمل ہو گئے۔ نیز یہ بات قرار پائی کہ کل صبح صلح نامہ لکھا جائے۔ اور اُس پر فریقین کے دستخط ہو جائیں۔

یہ حضرات دونوں طرف سے خوشی خوشی اپنے اپنے لشکروں میں واپس آئے۔ اور اپنے اپنے سرداروں اور رؤساء قبایل کو بلا کر صلح ہو جانے کی اطلاع دے دی۔ سب اس بات پر خوش تھے کہ صبح صلحنامہ پر دستخط ہو جائیں گے۔

منافقین کی شرارت سے فوجوں میں تصادم

ان تین دنوں کے عرصہ میں عبداللہ بن سبا کی جماعت اور بلوائیوں کے گروہ کو جو حضرت علیؓ کے لشکر میں پڑے ہوئے تھے کوئی موقع اپنی شرارت آمیز ارادوں کے پورا کرنے کا نہیں ملا۔ اب جب کہ اُن کو یہ معلوم ہوا کہ صبح کو صلح نامہ لکھا جائے گا تو بہت فکرمند ہوئے اور رات بھر مشورے کرتے رہے آخر سپیدۂ صبح کے نمودار ہونے کے قریب اُنہوں نے حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے لشکر یعنی اہلِ جمل پر حملہ کر دیا جس حصۂ فوج پر حملہ ہوا اُس نے بھی بلا تامل ہتیاروں کا استعمال شروع کیا۔ جب ایک طرف لڑائی شروع ہو گئی تو فوراً ہر طرف کی فوجیں لڑائی پر مستعد ہو کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئیں۔

لڑائی کا شور سنکر حضرات زبیرؓ و طلحہؓ اپنے خیموں سے نکلے اور شور و غل کا سبب دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کی فوج نے اچانک حملہ کر دیا ہے۔

حضرات زبیرؓ و طلحہؓ فرمانے لگے افسوس (حضرت) علیؓ بغیر کشت و خون کئے باز نہ آئیں گے۔

اُدھر شور و غل کی آواز سنکر حضرت علیؓ اپنے خیمہ سے نکلے اور شور و غل کی وجہ پوچھی تو وہاں پہلے ہی سے عبداللہ بن سبا نے اپنے چند آدمیوں کو لگا رکھا تھا۔ اُنہوں نے فوراً جواب دیا کہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ نے اچانک بے خبری میں ہمارے لشکر پر حملہ کر دیا ہے۔ اور مجبوراً ہمارے آدمی بھی مدافعانہ لڑ رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ افسوس (حضرات) زبیرؓ و طلحہؓ بغیر خون ریزی کے باز نہ آئیں گے۔ یہ فرما کر اپنی فوج کے حصوں کو احکام بھیجنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کرنے لگے۔ غرض بڑی زور و شور کی لڑائی شروع ہو گئی۔ فریقین کے سپہ سالاروں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو مجرم سمجھا۔ اور اصل حقیقت سے دونوں بے خبر اور ناواقف رہے۔

تاہم فریقین کے لشکر میں لڑائی شروع ہونے کے بعد ہی ایک قسم کی منادی ہوئی کہ اس معرکہ میں کوئی شخص بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرے کسی زخمی پر حملہ نہ کرے۔ اور نہ کسی کا مال و اسباب چھینے۔

یہ منادی حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کی طرف سے بھی ہوئی۔ اور حضرت علیؓ کی طرف سے بھی جو اس امر کی دلیل

ہے کہ دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت و دشمنی نہ تھی۔ بلکہ دونوں فریق اس لڑائی کو بہت ہی گراں اور ناگوار محسوس کر رہے تھے۔ اور مجبوراً میدان میں موجود تھے۔ عبداللہ بن سبا کی جماعت نے اب خوب آزادانہ میدان جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھانے شروع کر دیئے۔ اور حضرت علیؓ کے اردگرد رہ کر اپنی جانفشانی کے نظارے اُن کو دکھائے۔ [1]

لڑائی شروع ہو جانے پر کعب بن سور حضرت اُم المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ لوگوں نے لڑائی شروع کر دی ہے۔ آپ موقع پر تشریف لے چلئے۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے مصالحت کرا دے۔ غرض آپ کے اونٹ پر عماری رکھی گئی اور اُس پر زرہیں پہنائی گئیں اور ایسے موقع پر آپ کا اُونٹ کھڑا کیا گیا۔ جہاں سے لڑائی کا شور و غل بخوبی سنائی دیتا تھا۔ کیوں کہ اُس دن اُم المومنینؓ اونٹ پر سوار تھیں۔ اس لئے اس واقعہ کا نام یوم الجمل ہو گیا۔

توقع کے خلاف بجائے اس کے کہ لڑائی کم ہوتی اور رُکتی۔ حضرت اُم المومنینؓ کے اونٹ کو دیکھ کر لڑائی میں اور زیادہ شدت پیدا ہو گئی۔ لڑنے والوں نے سمجھا کہ حضرت اُم المومنینؓ بہ حیثیت سپہ سالار میدان جنگ میں ہم کو زیادہ بہادری کے ساتھ لڑنے کی ترغیب دے رہی ہیں۔ اُدھر سے حضرت علیؓ نے اہل جمل کی شدت اور چیرہ دستی دیکھ کر خود مسلح ہو کر حملہ آور ہونا اور اپنی فوج کو ترغیب جنگ دینا ضروری سمجھا۔

حضرت طلحہؓ کی شہادت

لڑائی کو شروع ہو کر تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ حضرت طلحہؓ کے پاؤں میں ایک تیر لگا اور تمام موزہ خون سے بھر گیا۔ (کہتے ہیں کہ جب زخم کو دبا دیتے تو خون بند ہو جاتا اور جب چھوڑتے جاری ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا رہنے دو۔ یہ خدا کا تیر ہے۔ یہ زخم جان لینے والا ہے۔ عقد الفرید) اور یہ آواز بلند پکارتے تھے اے اللہ کے بندو لڑائی سے باز رہو اور میری طرف لوٹ آؤ۔ [2]

تیر کا زخم نہایت اذیت رساں تھا۔ اور خون کسی طرح رُکتا نہ تھا۔ حضرت طلحہؓ کی یہ حالت حضرت قعقاع بن عمروؓ نے دیکھی۔ (جو حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل تھے) اور فرمایا۔ اے ابو محمد آپ کا زخم بہت خطرناک ہے آپ فوراً بصرہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ حضرت طلحہؓ بصرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کا غلام آپ کے ہمراہ تھا۔ بصرہ میں داخل ہوتے ہی آپ زخم سے بیہوش ہو گئے۔ اور وہاں پہنچنے کے بعد ہی انتقال کر گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اور وہیں مدفون ہوئے۔

مروان بن الحکم اس لڑائی میں حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کی طرف سے شامل تھا۔ جب لڑائی شروع ہو گئی تو حضرت طلحہؓ نے ارادہ کیا کہ میں بھی حضرت علیؓ کا مقابلہ نہ کروں گا۔ اسی خیال میں آپ لشکر سے الگ ہو کر کھڑے ہوئے۔ حضرت علیؓ کی باتوں پر غور فرما رہے تھے۔ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کی گفتگو اور حضرت عمار بن یاسرؓ والی پیش گوئی کو یاد کر کے اس لڑائی سے بالکل جدا اور غیر جانبدار ہونا چاہتے تھے کہ اسی حالت میں مروان بن الحکم نے اُن کو دیکھا اور سمجھ گیا کہ یہ لڑائی میں کچھ حصہ نہیں لینا چاہتے اور یہاں سے نکل کر چلا جانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے غلام کو اشارہ کیا جس نے مروان کے چہرے پر چادر ڈال دی۔ تاکہ کوئی اُسے شناخت نہ کرے پھر مروان نے ایک زہر آلود تیر کمان میں جوڑ کر حضرت طلحہؓ کو نشانہ بنایا۔ [3]

---

[1] ابن اثیر و ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۳۱۵ تا ۳۲۴ و شمس التواریخ صفحہ ۹۶۱ تا ۹۸۴ و تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۷۴ تا ۴۸۱

[2] شمس التواریخ صفحہ ۹۸۵ [3] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۸۰ و ۴۸۲ و ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۳۲۴

تاریخ مسعودی میں ہے کہ جب حضرت زبیرؓ لڑائی سے نکل گئے تو مروان نے دل میں کہا حضرت زبیرؓ چلے گئے اور حضرت طلحہؓ بھی جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ان کو بھی ٹھنڈا کر دوں۔ یہ خیال کر کے اس نے آپ کی رگِ ہفت اندام پر ایک تیر مارا۔

ابن اثیر میں ہے کہ حضرت طلحہؓ حالت زخم میں فرماتے تھے۔ افسوس مجھ سے زیادہ اپنے خون کو ضائع کرنے والا کوئی بوڑھا شخص نہ ہوگا۔ آپ اسی جگہ مدفون ہوئے آپ کے پاؤں میں مروان نے تیر مارا۔ بعضے کہتے ہیں دوسرے شخص کے تیر سے آپ شہید ہوئے۔ [1]

ازالۃ الخلفا میں ہے کہ حضرت طلحہؓ نے اپنے اخیر وقت میں تو ابن بجرۃ کے ہاتھ پر جو اس وقت پہنچ گیا تھا۔ حضرت علیؓ کی بیعت کر لی تھی۔ آپ کے انتقال کے بعد تو رسے نے حضرت علیؓ کو آپ کی بیعت کے واقع سے مطلع کیا تو حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ کے لئے دعا کی اور ان کی بہت تعریف فرماتے اور افسوس کرتے رہے۔ بعض کا بیان ہے کہ حضرت طلحہؓ نے حضرت علیؓ کے غلام کے ہاتھ پر جو اتفاقاً وہاں آگیا تھا۔ یا حضرت قعقاعؓ کے ہاتھ پر جو وہاں آگئے تھے۔ حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی۔ [2]

وقت شہادت حضرت طلحہؓ کی عمر ترسٹھ سال اور بقول بعض چونسٹھ سال کی تھی۔

---

[1] حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ سابقون الاولین صحابہؓ اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ اور آپ نے اسلام قبول فرمایا تو نوفل بن خویلد نے پکڑ لیا۔ اور ایک چارسی میں باندھ دیا۔ اسی لئے آپ دونوں قرینین (ساتھی) کہلائے۔ جنگ اُحد میں آپ نے بڑے عزم اور بہادری کا ثبوت پیش کیا۔ اور سرکار دو عالم صلعم کی حفاظت اور بچاؤ میں آپ نے کاری زخم کھائے۔ اور آپ کا ایک ہاتھ زخموں کی وجہ سے ناکارہ ہوگیا۔ حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ آپ کی شجاعت اور جان نثاری پر میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے سنا کہ (حضرت) طلحہؓ نے (اپنے لئے جنت کو) واجب کر لیا۔ آپ تمام غزوات میں پامردی کے ساتھ شریک رہے۔ آپ کی تجارت عروج پر تھی۔ اور آپ خدا کی راہ میں اپنے مال اور دولت کو برابر خرچ کرتے رہتے تھے۔ آپ بہت سخی شریف اور نیکی کی زندگی بسر فرماتے تھے۔ آپ نے بوقت وفات جو مال و جائداد اور نقد چھوڑا اس کا مجموعہ تین کروڑ درہم تھا۔ آپ دس جمادی الآخر ۳۶ھ پنجشنبہ کے دن ۶۴ سال کی عمر میں بروز جنگ جمل مروان بن حکم کے تیر سے زخمی ہو کر شہید ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ کی شہادت کا سخت صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا کہ میں اور طلحہؓ ان لوگوں میں ہوں گے جن کو اللہ نے کہا کہ ہم ان کے دلوں سے کدورت نکال لیں گے جس سے وہ بھائی بھائی ہو کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔"

آپ گندم گوں، بسیار مو تھے۔ ناک باریک اور خوبصورت تھی۔ بہت تیز تیز چلتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تین صاحبزادیوں میں بڑی حضرت زبیرؓ کو منجھلی سرکار دو عالم صلعم کو اور چھوٹی آپ کو منسوب تھیں اس طرح یہ تینوں بزرگ حضرت صدیق اکبرؓ کے داماد اور آپس میں ایک دوسرے کے ساڑھو تھے۔ غرض صحابہ کرامؓ میں آپ کا بڑا درجہ تھا۔

حضرت طلحہؓ کی صاحبزادی اُم اسحاق حضرت حسنؓ کی بیوی تھیں جن کی وفات کے بعد حضرت حسینؓ نے حسب وصیت حضرت حسنؓ آپ سے نکاح کر لیا تھا چنانچہ فاطمہؓ بنت حضرت حسینؓ آپ کے ہی بطن سے تھیں۔ (آغانی جلد (۱۸) و کتاب المعارف ابنا طلحہؓ بن عبید اللہ بحوالہ مترجمہ سیرت شہید کربلا حصہ دوم صفحہ ۱۶۲ تالیف علی جلال حسینی مصری و ترجمہ طبقات ابن سعد حصہ دوم جزو خامس صفحہ ۱۳۲۔

---

[1] ابن اثیر و شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۹۸۶ [2] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۲۸۲۔

حضرت زبیرؓ پر حضرت عمارؓ کا حملہ اور آپ کا حضرت عمارؓ کے قتل کرنے سے گریز۔

جب لڑائی شروع ہوگئی تو حضرت زبیرؓ بن العوام جو پہلے ہی سے ارادہ فرما چکے تھے کہ حضرت علیؓ سے نہ لڑیں گے۔ میدان جنگ سے جدا ہوگئے۔

حضرت عمارؓ نے اُن کو دیکھ لیا۔ اور اُن پر نیزے سے حملہ کیا۔ بار بار وہ آپ پر نیزہ چلاتے تھے۔ مگر حضرت زبیرؓ اُن کے حملہ کو روکتے اور خود اُن پر وار نہ کرتے تھے۔

حضرت عمارؓ کہتے جاتے تھے کہ کیا آپ مجھے قتل کر ڈالیں گے حضرت زبیرؓ جواباً فرماتے تھے نہیں میں آپ کو قتل نہیں کروں گا۔

حضرت زبیرؓ اگر چاہتے تو حضرت عمارؓ کو قتل کر ڈالتے لیکن آپ کو آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا یاد تھا کہ "اے عمارؓ تم کو گروہ باغی قتل کرے گا"۔ اس واسطے آپ اُن کے واروں کو صرف روکتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمارؓ تھک کر رہ گئے۔ اور حضرت زبیرؓ نکل کر روانہ ہوگئے۔ [1]

غلط فہمیاں اور رفتار جنگ

کیونکہ لڑائی کے شروع ہی میں حضرات زبیرؓ و طلحہؓ میدان جنگ سے جدا ہوگئے تھے۔ اس لئے قبائل کے افسر اور چھوٹے چھوٹے سردار بھی اپنی اپنی جمعیتوں کو لئے ہوئے حضرت عائشہؓ کی طرف سے مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔

حضرت عائشہؓ اس کوشش میں مصروف تھیں کہ کسی طرح لڑائی رُکے اور صلح کی صورت پیدا ہو۔ اور اہل جمل کی طرف فوج کو لڑانے والا کوئی ایک سردار نہ تھا۔ لڑنے والوں کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ ہم لڑائی میں جو کوشش کر رہے ہیں یہ حضرت اُم المومنینؓ کے منشاء اصلی کے مطابق ہے۔ یا نہیں۔ اور اُن کا تمام لشکر حضرت علیؓ کی نسبت خیال رکھتا تھا کہ اُنہوں نے صلح کی گفتگو کے بعد ہم کو دھوکا دے کر اچانک ہم پر حملہ کر دیا۔ اس حالت میں حضرت اُم المومنینؓ اپنے لشکر کو لڑنے سے روک بھی نہیں سکتی تھیں۔ اہل بصرہ کو یقین ہوگیا تھا کہ جو خبریں ہم نے حضرت علیؓ کی نسبت سنی تھیں کہ وہ اہل بصرہ کو قتل اور اُن کے بیوی بچوں کو غلام بنالیں گے۔ وہ صحیح تھیں۔ غرض دس ہزار سے زیادہ مسلمان دونوں طرف سے مقتول ہوئے۔ اور آخر تک اصل حقیقت کسی کو نہیں معلوم ہوئی کہ لڑائی کس طرح ہوئی۔ ہر شخص فریق مخالف کو خطاکار سمجھتا رہا۔ حضرت علیؓ خود اپنی فوج کی سپہ سالاری فرما رہے تھے۔

---

[1] صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو سعیدؓ نے کہا کہ ہم مسجد تعمیر کرنے کے لئے ایک ایک اینٹ اُٹھا کر لے جاتے تھے۔ اور حضرت عمارؓ دو دو اینٹیں لے جا رہے تھے۔ رسول اللہ صلعم جو حضرت عمارؓ کی طرف سے گذرے تو آپ نے سر سے غبار جھاڑ کر فرمایا۔ ؎ (حضرت) عمارؓ کو ایک باغی گروہ قتل کر ڈالے گا۔ یہ اُن کو خدا کی طرف بلائے گا۔ اور وہ اُس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ (ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۱۳)۔

حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو جب یہ حدیث لوگوں نے سنائی تو اُنہوں نے جواب دیا کہ حضرت علیؓ میرے مقابلہ پر اُن کو اپنے ہمراہ لائے تھے۔ اس لئے اُن کے قتل ہو جانے کے ذمہ دار وہ ہی ہیں۔

---

[1] ابن اثیر و تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۸۲ و شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۹۸۴ و ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۳۲۴۔

لہٰذا اُن کے سخت حملوں کی وجہ سے اہلِ جمل کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور حضرت عائشہؓ کا اُونٹ حضرت علیؓ کی حملہ آور فوج کی زد میں آگیا۔ اس وجہ سے اصحابِ جمل جو منہزم ہو رہے تھے لوٹے اور اُم المومنینؓ کے اونٹ کو اپنے حلقہ میں لے لیا۔ لڑائی پھر نہایت تیزی سے شروع ہوگئی جس تیزی سے اس سے پہلے جاری تھی۔ [1]

حضرت اُم المومنینؓ نے لڑائی کو رُکوانے کی غرض سے کعب بن سورؓ جن کے ہاتھ میں اُونٹ کی مہار تھی اور جو آپ کو میدانِ جنگ کی طرف لائے تھے۔ فرمایا کہ تم اونٹ کی مہار چھوڑ دو۔ اور یہ قرآن لے کر صفِ لشکر سے نکل کر میدان میں جاؤ۔ اور لوگوں کو قرآن کے فیصلہ کی طرف بلاؤ۔ چنانچہ کعب بن سورؓ قرآن شریف لے کر گئے اور اعلان کیا تو فرقہ سبائیہ نے جو سب کے آگے تھا۔ کعبؓ پر تیر باری کر کے اُن کو شہید کر دیا۔ پھر ان لوگوں نے عماری پر تیر باری شروع کر دی۔ اس پر حضرت اُم المومنینؓ نے بلند آواز سے اپنے ہمراہیوں کو بلایا اور پھر قاتلینِ حضرت عثمانؓ کے حق میں بد دعا کرنے لگیں۔ اہلِ لشکر بھی آپ کے ہمراہ بد دعا کر رہے تھے۔ ایک طرف تو لڑائی کا شور برپا تھا۔ دوسری طرف سے بد دعا کی آوازیں آتی تھیں جن سے میدانِ جنگ گونج رہا تھا۔

جنگ کا اہم مرکز حضرت علیؓ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ حضرت اُم المومنینؓ کے ناقہ (اونٹ) کو کسی طرح مارو۔ ناقہ گرا تو لڑائی ختم ہو جائے گی۔ ادھر اُم المومنینؓ نے سرداران میمنہ و میسرہ (عبدالرحمٰن بن عتاب و عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام) کے پاس کہلا بھیجا کہ تم لوگ نہایت سختی سے لڑتے رہو۔ میں تمہاری مدد کو آدمی بھیجتی ہوں۔ پھر اپنے لشکریوں کو ایک پُرجوش تقریر سے اُبھارا۔ اور وہ لوگ بھی یہ دیکھ کر کہ فریقِ ثانی چاروں طرف سے سمٹ کر ناقہ ہی پر حملہ کر رہے ہیں۔ ایک تازہ جوش سے حملے کرنے لگے۔ کوفہ و بصرہ کے اہلِ مضر نے ہلہ کر کے ناقہ کے آگے کا میدان صاف کر کے تیر باری شروع کر دی۔ فریقین ایک دوسرے کا جواب تیر باری سے دے رہے تھے۔

زید بن صوحان اور اُن کے بھائی سیحان مارے گئے۔ لڑائی کا عنوان تھوڑی دیر کے لئے پھر خطرناک ہو گیا دونوں فریق جوشِ مردانگی میں بھر کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔

کوفہ کے یمن اور ربیعہ کا گروہ لڑائی میں ابتداً پیچھے تھا۔ لیکن پھر مستعد ہو کر لڑنے لگا۔ ان کے علم کے نیچے دس آدمی مارے گئے۔ پھر اُن کو یزید بن قیس نے سنبھالا اور ربیعہ کے علم کے نیچے زید و عبداللہ بن رقیہ و ابو عبیدہ بن راشد بن سلمی کام آئے۔

لڑائی لحظہ بہ لحظہ تیز ہوتی جاتی تھی۔ صف کی ترتیب جاتی رہی تھی۔ کوفیوں کا گروہ جو میمنہ میں تھا اپنے قلب سے اور اہلِ بصرہ کا میسرہ اپنے قلب سے مل گیا۔ اس فریق کے میمنہ نے اُس فریق کے میسرہ کا اور اُس کے میسرہ نے اُس کے میمنہ کا آگا روکا۔ دلاورانِ مضر جانبین سے رجز پڑھ پڑھ کر حملہ کرنے لگے۔ زیادہ تر فریقین کے جنگ آزما اپنے مدِ مقابل کے ہاتھ پاؤں پر حملہ کر کے کاٹ ڈالتے تھے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عتابؓ کا ہاتھ قبل شہید ہونے کے کٹ گیا تھا۔

حضرت اُم المومنینؓ کے ناقہ کے پاس ازد پھر بنو ضبہ پھر عبد مناۃ نے اپنے حریف کا مقابلہ کیا۔ اور اُس سے ہم نبرد ہوئے۔ کثرت سے لوگ مارے گئے۔ ہزاروں کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ میمنہ و میسرہ کا امتیاز باقی نہ رہا۔

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۰۸ و ۳۰۹ و ابن خلدون صفحہ ۲۲۵۔

قلب لشکر سے آکر مل گئے۔

گروہ کے گروہ ناقہ پر حملہ کرکے آتے تھے اور وہیں لڑ کر مر جاتے تھے۔ اور یہ سب قبیلہ قریش کے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی زخمی ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن عتاب۔ جندب بن زہیر اور عبداللہ بن حکیم بن حزام اسدی مارے گئے (انہوں نے اسلام بروز فتح مکہ قبول کیا اور اسوقت ام المومنین کی طرف تھے) انکے ساتھ قریش کا علم تھا۔ ان کو اشتر نے مارا۔ اور مارنے میں عدی بن حاتم نے مدد کی۔

اسود بن ابوالبختری اسدی بھی مارے گئے۔ یہ ناقہ کا مہار پکڑے ہوئے تھے۔ (ام المومنین بی بی خدیجہؓ کے صاحبزادے حضرت ہند بن ابی ہالہؓ بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے جو حضرت علیؓ کے طرف تھے)۔ [1]

بعد ان کے عمرو بن الاشرف ازدی سعد اپنے خاندان کے تیرہ آدمیوں کے کام آئے۔ مروان بن الحکم اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بدن پر بہتر زخم تیر و نیزہ کے لگے تھے۔

جنگ کے خاتمہ کی تدبیر

اس پر بھی ہمراہیان ام المومنینؓ کا جوش فرو نہ ہوتا تھا۔ تب حضرت علیؓ نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔ ناقہ کو مارو۔ یہ لوگ آپ ہی متفرق ہو جائیں گے۔ جب تک اونٹ زندہ ہے۔ لڑائی کا خاتمہ نہ ہوگا۔

اشتر کا بیان ہے کہ جنگ جمل سے زیادہ کوئی سخت معرکہ میری نظر سے نہیں گذرا۔ کوئی بھاگنے کا نام نہ لیتا تھا۔ اونٹ کی مہار اس قدر لوگوں کے ہاتھوں میں رہی کہ وہ بھی ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی۔ ایک شخص شہید ہوتا تھا تو دوسرا فوراً ناقہ کی مہار پکڑ لیتا تھا۔ بعض نے ناقہ کے مارے جانے کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ حضرت قعقاعؓ نے اشتر سے واپسی کی وجہ دریافت کیا جس وقت کہ یہ ناقہ کے پاس سے لڑ کر واپس آرہا تھا۔ اس نے جواب نہ دیا۔ حضرت قعقاعؓ نے بڑھ کر حملہ کیا اس وقت ناقہ کی مہار زفر بن الحرث کے ہاتھ میں تھی۔ پس چند شیوخ بنی عامر کے مارے گئے۔ حضرت قعقاعؓ نے بجیر بن دلجہ (بی ضبہ) سے کہا (جو حضرت علیؓ کے ہمراہیوں میں تھا کہ) تم اپنی قوم سے سازش کرکے ناقہ کو مار کر گرا دو۔ قبل اس کے کہ حضرت علیؓ کے ہمراہیوں کو کوئی صدمہ پہنچے۔ چنانچہ بجیر اپنی قوم سے امان طلب کرکے ناقہ کے پاس گیا اور اس کے پاؤں پر ایک تلوار ماری اور دوسرے پاؤں پر قتل ہو کر خود گر پڑا۔ [2]

حضرت قعقاعؓ نے اس شخص کو جو اونٹ کے نزدیک کھڑا تھا۔ امن دے کر معہ اس کے اور زفر کے رسیاں کاٹ کر عماری کو اتارا۔ لوگ جو ناقہ کے گرد و پیش تھے اس کے گرتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور آتش جنگ دفعتاً فرو ہو گئی۔

حضرت علیؓ نے منادی کرا دی کہ کوئی کسی شخص کا تعاقب نہ کرے۔ کسی زخمی کا اسباب نہ چھینا جائے۔ اور کوئی کسی کے گھر میں نہ گھسے۔

پھر حضرت علیؓ نے محمد بن حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جو ان کے ہمراہ تھے حکم دیا کہ جا کر اپنی بہن کی حفاظت کرو کسی قسم کی تکلیف انہیں نہ پہنچنے پائے۔

حضرات قعقاع بن عمروؓ۔ محمد بن ابی بکر صدیقؓ اور عمار بن یاسرؓ نے کجاوے کی رسیاں کاٹ کر اور کجاوے کو اٹھا کر لاشوں کے درمیان سے الگ لے جا کر وہاں رکھا۔ جہاں کوئی شخص نہ تھا۔ اور پردے کے لئے اس پر

---

[1] شمس التواریخ جلد ۲ صفحہ ۱۸۱ [2] ابن خلدون صفحہ ۳۳۳۔

دریں تاں دیں۔

حضرت علیؓ عماری کے قریب تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر بعد سلام علیک کے دریافت کیا:۔

"اماں جان آپ کا مزاج بخیر ہے"۔ حضرت اُم المومنینؓ نے فرمایا۔ "الحمد للہ خیریت سے ہوں۔"

پھر حضرت علیؓ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہر ایک غلطی کو معاف کرے۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تم سے بھی درگذر کرے۔

بعد ازاں سرداران لشکر اسلام و اُمرائے شہر حضرت اُم المومنینؓ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ اُن میں حضرت قعقاعؓ بھی تھے۔ اُنہوں نے سلام کیا۔ اُم المومنینؓ نے جواب دینے کے بعد فرمایا۔ مجھے یہ منظور و محبوب تھا کہ آج کے واقعہ سے بیس برس پہلے میں مر جاتی۔ حضرت قعقاعؓ نے واپس ہو کر حضرت علیؓ سے اُم المومنینؓ کے اس قول کو بیان کیا تو اُنہوں نے بھی یہی فرمایا کہ کاش میں آج سے بیس برس پہلے مر جاتا۔

حضرت اُم المومنین بی بی عائشہؓ کا بصرہ میں قیام۔

جب رات ہو گئی تو اُم المومنینؓ کے بھائی محمد (بن ابی بکرؓ) نے اُم المومنینؓ کو بصرہ میں لے جا کر عبداللہ بن خلف خزاعی کے مکان میں صفیہ بنت الحرث بن ابی طلحہ (عبدالدار) مادر طلحۃ الطلحات بن عبداللہ کے پاس ٹھہرایا۔ اور فریقین کے زخمی مقتولین سے علیحدہ کر کے شہر میں لائے گئے۔ اور مقتولین کے ملاحظہ کو خود حضرت علیؓ مقتل میں تشریف لے گئے۔ اور اُن کو دیکھ کر دیر تک افسوس کرتے رہے۔

اختتام جنگ کے بعد احنف بن قیس جو اس جنگ میں نا طرفدار رہے تھے۔ بنی سعد کو لئے ہوئے حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ تم انتظار کرتے۔ اُنہوں نے عرض کیا میں نے اسی میں بھلائی دیکھی۔ جو کچھ بھی ہو آپ نرمی اختیار کریں۔ کیونکہ جو راستہ آپ نے اختیار کیا ہے وہ بعید و دراز ہے۔ اور آپ کل کی بہ نسبت آج ہمارے زیادہ محتاج ہیں۔ ایسی باتیں مجھ ایسے شخص سے نہ کریں کیونکہ میں آپ کا ہمیشہ ہمدرد و ناصح رہوں گا۔

پھر حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو حاکم بصرہ اور زیاد کو خراج و بیت المال پر مامور کیا۔ اور حضرت ابن عباسؓ کو زیاد سے ہر کام میں مشورہ لینے اور اُن کے اتفاق رائے سے کام کرنے کی ہدایت کی۔ من بعد حضرت علیؓ اُم المومنینؓ کے پاس ابن خلف کے مکان میں گئے۔ کیونکہ اس لڑائی میں عبداللہ بن خلف کام آئے تھے اُن کی ماں اور نیز بعض اور عورتوں نے حضرت علیؓ کو دیکھ کر بہت سخت سست کہا۔ آپ نے مطلق توجہ نہیں فرمائی۔ بعض مصاحبین نے آپ کو اُن عورتوں کے خلاف اُبھارنا چاہا۔ آپ نے فرمایا۔ عورتیں چونکہ ناقصات العقل ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے ہم مشرکہ عورتوں سے بھی درگذر کیا کرتے ہیں۔ اور یہ تو مسلمان عورتیں ہیں۔

حضرت علیؓ حضرت اُم المومنینؓ کی خدمت میں۔

حضرت اُم المومنینؓ سے حضرت علیؓ نے بڑی تعظیم و تکریم کا برتاؤ کیا اور اُن سے پوچھا آپ کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے۔ پھر تمام معاملات میں ہر طرح صلح و صفائی ہو گئی۔ حضرت علیؓ نے بھی معذرت چاہی اور حضرت عائشہؓ نے بھی معذرت کا اظہار فرمایا۔

حضرت علیؓ اُم المومنینؓ حضرت عائشہؓ کے پاس سے باہر آئے تو یہ خبر معلوم ہوئی کہ بعض عوام و بلوائی حضرت اُم المومنینؓ کو سخت و ناملایم الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے اُن میں سے بعض لوگوں کو گرفتار کرا کے درے لگوائے۔

حضرت اُم المومنین کی معہ اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مدینہ منورہ کو روانگی۔

غرۂ رجب ۳۶ھ کو حضرت علیؓ نے سامان سفر درست کر کے اُم المومنین حضرت عائشہؓ کو رؤسائے بصرہ کی چالیس عورتوں اور ان کے بھائی محمد (بن ابی بکرؓ) کے ہمراہ بصرہ سے روانہ کیا۔ اور مشائعت کی غرض سے چند میل خود تشریف لے گئے۔ اور حضرت حسن بن علیؓ دوسری منزل تک پہنچانے کو گئے۔ چنانچہ اُم المومنینؓ پہلے مکہ تشریف لے گئیں۔ حج ادا کیا۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ گئیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جنگ جمل میں بہت سخت زخمی ہو گئے تھے۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ آپ کے بہتر زخم آئے تھے۔ اور بصرہ میں ایک ازدی شخص کے گھر جس کا نام وزیر تھا۔ پناہ گزیں ہو کر اپنا علاج کرا رہے تھے۔ آپ نے بعد رفع شور و شر صاحب خانہ کے ذریعہ سے اپنی خالہ حضرت اُم المومنین بی بی عائشہؓ کو اپنے حال و مقام کی اطلاع کروائی تو حضرت اُم المومنینؓ نے فرمایا۔ محمد (بن ابوبکرؓ) کو بلاؤ۔ وزیر نے عرض کیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے منع کر دیا ہے کہ محمد کو اطلاع نہ ہونے پائے۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے وزیر کے کہنے پر خیال نہ فرما کر اور محمد کو بلوا کر حکم دیا کہ اس شخص کے ساتھ جاؤ۔ عبداللہ بن زبیرؓ اس کے گھر میں ہیں۔ اُنہیں میرے پاس لے آؤ۔ محمد اُس شخص کے ساتھ مکان پر گئے۔ اور (حضرت) عبداللہ بن زبیرؓ کو لے کر حضرت اُم المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنہیں آپ اپنے ہمراہ مکہ معظمہ کو لے کر روانہ ہوئیں۔ [1]

حضرت علیؓ کی بیعت خلافت اور واقعہ جمل کے درمیان پانچ مہینے اکیس روز کا فصل تھا۔ یہ واقعہ پنجشنبہ کو پیش آیا جب کہ جمادی الآخر ۳۶ھ کی دس شبیں گذر چکی تھیں۔ [2]

فرقۂ سبائیہ کی ایک اور شرارت

بعد روانگی حضرت اُم المومنینؓ حضرت علیؓ نے بیت المال کو کھولا۔ اُس میں جس قدر زر نقد موجود تھا (بقول بعض چھ لاکھ سے زاید تھا) آپ نے وہ سب اُن لشکریوں پر تقسیم فرما دیا۔ جو جنگ جمل میں حضرت علیؓ کی طرف ہو کر لڑے تھے۔ ہر شخص کے حصہ میں پانچ پانچ سو درہم آئے۔ وقت تقسیم آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تم لوگ ملک شام پر فتحیاب ہو گئے تو تمہارے مقررہ وظایف کے علاوہ اتنا اتنا ہی روپیہ اور دیا جائے گا۔ یہ سن کر عبداللہ بن سبا کے گروہ فرقہ سبائیہ نے خود حضرت علیؓ کے خلاف طعن و تشنیع علانیہ شروع کر دی۔ پہلے بھی اُس نے اُس وقت حضرت علیؓ پر طعنہ زنی کی تھی۔ جب کہ آپ نے اُن کو مال و اسباب کے لوٹنے سے منع فرما دیا تھا۔ اُن کی مخالفت نے اس قدر شدت اختیار کی کہ حضرت علیؓ کو اُن کی طرف سے چشم پوشی اختیار کرنا دشوار ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے جس قدر اس گروہ کو نصیحت کی اُسی قدر اُس کی شوخ چشمی میں ترقی ہوتی گئی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک روز یہ لوگ سب کے سب بصرہ سے نکل کر چلدیئے۔

حضرت علیؓ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ملک میں جا کر یہ فساد نہ برپا کریں اس لئے حضرت علیؓ بھی اُن کے تعاقب کے لئے بصرہ سے نکلے لیکن وہ ہاتھ نہ آئے۔ اور غائب ہو کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ [3]

بعد فراغ واقعہ جمل حضرت علیؓ ابن عباسؓ کو والئی بصرہ مقرر کر کے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ بار بار یہیں

---

[1] ابن خلدون کتاب نمانی جلد چہارم صفحہ ۳۲۵ تا ۳۳۱ و ابن اثیر [2] تنبیہ و اشراف علامہ مسعودی صفحہ ۲۴۷ و ۲۴۸ [3] ابن خلدون صفحہ ۳۳۱ و ۳۳۲ و تاریخ اسلام جلد اول ۴۸۶ و ۴۸۷۔

رجب کی گذرنے پر آپ کوفہ پہنچے۔ [1]

سبائیوں کا اصلی مقصد

اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عبداللہ بن سبا نے اپنے آپ کو حضرت علیؓ کا فدائی اور طرفدار ظاہر کیا تھا۔ اور حضرت علیؓ کی محبت کے پردہ میں اس نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے سامان مہیا کئے تھے۔ اب تک وہ حضرت علیؓ کے شیدائیوں میں اپنے آپ کو شمار کرتا اور لوگوں کو بہکاتا تھا۔ لیکن اب فتح بصرہ اور جنگ جمل کے بعد اس سبائی گروہ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کی مخالفت کرنے سے اسلام کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے تو وہ بلا تامل مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ یہ ہی گروہ ہے جو درحقیقت مسلم نما یہودیوں اور اسلام کے دشمنوں کا گروہ تھا جو آئندہ چل کر گروہ خوارج کے نام سے نمودار ہونے والا تھا۔ (جنگ صفین میں جو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان ہوئی اس میں یہ گروہ پھر حضرت علیؓ کے لشکر میں آکر مل گیا تھا۔ اور اسی دوران میں حضرت علیؓ کی مخالفت کرکے اور آپ کے معاملہ کو اُدھر ہی چھوڑ کر اور آپ کے لشکر سے علیحدہ ہو کر چلا گیا تھا جس کی وجہ سے حضرت علیؓ اس لڑائی میں کامیاب نہ ہو سکے۔ من بعد یہ گروہ جس کا نام حضرت علیؓ کے لشکر سے نکل جانے کی وجہ سے خارجی ہو گیا تھا۔ ملک میں فتنہ و فساد پھیلاتا رہا۔ اور حضرت علیؓ سے لڑتا رہا۔ آخر کار اسی گروہ کے ایک شخص ابن ملجم کے زخمی کرنے کی وجہ سے حضرت علیؓ کی شہادت عمل میں آئی۔ (راقم)۔

سبائیوں کی ترک تازیاں

حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد سے دشمنانِ اسلام کی خفیہ سازشوں خفیہ سوسائیٹیوں اور خفیہ انجمنوں کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے وہ آج تک دنیا میں مسلسل موجود ہے۔ اور کوئی زمانہ ایسا نہیں بتایا جا سکتا جس میں یہ دشمن اسلام خفیہ گروہ اپنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف نہ رہا ہو۔ کبھی یہ البولولو اور اس کے ترغیب دہندوں کی شکل میں تھا۔ کبھی یہ عبداللہ بن سبا اور سبائیہ گروہ کی شکل میں دیکھا گیا۔ کبھی اس کا نام گروہ خوارج ہوا۔ کبھی یہ عباسیوں اور علویوں کی سازش بنو امیہ کے خلاف کرتا تھا۔ کبھی یہ عباسیوں کے خلاف علویوں کی طرف سے کوشش میں مصروف تھا۔ کبھی اس کا نام قرامطی اسمٰعیلی گروہ ہوا۔ اور کبھی اس نے فری میسن کی شکل اختیار کی۔ کبھی اس خفیہ سوسائٹی نے نہلسٹوں اور انارکسٹوں کی شکل و صورت میں ظہور کیا۔ کبھی اس نے ڈپلومیسی اور پالیسی کا جامہ پہنا۔ کبھی شہنشاہیوں اور بادشاہیوں کی وزارتِ خارجہ کے دفتروں میں اسے جگہ ملی۔

سبائیوں کی حضرت علیؓ سے بغاوت۔

فرقہ سبائیہ جو حضرت علیؓ کے اعلانِ مخالفت کرکے بصرہ سے فرار ہوا۔ تو اس نے بہت جلد عراق عرب کے مختلف مقامات میں منتشر ہو کر اوباش اور واقعہ پسند لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرکے ایک معقول جمعیت فراہم کر لی۔ اور اول صوبہ سجستان کا رُخ کیا۔ مدعا ان لوگوں کا یہ تھا کہ یکے بعد دیگرے تمام ایرانی صوبوں کو باغی بنا کر حضرت علیؓ کو یہ موقع حاصل نہ ہونے دیں کہ وہ مسلمانوں کی ایک مستقل حکومت و سلطنت پھر قایم کر سکیں۔ ایرانی صوبوں میں بغاوت پیدا کرنے سے وہ چاہتے تھے کہ حضرت علیؓ کو اطمینان اور فراغ خاطر حاصل نہ ہو۔ اور وہ ملک شام پر حملہ آور ہونے اور فتح پانے کا بھی موقع نہ پا سکیں۔

---

[1] مروج الذہب مسعودی صفحہ

حضرت علیؓ نے بحستان کی طرف ان لوگوں کی توجہ کا حال سنکر عبدالرحمٰن بن حجر طائی کو ان کے استیصال کی غرض روانہ کیا۔ اُن کا ان لوگوں سے مقابلہ ہوا تو لڑائی میں عبدالرحمٰن طائی شہید ہوئے۔ یہ خبر سُن کر ربعی بن کاس چار ہزار کی جمعیت لے کر روانہ ہوئے انہوں نے اوباشوں کو تتر بتر کر دیا۔

اسی عرصہ میں جنگ صفین کے لئے حضرت علیؓ و معاویہؓ کی طرف سے تیاریاں شروع ہوگئیں اور ان مسلم نما یہودیوں یعنی گروہ سبائیہ نے حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہو جانا ضروری سمجھا۔ چنانچہ وہ ہر ایک ممکن اور مناسب طریقہ سے آکر لشکر حضرت علیؓ میں شامل ہوگئے۔

سبائیوں کا حضرت علیؓ کے دربار میں رسوخ اور نتیجہ

یہ لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ رہے اور اپنی کارگزاریوں اور جانفشانیوں کی بدولت انکو حضرت علیؓ کے دربار میں کافی رسوخ بھی حاصل ہو گیا تھا کوفہ میں حضرت علیؓ نے اقامت اختیار فرمائی تو کوفیوں کے اعتبار و اعتماد نے اور بھی زیادہ ترقی کر لی۔

اس طرح قاتلین حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ کے لشکر میں نہ صرف پناہ گزین ہونا بلکہ با اعتبار ہونا اور بھی باعث اس کا ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ کو قوت و طاقت حاصل ہو کیونکہ جو لوگ قاتلین حضرت عثمانؓ سے قصاص لینا ضروری سمجھتے تھے۔ وہ جب ان قاتلین کو حضرت علیؓ کے لشکر میں باعزت دیکھتے تھے تو باوجود اس کے کہ انکو حضرت امیر معاویہؓ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کی تفضیل منظور تھی۔ پھر بھی حضرت معاویہؓ کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے۔ کیونکہ حضرت معاویہؓ نے خون حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے علم مخالفت بلند کیا تھا[1]

ہم نے ابن سبا اور اس کے فرقہ سبائیہ کے حالات جن کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کی شہادت اور جنگ جمل وقوع میں آئی اور جو اسلام کے اتفاق میں نفاق کی تخم ریزی اور کاشت کا باعث ہوئے۔ قدرے طوالت سے لکھدیئے ہیں تاکہ واقعات کو سمجھنے میں آسانی ہو اور مسلمانوں کی تباہی کے اصل سوتے تک رسائی ہو سکے۔

---

[1] جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد سب سے بڑا کام حضرت علیؓ کے لئے یہ تھا کہ شام کو فتح کر کے لائے اور حضرت معاویہؓ سے بیعت لیتے کیا تھا اور حضرت علیؓ کے لشکر میں سب سے بڑی طاقت کوفیوں کی تھی۔ اور کوفہ کا اثر ایرانی سوبوں پر بھی پڑتا تھا۔ نیز یہ کہ کوفہ دارالہجرت مدینہ کے شام سے قریب تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ نے کوفہ کو اپنی قیام گاہ بنانا مناسب سمجھا۔ اس جگہ یہ بات بھی بتا دینی ضروری ہے کہ قاتلین حضرت عثمانؓ اور بلوائیوں میں سے ایک جتھہ عبداللہ بن سبا کی کوششوں سے اور جو کہ اس کا معتقد بن چکا تھا اور اس کو عبداللہ بن سبا کی جماعت کہہ سکتے ہیں لیکن اس سبائی جماعت میں جو تعداد بہت سے قریب تھی اور ان ایرانی سرداروں کی سے شریک تھے لہذا اصل سبائی جماعت بطور تخم کے کام کرتی تھی۔ وہ صرف چند افراد پر مشتمل تھی۔ اور وہ بھی وقت حسین ضرورت سمجھتی تھی۔ اپنے لشکروں میں اسی قسم کے لوگوں کو شامل کر کے انہیں میں سے کسی کو سردار بنا لیتے تھے اور جو لوگوں سے یہ کام لے رہی تھی ان کو پھر چھوڑ دیتی تھی۔ یہ ہی [illegible] کہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں سبائی جماعت کے تمام بلوائیوں سے کام لیا اور جنگ جمل تک ان کے بڑے [illegible] لیکن جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ کی مخالفت اور عیب چینی کا کام جب شروع کیا تو بلوائیوں کا [illegible] سے الگ ہو گیا تھا۔

[illegible] جلد اول صفحہ ۴۸۷ تا ۴۹۰

شہادت حضرت عثمان غنیؓ اور واقعات جنگ جمل پر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا بصیرت افروز تبصرہ

شاہ صاحب اپنی تصنیف تحفہ اثنا عشریہ میں تحریر فرمایا ہے کہ "حضرات زبیرؓ و طلحہؓ و عائشہؓ و معاویہؓ و عمرو بن العاصؓ" حضرت عثمان غنیؓ کی حفاظت کے لئے جنگ پر آمادہ ہوئے اور بلوہ کو رفع کرنے میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ جہاں تک امکان تھا گفت و شنید سے بلوائیوں کو سمجھایا۔ جب انکی بات نہ بنی گئی تو انہوں نے قتال کا ارادہ کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ جنگ کے قطعی روادار نہ ہوئے اور تمام کو منع کیا اور اس لئے وہ ناچار خاموش ہو کر بیٹھ گئے اس کے ساتھ ہی آپکو پانی پہنچانے اور تنگی رفع کرنے کے لئے آخر وقت تک حیلے اور تدبیریں کیں۔ زید بن ثابتؓ تمام انصار کے ساتھ آئے۔ جوانان انصار نے ان سے کہا "اگر تم چاہو تو ہم دوبارہ خدا کے مددگار ہو جائیں"۔ عبداللہ بن عمرؓ مہاجرین کے ساتھ آئے اور کہا کہ "جن لوگوں نے آپ پر بلوہ کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ہماری تلواروں کے زور سے مسلمان ہوئے ہیں اور ابھی ان ضربات کے خوف سے ان کے چہرے زرد ہیں اور انکی یہ بلند خوانی اور بالا پروازی اس لئے ہے کہ وہ کلمہ پڑھتے ہیں اور آپ کلمہ کی حرمت ملحوظ رکھتے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم انکو انکی حقیقت حال سے آگاہ کریں اور پھر وہ حالت انکی انہیں یاد دلائیں لیکن حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ "خدا کے لئے یہ بات نہ کہو اور میری جان کے لئے اسلام میں کشاکش نہ ڈالو۔ ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ حسینؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ عبداللہ بن عامرؓ۔ ابوہریرہؓ۔ اور دیگر صحابہؓ حضرت عثمانؓ کے ہمراہ تھے۔ جب بلوائی ہجوم کرتے تھے تو یہ حضرات لکڑی سے مدافعت کرتے اور دروازے کی حفاظت کرتے تھے حضرت عثمانؓ کے تمام جو خود اتنی بڑی فوج رکھتے تھے اگر حکم ہو تو ایک گھڑی میں بلوائیوں کو حقیقت کا معلوم ہو جائے۔ مسلح ہو کر حاضر ہوئے۔ زاری اور اپنی بیقراری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم وہ جماعت ہیں کہ خراسان سے افریقہ تک کوئی بھی ہماری تلوار کی تاب نہیں لایا۔ اگر حکم ہو تو اس جماعت اہل خرور کو ان کے کام کا تماشہ دکھا دیں

نوٹ ۱ تاریخ الخلفا سیوطی کے صفحہ ۱۵۹ پر ہے کہ "جب باغیوں اور بلوائیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تو آپ نازک وقت میں خلیفہ مظلوم کی حمایت میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے نہایت سرفروشی سے حصہ لیا اور ایک لمحہ کے لئے رخصتی ہو جانے پر بھی مدافعت سے پہلو تہی نہیں کی"۔ اور سیر المہاجرین حصہ اول خلفائے راشدین کے صفحہ ۱۸۱ پر طبقات ابن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حضرت عثمانؓ نے گھر میں جو جان نثار موجود تھے ان کی افسری پر متعین کیا۔ اور صفحہ ۱۸۴ پر ہے کہ حضرت عثمانؓ کا گھر وسیع تھا۔ دروازے اور گھر میں صحابہؓ اور عام مسلمانوں کی خاصی جماعت موجود تھی جسکی تعداد سات سو تھی اور جس کے سردار حضرت زبیرؓ کے بہادر صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر تھے وہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ امیر المومنین اس وقت گھر کے اندر ہماری خاصی تعداد ہے اجازت ہو تو ان باغیوں سے لڑوں" فرمایا اگر ایک شخص کا بھی ارادہ ہو تو میں اس کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ میرے لئے اپنا خون نہ بہائے۔

طبقات ابن سعد جزو اول و طبری صفحہ ۲۱۱۲ پر ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کو مکان پر [illegible] اور کہا کہ [illegible] میری فرمانبرداری واجب ہو وہ عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کی فرمانبرداری کرے"۔ عبداللہ بن حضرت زبیرؓ سے [illegible] یوم الدار میں حضرت عثمانؓ نے کہا کہ آپ ان سے جنگ کیجئے کیونکہ اللہ نے آپکے لئے ان کا خون حلال کر دیا ہے۔ انہوں نے [illegible] ان جنگ [illegible] ابن سعد میں ہے کہ اس روز مکان میں حضرت عثمانؓ کے ہمراہ ستر آدمی تھے اگر آپ [illegible] ان لوگوں کی مار کر [illegible]

کیونکہ گفت وشنید سے ان کی اصلاح نہیں ہوتی۔ اور چونکہ یہ جانتے ہیں کہ کوئی حرمتِ کلمہ کی وجہ سے ہمارا تعرض نہیں ہوتا اس لئے سیدھے راستے پر نہیں آتے اور آپکی اور بڑے بڑے صحابہؓ کی باتوں کو شمار میں نہیں لاتے" لیکن حضرت عثمان غنیؓ فرماتے تھے کہ اگر میری رضا جوئی کی خواہش ہے اور میرا حق نعمت ادا کرنا چاہتے ہو تو ہتیار اتار دو اور اپنے گھروں میں بیٹھ جاؤ اور تم میں سے جس نے ہتیار اتار دیا میں نے اُسے آزاد کر دیا۔ اگر میں خونریزی سے پہلے ہلاک ہو جاؤں تو اس سے بہتر ہے کہ خونریزی کے بعد مارا جاؤں یعنی میری شہادت مقدر ہے اور مجھے پیغمبرؐ نے بشارت دی ہے۔ اگر تم جنگ کرنا چاہتے ہو تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ نتیجہ کیا ہوگا قتل وخون ہی واقع ہوگا اور مطلب بھی پورا نہ ہوگا" فریقین کی تاریخوں سے ثابت ہے کہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ بھی اپنے بیٹوں کو حضرت عثمانؓ کے دروازے پر مقرر کئے ہوئے تھے۔ اور حضرت علیؓ نے بھی اپنے بیٹوں۔ جعفر کی اولاد اور اپنے غلام قنبر کو حضرت عثمانؓ کے دروازے پر تعینات کر دیا تھا تاکہ بلوائیوں کی مزاحمت کریں۔ جب بلوائی ہجوم کرتے تھے تو یہ تیر اور لکڑی سے جنگ کرتے تھے حتیٰ کہ امام حسنؓ خون آلودہ ہو گئے اور محمد بن حضرت طلحہؓ اور رقبہ کے سروں پر زخم آئے جب دروازے کی راہ سے ان کا آنا ممکن نہ ہوا تو بعض انصار کے گھر کے پیچھے سے نقب لگا کر داخل ہو گئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ بدمعاش اور بلوائی ہر ایک صحابیؓ کو ڈرا رہے تھے۔ (لاش کو دفن نہ کر سکیں) اور لوگ اپنے حال میں گرفتار تھے" آخر جب رات کے وقت بلوائی سو گئے تو حضرات زبیر بن العوامؓ حکیم بن حزامؓ۔ سوید بن مخرمہؓ جبیر بن مطعم۔ ابوجہم بن حذیفہ بدریؓ۔ یسار بن کرمؓ۔ اور اُن کے بیٹے عمر بن عثمانؓ نے ان کو خون آلود کپڑوں میں شہیدوں کے دستور کے موافق نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد دفن کر دیا اور جبیر بن مطعمؓ نے نماز کی امامت کی تابعین کی ایک جماعت بھی ہمراہ تھی ان میں حسن بصری اور مالک جد امام مالکؒ بھی تین روز تک لاش کا بڑا رہنا محض افترا اور دروغ ہے اور تمام تاریخوں میں اس کی تکذیب موجود ہے کیونکہ مورخین کے اجماع سے ..... حضرت عثمانؓ کی شہادت جمعہ کے دن عصر کے بعد ۱۸ ماہ ذی الحجہ کو واقع ہوئی ہے اور بلاشبہ وہ سنیچر کی رات بقیع میں دفن کر دیئے گئے

حضرات زبیرؓ و طلحہؓ اور اُم المومنینؓ کو جو لڑائی حضرت علیؓ سے پیش آئی وہ قطعاً حضرت علیؓ کے بغض عداوت کی وجہ سے نہیں تھی اور نہ اُنکی ایذا کا ارادہ تھا۔ اس کی اجمالی کیفیت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کو کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے شہید کر دیا تو حضرت علیؓ نے وقتی مصلحت کی بناء پر اُن سے تعرض نہیں کیا اور خاموش رہے۔ ان بدبختوں نے اپنے اس فعل پر فخر کرنا شروع کیا۔ بڑے صحابہؓ کی ایک جماعت مثلاً زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ نعمان بن بشیرؓ۔ کعب بن عجرہؓ وغیرہ قتل حضرت عثمانؓ پر افسوس کرتے اور کہتے کہ اس اُمت میں یہ حادثہ نہایت قبیح اور بُرا واقع ہوا۔ اس بلوہ کی اس حد تک پہنچ جانے کی ہرگز توقع نہ تھی۔ وہ مظلوم مارے گئے وہ سچے تھے اور اُن کے قاتل جھوٹے ہیں جب ان صحابہؓ کے یہ کلمات حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کے کانوں تک پہنچے تو انہوں نے چاہا کہ صحابہؓ مذکور کو بھی حضرت عثمانؓ کے ساتھ ملا دیں۔ مخلص لوگوں نے اُن کے فاسد ارادے پر مطلع ہو کر صحابہؓ مذکور کو خبردار کیا اور صحابہؓ مذکور مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حج کے لئے گئی ہوئی پایا۔ اور تمام واقعات سے اطلاع دی کہ (حضرت علیؓ) مصلحت وقت کی بناء پر ان بدبختوں کی شرارت رفع کرنے سے خاموش رہے اور وہ بدبخت اُن کی خاموشی سے اندھے ہو کر ظلم و تعدی کا ہاتھ اور زبان دراز کئے ہوئے ہیں۔ تاوقتیکہ حضرت عثمانؓ کا قصاص نہ لیا جاوے گا اور ان بدکرداروں کو سزا نہ دی جائے گی تو یہ اور اس قسم کے لوگ خونریزی میں اور ظلم میں زیادہ دلیر ہو جائیں گے اور ہمیں اطمینان حاصل نہ ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ مصلحت یہ ہے کہ جب تک یہ بدبخت مدینہ میں ہیں اور حضرت علیؓ کو اپنی خودنمائی

۱؎ تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۸۶ تا ۱۸۸ ۲؎ تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۹۰

پر مجبور کئے ہوئے ہیں۔ مدینہ میں تمہارا جانا مناسب نہیں ہے کسی ایسی جگہ جو امن و اطمینان کا محل ہو قرار پکڑنا اور علی بن ابی طالب کو کسی تدبیر سے اشرار سے الگ کر کے اپنے ساتھ ملا لینا چاہیئے۔ جب علیؓ تمہارے ہاتھ میں آجائیں گے اور تمہارے رفیق ہو جائیں گے تو پھر تنبیہ اور سزا دینے اور مقتول خلیفہ کا قصاص لینے کی فکر کرو تاکہ آئندہ دوسروں کی چشم عبرت ہو اور اس بڑے کام کو آسان مت سمجھو۔ تمام صحابہؓ مذکور نے اس صلاح کو پسند کیا اور عراق و بصرہ کے علاقہ کو جو اس وقت مسلمانوں کے لشکروں کا مجمع تھا ترجیح دی تاکہ فتنہ فرو ہو جائے۔ امن قایم ہو جائے اور امور خلافت درست ہو جائیں اور خلیفۂ وقت سے ہماری ملاقات ہو اس مشورہ کے بعد اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے اُمت کے انتظام اور اصلاح کے لئے چند بڑے بڑے صحابہؓ کے ساتھ جو اُن کے نہایت قریبی عزیز تھے بصرہ کی طرف حرکت کی حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ کے قاتلوں نے جو تمام اُمور خلافت میں سرایت کر گئے تھے یہ مقدمہ دوسرے طریقے سے پہنچایا کہ خواہ مخواہ اُن کا پیچھا کرنے کا باعث ہوئے۔" حضرات حسنؓ حسینؓ عبداللہؓ بن جعفرؓ۔ اور عبداللہ بن عباسؓ۔ ہر چند اس حرکت سے مانع ہوئے لیکن ان بدبختوں کے غلبہ کی وجہ سے کوئی پیش نہ گئی۔ آخر حضرت علیؓ کو باہر نکالا۔ جب بصرہ پہنچے تو پہلے قعقاع کو اُم المومنینؓ اور حضرات زبیرؓ اور طلحہؓ کے پاس بھیجا کہ اُن کا مقصد معلوم کر کے حضرت علیؓ سے عرض کیا جاوے۔ قعقاع حضرت اُم المومنینؓ کے پاس گئے اور کہا"

"اے ماں تمہیں کس بات نے اٹھایا اور اس شہر میں پہنچایا۔ فرمایا اے بیٹا لوگوں میں صلح کرانے کا ارادہ ہے پھر حضرت عائشہؓ نے کسی شخص کو حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی طرف بھیجا۔ ان دونوں کی تشریف آوری کے بعد قعقاع نے کہا۔ مجھے طریق صلح کی خبر دو۔ دونوں نے فرمایا کہ (حضرت) عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کرو قعقاع نے کہا یہ کام اُسوقت تک نہیں ہو سکیگا جب تک مسلمان متفق نہ ہو جائیں اور فتنہ فرو نہ ہو جاوے۔ آپ اسوقت کی سہولت قبول فرمائیں۔ دونوں نے فرمایا تم نے سچ کہا اور خوب کہا۔" پس قعقاع حضرت علیؓ کی طرف لوٹے اور اُنکو اس معاملہ کی اطلاع دی۔ وہ خوش ہوئے اور اُن کا چہرہ چمک اُٹھا اور صلح کے منتظر ہوئے۔ اُنہوں نے تین روز کی تاخیر کی اور وقوع صلح میں شک نہ کیا۔ جب تیسرے دن کی شام ہوئی تو جانبین کے قاصدوں نے قرار دیا کہ صلح حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ کی ملاقات کے وقت واقع ہو۔ اور حضرت عثمانؓ کے قاتل اس صحبت میں حاضر نہ ہوں یہ طریق صلح ان بدبختوں پر گراں گزرا اس خبر کے سنتے ہی ششدر ہو گئے اور حیران و سراسیمہ عبداللہ بن سبا کے پاس جو ان کا در غلانے والا تھا دوڑے اور اس سے صلاح کار دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ رات ہوتے ہی جنگ شروع کرو اور (حضرت) علیؓ سے کہدو کہ اُس طرف سے غدر واقع ہوا۔ آخر رات کو سوار ہو کر اُم المومنین کے لشکر کے گرد و پیش چڑھائی شروع کر دی۔ اس لشکر میں حضرت علیؓ کے غدر کا آوازہ بلند ہوا اور اُس طرف سے بھی شور برپا ہوا کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے غدر کر دیا۔ حضرت علیؓ متعجب ہو کر سوار ہوئے۔ دیکھا کہ جنگ زوروں پر ہے ہاتھ اور سر کٹے جاتے ہیں ناچار جنگ کی طرف توجہ کی اور واقع ہو جو کچھ واقع ہوا۔"[1]

واقعات بالا اس امر کے شاہد ہیں کہ ان صحابہ کرامؓ میں درحقیقت کسی طرح کا آپس میں کوئی بغض و عناد نہیں تھا بلکہ یہ جو کچھ بھی ہوا ان متقی لوگوں کی وجہ سے ہوا جو درحقیقت حضرت عثمان غنیؓ کے قتل میں شریک رہنے کے بعد حضرت علیؓ کے معاملات خلافت میں دخیل ہو گئے اور جن کی وجہ سے چار سالہ خلافت میں حضرت علیؓ کو برابر پریشانیاں اُٹھانی پڑیں۔

---

[1] ترجمہ استیعاب صفحہ ۱۳ - ۵۱۲

حضرت زبیرؓ کی شہادت

مسند امام احمد حنبلؒ" تاریخ کامل ابن اثیر، تاریخ ابن خلدون" اور "تاریخ اسلام وغیرہ وغیرہ میں درج ہے کہ حضرت زبیرؓ مدینہ منورہ جانے کی غرض سے وادی السباع کی جانب تشریف لے چلے۔ کیونکہ آپ سے حضرت علیؓ نے آنحضرت صلعم کی ایک حدیث بیان کی تھی جسے سنکر آپ جنگ سے دستبردار ہو چکے تھے۔ اس وقت اہل بصرہ میں سے احنف بن قیس" فریقین" جنگ جمل" کی بزرگی کے خیال سے کسی کی طرف سے لڑائی میں شریک ہونے کو گوارا نہ کر کے چھ ہزار آدمیوں کی جمعیت لئے ہوئے دونوں لشکروں سے الگ بالکل غیر جانبدار حالت میں "بصرے" سے دو فرلانگ کے فاصلے پر" مقام جلحا" میں خیمہ زن تھے اور انہوں نے پہلے ہی دونوں طرف کے سرداروں کو مطلع کر دیا تھا کہ ہم دونوں میں سے کسی کی مخالفت یا حمایت نہ کریں گے۔

جب آپ "احنف بن قیس" کی لشکر گاہ سے گذرے تو احنف بن قیس" کی لشکر گاہ سے ایک شخص" عمرو بن جرموز" حضرت زبیرؓ کے پیچھے ہو لیا اور آپ کے قریب پہنچکر کوئی مسئلہ آپ سے دریافت کرتا ہوا ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ جس سے حضرت زبیرؓ کو کوئی شک وشبہ اس کی طرف سے نہیں پیدا ہوا" لیکن اس کے دل میں کھوٹ تھا اور وہ ارادۂ فاسد سے آپکے ہمراہ ہوا تھا۔

وادی السباع میں پہنچکر نماز کا وقت آیا تو حضرت زبیرؓ نے نماز کا ارادہ ظاہر کیا۔ ابن جرموز نے کہا میں بھی شریک ہوں گا" حضرت زبیرؓ نے فرمایا" میں تمہیں امان دیتا ہوں۔ کیا تم بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھو گے۔" اس نے اقرار کیا۔ اس عہد و پیمان کے بعد دونوں گھوڑوں سے اترے[1] اور نماز پڑھانے کو "حضرت زبیرؓ" آگے کھڑے ہوئے۔ جب بحالت نماز" حضرت زبیرؓ" سجدے میں گئے تو اس وقت "عمر ابن جرموز" نے غداری کر کے تلوار کا وار کیا اور" حواری رسول اللہ صلعم" کا سر تن سے جدا ہو کر خاک وخون میں تڑپنے لگا۔

افسوس جس بزرگ نے اعلائے کلمۃ اللہ میں کبھی اپنی جان کی پرواہ نہ کی اور" رسول اللہ صلعم کے سامنے سے ہمیشہ مصائب وشدائد کے پہاڑ ہٹائے تھے۔ وہ اس طرح ایک کلمہ خوان اور پیرو رسول اللہ صلعم کی شقاوت وبیرحمی کا شکار ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت علیؓ کی بشارت حضرت زبیرؓ کے قاتل کو اور اسکی خودکشی

ابن الجرموز" حضرت زبیرؓ" کا گھوڑا" ہتیار اور" انگوٹھی" لے کر "حضرت علیؓ" کی خدمت میں حاضر ہوا اور فخر کے ساتھ اپنا کارنامہ بیان کیا۔ "حضرت علیؓ" نے حضرت زبیرؓ" کی تلوار پر حسرت بھری نظر ڈالی اور آپکے آنسو نکل پڑے۔ فرمایا کہ اے ظالم یہ وہ تلوار ہے جس نے آنحضرت صلعم کے سامنے سے بارہا مصائب کے بادل ہٹائے ہیں

نوٹ [1] یوم جمل میں "حضرت زبیرؓ" اپنے محبوب گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام آپنے "ذوالشال" یعنی سبک رفتار رکھا تھا اور اس گھوڑے پر آپ بہت کم سوار ہوتے تھے۔" (طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۷۷)

حضرت علیؓ اور آپکے اصحاب حضرت زبیرؓ کے لئے بہت روئے اور ارشاد فرمایا کہ "اے ابن صفیہؓ کے قاتل تجھے بشارت ہو کہ جہنم تیری منتظر ہے"

ان الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ ابن جرموز "حضرت علیؓ" کی شان میں اُن کے سامنے ہی چند گستاخانہ لفظ کہہ کر اور اپنی تلوار خود ہی اپنے پیٹ میں گھونپ کر مر گیا اور اس طرح جہنم واصل ہوا۔"

"ابراہیم سے مروی ہے کہ ابن جرموزؓ نے آکے علیؓ سے اجازت چاہی تو انہوں نے اس سے دوری چاہی۔ اُس نے کہا کیا زبیرؓ مصیبت والوں میں سے نہ تھے (جن پر قیامت میں مصیبت آئے گی) علیؓ نے کہا، تیرے منہ میں خاک، میں تو یہ اُمید کرتا ہوں کہ قیامت میں) میں اور طلحہؓ اور زبیرؓ اُن لوگوں میں ہوں گے جن کے حق میں اللہ نے فرمایا "ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین" (اور ہم اُن کے دلوں کی کدورت دُور کر دیں گے کہ وہ تختوں پر آمنے سامنے بھائی بھائی ہو کے بیٹھیں گے)

حضرت زبیرؓ کی تلوار کی سپردگی اُم المومنین حضرت عائشہؓ کو

بعدہٗ حضرت علیؓ نے "حضرت زبیرؓ" کی وہ تلوار اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھجوا دی۔

حضرت زبیرؓ کی تدفین

حضرت زبیرؓ کے غلام "عطیہ" نے آپکو اسی مقام میں دفن کیا جہاں آپ کی شہادت عمل میں آئی تھی۔ بروایت حضرت عروہؒ حضرت زبیرؓ چوہتر برس کی عمر پاکر ۳۶ھ میں شہید ہو کر "وادی السباع" میں سپرد خاک ہوئے۔ جو موجودہ بصرے سے سات میل کے فاصلے پر واقع ہے اور جہاں آج تک آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے جس کی وجہ سے وہاں کی آبادی "زبیر" کے نام سے موسوم ہے۔[1]

قصبہ زبیرؓ و قبور "حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ اور "جنگ جمل" کا میدان"

سفرنامہ مقامات مقدسہ میں ہے کہ "شہر بصرہ[2] دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک "بصرہ" دوسرا "عشار"۔ کسی زمانہ میں آخر الذکر غیر آباد تھا۔ اب یہاں آبادی بڑھ گئی ہے۔ یہاں بڑا بازار ہے ضروریات زندگی کے سب سامان ملتے ہیں۔ اشیائے خشک و تر اور پکا ہوا کھانا بھی ملتا ہے۔ یہاں مسافر خانے اور ہوٹل بھی اچھے ہیں۔ مقام کے لحاظ سے کرایہ ارزاں ہے۔ اس جگہ ایک مسجد ہے۔ جس کو مقام "علیؓ" کہتے ہیں۔ اس جگہ سے دس میل کے فاصلے پر "جنگ جمل" کا میدان کارزار ہے۔

نوٹ [2] یہ شہر حضرت عمرؓ کے عہد میں ۱۴ھ میں آباد کیا گیا تھا اور اسکی زمینیں ان عرب قبائل میں تقسیم کر دی گئی تھیں جو ساسانی سلطنت کی فتح کے وقت بطور فوج یہاں مقرر کئے گئے تھے۔ بڑھتے بڑھتے یہ بڑا شہر بن گیا۔ بصرہ دجلہ کی کہاڑی سے بخط مستقیم پورے بارہ میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور وہ بڑی نہروں کے ذریعہ سے اس کہاڑی سے ملا ہوا تھا جسکے ذریعہ سے سامان تجارت اور مسافر بصرہ سے جنوب مشرق میں عبادان کے مقام پر خلیج فارس میں پہنچتے تھے۔ ان دونوں نہروں اور کہاڑی کے پانی کے (بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۵ پر دیکھئے)

---

[1] مسند جلد (۱) صـ۹۹ و تاریخ الاسلام جلد اول صـ۴۸۲ و ۴۸۳ و تاریخ الامت و ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب شافی جلد چہارم صـ۳۲۴-۳۲۵ و ابن اثیر و ترجمہ طبقات ابن سعد حصہ دوم جز خامس صـ۶۹۔

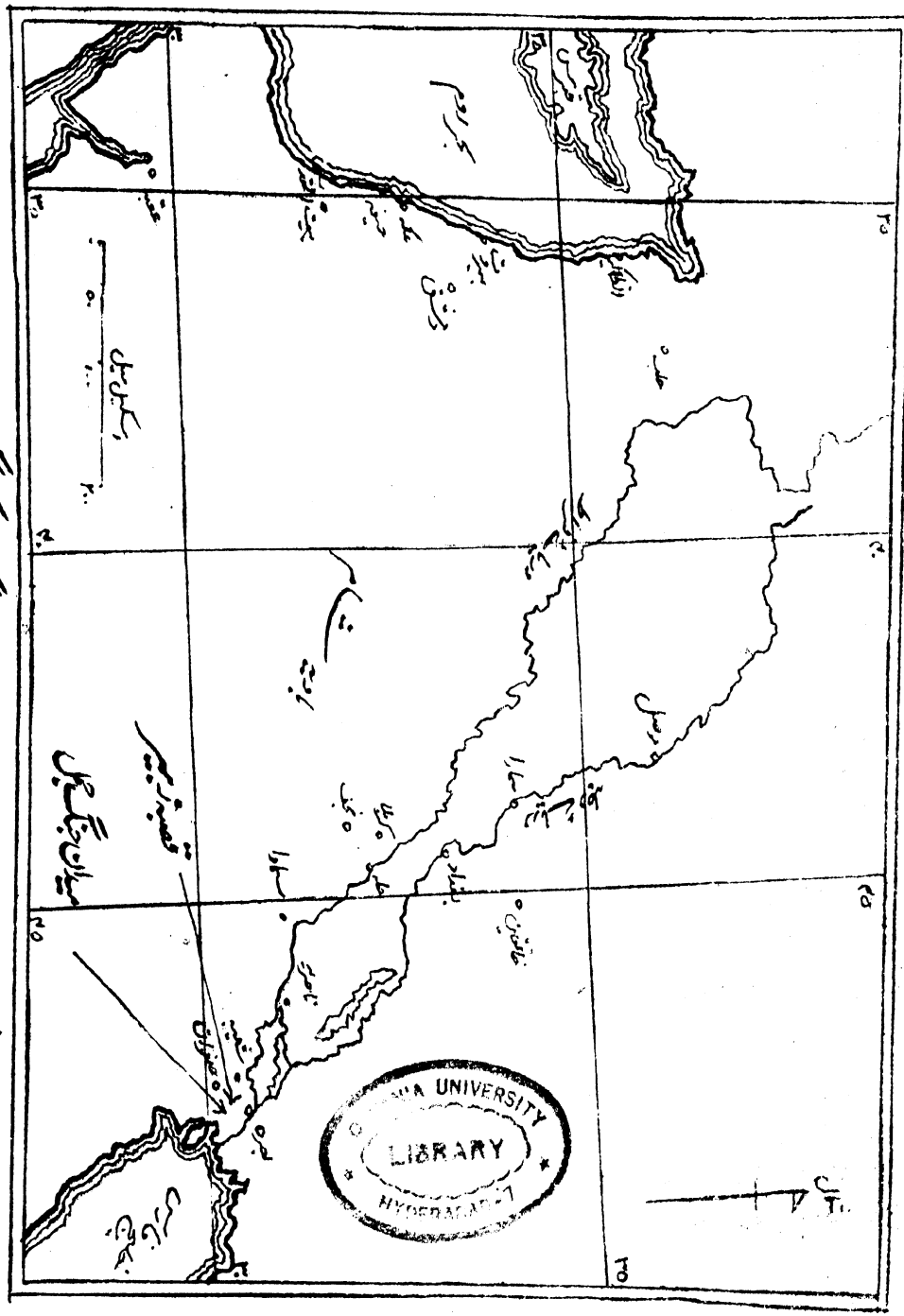
اس کے قریب "حضرت زبیرؓ" اور حضرت طلحہؓ کی قبریں ہیں۔ اور قصبہ زبیر کے باہر "قبر حسن بصریؒ" بھی ہے جنکو ان مقامات سے دلچسپی ہو جا کر دیکھ سکتے ہیں یہاں موٹر کار اور گاڑیاں بہت ملتی ہیں اور کرایہ بھی سستا ہے آسانی سے انتظام ہو جاتا ہے۔ یہاں پاسپورٹ کا معائنہ اور کسٹم (چنگی یا کروڑ گیری) میں سامان کی جانچ ہوتی ہے بصرے کی بنیاد ۱۴ھ میں رکھی گئی اس کے بعد سے وہ برابر ترقی کرتا چلا گیا۔ قدیم اسلامی سلطنت کے زمانہ میں بصرہ "تجارت" ہندستان" کا ایک مرکز تھا۔ کہا جاتا ہے کہ قدیم شہر "بصرہ" موجودہ مقام پر آباد نہ تھا بلکہ اسوقت جہاں قصبہ "زبیر" ہے وہاں آباد تھا۔ اب تک وہاں کھنڈر نظر آتے ہیں۔ بہرحال یہ شہر بہت آباد تھا۔ اور اب بھی ہے۔" ع۲

سلسلہ نوٹ ۱ درمیان ایک جزیرہ بنجاتا تھا جسے جزیرہ اعظم کہتے تھے مستوفی نے بصرہ کی مزارات کی تفصیل کے علاوہ وہاں خوبصورت نخلستانوں کی بیحد تعریف کی ہے وہ لکھتا ہے (یہاں کی کھجوریں اتنی عمدہ ہوتی ہیں کہ انہیں ہندستان اور چین بھیجکر بہت نفع اٹھایا جاتا ہے۔ جغرافیہ خلافت مشرقی میں ہے کہ صدہا سال کے دوران میں دریاؤں نے بھی اپنے قدیم رُخوں کو تبدیل کر دیا۔ چنانچہ دجلہ و فرات کے مل جانے کے بعد شط العرب نے بھی قدیم راستے سے ہٹ کر موجودہ جگہ حاصل کر لی ہے اسی طرح بصرہ بھی مشرقی جانب اپنے قدیم شہر سے گیارہ میل پر آباد ہوا ہے جو دجلہ کی کھاڑی پر اُس مقام پر ہے جہاں کسی زمانہ میں شہر اُبلہ آباد تھا۔ حضرت زبیرؓ نے اپنے تجارتی کاروبار کے مدنظر ایک ایک قصر بصرہ اور کوفہ میں تعمیر کرایا تھا۔۔۔ ۱۳۲۳ھ میں علامہ مسعودی جب بصرہ آئے ہیں تو یہ قصر موجود تھا اور تاجروں، ساہوکاروں اور تجارتی کاروبار کے واسطے استعمال کیا جاتا تھا۔

اب قدیم بصرہ جو موجودہ بصرہ سے دس گیارہ میل مغربی جانب تھا حضرت زبیرؓ کے مزار مقدس کی وجہ سے "زبیرؓ" کہلاتا ہے چنانچہ اس کے متعلق کتاب "دی عرب اِن میسوپوٹامیہ" میں ہے کہ جب دریائے فرات نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا تو بصرہ کی جائے وقوع میں بھی تبدیلی ہو گئی۔ قدیم جائے وقوع پر دریائے فرات نے مشرق کی جانب مڑ کر سوائے ایک ریگستانی قصبہ کے جو اسلام کے ایک مشہور و معروف بہادر کے نام پر جن کا اس جگہ مزار ہے اور جو "زبیر" کہلاتا ہے کسی اور نشانی کو اس جگہ باقی نہیں چھوڑا۔"

نوٹ ۲ آپ سابقون الاوّلین صحابہؓ اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں سارے غزوات میں آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے جنگ اُحد میں جو آٹھ مہاجر اور چھ انصار ثابت قدم رہے تھے اُن میں ایک آپ بھی تھے آپنے تیر جو آنحضرت صلعم پر آ رہے تھے اپنے ایک ہاتھ پر روکے تھے جسکی وجہ سے وہ ہاتھ آپ کا خشک ہو گیا تھا اور آپکو اس پر بڑا فخر و ناز تھا حضرت عمرؓ نے جو چھ اصحابؓ منتخب کئے تھے کہ وہ آپسمیں مشورہ کر کے اپنے میں سے ایک کو خلیفہ بنالیں اُن میں آپ کا بھی اسم گرامی تھا۔ آپنے حضرت زبیرؓ کے ساتھ علم اصلاح بلند کیا اور جنگ جمل کے وقت مروان بن الحکم کے تیر سے شہید ہوئے۔ قصبہ زبیرؓ میں جو قدیم بصرہ کی جگہ آباد ہے آپ کا مزار مبارک مرجع خاص و عام ہے۔" حضرت طلحہؓ کی ایک صاحبزادی اُم اسحٰق کی شادی حضرت حسنؓ سے ہوئی تھی۔ وفات کے وقت حضرت حسنؓ نے حضرت حسینؓ کو وصیت کی تھی کہ وہ اُن کے بعد اُم اسحٰق سے شادی کر لیں چنانچہ حضرت حسینؓ نے تعمیل کی اور اُم اسحٰق کے بطن سے حضرت حسینؓ کی صاحبزادی فاطمہ پیدا ہوئیں۔

ع۲ عراق و ایران سفرنامہ مقامات مقدسہ" نواب میر اسد علی خاں بہادر رئیس بیگن پلی دکن۔ ص ۳۰۰ مطبوعہ ۱۹۳۰ء۔



نقشہ عراق عرب جس میں قصبہ بدر و میدان جنگ بدر دکھایا گیا ہے

حضرت زبیرؓ کا ماتم

حضرت زبیرؓ سرکار دو عالم صلعم کے ساتھ متعدد رشتہ داریوں، اسلام پر فدائیت۔ بہادری۔ امانت داری اور اپنے فضائل گوناگوں کی وجہ سے اصحاب رسول اللہ صلعم میں ایک خاص درجہ رکھتے تھے۔ حضور اکرم صلعم نے حواری کے لقب سے ملقب فرما کر آپکی علوشان کو آشکارا فرمادیا تھا یہ ہی وجوہات تھے کہ اگرچہ جنگ جمل کے موقع پر آپ اور حضرت علیؓ ایک دوسرے کے مقابل نظر آتے ہیں مگر یہ قدسی صفات بزرگ نفسانیت سے کوسوں دور تھے۔ جب حضرت علیؓ کو آپکی شہادت کی خبر ملی تو سب سے پہلے حضرت علیؓ ہی وہ بزرگ تھے جو آپکے لئے ماتم گسار ہوئے۔ چنانچہ طبقات میں ہے کہ زبیرؓ داوئی السباع میں دفن کئے گئے تو حضرت علیؓ اور اُن کے اصحاب بیٹھ کر رونے لگے۔ ہم اس سے پہلے حضرت علیؓ کا یہ ارشاد مخمور نقل کر چکے ہیں کہ جنت میں وہ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ تختوں پر آمنے سامنے بھائی بھائی ہو کر بیٹھیں گے۔

نوٹ ۱؎ حضرت علیؓ کی بیعت خلافت اور واقعہ جمل کے درمیان پانچ مہینہ اکیس روز کا فاصل تھا۔ روز پنجشنبہ ۱۰ جمادی الاخر ۳۶ھ کو حضرت زبیرؓ شہید ہوئے (تجنیہ واشراف مسعودی صـ ۱۴۷ و ۱۴۸) کیونکہ حضرت امیر معاویہؓ نے خون حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے علم مخالفت بلند کیا تھا اس لئے جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ اور اُن کے ہمراہیوں کے ارادے سے نکلے۔ جب حضرت معاویہؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو اہل شام میں سے تھے روانہ ہوئے اور صفر ۳۷ھ میں بمقام صفین حضرت علیؓ سے مقابلہ کیا۔ طرفین جابر چند روز تک قتال کرتے رہے۔ حضرت عمار ابن یاسرؓ خذیمہ بن ثابتؓ اور ابو عمرہ انصاریؓ جو حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے قتل کر دیئے گئے۔ اہل شام قرآن اُٹھا کر جو کچھ اس میں ہے اُس کی طرف حضرت عمرو بن العاصؓ کی صلاح کی وجہ سے دعوت دینے لگے۔ لوگوں نے جنگ کو ناپسند کیا اور باہم صلح کی دعوت دینے لگے۔ انہوں نے دو حکم باہم فیصلہ کے لئے مقرر کئے۔ حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ مقرر ہوئے۔ اُن لوگوں نے باہم تحریر لکھی کہ وہ لوگ سال کے شروع میں بمقام اذرح پہنچیں اور اس اُمت کے معاملہ میں غور کریں۔ حضرت معاویہؓ اہل شام کی اُلفت کے ساتھ لوٹے۔ اور حضرت علیؓ کے ساتھی اختلاف اور کبیدہ کے ساتھ کوفہ واپس آئے۔ حضرت علیؓ پر ان کے ہمراہیوں نے خروج کیا۔ انہوں نے کہا سوائے اللہ کے کوئی حکم نہیں اور حروراء میں لشکر جمع کیا حضرت علیؓ نے اُن کے پاس حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ کو بھیجا انہوں نے ان سے بحث و حجت کی تو ایک بڑی جماعت نے رجوع کیا مگر ایک جماعت اپنی رائے یعنی (حضرت علیؓ کی مخالفت پر) قایم رہی۔ وہ لوگ نہروان چلے گئے انہوں نے راستہ روک دیا اور عبداللہ بن خباب بن الارت کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ ان کی جانب روانہ ہوئے اور انہیں نہروان میں قتل کر دیا۔ ان میں سے ذوالثدیہ کو بھی انہوں نے قتل کر دیا۔ یہ ۳۸ھ کا واقعہ ہے۔ تمام لوگ متفیان ۳۸ھ کو اذرح میں جمع ہوئے وہاں حضرت سعد بن قاص، حضرت ابن عمرؓ اور دوسرے اصحاب رسول اللہ صلعم (حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ) بھی آئے حضرت عمر ابن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو آگے کیا۔ انہوں نے گفتگو کی اور حضرت علیؓ کو معزول کر دیا۔ پھر حضرت عمر ابن العاصؓ نے حضرت معاویہؓ کو برقرار رکھا اور اُن سے بیعت کر لی لوگ اسی قرارداد پر متفرق ہو گئے (صـ ۱۴۷ و ۱۴۸) حضرت علیؓ کے لشکر سے جو لوگ نکل گئے تھے اور ان پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا وہ خارجی کہلائے۔ یہ خارجی اِدھر حضرت علیؓ سے برابر لڑتے اور اُنکی نافرمانی کرتے رہے۔ اور اُدھر حضرت معاویہؓ روز بروز اپنی فتوحات کو بڑھاتے رہے یہاں تک کہ ۳۹ھ تک وہ مصر و عرب اور جزیرے پر بھی قابض ہو گئے ان مسلسل خانہ جنگیوں سے گھبرا کر دونوں نے ۴۰ھ میں صلح کر لی کہ کوئی کسی کے علاقے پر حملہ نہ کرے۔ عراق حضرت علیؓ کے پاس رہا اور شام وغیرہ حضرت معاویہؓ کے پاس رہا۔

(باقی نوٹ صفحہ ۲۴۸ پر)

ع۱ طبقات ابن سعد جزء خامس حصہ دوم صـ ۶۸

حضرت زبیرؓ کا مرثیہ حضرت عائشہؓ کی زبان سے

حضرت عائشہؓ کو حضرت زبیرؓ کی شہادت کی اطلاع ملی تو تو آپنے نہایت غم و الم کی حالت میں ایک مرثیہ کہا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

غدر ابن جرموز بفارس بهمته ۔۔۔ یوم اللقاء وکان غیر معدد

ابن جرموز نے اُس بہادر سوار کے ساتھ دغا کی ۔ جنگ کے دن ۔ حالانکہ وہ بھاگنے والا نہ تھا

یا عمرو لو نبّهته لوجدته ۔۔۔ لا طائشا رعش الجنان ولا الید

اے عمرو اگر تو انہیں آگاہ کر دیتا تو انہیں اس حالت میں پاتا کہ وہ ایسے نادان نہ ہوتے جس کا دل اور ہاتھ کانپتا ہے

شلّت یمینک ان قتلت لمسلما ۔۔۔ حلت علیک عقوبة المتعمّد

تیرا ہاتھ شل ہو جائے کہ تو نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ۔ تجھ پر قتل عمد کے مرتکب کا عذاب واجب ہو گیا ۔

تکلتک امّک هل ظفرت بمثله ۔۔۔ فیمن مضی فیما تروح وتغتدی

تیری ماں تجھے روئے تو کبھی اُن کے ایسے شخص پر کامیاب ہوا ہے اُن لوگوں میں جو اُس زمانے میں گزر گئے جس میں تو شام اور صبح کرتا ہے

کم غمرة قد خاضها لم یثنه ۔۔۔ عنها طرادک یا ابن فقع القردد

وہ کتنی ہی سختیوں میں اُس طرح گھس گئے کہ اُنہیں اُن سے باز نہ رکھا۔ تیری نیزہ زنی نے اے سفید چہرے والے۔

سلسلہ نوٹ ۱۵ گران بیم خانہ جنگیوں اور کشت و خون سے تنگ آکر مسلمانوں کی ایک جماعت کو خیال ہوا کہ اُمت اسلامیہ کی خونریزی و افتراق کے تینوں ذمہ داروں حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ اور حضرت بن العاصؓ کو قتل کر دیں تاکہ مسلمانوں کو اس مصیبت سے نجات ملے۔ (سیرۃ النبی ص۶۰۰)

آخر کار خوارج میں سے تین آدمی نامزد کئے گئے (۱) عبدالرحمٰن ابن ملجم المرادی جو قبیلہ حمیر میں سے تھا (۲) البرک بن عبداللہ التمیمی (۳) عمرو بن بکیر التمیمی۔ یہ تینوں مکہ میں جمع ہوئے اور عہد و پیمان کیا کہ ان تینوں کو ضرور قتل کر دینگے۔ اگر بندگان خدا کو ان سے راحت ملے عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علیؓ۔ البرک نے حضرت معاویہؓ اور عمرو بن بکیر نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے قتل کا ذمہ لیا اور عہد و پیمان کیا اور بھروسہ دلایا کہ وہ اپنے نامزد کے کار خیر (قتل) سے باز نہ رہیگا۔ اور اُس کے پاس کوفہ۔ شام اور مصر روانہ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اسے قتل کر دے یا اُس کے لئے اپنی جان دیدے گا۔" انہوں نے باہم شب ہفدہم رمضان میعاد مقرر کی اور ہر شخص اُس شہر کی طرف روانہ ہو گیا جس میں وہ شخص موجود تھا جسے وہ قتل کرنا چاہتا تھا۔ عبدالرحمٰن بن ملجم کوفہ آیا اور اپنے خارجی دوستوں سے ملا کر ان سے اپنے مقصد کو پوشیدہ رکھا پھر وہ شبیب بن بجرۃ الاشجعی سے ملا اور اُسے اپنے ارادے سے آگاہ کر کے ساتھ رہنے کی دعوت دی اُس نے وعدہ کر لیا طلوع فجر کے قریب یہ دونوں تلواریں لے کر اُس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے حضرت علیؓ نکلتے تھے۔ مؤذن کے اطلاع دینے پر جگہ نماز تیار ہے حضرت علیؓ دروازہ سے باہر ہو گئے اور انہوں نے آواز دی لوگو نماز نماز۔ اسیطرح وہ ہر روز کہا کرتے تھے۔ اُن دو آدمیوں نے انہیں روکا اور تلواریں ماریں۔ عبدالرحمٰن بن ملجم کی تلوار پیشانی سے سر تک لگ کر ان کے پیچھے تک پہنچ گئی لیکن شبیب کی تلوار محراب پر پڑی۔ شبیب بھاگ کر نکل گیا مگر لوگوں نے عبدالرحمٰن بن ملجم کو پکڑ لیا اور اُسے حضرت علیؓ کے پاس پہنچا دیا۔ انہوں نے فرمایا اسے اچھا کھانا کھلاؤ اور نرم بستر دو۔ اگر میں زندہ رہا تو اُس کے خون کے معاف کرنے یا قصاص لینے کا زیادہ مستحق ہوں اگر میں مر گیا تو اُسے بھی میرے ساتھ کر دینا میں رب العالمین کے پاس اُس سے جھگڑ لوں گا۔

حضرت علیؓ جمعہ کے دن اور ہفتہ کی شب کو زندہ رہے۔ شب یکشنبہ ۱۹ رمضان ۴۰ھ کو اُنکی وفات ہو گئی۔ حضرت علیؓ کی خلافت چار سال نو ماہ رہی۔ ترسٹھ برس کی عمر تھی۔ حضرت علیؓ کے انتقال کے بعد عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھ اور زبان کاٹ کر اور اُسکی آنکھوں کو گرم سلاخوں سے پھوڑ کر ٹارچر دیکر مروا دیا گیا (طبقات کبیر ابن سعد جزو خاص حصہ اول ص۲۵ تا ۲۵۷) حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ پر بھی حملے ہوئے لیکن وہ دونوں بچ گئے اور مدتوں زندہ رہے

جریر بن الخطفی نے (اشعار ذیل) کہے

ان الرزیۃ من تضمن قبرہ ۔۔۔ وادی السباع لکل جنب مصرع

مصیبت عظیمہ ہے اُس کو جس نے وادی السباع میں اُن (زبیرؓ) کی قبر بنوائی جہاں ہر طرف سے اُن کے لئے مقتل تھا۔

لما اتی خبر الزبیر تواضعت ۔۔۔ سور المدینۃ والجبال الخشع

جب زبیرؓ کی خبر مرگ آئی تو مدینہ کی دیواریں اور پہاڑ خوف کے مارے جھک گئے

وبکی الزبیر بناتہ فی مأتم ۔۔۔ ماذا یرد بکاء من لا یسمع

اور زبیرؓ کی بیٹیاں اُن کے ماتم (غم) میں روئیں۔ جو سنتا نہیں وہ رونے کا کیا جواب دے گا

شہادت حضرت زبیرؓ کی خبر حضور صلعم کی زبان مبارک سے

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم مع ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ اور زبیرؓ کے کوہ حرا پر تھے کہ پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی۔ حضور اقدس صلعم نے فرمایا۔ فما علیک الا نبیؐ وصدیق وشہید" ٹھہر جا تیرے اوپر سوائے نبیؐ۔ صدیقؓ۔ اور شہیدوں کے اور کوئی نہیں ہے۔[1]

دوسری حدیث ۲۲۹۲ کا مضمون یہ ہے کہ اس میں مذکورہ بالا ناموں کے علاوہ حضرت سعدؓ بن وقاصؓ کا نام زاید ہے اور یہ بھی حضرت ابوہریرہؓ ہی سے مروی ہے۔"[2]

حضرت زبیرؓ کا شوق شہادت اپنے صاحبزادوں کے نام شہداء کے ناموں پر رکھنا انکے مرتبہ شہادت پانے کی امید

حضرت زبیرؓ فرماتے تھے کہ ہمارے بھائی طلحہؓ نے اپنے بیٹوں کے نام انبیاؑ کے ناموں پر رکھے ہیں حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ بعد سرور عالم صلعم کسی شخص کو مرتبہ نبوت حاصل نہ ہوگا۔

مگر میں نے اپنے بیٹوں کے نام شہداء کے ناموں پر رکھے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو بھی مرتبہ شہادت عطا فرمائے گا۔ اس لئے کہ اس مرتبہ کا حاصل ہونا ہر مسلمان کے لئے ممکن ہے۔

عبداللہ کا نام عبداللہ بن جحش کے نام پر۔ منذر کا نام منذر بن عمرؓ کے نام پر۔ عروہ کا نام عروہ بن مسعودؓ کے نام پر۔ حمزہ کا نام حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے نام پر۔ جعفر کا نام جعفر بن ابی طالبؓ کے نام پر۔ مصعب کا نام مصعب بن عمیرؓ کے نام پر۔ عبیدہ کا نام عبیدہ بن الحارثؓ کے نام پر۔ خالد کا نام خالد بن سعید کے نام پر۔ اور عمرو کا نام عمرو بن سعید بن العاصؓ کے نام پر (جو جنگ یرموک میں شہید ہوئے) کے نام رکھے ہیں اور یہ سب بزرگ شہدائے اسلام ہیں۔

نوٹ ۱ طبقات میں حضرت طلحہؓ کی اولاد ..... کے نام (۱) محمد (جو جنگ جمل میں شہید ہوئے) (۲) عمران (۳) موسیٰ (۴) یعقوب (جو جنگ حرہ کے دن شہید ہوئے) (۵) اسمٰعیل (۶) اسحٰق (۷) زکریا (۸) یوسف (۹) عائشہ بنت حضرت طلحہؓ (زوجہ حضرت مصعب بن زبیرؓ) (۱۰) عیسیٰ۔ (۱۱) یحییٰ (۱۲) صعبہ بنت حضرت طلحہؓ (۱۳) مریم بنت حضرت طلحہؓ (۱۴) صالح (۱۵) ام اسحٰق۔ (طبقات ابن سعد جزو ثالث ص ۱۵۲)

نوٹ ۲ حضرت عبداللہ بن جحش جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی پیدائش آپ کی شہادت سے پہلے ہوئی ہے

---

۱ حدیث ۲۲۹۱ ترجمہ صحیح مسلم۔ ۲ (ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب الفضائل ص ۲۹۲ ترجمہ سید دام ۔ (۳) اصابہ ترجمہ مشکوٰۃ شریف ص ۹۲۱ ترجمہ سید دام "۔ ۳ طبقات ابن سعد جزو ثالث ص

جامع ترمذی میں ہے کہ آپکے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا نام رسول اللہ صلعم نے رکھا تھا۔ باقی بیٹوں کے نام حضرت زبیرؓ نے شہیدوں کے ناموں پر رکھے تھے۔ حدیث کی ہم سے "عبداللہ بن اسحٰق جوہری" نے "انہوں نے کہا۔ خبر دی ہم کو "ابو عاصم" نے۔ عبداللہ بن موصل سے"۔ انہوں نے "ابن ملیکہ" سے اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے "یہ کہ نبی صلعم نے زبیرؓ کے گھر میں چراغ دیکھا۔ پس فرمایا آپنے اے عائشہ "میں گمان کرتا ہوں کہ "اسماء" "نفاس والی ہوگئی ہے سو تم اس لڑکے کا نام مت رکھنا۔ یہاں تک کہ میں اس کا نام نہ رکھوں۔ پس آپ نے نام "عبداللہ" رکھا اور اس کے تالو میں کھجوریں لگائیں۔[1]

صحیح مسلم میں ہے کہ سب سے پہلے جو چیز اُس کے پیٹ میں گئی وہ رسول اللہ صلعم کا لعاب دہن تھا اُس کے بعد آپنے اُس کے اوپر ہاتھ پھیرا اس کے لئے دعا فرمائی اور عبداللہ نام رکھا"۔[2]

صحیح بخاری میں ہے کہ اُسامہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن عروہؓ نے بیان کیا کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی" جبکہ "بیر معونہ" والے شہید ہوئے۔ اور عمرو بن امیہ ضمریؓ قید کئے گئے"۔ عامر بن فہیرہؓ "بیر معونہ" کے دن شہید ہوئے۔ اس دن عروہ بن اسماء سات شہید ہوئے اسی واسطے عروہ بن زبیرؓ (حضرت زبیرؓ کے بیٹے) کا نام رکھا گیا اور منذر بن عمروؓ شہید ہوئے اسی وجہ سے "منذر" (حضرت زبیرؓ کے بیٹے) کا نام رکھا گیا"۔[3]

حضرت زبیرؓ کو جنگ جمل کے دن اپنی شہادت کا یقین تھا

عروہ بن حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی عبداللہ بن زبیرؓ نے مجھ سے روایت کی کہ یوم جمل میں میں اپنے والد کے بازو سے کھڑا تھا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ "اے فرزند آج کے دن مظلوم شہید ہوں گے اور میں اپنے آپکو بھی انہیں مظلوم شہداء میں دیکھتا ہوں"۔

مجھ کو سب سے بڑی فکر اس قرض کی طرف سے ہے جو مجھ پر ہے تم سب سے پہلے میرا قرض ادا کرنا اور اس کے بعد وراثت تقسیم کر لینا اور اے فرزند اگر کبھی تم قرض کے ادا کرنے میں عاجز ہو تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا۔

میں نے عرض کیا کہ اے والد بزرگوار آپ کا مولیٰ کون ہے تو انہوں نے فرمایا۔ اللہ۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مشکلات میں گرفتار ہوا تو ان کلمات کے میرے منہ سے نکلتے ہی کہ "یا مولی الزبیرؓ اقض عنہ دینہ"۔ اے زبیرؓ کے مولیٰ ان کا قرض ادا فرما دے۔ مشکل حل ہوگئی اور قرض ادا ہوگیا۔

حضرت زبیرؓ و طلحہؓ جنت میں حضور اکرم صلعم کے ہمسایہ ہوں گے

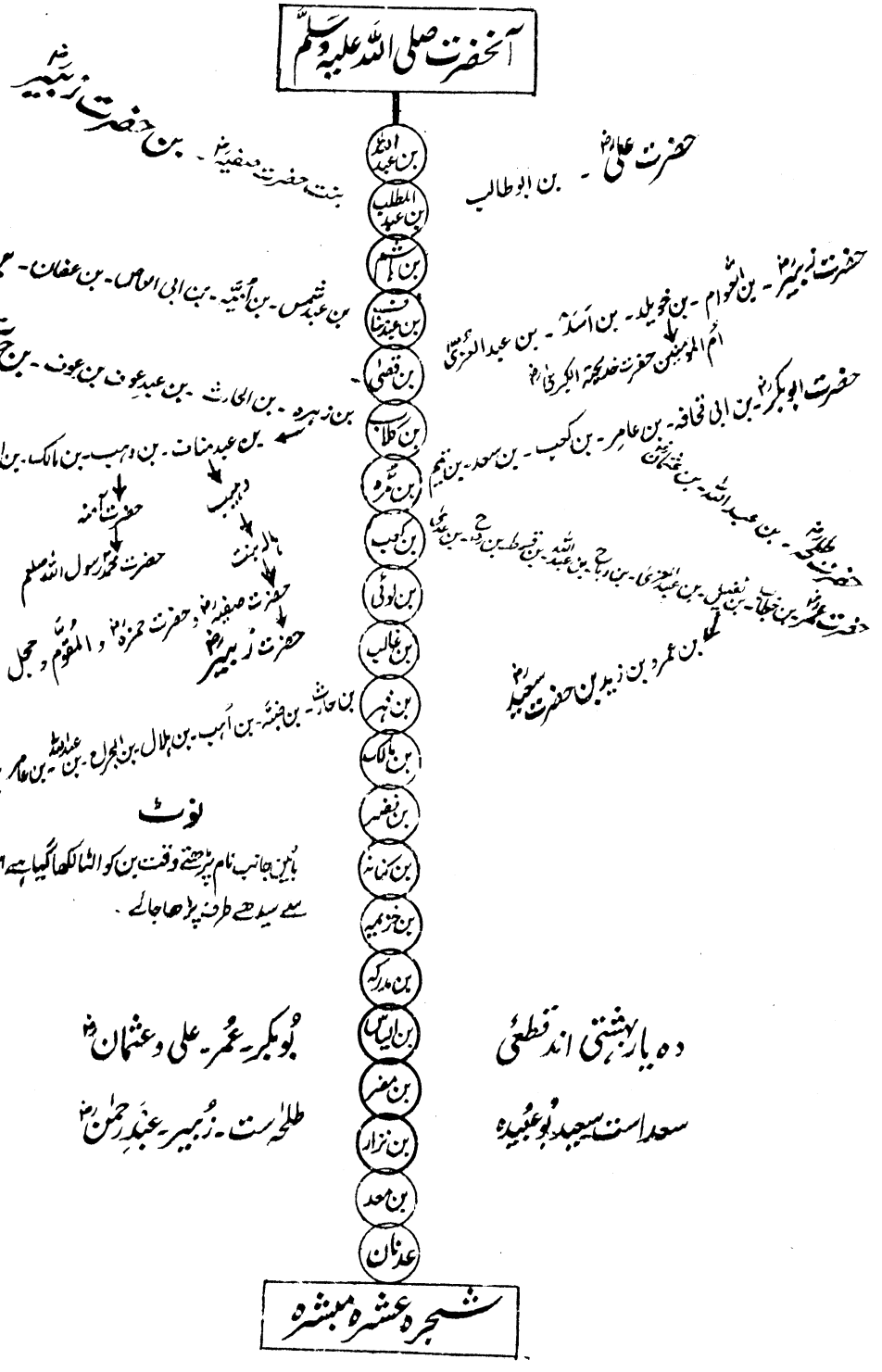
حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے رسول پاک صلعم کے دہن مبارک سے سنا ہے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے ہمسایہ ہوں گے۔[4]

حضرت زبیرؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں جن کے جنتی ہونے کی حضور اکرم صلعم نے بشارت دی ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلعم نے ارشاد فرمایا۔ ابوبکرؓ جنتی ہے۔ عمرؓ جنتی ہے۔ علیؓ جنتی ہے۔ عثمانؓ جنتی ہے۔ طلحہؓ جنتی ہے۔ زبیرؓ جنتی ہے۔ سعیدؓ بن زید جنتی ہے۔ ابو عبیدہؓ بن الجراح جنتی ہے۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ جنتی ہے۔ سعد بن وقاصؓ جنتی ہے۔[5]

شجرہ حضرات عشرہ مبشرہ کا دیکھو صفحہ ۲۵۱ پر

۱۔ ترجمہ جامع ترمذی ص۵۹۸ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔ ۲۔ ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم ص۲۱۷ نمبر ۱۷۰۴ مترجمہ سید ایم جلالی مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی۔
۳۔ ترجمہ صحیح بخاری ص۱۱۴۹ ج۲ مترجمہ مرزا حیرت دہلوی ۴۔ المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف ص۵۴۱ مترجمہ سید ایم مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی
۵۔ المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف ص۵۴۱ و بخاری شریف مترجمہ سید ایم جلالی مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی۔


آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت علیؓ - بن ابو طالب
بن عبد المطلب
بن ہاشم
بن عبد مناف
بن قصی
بن کلاب
بن مرہ
بن کعب
بن لوئی
بن غالب
بن فہر
بن مالک
بن نضر
بن کنانہ
بن خزیمہ
بن مدرکہ
بن الیاس
بن مضر
بن نزار
بن معد
عدنان
حضرت زبیرؓ - بن حضرت زبیرؓ
بنت حضرت صفیہؓ
حضرت زبیرؓ - بن العوام - بن خویلد - بن اسد - بن عبد العزیٰ
ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ
حضرت ابوبکرؓ - بن ابی قحافہ - بن عامر - بن کعب - بن سعد - بن تیم
حضرت طلحہؓ - بن عبید اللہ - بن عثمان
حضرت عمرؓ - بن خطاب - بن نفیل - بن عبد العزیٰ - بن رباح - بن عبد اللہ - بن قرط - بن رزاح - بن عدی
بن عمرو بن زید بن حضرت سعیدؓ
بن حارث - بن جبہ - بن اہیب - بن ہلال - بن الجراح - بن عبد اللہ - بن عامر بن ابو عبیدہؓ
حضرت عثمانؓ - بن حضرت عفانؓ
بن عبد شمس - بن امیہ - بن ابی العاص - بن عفان -
حضرت عبد الرحمنؓ - بن حضرت عوفؓ
بن زہرہ - بن الحارث - بن عبد عوف بن عوف -
سعدؓ - بن حضرت ابی وقاصؓ
بن عبد مناف - بن وہب - بن مالک - بن ابی وقاص -
وہب
آمنہ
حضرت محمد رسول اللہ صلعم
ہالہ بنت
حضرت صفیہؓ و حضرت حمزہؓ و المقوم و جحل
حضرت زبیرؓ
نوٹ
بائیں جانب نام پڑھتے وقت بن کو الٹا لکھا گیا ہے اس طرح بائیں سے سیدھے طرف پڑھا جائے۔
دہ یار بہشتی اند قطعی
سعد است سعید و بو عبیدہ
بو بکر - عمر - علی و عثمانؓ
طلحہ ست - زبیر - عبد رحمنؓ
شجرہ عشرہ مبشرہ

حضرت زبیرؓ کی جنگ جمل کے دن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو وصیت اور حضرت زبیرؓ کی متروکہ دولت

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زبیرؓ جنگ جمل کے دن (میدان میں) کھڑے ہوئے تھے اور میں اُن کے پہلو میں کھڑا تھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے آج ظالم مقتول ہوگا یا مظلوم۔ اور میں اپنے آپکو سمجھتا ہوں کہ مظلوم مقتول ہوں گا۔ مجھے بڑی فکر اپنے قرض کی ہے۔ کیا تمہارے خیال میں قرض ادا کرنے کے بعد میرا کچھ مال بچ رہیگا یا نہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے تم میرا مال فروخت کرکے میرا قرض ادا کر دینا۔ اس کے بعد آپ نے تہائی مال میں سے تہائی مال کی میرے بیٹوں کو دینے کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ فرمایا کہ تہائی مال کے تین حصے کرنا اور اُس میں سے ایک حصہ اپنے بیٹوں کو دیدینا یعنی اگر قرض ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اُس میں سے تہائی مال کے تین حصے کرنا۔ ایک حصہ اپنی اولاد کو دینا اور دو حصے راہ خدا میں خیرات کر دینا۔ شام کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بعض بیٹے یعنی عباد حضرت زبیرؓ کے بیٹوں یعنی اپنے چچاؤں کے ہم عمر تھے اور اُس زمانے میں اُن کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔

اس کے بعد حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ اگر تم اس قرض کی ادائی سے قاصر و عاجز رہو تو میرے مولیٰ یعنی آقا سے مدد مانگنا۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نہ سمجھ سکا کہ حضرت زبیرؓ کی آقا سے کیا مراد ہے اس لئے دریافت کیا۔ ابا! آپ کا آقا کون ہے۔ فرمایا۔ میرا آقا خدا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ اپنے والد کی وصیت کے موافق جو قرض میں ادائی قرض کی مشکل میں پھنسا تو خدا سے دعا کی کہ اے زبیرؓ کے آقا اُن کا قرض ادا کر دے۔ خدا نے دعا قبول فرمائی اور میرے والد کا قرض ادا کر دیا۔ بعد اس کے حضرت زبیرؓ شہید ہو گئے اور ترکہ میں کوئی درہم و دینار نہ چھوڑا۔

حضرت زبیرؓ کی املاک

ہاں کچھ زمینیں جن میں سے ایک غابہ میں تھی اور مدینہ میں گیارہ مکانات" بصرہ میں "دو گھر" کوفہ میں ایک گھر اور مصر میں ایک گھر چھوڑا۔

حضرت زبیرؓ پر قرض ہونیکی وجہ

حضرت زبیرؓ پر قرض اس وجہ سے تھا کہ جو شخص آپ کے پاس کوئی امانت رکھنے آتا تھا تو حضرت زبیرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں امانت تو رکھتا نہیں ہوں ہاں قرض لے لیتا ہوں کیونکہ امانت کی صورت میں مجھے اس کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

قرض کی تعداد

میں نے اُن کے قرض کا حساب لگایا تو بائیس لاکھ تھا۔ حکیم بن حزام (اسدی) نے مجھ سے آکر پوچھا۔ بھتیجے میرے بھائی پر کتنا قرض ہے۔ میں نے اصل قرض کو چھپا کر بتلایا کہ ایک لاکھ ہے۔ حکیمؒ بولے۔ میری نظر میں تمہارے مال میں اتنی وسعت نہیں کہ قرض ادا ہو سکے۔ میں نے کہا اگر بائیس لاکھ ہو تو کیا صورت ہوگی۔ حکیمؒ نے فرمایا کہ پھر تو تم ادا ہی نہیں کر سکتے۔ اگر قرض ادا کرنے میں کچھ دشواری پیش آئے تو مجھ سے مدد مانگنا۔

ادائیگی قرض

حضرت زبیرؓ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ میں نے سولہ لاکھ میں اسکو فروخت کیا اور اعلان کرا دیا کہ حضرت زبیرؓ پر جس کا قرض ہو وہ ہمارے پاس "غابہ" میں آجائے۔ اعلان کرنے پر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ آئے اور کہنے لگے۔ حضرت زبیرؓ پر میرے چار لاکھ درہم تھے اگر تم چاہو تو معاف کر دوں۔ میں نے کہا میں معاف کرانا نہیں چاہتا۔ اگر جعفر بولے اگر تم ادائگی میں تاخیر کی خواہش کرو تو میں کچھ عرصہ کی مہلت دیدوں۔

میں نے کہا نہیں۔ میں مہلت بھی نہیں چاہتا۔ عبداللہ بن حضرت جعفرؓ نے کہا۔ تو پھر ایک قطعہ زمین کا میرے واسطے علحدہ کر دو۔ میں نے کہا۔ یہاں سے فلاں جگہ تک تم لیلو۔ حاصل یہ ہے کہ میں نے زمین فروخت کرکے حضرت زبیرؓ اپنے والد بزرگوار کا قرض ادا کر دیا۔ اور ساڑھے چار شہام ابھی باقی رہ گئے۔

اس کے بعد حضرت معاویہؓ کے پاس گیا۔ اہل وفد حضرت معاویہؓ کے پاس" عمرو بن حضرت عثمانؓ۔ منذر بن حضرت زبیرؓ اور ابن زمعہؓ (اسدی) بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا۔ تم نے "غابہ" کی کتنی قیمت مقرر کی ——— میں نے کہا ہر حصہ ایک لاکھ میں۔ معاویہؓ بولے تو پھر کتنے حصے باقی ہیں ——— میں نے کہا ساڑھے چار سہام ——— "منذر" بولے۔ ایک حصہ ایک لاکھ میں میرا ہوا۔ عمرو کہنے لگے میں نے ایک حصہ ایک لاکھ میں لیا۔ ابن زمعہؓ (اسدی) بولے۔ میں بھی ایک حصہ ایک لاکھ میں لیتا ہوں۔ آخر میں معاویہؓ نے پوچھا اب کتنے حصے باقی ہیں۔ میں نے کہا ڈیڑھ حصہ باقی ہے ——— معاویہؓ کہنے لگے اس کو ڈیڑھ لاکھ میں میں نے لیا۔ راوی کہتا ہے کہ جو حصہ اپنے قرض کے عوض عبداللہ بن جعفرؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے "غابہ" کی زمین میں سے لیا تھا وہ اُنہوں نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ چھ لاکھ میں فروخت کیا۔

بعد اس کے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے والد بزرگوار کے قرض کو ادا کرنے سے فارغ ہوئے تو حضرت زبیرؓ کے اور صاحبزادوں نے کہا کہ اب ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم ابھی نہیں دوں گا میں چار سال تک برابر ہر سال ایام حج میں اعلان کروں گا کہ جس کسی کا قرض حضرت زبیرؓ پر ہو وہ ہمارے پاس آئے ہم اُن کا قرض ادا کر دیں گے چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہر سال اعلان کیا کرتے تھے۔ جب چار سال گزر گئے تو اپنے بھائیوں کے درمیان ترکہ تقسیم کر دیا۔

حضرت زبیرؓ کی دولت

حضرت زبیرؓ کی چار بیویاں تھیں اور مال وصیت میں سے تیسرا حصہ علیحدہ کر لیا گیا تھا۔ پھر بھی ہر بیوی کے حصہ میں بارہ بارہ لاکھ آیا تھا۔ گویا حضرت زبیرؓ کا سب مال پانچ کروڑ دو لاکھ تھا۔ ع۱

حضرت زبیرؓ کے اوقاف

حضرت زبیرؓ نے اپنے مکان وقف کئے تھے۔ اور اپنی ایک صاحبزادی کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ ان مکانات میں رہ سکتی ہے۔ بشرطیکہ مکانات کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے۔ اگر شوہر سے ملح ہونے کے بعد اسکو ضرورت نہ رہے تو پھر ان مکانات پر اس کو کوئی حق نہیں ہے۔" ع۲

ذریعہ معاش اور تمول

آپ کی معاش کا اصل ذریعہ شروع سے تجارت تھا۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے جس کام میں ہاتھ ڈالا کبھی گھاٹا نہیں ہوا۔ آپ بہت بڑے تاجر تھے۔ اور آپکی تجارت کا سلسلہ دور دور ممالک شام یعنی مصر عراق اور حبش وغیرہ میں پھیلا ہوا تھا۔

لوگوں نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ آپ کی تجارت میں اس قدر ترقی کس طرح ہوئی۔ فرمایا کہ اوّل تو میں خواب مال نہیں لیتا دوسرے یہ کہ نفع کے بھی پیچھے نہیں پڑا رہتا۔"

تجارت سے آپ نے اس قدر نفع حاصل کیا تھا کہ آپ نے ایک زمین چھ لاکھ روپیہ میں فروخت کی تھی۔ تجارت کے علاوہ "مال غنیمت" سے بھی آپکو گراں قدر غنیمتیں حاصل ہوئیں۔ حضرت زبیرؓ نے کئی اسلامی ممالک میں متعدد جائیدادیں خریدی تھیں۔ آپکے مال کا تخمینہ پانچ کروڑ دو لاکھ درہم یا دینار تھا۔ یہ مال جائیداد غیر منقولہ کی شکل میں تھا۔ علاوہ انکے ایک ہزار گھوڑے اور اتنی قدر لونڈیاں اور غلام تھے۔ طبقات میں روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ کے کئی خطے "مصر" میں اور کئی خطے "اسکندریہ" میں اور کئی خطے "کوفہ" میں اور "بصرے" میں کئی مکانات تھے۔ ع۳ ان املاک کے علاوہ آپکو آنحضرت صلعم۔ حضرت صدیق اکبرؓ۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے اوقات میں بنی نضیر "خیبر" اور "مدینہ منورہ" وغیرہ میں جو جاگیریں ملی تھیں اُن کے تذکرے انہیں زمانوں کے بیانات میں آچکے ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ع۱ (ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص۳۴۲ مترجمہ سید دایم جلالی۔) ع۲ (ترجمہ صحیح بخاری جلد ثانی ص۱۰۱ بارہ گیارہ کتاب الوصایا) (مترجمہ سید عبدالکریم جلالی بخاری) ع۳ (۱) (استیعاب جلد ۱، ص۲۹۵ ۲) الریاض النضرہ جلد ۲، صفحہ ۲۷۲ و ۲۷۳) ع۴ (طبقات ابن سعد جزو ثالث ص۷۷)

تاریخ خمیس اور "صواعق محرقہ" میں ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں اکثر صحابہؓ نے زمین آباد کرنے کی طرف توجہ فرمائی تو حضرت زبیرؓ نے صرف۔ مروی اور ذی خشب اور اس کے اطراف میں بھی یہ کام[1] شروع کیا۔ صحابہؓ کرام کی ان محنتوں اور کوششوں کی وجہ سے مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں بڑی آبادی اور رونق ہوگئی تھی۔[2]

آپ کے باغات و محلات کی موجودگی چوتھی صدی ہجری میں اچھی حالت میں۔

ابھی ہم صحیح بخاری سے لے کر لکھ آئے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کے "مدینہ میں گیارہ مکانات" "بصرے میں دو گھر" "کوفہ میں ایک گھر" اور "مصر میں ایک گھر تھا" اس سے پہلے فتوح البلدان بلاذری کا بیان لکھ چکے ہیں کہ "الزبیرؓ نے مصر و اسکندریہ میں اپنے لئے دو زمینوں کی خط بندی کی"۔

ترجمہ ثانی تاریخ اسلام مولفہ جسٹس امیر علی مطبوعہ ۱۹۲۱ء کے صفحہ ۶۶ پر لکھا ہے کہ "مسعودی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں اصحاب رسول اللہ صلعم نے اپنے لئے بڑے بڑے اور خوبصورت ایوان تعمیر کرائے تھے۔

حضرت زبیرؓ بن العوام کا جو قصر "بصرے" میں تھا ۳۵۲ھ تک جبکہ مسعودی نے اپنی کتاب لکھی موجود تھا جو "آجروں" "ساہوکاروں" اور تجارتی کاروبار کے واسطے استعمال کیا جاتا تھا۔

حضرت زبیرؓ نے "کوفہ" "فسطاط" اور اسکندریہ میں بھی متعدد ایوان تعمیر کرائے تھے۔ یہ عظیم الشان محلات مع اپنے باغات کے مسعودی کے زمانہ تک اچھی حالت میں موجود تھے۔

طرز معاشرت

دولت و ثروت کے باوجود آپ کا طرز معاشرت نہایت سادہ تھا۔ عموماً سادہ لباس زیب تن فرماتے۔ کبھی کبھی رنگین عمامہ باندھتے تھے۔ ریشمی کپڑے آپ نے استعمال فرمائے ہیں جس کی خاص طور سے رسول اللہ صلعم نے آپکو خارش ہو جانے یا آپ کے کپڑوں میں جوئیں پڑ جانے کی وجہ سے اجازت دیدی تھی۔ غذا بھی پر تکلف نہ تھی اور آپ کو ذات سے کام کرنے میں مطلق عار نہ تھا یہاں تک کہ اپنے کھیتوں اور باغوں میں خود پانی دے لیا کرتے۔ اور اکثر راتوں کو تشریف لے جاکر اپنے املاک کی خود ہی حفاظت فرمایا کرتے تھے۔ گھر کے کام کاج بھی آپ کی بیویاں اپنے ہاتھوں سے انجام دے لیا کرتی تھیں۔

اخلاق و عادات

حضرت زبیرؓ کا دامن اخلاقی زر و جواہر سے مالا مال تھا۔ "تقویٰ" "پارسائی" "حق پسندی" "بے نیازی" "سخاوت" اور "ایثار" آپ کا خاص شیوہ تھا۔ "رقت قلب" اور "عبرت پذیری" کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی واقعہ پر دل کانپ اٹھتا تھا۔

خوف الٰہی

ایک روز آنحضرت صلعم سے حضرت زبیرؓ نے دریافت کیا۔ کیا قیامت کے روز ہمارے جھگڑے دہرائے جائینگے۔ ارشاد ہوا۔ ہاں۔ ایک ایک ذرہ کا حساب ہوگا حقدار کو اس کا حق دلایا جائے گا۔ یہ سنکر آپ کانپ اٹھے اور کہنے لگے "اللہ اکبر کیا سخت موقع ہوگا"۔[3]

نوٹ[1]۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب پی ایچ ڈی نے طائف سے اپنے خط موسومہ عبدالخالق صاحب میں لکھا ہے کہ "یہاں سردی غنیمت ہے کہ میں گرمی بھی ویسی ہی شدید تھی۔ چند سو میل کے فاصلے پر جلالی و جمالی زمین آسمان کا فرق کل صبح زبیریہ جا رہا ہوں۔ ہمارے گھر سے متصل آبنائہ میں اخلاک کمنڈی حیدر آباد دکن میں) زبیری صاحب (غالباً زبیری احمد جی لے علیگ ہیں اور خورد مولف کتاب ہذا) رہتے ہیں ان کو اس سے دلچسپی ہوگی کہ مدینہ منورہ کے شمال میں حضرت زبیرؓ کی جاگیر اور مقطع تھا اور جسمیں کہتے ہیں کہ ایکہزار غلام آدمی کام کرتے تھے اُسے اب پھر آباد کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ سال حال ڈچ ڈی ڈل نے مالک کو سخت نقصان پہنچایا۔ اور نقش اوّل میں ہی حوصلہ شکنی ہوئی وہاں جاکر ممکن ہوا تو کچھ فوٹو بھی ضرور لوں گا۔ نوٹ[2] حضرت زبیرؓ نور روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلعم نے فرمایا کہ جبتک یہ نہ بتا دے کہ کوئی شخص تم میں اپنی رسی لیے اور لکڑی کا بوجھ اپنی

---

[1] شمس النوار تاریخ جلد چہارم ص۳۳۴ - تاریخ خمیس و صواعق محرقہ [2] مسند جلد ۱ (ص۱۶۷) ص۱۳ تاریخ اسلام جسٹس امیر علی ص۶۶

تقویٰ و پرہیزگاری

حضرت زبیرؓ خود اس کا خیال رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی ہدایت فرماتے تھے۔ ایکدفعہ اپنے غلام "ابراہیم" کی دادی۔ اُمِّ عطا کے پاس گئے۔ دیکھا کہ یہاں "ایامِ تشریق" کے بعد بھی قربانی کا گوشت موجود ہے۔ فرمانے لگے۔ "اُمِّ عطا" رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ "اُمِّ عطا نے عرض کیا کہ" میں کیا کروں"۔ لوگوں نے اس قدر ہدیے بھیجے ہیں کہ ختم ہی ہونے میں نہیں آتے"۔ [1]

حق پرستی

امرِ حق کے اعلان میں آپ کسی سے بھی نہ ڈرتے تھے۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد یا تو حضرت علیؓ کی حمایت میں تلوار کھینچ لی تھی۔ "یا تفریق بین المسلمین" کا خیال دلاتے ہی بیعت کر لی اور کسی بات کی پرواہ نہ کی۔

علم اصلاح بلند کیا تو کس شان سے، جبکہ آپ کی فوجی طاقت حضرت علیؓ کی فوجی طاقت سے ڈیوڑھی تھی۔ اور کامیابی یقینی تھی۔ [2] "حضرت علیؓ" کے ایک حدیث یاد دلاتے ہی اپنے صاحبزادے تک کا اعتراض سُن لیا۔ گردہ ہی کیا جو حق سمجھا۔ "فوراً مقابلہ سے ہٹ گئے

قوتِ ایمانی

دولت اسلام سے مشرف ہوئے تو آپکے چچا چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیتے۔ مگر آپ کو پروا بھی نہ ہوتی۔ یہ ہی کہے جاتے کہ "چچا کچھ کرو۔ اب میں کافر نہیں ہو سکتا"۔ [3]

عبادات و طاعات

اتنی عظمت اور دولت مندی پر عبادات و ریاضت میں محو رہتے نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ ہزار ہزار رکعت پڑھکر کھڑے ہوئے تھے۔ پرہیزگاری آپکی کتاب اخلاق کے روشن ترین ابواب ہیں خود ہی اس کا خیال رکھتے تھے اور دوسروں کو ہدایت کرتے رہتے تھے۔ جنگ جمل کے موقع پر ایک شخص نے آکر کہا۔ آپ اجازت دیں تو میں حضرت علیؓ کا سر اُڑا دوں۔ فرمایا۔ یہ بتاؤ کہ تم تنہا اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کیونکر کر سکو گے۔ اُس نے کہا میں اُنکی فوج میں جا کر مل جاؤں گا اور کسی وقت موقع پا کر اُنہیں قتل کر ڈالوں گا۔ فرمایا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ سرکار دوعالم صلعم نے فرمایا ہے کہ ایمان قتل ناگہانی کی زنجیر ہے۔ اس لئے کوئی مومن کسی کو ہوشیار کئے بغیر اچانک ہرگز قتل نہ کرے۔ [4]

مساوات پسندی

حضرت زبیرؓ کو مساوات پسندی کا اتنا خیال تھا کہ وہ مسلمان کی لاشوں میں بھی کسی تفریق یا امتیاز کو جائز نہیں رکھتے تھے۔ جنگ اُحد میں آپکے ماموں "حضرت حمزہؓ" شہید ہوئے تو حضرت صفیہؓ آپ کی والدہ ماجدہ نے بھائی کی تجہیز و تکفین کے لئے دو کپڑے لاکر دیے۔

لیکن ماموں کے پہلو میں ایک۔ انصاری کی لاش بھی بے گور و کفن پڑی تھی۔ آپ کے دل نے گوارا نہ کیا کہ ایک کے لئے دو کپڑے ہوں اور دوسرا بے کفن رہے۔ غرض تقسیم کرنے کے لئے دونوں کپڑوں کو ناپا تو اتفاق سے وہ کپڑے چھوٹے بڑے نکلے تو قرعہ ڈال کر کپڑے تقسیم کئے گئے تاکہ اسمیں کسی طرح کی ترجیح نہ پائی جائے۔ [5]

فیاضی اور نرم دلی

"فیاضی" "سخاوت" اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بھی بہت حوصلہ مند تھے" چنانچہ آپ کے پاس ایک ہزار غلام تھے" جو روزانہ اُجرت پر کام کر کے آپکو ایک بیس قرار رقم دیتے تھے۔ لیکن آپ نے اس رقم میں سے ایک حبہ بھی کبھی اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال کے لئے صرف کرنا پسند نہیں کیا بلکہ جو کچھ آیا اُسی وقت صدقہ کر دیا۔ [6]

موفقیات میں ہے کہ شہیکؒ کہتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کے پاس ایک ہزار غلام تھے۔ وہ غلام مزدوری کرتے تھے۔ اُن سے جو رقم حضرت زبیرؓ کے ہاتھ آتی اُس کو آپ ہر روز محتاجوں میں تقسیم فرما دیتے اور رات کو خالی ہاتھ گھر تشریف لاتے تھے"۔ [7]

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے ایک زمین چھ لاکھ میں فروخت کی لوگوں نے کہا۔ آپ نقصان میں رہے۔ فرمایا۔ واللہ

---

[1] (مسند ج ۶ ص ۱۶۶) [2] (موطا امام مالک) [3] (بخاری شریف) [4] (مسند) [5] (مسند جلد اول ص ۱۶۵)
[6] (اصابہ جلد ۱ ص ۲۶) [7] (موفقیات ابوذاتی فیلی الزبیرؓ ص ۲۸ و ۲۹)

میں نقصان میں نہیں رہ سکتا۔ یہ فرما کر سب راہ خدا میں تقسیم کر دیا۔ اور اپنی جیسٹی کو گمان دے رکھے تھے کہ آرام سے ہیں مگر خراب نہ کریں۔ ۱

ایک بار ایک شخص آیا اور آپکی اہلیہ حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے عرض کیا۔ یا "اُمِّ عبداللہ" میں محتاج آدمی ہوں آپکی دیوار کے نیچے کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں۔

حضرت اسماءؓ بولیں "تمکو "مدینہ" میں میرا ہی گھر اس کام کے لئے ملا ہے" ——— حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ تمہارا کیا گھر تباہ ہو ایک محتاج کو بیع و شراء سے روکتی ہو" ۲

امانت داری خواری رسول اللہ صلعم کی "امانت داری" "دیانت" اور انتظامی قابلیت" کا شہرہ تھا۔ یہاں تک کہ لوگ عموماً اپنی وفات کے وقت آپ کو اپنی آل و اولاد اور مال و متاع کے محافظ بنانے کی تمنا ظاہر کرتے تھے۔ مطیع بن الاسودؓ نے آپکو وصی بنانا چاہا تو آپنے انکار فرمایا۔ وہ لجاجت سے کہنے لگے "میں خدا اور رسول صلعم اور فرمانبرداری کا واسطہ دلاتا ہوں"۔ میں نے فاروق اعظمؓ کو کہتے سنا ہے کہ "زبیرؓ" دین کے ایک رکن ہیں ——— حضرت مقدادؓ، حضرت عثمانؓ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ وغیرہم نے آپ ہی کو اپنا وصی بنایا تھا۔

چنانچہ آپ نہایت دیانتداری کے ساتھ اُن کے مال و متاع کی حفاظت کر کے اُن کے اہل و عیال پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔ ۳

تحفہ اثنا عشریہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ اُن کے جنازے کی نماز حضرت زبیرؓ پڑھائیں حضرت عثمانؓ نہ پڑھائیں۔ ۴

فتوح البلدان میں ہے کہ "عبداللہ بن مسعودؓ جب فوت ہوئے تو" حضرت زبیر بن العوامؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ "عبداللہ" کی عطا مجھے دیدیجئے کہ بیت المال سے زیادہ اُن کے اہل و عیال اس کے حقدار ہیں اور اُنہوں نے وہ اُنکو عطا کر دیئے۔

اسمٰعیل بن ابی خالد کی سند سے یزید نے کہا کہ حضرت زبیرؓ عبداللہ بن مسعودؓ کے وصی تھے۔ ۵

رسول مقبول صلعم کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے شوہر حضرت ابوالعاصؓ نے بھی وفات کے وقت حضرت زبیرؓ کو اپنی صاحبزادی حضرت امامہؓ کا سرپرست بنا گئے تھے۔ ۶

ہشام بن حضرت عروہؓ نے بیان کیا ہے کہ سات آدمیوں نے حضرت رسول اللہ صلعم میں سے حضرت زبیرؓ کو وصی بنایا تھا جن میں حضرت عثمانؓ عبدالرحمن بن عوفؓ۔ مقدادؓ۔ ابومسعودؓ و غیرہم بھی تھے۔ حضرت زبیرؓ نے ان صحابہ کبارؓ کے مال کو اُن کی اولاد کے لئے محفوظ رکھا اور اپنے مال سے اُن کے مصارف پورے کرتے رہے۔ ۷

نوٹ ۱ حضرت ابوالعاص نام لقیط بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس، حضرت زبیرؓ کی پھوپھی حضرت ہالہؓ کے فرزند اور اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھانجے تھے آنحضرت صلعم کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے شوہر تھے جن سے آپ کے ایک فرزند حضرت علیؓ اور ایک صاحبزادی حضرت امامہؓ باقی ہیں۔ حضرت علیؓ بن ابوالعاص کے متعلق اسد الغابہ جلد پنجم کے ص۵۶ پر ہے کہ رسول خدا صلعم جب مکہ میں فتح کے دن داخل ہوئے تو اُن کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا تھا۔ اُنہوں نے سن بلوغ کو پہونچکر رسول اللہ صلعم کی حیات ہی میں وفات پائی۔ اور ابن عساکر نے لکھا ہے کہ بڑے ہوئے فتح مکہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ سواری پر تھے۔ انہوں نے مکہ یا مدینہ میں وفات پائی۔ (بقیہ نوٹ ص۲۵۷ پر دیکھئے)

ع۱ (بخاری شریف کتاب الوصیت) ع۲ (استیعاب جلد ۱ ص۲۰۵ والریاض النضرہ جلد ۲ ص۲۷۲ و ۲۷۳۔ ع۳ (بخاری شریف)۔ ع۴ (نزہۃ الخواطر و تحفہ اثنا عشریہ ص۲۷۳۔ ع۵ (فتوح البلدان بلاذری جزو دوم ص۲۳۲) ع۶ اسد الغابہ جلد ۵ و زرقانی جلد ثالث ص۲۹۵) ع۷ (اسد الغابہ جلد دوم ص۲۷۲ و کلمات حضرت زبیرؓ حواری رسول اللہ صلعم)

سفارشیں بھی فرمایا کرتے تھے

حیطہ۔ ہجو گو شاعر کی حضرت عمرؓ سے سفارش کر کے قید سے چھڑوا دینے۔ اور حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ کے جھگڑے کے تصفیہ کے لئے سفارش کرنے کا حال اسی کتاب میں پہلے لکھا جا چکا ہے ——— ایک اور واقعہ طبقات میں ہے کہ "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے لئے بیت المال سے پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر تھا جو اُن کی وفات سے دو برس پہلے "حضرت عثمانؓ" کے حکم سے بند کر دیا گیا تھا" لیکن حضرت زبیرؓ نے سفارش کر کے اُن کی اولاد کے لئے وہ اگزار کرا دیا۔ اس طرح اُن کے پسماندوں کو مکمل پندرہ ہزار درہم مل گئے۔" ع۱

مصالح اسلام کے نشو و نما کی

بعد فتح مصر" حضرت زبیرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ عامل مصر سے اراضی مفتوحہ مصر کی تقسیم کا مطالبہ کیا تھا" اور فرمایا تھا کہ جس طرح رسول اللہ صلعم نے "خیبر" کو مجاہدین پر تقسیم فرما دیا تھا۔ اسی طرح تمام ملک مفتوحہ کو تقسیم کر دینا چاہیئے۔" حضرت عمر ابن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں اس تجویز کو پیش کیا انہوں نے لکھا کہ اس کو بحالہ رہنے دینا چاہیئے۔ تاکہ آئندہ نسلیں یعنی اجنبی بھی اس سے مستفید ہوں۔ "یہ مصلحت آپکی سمجھ میں آ گئی اور پھر مطالبہ نہیں کیا

اصابت رائے

قادسیہ" اور نہاوند" کے موقع پیش آئے۔ تو بعض لوگوں کی رائے تھی کہ "خود" حضرت عمر فاروقؓ لشکر لے کر مہم پر جائیں" حضرت زبیرؓ نے حضرت عمرؓ کے تشریف لے جانے کے خلاف تقریر فرمائی کہ خلیفہ وقت کا موقع جنگ پر جانا مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ آپ ہی کی رائے پر فیصلہ ہوا۔ ع۲

(آپ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں مجلس شوریٰ کے ارکان میں شامل اور ارباب حل و عقد سے تھے)

غیرت

حضرت زبیرؓ کی زمین جاگیر سے جو مدینہ سے ۲½ کوس کے فاصلے پر تھی حضرت اسماءؓ کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر رکھ کر لا رہی تھیں کہ آنحضرت صلعم مع چند انصارؓ کے وہاں اونٹوں پر سوار مل گئے۔ حضور صلعم نے انہیں دیکھکر اونٹ کو بٹھایا اور حضرت اسماءؓ کو اپنے پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور یہ بھی خیال ہوا کہ حضرت زبیرؓ بڑے غیرت دار آدمی ہیں۔ اس لئے میں خاموش کھڑی رہی۔ آنحضرت صلعم سمجھ گئے اور آپ اپنا اونٹ بڑھا دیا۔ میں نے گھر آ کر حضرت زبیرؓ سے واقعہ بیان کیا اور کہا کہ مجھے شرم آئی اور اس کے علاوہ تمہاری

سلسلہ نوٹ ص۲۵۶ حضرت امامہؓ سے آنحضرت صلعم کو بے انتہا محبت تھی اور آپ انہیں اپنے پاس سے نماز کے اوقات میں بھی جدا نہ فرماتے تھے صحیح بخاری و صحیح مسلم ۲ جلد ۲ ص۱۶۱ کتاب المساجد باب ہکہ حضور صلعم نے حضرت امامہؓ کو کاندھے پر چڑھائے ہوئے پہی نماز پڑھائی جب رکوع میں جانے تو آپکو کندھے سے اتار دیتے اور جب پھر کھڑے ہوتے تھے تو کاندھے پر چڑھا لیتے تھے۔ پوری نماز آپنے اسیطرح ادا فرمائی

سبائک الذہب ترجمہ کمال فی اسماء الرجال کے ص۱۳۵ پر ہکہ ایکدفعہ آنحضرت صلعم کو کسی نے کچھ چیزیں ہدیہ بھیجیں اُن میں ایک ہار بھی تھا جو بہت خوبصورت تھا۔ آپنے فرمایا یہ ہار تو میں اپنی محبوب زینب کو دوں گا۔ ازواج مطہرات حاضر تھیں انہوں نے قرائن سے سمجھا کہ یہ اشارہ حضرت عائشہؓ کی طرف ہے یہ شرف انہیں کو حاصل ہو گا۔ اُس وقت حضرت امامہؓ خورد سال تھیں اور ایک طرف کھیل رہی تھیں آپنے اُن کو بُلایا اور وہ ہار اُن کے گلے میں ڈال دیا۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضور صلعم کو کس قدر محبوب تھیں اور آپ سے حضور صلعم کو کس قدر والہانہ محبت تھی۔ حضرت فاطمہؓ کی اولاد کے ساتھ تاریخی تعلق رہا ہے اس لئے انہیں بہت شہرت حاصل ہو گئی اور کیونکہ آپکی ذات سے اس نوع کے واقعات نہیں ہوئے اس لئے آپکو شہرت نصیب نہیں ہوئی ورنہ عظمت و بلندی میں آپکو کوئی امتیاز حاصل ہے حضرت امامہؓ کی والدہ حضرت زینبؓ کا انتقال ۸ھ میں ہوا۔ حضرت ابو العاصؓ کا انتقال ۱۲ھ میں ہوا تو آپکے والد بزرگوار حضرت زبیرؓ کو جو اُن کے اموں زاد بھائی تھے حضرت امامہؓ کا سرپرست بنا گئے تھے۔ جب آپ بڑی ہوئیں تو حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو پیغام دیا جسے منظور فرما کر حضرت زبیرؓ نے خود ہی آپ کا خطبہ نکاح پڑھا دیا۔

ع۱ طبقات ابن سعد۔ ق ۱ ج ۳ ص۱۱۳ ۔ ع۲ فتوح البلدان بلاذری ص۳۶۰ تاریخ اسلام حصہ اول ص۳۴۳ و تاریخ الامت ۔

غیرت بھی جانتی تھی۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا خدا کی قسم تمہارا سر پر گٹھلیاں اٹھانا میرے لئے رسول اللہ صلعم کے ہمراہ سوار ہونے سے زیادہ سخت ہے۔[1]

حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ سے نکاح کرتے وقت اپنی یہ شرط منظور کرا لی تھی کہ وہ انہیں مسجد جانے سے نہیں روکیں گے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد جب انہوں نے حضرت زبیرؓ سے نکاح کیا تو ان کے سامنے بھی یہ شرط پیش کی جسے انہیں ماننا پڑا۔ گو حضرت زبیرؓ کو یہ شرط ناگوار تھی مگر آپ بی بی عائشہؓ کو روک نہ سکے۔ تدبیریں سوچتے تھے۔ جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور ایک روز بی بی عائشہؓ عشا کی نماز کو مسجد میں گئیں تو حضرت زبیرؓ پہلے سے ایسی جگہ جا کر کھڑے ہو گئے کہ بی بی عائشہؓ ان کو دیکھ نہ سکتی تھیں۔ جب وہ قریب آ گئیں تو آپ نے ان پر حملہ کیا۔ بی بی عائشہؓ ڈر گئیں فوراً واپس لوٹیں پھر کبھی باہر نہیں گئیں۔[2]

آپکے صاحبزادگی کی پیدائش سے صحابۂ کرامؓ میں غلغلہ شادمانی

ایک سال تک مہاجرین میں سے کسی کے اولاد نہیں ہوئی تھی۔ جس سے مسلمان متفکر تھے۔ کیونکہ یہودیوں نے کہا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے کہ کسی مہاجر کے اولاد نہ ہوگی اور سال بھر اولاد نہیں ہوئی تھی۔ ان میں سب سے پہلے حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے جن کی پیدائش کی مسرت میں مسلمانوں نے ایسے نعرے بلند کئے کہ گنبدوں سے مدینہ منورہ کے در و دیوار گونج اٹھے۔[3]

اولاد کی محبت و تربیت

آپکو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی۔ حضرت عبداللہؓ اپنے بڑے صاحبزادے کے بچوں کو اپنے مال میں سے ایک ثلث کی وصیت فرمائی تھی۔[4]

لڑکوں کی تربیت کو خاص طور سے ملحوظ رکھتے تھے۔

جنگ احزاب یا خندق میں عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کم و بیش چار سال کے تھے لیکن حضرت زبیرؓ نے ان کو گھوڑے پر سوار کر کے ایک آدمی کے سپرد کر دیا تھا کہ ٹیلے پر جہاں سے میدانِ جنگ نظر آتا تھا کھڑے ہو کر اور جنگ کے ہولناک مناظر دکھا کر انہیں جرأت و بہادری کا سبق دے۔[5]

اسکے بعد عبداللہ اپنے صاحبزادے کو جب کہ وہ گیارہ برس ہی کے تھے حضرت زبیرؓ جنگ یرموک میں لے گئے اور شریک کیا۔[6]

رسول اللہ صلعم کی کتابت قرآن مجید کی ترتیب

آنحضرت صلعم کے رسولؐ کاتب تھے۔ حضرت زبیرؓ بھی ان میں تھے۔ اور آپ ذی کوا اور رصد فات کے کاتب تھے۔ چند دیگر صحابہ اور آپ قرآن مجید کی ترتیب پر بھی مامور تھے۔ جوں ہی وحی نازل ہوتی تو حضور صلعم ان کاتبان وحی میں سے کسی صحابیؓ کو طلب فرماتے اور حضرت جبرئیل امینؑ کا پہنچایا ہوا کلام حسب ارشاد خداوندی لوحِ محفوظ کی اصل ترتیب کے مطابق کر کے حکم دیتے کہ اس آیت یا آیات کو فلاں محل پر اس ترتیب سے درج کرو۔ یہ جملہ عمل کرتے۔[7]

حفظ قرآن

آپ حافظ قرآن تھے اور آپکے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی حافظ قرآن تھے۔[8]

علم حدیث

صرف اڑتیس حدیثیں آپ سے مروی ہیں جن میں اکثر واقعات جنگ کے متعلق ہیں۔ صحیح بخاری میں آپ سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں۔ آپکی آخری حدیث جو آپ نے بیان فرمائی یہ تھی کہ ایسی حدیثیں بیان فرماتے تھے جن کا تعلق اخلاق وغیرہ سے ہوتا تھا اور کمال انقطاع سے بیان حدیث میں سخت احتیاط فرماتے تھے۔ ایکدفعہ آپکے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دریافت کیا کہ اے پدر بزرگوار کیا سبب ہے کہ آپ حضور

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم صفحہ ۲۱ و صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۲۔ [2] ڈائی فیملی از زبیرؓ بحوالہ ابن الاثیر جلد ۵ صفحہ ۲۹۔ [3] ابن حجر جلد ۴ صفحہ ۶۸۵ و طبری جلد اول حصہ سوم [4] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۲۳ [5] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۵۵ [6] ابن اثیر جلد ششم صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳ [7] تنبیہ اشراف المسعودی صفحہ ۲۳ تا ۲۵ [8] تاریخ القرآن صفحہ ۷۳ مولفہ قاضی عبدالصمد سیوہاروی۔

صلی اللہ علیہ وسلم" کی اتنی باتیں نہیں بیان کرتے۔ جتنی اور لوگ بیان کرتے ہیں۔"
فرمایا۔" جان پدر"، حضور صلعم کی رفاقت اور معیت میں دوسروں سے میرا کم حصّہ نہیں ہے۔ میں رسول اللہ صلعم سے جُدا نہیں ہُوا۔ مجھے بہت حدیثیں معلوم ہیں۔ لیکن چونکہ میں نے آنحضرت صلعم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جو شخص میرے اُوپر جھوٹ بولے تو اسے چاہیئے اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کرے۔ اس لئے حدیث بیان کرتے ہُوئے ڈرتا ہُوں۔ ع۱

تفسیر حضرت زبیرؓ سے صرف ایک آیت کی تفسیر منقول ہے سورہ نساء میں ہے پس نہیں تیرے پروردگار کی قسم وہ لوگ مومن نہیں ہیں جبتک باہمی مشاجرات میں تم کو حکم نہ بنائیں۔ حضرت زبیرؓ اپنا اور انصاری کا تنازع جو نخلستان کی آبپاشی کے متعلق ہوا تھا۔ بیان کرکے فرماتے ہیں۔ جہاں تک میرا گمان ہے کہ یہ آیتیں اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ حضرت زبیرؓ کے اس قول میں علم تفسیر کی ایک شاخ یعنی شان نزول کا سُراغ ملتا ہے۔ ع۲

فقہ آپ میں مجتہدانہ قابلیت تھی۔ مسائل میں غور فرمایا کرتے تھے۔ فقہی مسائل کے مجاز تھے۔ ع۳

مغازی حضرت زبیرؓ نے غزوات نبوی صلعم کے بعض واقعات بیان فرما کر فن مغازی کا مواد فراہم کیا چنانچہ غزوہ بدر کے متعلق بیان فرماتے ہیں۔ میں نے اُن کے (صحابہؓ کے) حصے تقسیم کئے اور وہ سُنتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے بدر کے دن جبرئیل کے نشانات سے حصے نکالے۔ حضرت زبیرؓ کا یہ علم عروہؓ کو ورثہ میں ملا اور وہ مغازی کے امام ہوئے ع۴

حساب غزوہ بدر کے تقسیم حصص سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت زبیرؓ کو فن حساب میں بھی دخل تھا اور وہ صحابہ کبار میں اس حیثیت سے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ ع۵

اطاعت جنگ جمل کے موقع پر حضرت زبیرؓ کو حضرت علیؓ پر فوقیت حاصل تھی۔ ان کی فوج حضرت علیؓ کی فوج سے ڈیوڑھی تھی۔ مگر جب حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو آنحضرت صلعم کی ایک حدیث یاد دلائی تو آپ بلا کسی پس و پیش کے جنگ سے دستبردار ہوگئے اور قسم کھائی کہ اب اُن سے نہیں لڑیں گے۔ آپ نے حدیث نبوی صلعم کے مقابلہ میں کسی کی بھی کوئی بات نہیں سُنی اور میدان چھوڑ دیا۔ ع۶

ایثار نفس آپ از سرتاپا ایثار تھے۔ حضرت عمرؓ نے جن چھ بزرگوں کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا تھا اُن میں حضرت زبیرؓ بھی تھے لیکن جب ان سب نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو اپنا حکم بنایا اور اُنہوں نے ہر شخص سے انفرادی طور پر رائے لی تو حضرت زبیرؓ نے ایثار سے کام لے کر حضرت علیؓ کی نسبت اظہار خیال کیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا اور خلافت جیسے اہم منصب سے بیزار ہوگئے۔ ع۷

نعمت دُنیا کی بشارت جب یہ آیت نازل ہوئی" ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم" تو حضرت زبیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سے کس نعمت کا سوال ہوگا۔ ہم تو چھوارے اور پانی کے سوا کوئی نعمت جانتے ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا عنقریب نعمت دینا نہیں ملے گی۔ ع۸

اخلاق و عادات اخلاقی حیثیت سے حضرت زبیرؓ بلند تر صحابی تھے۔ اُن میں بعض اخلاق ایسے درجہ کمال تک موجود تھے جو کم صحابہ میں پائے جاتے تھے۔ ع۹

متروکات آنحضرت صلعم میں حضرت زبیرؓ کو حصّہ حضرت عمر (بن عبدالعزیز) رحمۃ اللہ علیہ حضرت جویریہؓ کے بھائی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے وفات کے وقت کچھ نہ چھوڑا۔ نہ درہم نہ دینار۔ نہ غلام

ع۱ بخاری کتاب العلم ص۲۴ مسند جلد ۱ ص۱۶۵ ع۲ سیر الصحابہ جلد دوم ص۴۳۲ ع۳ سیر الصحابہ جلد دوم ص۴۲۹ بحوالہ بخاری ع۴ سیر الصحابہ جلد دوم ص۴۴۴ مع حواشی للانصاری
ع۵ سیر الصحابہ جلد دوم ص۴۲۵ ع۶ ابن اثیر و ابن خلدون و کامل ابن اثیر جلد چہارم ص۱۰۷ و تاریخ الکامل جلد ۳ ص۱۱۲ سیر الصحابہ جلد دوم ص۴۴۹ و ۴۵۰ بحوالہ بخاری ع۷ تتمہ
اسد الغابہ جلد سوم ص۲۷۶ سیر الصحابہ جلد دوم ص۴۲۶

نہ لونڈی اور نہ کچھ اور - صرف اپنا سفید خچر - ہتیار - اور کچھ زمین جسکو صدقہ کر گئے[1] حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد آنحضرت صلعم کے ہتیاروں اور کپڑوں کو حضرت زبیرؓ - حضرت علیؓ اور حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ پر تقسیم فرمادیا - ع۲

آپکی یادگاریں

(۱) مسجد بقیع الزبیرؓ - بنی غنم کے جوار میں واقع ہے - یہ مسجد "بقیع" کی مشرقی جانب "بقال" کی طرف ہے - یہ قبیلہ بنی محمم میں واقع ہے - "جرعی" نام موضع میں ہے جس کا مشہور زمام "بیر یات" ہے - ام ابراہیم

(۲) مسجد صدقۃ الزبیرؓ[2] کے "بکھٹ" کے مغرب میں "

اس کے قبلہ رخ "خانہ" اور "اعوان" واقع ہیں - یہ دونوں آنحضرت صلعم کے صدقات میں سے ہیں - "بنی محمم" کے اموال میں سے ہیں ع۳

چند خاص یادگاریں

(۱) بھالا جسے بادشاہ حبش - "نجاشی" نے حضرت زبیرؓ کو تحفتہً دیا تھا اور جس کو حضور اکرم صلعم نے حضرت زبیرؓ سے منگا کر اور اُسکو سامنے گاڑ کر پہلی نماز عید مدینہ منورہ میں ادا فرمائی تھی اور ہر نماز عید میں آنحضرت صلعم کے سامنے لایا جاتا تھا - پھر وہ متواتر مدینہ منورہ کے خلیفوں کے پاس منتقل ہوتا رہا اور امام طبری کے زمانہ تک مدینہ منورہ کے خلیفوں کے پاس موجود تھا - امام طبری نے تحریر فرمایا ہے کہ ۲۴۷ھ میں خلیفہ متوکل عباسی کو وہ نیزہ دیا گیا - متوکل نے اُسے اپنے آگے لے چلنے کا حکم دیا - پولیس افسر اُسے اُس کے آگے لے جاتا تھا اور خود پولیس افسر کا نیزہ نائب پولیس افسر لے کر چلتا تھا - ع۴

۲ - برچھی

یہ وہ مشہور و معروف برچھی تھی جس سے حضرت زبیرؓ نے جنگ بدر میں "بوکرش" کو ہلاک کیا تھا - اور جسے آنحضرت صلعم نے اُسی میدان جنگ میں حضرت زبیرؓ سے بطور یادگار حاصل فرمالیا تھا - بعد ازاں یہ برچھی خلفاء میں منتقل ہوتی رہی صاحب سیر الصحابہؓ نے لکھا ہے کہ اس برچھی کی یہ عظمت ہے کہ خلفائے راشدین بلکہ خود آنحضرت صلعم یادگار کے طور پر تمام عمر اس کے محافظ رہے اور اُس کو اپنے پاس سے علیحدہ نہیں کیا - قوتِ جہاد - اقدام حرب - شجاعت و بسالت - خلوص نیت - جان بازی و سرفروشی کے ہزاروں مناظر صحابہ کرامؓ نے پیش کئے ہیں لیکن حضرت زبیر کے والہانہ جوش ایمان نے غزوۂ بدر میں زور دقوت اعلاء حق - معاینۂ باطل کا جو عظیم الشان مظاہرہ کیا اُس کا عملی طور پر خود آنحضرت صلعم نے اعتراف فرمایا اور اس کو اس قدر اہم تصور کیا ہے کہ تمام بزرگوں کی سرفروشیاں گرد ہو گئی ہیں - صحیح روایت میں کوئی واقعہ ایسا موجود نہیں جس میں حضرت زبیرؓ کی برچھی کی طرح آنحضرت صلعم نے کسی اور صحابیؓ کے کسی ہتھیار کو یادگار سمجھا ہو اور اپنے پاس رکھا ہو" ع۵

۳ - تلوار

آپکی تلوار[3] وہ ہے جس جنگ بدر کے دن دندانے پڑ گئے تھے - اس تلوار کی یہ وقعت تھی کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کے پاس بھیجی گئی - انہوں نے اُسے حضرت عروہ بن زبیرؓ کو دیدیا تھا - پھر آل زبیرؓ

نوٹ [1] بقیع الزبیرؓ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ "وہ جگہ سرکار دو عالم صلعم نے حضرت زبیرؓ کو دی تھی" حضرت زبیرؓ نے اس جگہ کے بعض حصوں پر اپنے لئے مکانات بنوائے - یہ مقام "بنی غنم" کے جوار میں واقع ہے اور اُسکی مشرقی جانب میں "بقال" واقع ہے - صاحب تاریخ کہتا ہے کہ میرا گمان ہے کہ محلہ حرام "بقیع" کی راہ میں ہے - " کتاب اخبار مدینہ در اخبار مدینہ ص۳۰۵

نوٹ [2] حضرت زبیرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تلوار کھینچی - اس کا واقعہ یوں ہے کہ جس زمانہ میں مسلمان آنحضرت صلعم کے ہمراہ مکہ میں رہتے تھے اُس زمانہ میں ایک مرتبہ خبر اڑی کہ نبی صلعم کو کفار نے پکڑ لیا - حضرت زبیرؓ نے یہ سنکر ہوکر تلوار کھینچ لی اور لوگوں کے مجمع کو چیرتے ہوئے آئے نبی صلعم مکہ کی بلندی پر بیٹھے ہوئے تھے آپنے پوچھا کہ زبیرؓ تمہارا کیا حال ہے ننگی تلوار لئے کیوں آرہے ہو انہوں نے کہا مجھے یہ خبر ملی کہ آپ گرفتار کر لئے گئے - لہذا عنان صبر میرے ہاتھ سے نکل گئی - آنحضرت صلعم نے اُن پر صلوٰۃ پڑھی اور اُنکے لئے اور اُنکی تلوار کے لئے دعا کی - آنحضرت صلعم جب بہت خوش ہوتے تو فرماتے اے اللہ فلاں شخص پر رحمت فرما - (اسد الغابہ جلد سوم ص۲۷۴)

ع۱ بخاری کتاب الوصایا ع۲ تحفہ اثناء عشریہ ص۱۳۱ و ۱۳۲ ع۳ کتاب اخبار جنیہ در اخبار مدینہ ورق ۲۰۷ ع۴ طبری جلد اول حصہ سوم ص۲۲۱۹ و ۲۲ و ص۱۶۲۱۶ عشرہ مبشرہ صحیح بخاری ص۱۹

میں اُس کے متعلق منافست پیدا ہوگئی یعنی ہر ایک کو خواہش تھی کہ یہ تلوار اُسی کو ملجائے تلوار چاندی کا کام تھا اور اُسکی قیمت تین ہزار لگی تھی[1]

۴۔ سیڑھی | اسے دیوار پر لگا کر حضرت زبیرؓ قلعہ فسطاط پر تن تنہا چڑھ گئے تھے اور اندر اُتر کر قلعہ فتح کر لیا تھا بلاذری متوفی ۲۷۹ھ نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ وہ سیڑھی

حضرت زبیرؓ کے چند دستخطی معاہدے

(الف) نجران کے عیسائیوں اور آنحضرت صلعم کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اور جس کو تحریر میں لایا گیا تھا اس کے گواہوں میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ تمام گواہ صحابہؓ کے اسماء حسب ذیل ہیں ــــ "عتیق بن ابی قحافہؓ"۔ "عمر بن الخطابؓ"۔ "عثمان بن عفانؓ"۔ "علی بن ابی طالبؓ"۔ "ابو ذرؓ"۔ "ابو درداءؓ"۔ ابو ہریرہؓ۔ "عبداللہ بن مسعودؓ"۔ "العباس بن عبدالمطلبؓ"۔ الفضل بن العباسؓ"۔ الزبیر بن العوامؓ"۔ "طلحہ بن عبیداللہؓ" وغیرہ وغیرہ

(ب) خط ۱۹۳ ص ۱۷۱ قبیلہ طیے سے جو معاہدہ ہوا اُس کو الزبیرؓ (بن العوام) نے لکھا۔ (ج) خط ۲۱۹ ص ۱۹۲ زبیر بن العوامؓ کو آنحضرت صلعم نے شوارن یا شواق (بنی النضیر کا ملک) جاگیر میں دیا۔

(د) خط ۳۶۵ ص ۲۷۵ اہل مصر کے ساتھ عمرو بن العاصؓ نے جو معاہدہ کیا اُس پر زبیرؓ اور عبداللہ و محمدؓ ان کے بیٹے گواہ ہوئے۔ جب عمرو بن العاصؓ نے مقام عین شمس پر قیام کیا اور یہ فسطاط اور تنوب کے متصفہ میں تھا اُنہوں نے نوبہ مارکی تو عمرو بن العاصؓ نے اُن سے جنگ کی اور زبیر بن العوامؓ نے سرحدات پر چڑھائی کی اور ان لوگوں کو تکلیف ہونے لگی تو انہوں نے ہلاکت کے قریب پہنچ کر کہلا بھیجا۔ انہوں نے ذمی بنکر صلح کی۔" ع۲

شوق | آلات حرب اور گھوڑوں کا آپ کو بہت شوق تھا۔ آپ کے آلات حرب بہت قیمتی ہوتے تھے چنانچہ آپ کے اکثر ہتیاروں پر چاندی کا کام ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک ہی تلوار کی قیمت تین ہزار تھی۔

حالت عسرت میں بھی آپ کے پاس گھوڑا رہتا ہے جبکہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا۔ حضرت زبیرؓ کے پاس گھوڑا موجود تھا "جنگ بدر" میں اسلامی لشکر میں کل دو گھوڑے تھے جن میں ایک حضرت زبیرؓ کا تھا اور دوسرا حضرت مقدادؓ کا۔ حضرت زبیرؓ کا یہ شوق مدت العمر باقی رہا اور آپ کے پاس دونوں چیزوں "آلات حرب" اور گھوڑوں" کا بہت اعلیٰ ذخیرہ تھا۔" ع۳

عہدوں سے بے پروائی اور شوق جہاد | حضرت زبیرؓ نے نہ تو کبھی کوئی عہدہ قبول فرمایا نہ خراج یا ٹیکس وصول کرنے کی حکومت اختیار کی۔ اور نہ سرداری پسند فرمائی۔ بلکہ حضور اقدس صلعم کے ہمرکاب اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ و عثمانؓ کے عہد میں برابر جہاد میں مشغول رہے۔ جہاد بالسیف آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ع۴

موت سے بیخوفی | حضرت زبیرؓ خطرات کی مطلق پرواہ نہیں کرتے تھے۔ موت کا خوف آپکے عزم و ارادے میں حائل نہیں ہوا تھا۔ اسکندریہ کے محاصرے میں طول ہوا تو سیڑھی لگا کر اندر اُترنے کا ارادہ کیا" لوگوں نے کہا قلعہ میں سخت طاعون ہے۔ فرمایا۔ ہم طعن اور طاعون ہی کے لئے آئے ہیں۔ یعنی موت سے کیا ڈرنا ہے۔ ع۵

نوٹ ۱۔ گھوڑا رکھنے کے متعلق حدیث | حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ "حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ" جو شخص جہاد کے لئے گھوڑا رکھیگا اور خدا پر ایمان بھی رکھیگا اور اس کے وعدے کو سچا جانے گا" تو گھوڑے کو پیٹ بھر کے چارہ دینا۔ پانی پلانا۔ گھوڑے کا لید اور پیشاب کرنا۔ یہ سب چیزیں اُس شخص کے میزان عمل کے نیکیوں کے پلڑے میں رکھی جائیں گی۔

حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا۔ گھوڑوں کی چوٹیوں سے قیامت تک کے لئے خیر یعنی ثواب اُخرت وابستہ ہے۔" (ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم پارہ گیارہ ص ۳۳)

ع۱ ترجمہ صحیح بخاری ص ۱۹۰ و ترجمہ ظہری جلد سوم حصہ دوم ص ۷۸، ۷۹ و کنز العمال ع۲ الخوارق آلیاستہ فی عہد النبی والخلافۃ الراشدہ ع۳ ترجمہ صحیح بخاری ص ۲۱۲ و ص ۲۱۳ و ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب اللباس ص ۱۲۶ ع۴ بخاری کتاب الجہاد ع۵ طبقات ابن سعد جزء ثالث ص ۷۵

شجاعت حضرت زبیرؓ کی "شجاعت" اور "حق پرستی" "ہنود" کے درجے پر تھی۔ حبشہ میں تھوڑی سی عمر میں "مشک پر دریائے نیل" کو تیر کر گئے۔ اور "نجاشی" کی فتح کی خبر لے کر پلٹے۔"

"جنگ بدرؓ۔ جنگ اُحد اور جنگ احزاب اور تمام غزوات میں اور عہد صدیقیؓ و فاروقیؓ میں جس دلیری سے دشمنوں پر جا پڑتے تھے اُن کی تفصیلات اُوپر لکھی جا چکی ہیں۔

حضرت زبیرؓ عرب کے بے مثل بہادروں میں مانے جاتے تھے۔ آپ آنحضرت صلعم کے زمانے میں اور آپ کے بعد برابر لڑائیوں میں شریک رہے۔ شام و مصر کی فتوحات میں آپ کے بڑے کارنامے ہیں۔"

عمر بن مصعب بن حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ "حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلعم کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیا۔ جبکہ یہ ابھی لڑکے تھے اور یہ لوگوں پر حملے کرتے تھے۔ ع۱

صاحب سیر الصحابہ نے لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ کی زندگی کو مطمئن۔ خاموش اور پُر امن نہ سمجھنا چاہیئے۔ وہ زاہد خشک نہ تھے۔ اُن کی دلچسپیاں گوشۂ تنہائی سے وابستہ نہ تھیں بلکہ میدان جنگ کی دھنا۔ بُوق و قرنا کا شور۔ نعروں کی گونج۔ مبارزین کی رجز خوانی کی چمک۔ نیزوں کے وار اُن کی پُر سکون زندگی کو جنبش دے دیتے تھے اور وہ ایک غازیٔ اعظم۔ ایک دلاور صف شکن۔ ایک جیم بجا بنکر دشمنان اسلام پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ تمام غزوات اور دیگر جنگوں میں آپکے بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ ع۲

جنگ بدر میں بوقت حملہ آپ کے ہاتھ سے مارا گیا اور آپنے ایسی سخت شمشیر زنی کی تھی کہ آپ کی تلوار میں دندانے پڑ گئے تھے۔

(۱) اسی جنگ میں آپ کے کاندھے پر ایک کاری زخم آیا تھا اور جنگ یرموک میں دو زخم اس طرح لگے تھے کہ جنگ بدر کا زخم درمیان میں آ گیا تھا اور جس سے گڑھے پڑ گئے تھے۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں ان زخموں میں انگلیاں داخل کیا کرتا اور کھیلا کرتا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا ہے کہ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو حضور صلعم کے ساتھ لڑنے میں زخمی نہ ہوا ہو۔ یہاں تک کہ میرا شرمگاہ بھی زخم خوردہ ہے۔ ع۳

جنگ اُحد میں حضرت زبیرؓ نے کفار قریش کے ایک جری علمبردار کو قتل کیا اور مسلمانوں کیساتھ ہو کر دشمنوں کو مار بھگایا۔" اس علمبردار کے قتل کا واقعہ حفیظ جالندھری نے نظم کیا ہے۔

تھے مردان عبد الدار جتنے حوصلے میں والے	تھے علم کے گرد جتنے جیسے ہوں گرد شمع پر دانے
علمبردار کا لاشہ ابھی گرنے نہ پاتا تھا	جھپٹ کر سر کوئی اُس کی جگہ لینے کو آتا تھا
کلاب ایک فرد کامل نے اٹھایا کفر کا جھنڈا	زبیر ابن عوامؓ آ کر گرے اور کر دیا ٹھنڈا ع۴

جب مسلمانوں کی پشت سے خالد ابن الولید نے اپنے رسالہ سے حملہ کر کے تیر اندازوں کو قتل کر دیا اور مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی تو کفار نے آنحضرت صلعم پر نرغہ کر دیا۔ اس موقع پر حضور صلعم کے پاس سات مہاجرؓ اور انصارؓ ثابت قدم رہے اُن میں ایک حضرت زبیرؓ بھی تھے۔

اسی جنگ میں حضرت زبیرؓ نے خالد ابن الولید کے رسالہ کو دو بار شکستیں دے کر پسپا کر دیا اور دونوں فوجوں کے میدان جنگ سے علیحدہ ہو جانے پر اس خیال سے کہ دشمن حملہ آور نہ ہو حضور صلعم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ کون اُس کا تعاقب کرے گا۔ حضرت زبیرؓ نے سخت زخمی ہو جانے پر بھی اپنے آپ کو پیش کیا اور حضرت صدیقؓ نے بھی اپنے آپکو پیش کیا اور ان دونوں بزرگوں نے ستر آدمیوں کیساتھ دشمن کا تعاقب کیا جس سے اُنہیں پھر پلٹ پڑنے کی ہمت نہ ہو سکی اور واپس چلے گئے۔ ع۵

ع۱ ذاتی فیملی از زبیرؓ ع۲ سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ ۴۰۷ ع۳ شاہنامہ اسلام صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۶ و صحیح بخاری ع۴ شاہنامہ اسلام جلد سوم صفحہ ۱۵۲ و ۱۵۳ بحوالہ تاریخ العمران ع۵ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و نور قانی صفحہ ۵۳۲

اُحد والوں کی شان میں آیت - الذین استجابوا - اُتری تو عروہ بن حضرت زبیرؓ نے اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے اُس کے معنی دریافت کئے آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے باپ زبیرؓ اور ابو بکرؓ کی شان میں ہے - خدا کی قسم تیرے باپ اُن لوگوں میں تھے جنہوں نے زخمی ہونے کے بعد بھی خدا اور رسول اللہ صلعم کی آواز پر لبیک کہی تھی - ع۱

غزوہ خندق میں کفار کی تعداد چوبیس ہزار اور مسلمانوں کی تین ہزار تھی - حضرت زبیرؓ جہاں تعینات تھے اسطرف کافروں نے حملہ کیا تو حضرت زبیرؓ اور حضرت عمرؓ نے حملہ کو رد کیا اور کفار کی جماعت درہم برہم کردی - ع۲

اسی جنگ میں ابن عبدوُد اور اُس کے ساتھیوں نے خندق کے پار ہو کر مسلمانوں پر حملہ کیا - ابن عبدوُد حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا اور اُس کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے مگر نوفل قریش کا بہادر بھاگتا ہوا خندق میں گر پڑا تو اُس نے شریفانہ جنگ کر کے موت کی خواہش کی - حضرت زبیرؓ خندق میں اُترے اور اُس سے نبرد آزما ہو کر شریفانہ طور پر قتل کر دیا - حفیظ بالندھری نے اسی واقعہ کو نظم میں لکھا ہے -

نکل بھاگے جبیرہ اور ضرار اُس پار خندق کے ؛؛ مگر نوفل اُدھر ہی گر پڑا نا چار خندق کے
تعاقب کر رہے تھے اُن کا سب تیر و کمان والے ؛؛ نشانہ صید کا کرنے لگے نام و نشان والے
یہ صورت دیکھ کر نوفل پکارا اے مسلمانو ؛؛ ہیں خاطی ہی سہی لیکن مری اک التجا مانو
یہ سچ ہے بھر چکا ہے زندگی کا میری پیمانہ ؛؛ مگر میں چاہتا ہوں جنگ میں مرگ شریفانہ
صحابہؓ کی جماعت سے زبیرؓ با صفا نکلے ؛؛ سوالی کی صدا سُن لی یہ پاس التجا نکلے
ہوئے خندق میں داخل ہو کے ظالم سے نبرد آزما ؛؛ بہت سے وار کھا کر ہاتھ آخر تیغ شمشیر کا مارا
کیا چوڑ گگ نوفل کو بھی مارا اُس کا گھوڑا بھی ؛؛ ہوا [illegible] کا جوڑا بھی

براہِ راست بے کھٹکے جہنم میں ہوا داخل
ذلیل انسان کو مرگ شریفانہ ہوئی حاصل ع۳

بنی قریظہ نے امداد باہمی کا معاہدہ کیا تھا مگر قریش کے اس حملہ کے وقت انہوں نے [illegible] کر قریش کی علانیہ شرکت کی اس لئے معاملہ نہایت خطرناک ہو گیا اور محاصرہ اس قدر شدید تھا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے [illegible] خطاب کر کے فرمایا کہ کوئی ہے جو باہر نکل کر اُنکی خبر لائے - تین دفعہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے لیکن ہر بار سوائے حضرت زبیرؓ کے کسی کی کوئی صدا نہیں آئی - اسی موقع پر آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ کو "حواری" کا لقب عطا فرمایا - فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے - چنانچہ اور کسی صحابیؓ کو یہ لقب حاصل نہیں ہے - ع۴

دوسرے بزرگ اس نازک موقع پر ہمت نہیں کر سکے تھے - جب حضرت زبیرؓ تنہا جا کر بنی قریظہ کی خبر لائے تو اُنکی یہ خدمت اس قدر اہم سمجھی گئی کہ آنحضرت صلعم نے آپکی شان میں مدح کے خاص الفاظ ارشاد فرمائے اور ایک جملہ ایسا بھی استعمال کیا جو حضرت سعد بن وقاصؓ کے علاوہ کسی اور صحابیؓ کے متعلق کبھی زبان مبارک پر نہیں آیا - آپنے اُن سے فرمایا کہ "تم پر میرے ماں باپ قربان" بقول صاحب سیر الصحابہ یہ منقبت - یہ شرف - یہ عظمت یہ فخر یہ امتیاز حضرت زبیرؓ کے عنوان اخلاق کا طغرا بنکر چمک رہا ہے اور سینکڑوں بزرگوں کے مناقب اُس کے سامنے ماند پڑ گئے ہیں ع۵

جنگ خیبر میں مرحب کا بھائی یاسر جو اس قدر تنومند تھا کہ ہر کوئی اس کے سامنے جانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا اور حضرت زبیرؓ کی والدہ ماجدہ کو حضرت زبیرؓ کی جان کی طرف سے اندیشہ ہو گیا تھا - حضرت زبیرؓ کے ہی ہاتھ سے مقابلہ میں قتل ہوا ع۶

ع۱ ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۹۴ ع۲ فتح الباری و تہذیب اسد الغابہ و مسعودی صفحہ ۵۷ و الفاروق صفحہ ۴۹ ع۳ شاہنامہ اسلام جلد چہارم ع۴ ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۲۶۸ جلد دوم ع۵ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۳۶۹ و سیر الصحابہ جلد دوم جزء المہاجرین صفحہ ۲۶۶ ع۶ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۹۶ و ۳۹۷

فتح مکہ میں آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ رسول مقبول صلعم کا خاص علم حضرت زبیرؓ کے ہاتھ میں تفویض کیا گیا تھا اور آپ تمام مہاجرینؓ اور انصارؓ پر افسر بنائے گئے تھے۔" اور حضرت زبیرؓ نے آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق آپ کا علم مجون میں نصب کیا تھا۔ مکہ میں داخل ہونے کے بعد جب سکون و اطمینان ہو گیا تو حضرت زبیرؓ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ازراہ شفقت کھڑے ہو کر اپنے کپڑے سے ان دونوں کے چہرے کا غبار پونچھا اور فرمایا کہ میں نے گھوڑے کے دو حصے مقرر کئے ہیں اور سوار کے لئے ایک حصہ مقرر کیا ہے۔ جو ان حصوں کو گھٹائے گا خدا تعالیٰ اس کو گھٹائے گا۔ ع۱

غزوہ حنین میں جب مسلمانوں پر شکست پڑی تو آنحضرت صلعم کے ساتھ بارہ ہزار کی جماعت میں سے صرف اسی اصحابؓ ثابت قدم رہے۔ جن میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ اسی جنگ میں حضرت زبیرؓ غطفانی کے قریب پہنچے تو ایک زبردست جمعیت نے آپ پر حملہ کر دیا۔ حضرت زبیرؓ نے نہایت پھرتی اور تیز دستی سے اس آفت ناگہانی کو روکا اور اسقدر شجاعت و جانبازی سے لڑے کہ غطفانی کفار سے بالکل پاک و صاف ہو گئی اور لڑائی کی صورت پلٹ کر پھر ہو گئی۔" حنین کی جنگ میں حضرت زبیرؓ اپنی بہادری کے لئے خاص طور پر مشہور رہے۔ ع۲

حضرت زبیرؓ غزوہ تبوک میں بھی آنحضرت صلعم کے ہمراہ تھے۔ کوئی غزوہ ایسا نہیں ہوا جس میں آپ شریک نہ ہوئے ہوں غرضکہ ہر موقع پر حضرت زبیرؓ نے فدویت و جاں نثاری کے ایسے شاندار ثبوت پیش کئے ہیں جو اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔

رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد جب سوائے حجاز کے سارا عرب مرتد ہو گیا تو حضرت زبیرؓ نے دیگر صحابہؓ کے ساتھ مدینہ پر ان کے حملہ کو مدینہ کے باہر ہی روکا اور پسپا کر دیا۔ اور ایسی حفاظت کی کہ مدینہ منورہ پر نئے حملہ کی کوئی جرأت نہیں کر سکا۔ ع۳

جنگ یرموک میں حضرت زبیرؓ نے جس اقدام۔ بسالت۔ جرأت اور شجاعت کا اظہار کیا وہ بھی عام صحابہؓ کے مقابلہ میں ترجیح کا مدعی ہے اور عملی طور پر بہت سے صحابہؓ نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ واقدی کا بیان ہے کہ جنگ یرموک میں رومیوں کی فوجوں کا شمار تین لاکھ سے سات لاکھ تک شمار کیا گیا ہے جنہوں نے زنجیروں اور بیڑیوں سے اپنے آپ کو باندھ لیا اور عہد کر لیا تھا کہ سرگرد نہیں بھاگیں گے۔ بغیر مرے نہیں ہٹیں گے۔" ان کے مقابلے میں مسلمانوں کا شمار تیس ہزار سے چھیالیس ہزار تک تھا۔ ع۴

فتوح البلدان اور صحیح بخاری میں "حضرت زبیرؓ کے حملہ کی شان" کی سرخی کے تحت لکھا ہے کہ جنگ یرموک کے دن صحابہؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ آپ حملہ نہیں کرتے۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ تم میرا ساتھ نہیں دے سکتے۔ صحابہؓ نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے حضرت زبیرؓ نے حملہ کر دیا اور تنہا دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے اس پار نکل گئے۔ حالانکہ اُن کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ پھر واپس آ رہے تھے کہ کافروں نے آپکے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کاندھے پر دو زخم لگائے جن کے درمیان وہ زخم آ گیا جو جنگ بدر کے دن لگا تھا۔ یہ زخم اتنے کاری تھے کہ اچھے ہونے کے بعد بھی گڑھے باقی رہ گئے تھے۔ حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ میں بچپن میں اُن زخموں کے سوراخوں میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا۔ ع۵ اس جنگ میں صحابہؓ جو شمع اسلام کے پروانہ تھے وہ بھی پیچھے رہ گئے حضرت زبیرؓ نے تنہا دشمن کی فوج کو درہم برہم کر دیا۔

حضرت زبیرؓ مصر کی جنگ میں بھی شریک ہوئے اور اس میں آپ کے بڑے کارنامے ہیں۔ فسطاط جو مصر کا عالم گنجی اور بہت ہی اہم شہر تھا جب اُس کے محاصرے کو سات مہینے گزر گئے تو ایک دن حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں اور تلوار ہاتھ میں لی تنہا سیڑھی لگا کر فصیل پر چڑھ گئے پھر چند اور صحابہؓ نے آپ کا ساتھ دیا فصیل پر پہونچکر آپ نے نعرہ مارا جسے سُنکر فوج اسلام نے بھی باہر سے نعرے لگائے۔ دشمن بدحواس ہو گیا اور حضرت زبیرؓ نے فصیل پر سے اُتر کر قلعہ کا دروازہ کھولدیا مسلمانوں کی تمام فوج اندر گھس آئی۔ ع۶

ترجمہ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۶۸۱ و سمط النجوم العوالی جلد اول صفحہ ۶۵۲ و ۶۸۳ و طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۴۳ ع۲ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۵۶ و تاریخ الآثار و تذکرہ حضرت زبیرؓ ع۳ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد سوم صفحہ ۲۴۶ و ۲۴۹ ع۴ فتوح البلدان بلاذری و صحیح بخاری کتاب المغازی و سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ ۴۱۹ و ۴۲۰ ع۶ صحیح بخاری کتاب المغازی والغاروق جلد اول صفحہ ۱۹۵۔

مصر کے مشہور شہر اسکندریہ اور دیگر نامی قلعوں کی فتوحات میں بھی حضرت زبیرؓ کے بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ اسکندریہ پر حملہ میں آپ ہراول فوج کے سردار تھے اور پہلے ہی حملے میں شہر فتح ہوگیا۔ ع۱

ایران میں آذربائیجان کی لڑائی میں بھی آپ موجود تھے۔ ع۲

حضرت زبیرؓ کی شجاعت کا اثر حضرت علیؓ پر

"امام سمعانی" لکھتے ہیں "کہ وکان علیؓ بقول بلیت باطوع الناس واشجع الناس اراد بالاول "عائشہؓ" وبالثانی "الزبیرؓ"

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ اطاعت گزار۔ اور سب سے زیادہ بہادر شخص کے ساتھ آزمائش میں ڈالا گیا۔ پہلے سے ان کا اشارہ حضرت عائشہؓ کی طرف۔ اور دوسرے سے حضرت زبیرؓ کی جانب تھا۔ ع۳

آنحضرت صلعم سے والہانہ محبت

آپ آنحضرت صلعم سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ آپ کے پاس سے علحدہ نہیں ہوتے تھے خود فرماتے ہیں۔ ہاں میں نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ آنحضرت صلعم بھی آپ سے بہت محبت فرماتے تھے

شفقت نبوی صلعم کے متعلق حضرت عمرؓ کا بیان

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلعم" آخر وقت تک چھ آدمیوں سے راضی رہے ان میں ایک حضرت زبیرؓ ہیں"۔ اور یہی چھ آدمی مشورہ کرکے اپنے آپ میں سے کسی ایک کو خلیفہ مقرر کرلیں۔ ع۵

سب سے زیادہ مستحق خلافت ہونیکے بارے میں حضرت عثمان غنیؓ کا بیان

مروان بن حکم سے روایت ہے کہ عثمانؓ کو نکسیر کی سخت شکایت پیدا ہوئی۔ جس سال یہ مرض عام ہوا ہے یہاں تک کہ حج سے معذور ہوگئے اور وصیت کی۔ ایک قریشی اُن کے پاس گیا اور کہا۔ جانشین بنائیے؟ فرمایا کیا لوگ کہہ رہے ہیں؟ بولا ہاں۔ فرمایا کسکو؟ وہ خاموش رہا۔ اتنے میں دوسرا شخص گیا۔ میرا خیال ہے کہ حارث تھا، اور اس نے بھی کہا جانشین بنائیے۔ عثمانؓ نے فرمایا کیا لوگ کہہ رہے ہیں؟ بولا ہاں، فرمایا کسکو؟ وہ خاموش ہوگیا، فرمایا شاید زبیرؓ کو کہتے ہونگے؟ کہا ہاں، فرمایا بیشک اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں وہ زبیرؓ ان صحابہؓ میں بہتر ہیں، اور رسول اللہ صلعم کو انمیں سب سے زیادہ محبوب تھے"۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

میں عثمانؓ کے پاس تھا، ایک شخص آیا اور کہا جانشین بنائیے، پوچھا کیا کہا جارہا ہے؟ کہا ہاں زبیرؓ کو لوگ کہہ رہے ہیں۔ فرمایا بے شک خدا کی قسم تم لوگ جانتے ہو کہ وہ تم میں بہتر ہیں۔ ع۶

حدیث کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو زندگی سے مایوسی ہوگئی تھی، اس لئے جمہور کی طرف سے استخلاف کا مطالبہ ہوا اور حضرت زبیرؓ کا نام پیش کیا گیا۔ اس سے حضرت زبیرؓ کی مقبولیت، اثر اور اقتدار کا پتہ چلتا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے علاوہ بقیہ پانچ صاحبوں میں یہ دلعزیزی حضرت زبیرؓ کو حاصل تھی۔ حضرت عثمانؓ کے ارشاد کے مطابق وہ آنحضرت صلعم کو ان سب سے زیادہ محبوب تھے اور صحابہؓ ان کی افضلیت کو تسلیم کرتے تھے۔ ع۷

حضرات زبیرؓ و طلحہؓ و علیؓ کو بُرا کہنے والے شخص کا حشر

سعید بن مسیبؒ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ کی برائی بیان کررہا تھا۔ حضرت سعد بن مالکؓ نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ میرے بھائیوں کی غیبت مت کر اُس نے نہ مانا۔ پس حضرت سعدؓ اٹھے اور انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ بعد اس کے دعا مانگی کہ اے اللہ اگر یہ بات تیری خلاف مرضی ہوں جو یہ کہہ رہا ہے تو اس پر میری آنکھوں کے سامنے کوئی بلا نازل فرمادے اور اُسکو

ع۱ ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم ص۱۲۶ والفاروق جلد اول ص۱۹۶ وفتوحات البلدان ع۲ طبقات ابن سعد جلد ۶ ص۶۹ ع۳ کتاب الانساب امام سمعانی حالات حضرت زبیرؓ ع۴ صحیح بخاری ع۵ ترجمہ مشکوٰۃ شریف ص۵۴۲ ع۶ صحیح بخاری کتاب المناقب الزبیرؓ ع۷ سیر الصحابہ جلد دوم ص۲۲۳۔

لوگوں کے لئے باعث عبرت بنادے (یہ دعا مانگتے ہی) یکایک اُس شخص کے پاس ایک اُونٹنی لوگوں کے مجمع کو چیرتی ہوئی آئی اور اُس نے اس شخص کو اپنے تھوتھن سے پکڑ لیا اور دانتوں کے درمیان میں رکھ کر پیس ڈالا۔ یہاں تک کہ وہ شخص مرگیا (راوی کہتا ہے) میں نے دیکھا کہ لوگ حضرت سعدؓ کے پیچھے یہ کہتے ہوئے جارہے تھے کہ اے ابو اسحٰق آپکو مبارک ہو آپکی دعا قبول ہوگئی۔[1]

حضرت زبیرؓ کے فضائل اور مناقب بے شمار ہیں۔ ہم حضرت حسانؓ بن ثابت مداح آنحضرت صلعم کے اُس قصیدے پر انہیں ختم کرتے ہیں جس میں حضرت حسانؓ نے حضرت زبیرؓ کو تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے۔

قصیدہ

اقام علی عہد النبی وہدیہ	حواریہ والقول بالفعل یعدل
نبی کے عہد اور اُنکی روش پر قایم رہے	اُن کا حواری (یعنی حضرت زبیرؓ) قول فعل ہی سے سچا سمجھا جاتا ہے
اقام علی منہاجہ وطریقتہ	یوالی ولی الحق والحق اعدل
وہ نبیؐ کی راہ اور اُنکے طریقہ پر قایم رہے	اہل حق سے محبت کرتے رہے اور حق بہت عمدہ چیز ہے
ہو الفارس المشہور والبطل الذی	یصول اذا ما کان یوم محجل
وہ ایسے مشہور سوار اور ایسے بہادر ہیں	کہ اُس دن وہ حملہ کرتے تھے جبکہ لوگ چھپتے پھرتے تھے
وان امرءا کانت صفیۃ امہ	ومن اسد فی بیتہ لم یفل
اور بیشک وہ وہ تھے کہ انکی ماں صفیہ تھیں	اور وہ شیر تھے جو اپنے گھر میں رہتے تھے
ابوہ من رسول اللہ قربی قریبہ	ومن نصرۃ الاسلام مجد موثل
رسول خدا سے اُن کو بہت قریب کی رشتہ داری تھی	اور اسلام کی مدد کر کے انہوں نے بڑی عزت حاصل کی تھی
فکم کربۃ ذب الزبیر بسیفہ	عن المصطفٰی واللہ یعطی ویجزل
بہت سے ایسے مصائب تھے جن کو زبیر نے بذریعہ اپنی تلوار کے	مصطفٰےؐ سے دفع کیا اور اللہ بڑا صاحب بخش ہے
اذا کشف عن ساقہا الحرب حسرہا	یابیض سباق الی الموت یرفل
جب لڑائی اپنی آگ روشن کرتی تھی	تو وہ تلوار لے کے موت کی طرف دوڑتے تھے

فما مثلہ فیہم ولا کان قبلہ
پس اُن کا مثل نہ اُن میں اُس وقت تھا نہ اُن سے پہلے ہوا
ولیس یکون الدہر ما دام یذبل ع۲
نہ اب قیامت تک ہوگا

---

[1] حافظ ابن قیم الجوزی کی کتاب ہدی الرسول کے ترجمہ اسوۂ حسنہ کے صفحہ ۱۸۳ پر جہاں آنحضرت صلعم کے شعراء حسان بن ثابتؓ۔ کعب بن مالکؓ۔ عبداللہ بن رواحہؓ اور خطیب بن قیس بن الشماسؓ ہیں۔

مگر ان سب میں مشہور حضرت حسانؓ ہیں۔ آپ رسول اللہ صلعم کی مدح کرتے اور آنحضرت صلعم کے متعلق کافروں کی ہرزہ سرائیوں کے جواب دیا کرتے تھے جسکی اجازت حضور اکرم صلعم نے اُنھیں عطا فرمادی تھی۔ آنحضرت صلعم ان کیلئے مسجد اقدس میں منبر رکھوادیا کرتے تھے یہ اُس پر کھڑے ہوکر رسول اللہ صلعم کی بڑائیاں بیان کرتے تھے رسول مقبول صلعم کے وصال ہوجانے پر اُنہوں نے آپکے پانچ مرثیے بھی لکھے ہیں جو طبقات ابن السعد جزو رابع کے صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۹ پر تحریر ہیں۔

جنگ خندق کے موقع پر حضرت حسانؓ کو ایک عارضہ ہوگیا تھا جس کی وجہ سے آپ لڑائی کیطرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے

(بقیہ صفحہ ۲۶۷ پر)

ع اسد الغابہ جلد سوم صفحہ ۷۹ حالات سیدنا حضرت طلحہؓ ۲ اسد الغابہ جلد سوم صفحہ ۲۵ باب زاے ویاے۔

ازواج[1] و اولاد

حضرت زبیرؓ کی سات بیویاں، اسماءؓ۔ امہؓ۔ ربابؓ۔ زینبؓ۔ ام کلثومؓ۔ حلالؓ۔ اور عاتکہؓ تھیں جن میں سے سوائے حضرت عاتکہؓ کے باقی سب صاحب اولاد تھیں۔

طبقات ابن سعد میں آپکی صاحب اولاد بیویوں اور اُن کی اولادوں کے نام اسطرح تحریر ہیں۔

(۱) عبداللہ۔ عروہ۔ منذر۔ عاصم۔ مہاجر۔ رجاء۔ خدیجہ الکبریٰ۔ ام الحسن۔ حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بطن سے۔

(۲) خالد۔ عمرو۔ حبیبہ۔ سودہ۔ ہند۔ (ام خالد) جن کا نام امہ بنت خالد بن سعید بن عاص بن امیہ تھا) اُنکے بطن سے۔

(۳) مصعب۔ حمزہ۔ رملہ۔ رباب بنت انیف بن عبید بن مصاد بن کعب بن علیم بن جناب بن کلب کے بطن سے۔

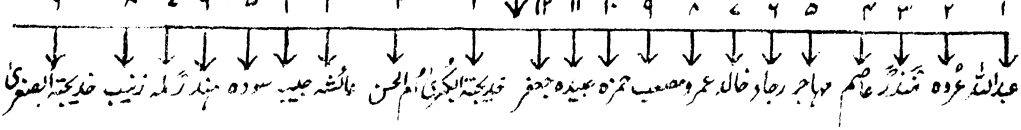
(۴) عبیدہ اور جعفر ام جعفر زینب بنت مرثد بن عمرو بن عبد عمرو بن بشیر بن عمرو بن مرثد بن سعد بن مالک بن ضبیعہ بن قیس بن ثعلبہ کے بطن سے۔

(۵) زینب۔ ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط کے بطن سے۔

(۶) خدیجۃ الصغریٰ۔ حلال بنت قیس بن نوفل بن جابر بن شجنہ بن اسامہ بن مالک بن نصر بن قعنب کے بطن سے۔

حلال بنت قیس قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ سے تھیں۔[2]

اولاد حضرت زبیرؓ



(بقیہ صفحہ ۲۶۶) اسلئے آنحضرت صلعم نے اُس قلعہ میں جس میں مشورات تھیں آپ کو بھی رکھا تھا جس کا ذکر اسی کتاب کے صفحہ ۶۷ پر حضرت صفیہؓ کے یہودی کو قتل کرنے کے ضمن میں آچکا ہے۔

سیرۃ النبیؐ کے صفحہ ۴۳۳ و ۴۳۴ پر اور طبری میں ہے کہ ۷ھ میں مقوقس شاہ مصر نے دو عالی خاندان لڑکیاں جو سگی بہنیں تھیں اور حضرت حاطب بن بلتعہؓ کی تعلیم کیوجہ سے جنہیں آنحضرت صلعم نے مقوقس کے پاس خط دیکر بھیجا تھا خدمت نبوی صلعم میں پہنچنے سے پہلے اسلام قبول کر چکی تھیں۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اُن میں ایک ماریہ قبطیہؓ تھیں جو حرم نبوی صلعم میں داخل ہوئیں۔ انہیں کے بطن سے آنحضرت صلعم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ پیدا ہوئے جنہوں نے ایک سال کی عمر میں انتقال کیا۔ دوسری جن کا نام "سیرین" تھا انہیں آنحضرت صلعم نے حضرت حسانؓ کو عطا فرما دیا اسلئے وہ اُن کے ملک میں آئیں (اسد الغابہ جلد سوم صفحہ ۴۰۰ میں ہیکہ مختلف روایات کے لحاظ سے آپ کی وفات کا تعین ۴۰ھ یا ۵۰ھ یا ۵۴ھ کیا گیا ہے۔

---

[1] معارف ابن قتیبہ میں حضرت زبیرؓ کے ازواج و اولاد کے نام حسب تفصیل ذیل لکھے ہیں:۔

عبداللہ۔ عاصم۔ عروہ۔ منذر۔ ام الحسن۔ (حضرت) اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بطن سے۔

مصعب۔ حمزہ۔ رملہ۔ خالد۔ عمرو۔ عبیدہ۔ جعفر۔ خدیجہ اور عائشہ۔ وغیرہ۔ نو صاحبزادیاں تھیں۔ (ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول صفحہ ۱۳۵ و ۱۳۶)

[2] طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۷۰ طبع لیدن۔

حضرت اسماءؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ولادت | آپ کی ولادت ہجرت سے ستائیس سال پہلے مکہ میں ہوئی اُسوقت ان کے والد بزرگوار کی عمر بتیس سال سے کچھ زائد تھی[1]

نام و نسب | اسماءؓ نام ہے۔ آپ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ بن ابی قحافہؓ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیمؓ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔

آپ کی اور آپ کے حقیقی بھائی عبداللہ کی والدہ کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ بن اسعد بن جابر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی تھا اور قتیلہ کی ماں۔ خرما بنت خلف بن وہب بن خرافہ بن جمح اور خرما کی ماں کا نام لبنیٰ بنت عبد بن اسعد بن مجدم بن الحارث بن فہر تھا

اسلام | اپنے والد بزرگوار کیطرح آپ نے بھی قبول اسلام میں سبقت کی۔ ابن اسحٰق کے قول کے مطابق ایمان لانیوالوں میں آپ کا شمار اٹھارواں ہے۔[2]

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ۔ حضرت اسماءؓ ذات النطاقین مکہ معظمہ میں مسلمان ہوئیں۔ کہتے ہیں کہ سترہ آدمیوں کے بعد ایمان لائیں۔ آپ اپنی بہن۔ حضرت عائشہؓ ام المومنین سے دس سال بڑی تھیں۔ (آپ سابقون الاولین میں ایک ہیں۔)[3]

نکاح | حضرت زبیرؓ سے جو آنحضرت صلعم کے حواری اور پھوپھی زاد بھائی تھے "مکہ" میں آپ کا نکاح ہوا۔ حضرت زبیرؓ کے حبشہ سے واپس آنے کے بعد آپ کا نکاح اُن سے ہوا۔[4]

آنحضرت صلعم کی ہجرت مدینہ اور حضرت اسماءؓ کو ذات النطاقین کا خطاب۔ | صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "پھر رسول خدا صلعم تشریف لائے اور آپ نے اجازت طلب کی۔ آپ کو اجازت دیگئی تو آپ اندر تشریف لائے۔ پھر نبی صلعم نے۔ ابوبکرؓ سے کہا کہ جو لوگ تمہارے پاس ہوں اُنھیں ہٹا دو۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلعم میرا باپ آپ پر فدا ہو جائے یہاں تو صرف میرے ہی گھر والے ہیں۔

آپ نے فرمایا تو (سنو) مجھے ہجرت کی اجازت دی گئی ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا "یا رسول اللہ صلعم" میرا باپ آپ پر فدا ہو جائے (مجھے بھی) رفاقت میں لیجئے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ میرا باپ آپ پر فدا ہو جائے میری دو اُونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجئے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ (ہم تو) بہ قیمت (لینگے)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم اُن کو بہت سُرعت سے تیار کرنے لگے اور ہم نے اُن دونوں کے لئے کچھ ناشتہ ایک چمڑے کے تھیلے میں رکھدیا۔ پھر رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ "جبل ثور" کے غار میں جا چھپے۔ تین دن تک وہاں چھپے رہے۔"

عبداللہ بن ابوبکرؓ۔ شبکو اُن ہی کے پاس رہتے تھے۔ اور وہ (اُس زمانے میں) ایک نوجوان ذہین و سمجھدار تھے۔ (رات کو اُن کے پاس رہتے تھے۔) اور آخر شب کو اندھیرے میں اُن کے پاس سے چلدیتے تھے صبح قریش کے ساتھ مکہ میں کرتے تھے۔ مثل اُس شخص کے جو شب کو وہیں رہا ہو۔" بس وہ جب کوئی بات ایسی سنتے تھے جس سے اُن کے ساتھ فریب کیا جاتا ہو تو وہ اُسکو یاد کر لیتے تھے اور اُس کی خبر جب اندھیرا ہو جاتا تھا تو اُن دونوں کے پاس لیجاتے تھے۔

اور ابوبکرؓ کا غلام عامر بن فہیرہؓ۔ اُن ہی کے پاس جا کر بکریاں چراتا تھا۔ جب کچھ رات گزر جاتی تھی تو وہ اُن بکریوں کو اُن کے پاس لیجاتا تھا۔ پس وہ شب کو اُنہیں بکریوں کا دودھ دہی کھاتے تھے۔ پھر صبح کو اندھیرے ہی میں۔" عامر بن فہیرہؓ اُن بکریوں کو ہانک لیجاتا تھا۔ وہ ان تین راتوں میں ہر رات کو ایسا ہی کرتا رہا۔

اور رسول خدا صلعم اور ابوبکرؓ نے قبیلہ بنی دیل میں سے ایک شخص کو مزدوری میں لگایا۔ اور وہ بنی عبد بن عدی میں سے تھا۔ بڑا واقفکار اور رہبر تھا۔ وہ عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا اور کفار قریش۔ کے دین پر تھا۔ پس ان دونوں نے

---

[1] اسد الغابہ ص ۳۴۲ ج ۵ و وفاء الوفا سمہودی الزبیر ۶ [2] کتاب المحبر ص ۷۲ و طبقات ابن سعد جزء ۸ ص ۱۸۲ [3] المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۲ [4] طبقات ابن سعد جزء ۸ ص ۱۸۱ و وفاء الوفا سمہودی الزبیر ۶

اُسے اپنا امین بنایا اور اپنی سواریاں اُسے دیدیں اور اُس سے تین دن کے بعد یعنی تیسرے دن کی صبح کو غار ثور پر معہ اُن دونوں سواریوں کے آنے کا وعدہ لے لیا۔ اور اُن سواریوں کے ہمراہ "عامر بن فہیرہ" اور رہبر چلا اور اُس رہبر نے آنحضرت صلعم اور ابوبکرؓ کو دریا کے کنارے کے راستہ پر لگایا۔ ع۱

طبری میں ہے کہ حضرت اسماءؓ بھی اُن کے لائق کھانا پکا کر ہر شام اُن کے پاس کھانا لیجاتی تھیں ..... جب تین دن گزر گئے اور اہل مکہ نے آپ کا چرچا چھوڑ دیا آپ کا اُونٹ والا دونوں اونٹ لے کر خدمت میں حاضر ہوا۔ اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ توشہ دان لے کر آئیں۔ مگر اُسے دستی سے باندھنا بھول گئیں جب یہ دونوں حضرات چل کھڑے ہوئے تو یہ توشہ دان باندھنے گئیں مگر اُس میں ڈور نہ تھی جس سے باندھیں اُنہوں نے وہیں اپنا کمربند کھولا اور اُسے بل دیکر اُس سے توشہ دان باندھ دیا۔ اس واقعہ کی وجہ سے اُن کو ذات "النطاقین" کہتے ہیں۔" ع۲

صحیح بخاری میں ہے کہ "حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلعم اور ابوبکرؓ کے لئے ناشتہ تیار کیا جبکہ اُنہوں نے "مدینہ" جانے کا ارادہ کیا۔ پھر میں نے ابوبکرؓ سے کہا کہ مجھے کوئی چیز ایسی نہیں ملتی جس سے دسترخوان باندھوں۔ سوا اپنے کمربند کے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا تم کمربند کے دو ٹکڑے کر ڈالو ایک ٹکڑے سے دسترخوان باندھ دو) چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ اسی وجہ سے ان کا نام "ذات النطاقین" رکھا گیا۔" ع۳

حضرت اسماءؓ کے ابوجہل کا تھپڑ مارنا حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ "رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ کے جانیکے بعد قریش کے کچھ لوگ جن میں "ابوجہل بن ہشام" بھی تھا ہمارے یہاں آئے اور ابوبکرؓ کے دروازے پر آکر کھڑے ہو گئے میں اندر سے نکلکر اُن کے پاس آئی۔ اُنہوں نے پوچھا تمہارا باپ "ابوبکرؓ" کہاں ہے۔ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے باپ کہاں ہیں۔ اس پر ابوجہل نے جو بہت ہی خبیث اور زشت خو تھا۔ میرے کان پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ میرے کان کی بالی گر پڑی۔" اس کے بعد وہ سب چلے گئے۔ ع۴

حضرت اسماءؓ کی اپنے دادا کو تسلی قبول اسلام کے وقت حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس چالیس ہزار کا سرمایہ تھا وہ خدمت اسلام میں صرف ہوتے ہوتے اب صرف پانچ ہزار اور رہ گیا تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ ہجرت کے وقت کل روپیہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ابوقحافہ جو اُن کے والد تھے۔ ہجرت کا حال جب اُنہیں معلوم ہوا تو بیتی سے بولے کہ۔" ابوبکرؓ نے بہت تکلیف دی و مال چھوڑ جاتے اور چلے جاتے تو کچھ حرج نہ تھا اب کسطرح بسر ہوگی اُنہوں نے جان و مال دونوں کا دکھ دیا۔" حضرت اسماءؓ نے دادا سے یہ سُنکر کہا کہ والد چلے گئے ہیں مگر کثیر دولت چھوڑ گئے ہیں۔ یہ کہکر وہ اُٹھیں اور جس جگہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مال رکھتا تھا وہاں بہت سی ٹھیکریاں ڈھیروں کی طرح بنا کر تھیلیوں میں رکھدیں۔ پھر اپنے دادا ابوقحافہ کو وہاں لیگئیں اور کہا کہ ٹٹول کر دیکھ لیجئے۔ مال یہ کیا رکھا ہے۔ ابوقحافہؓ بوڑھے اور نابینا تھے اُنہوں نے ہاتھوں سے ٹٹول کر اپنی تسلی کر لی اور کہا کہ کھانے کے لئے بہت ہے۔ ابوبکرؓ چلا گیا تو کوئی فکر نہیں ہے۔ حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دادا ابوقحافہؓ کی تسکین کیلئے ایسا کیا تھا۔ ورنہ وہاں ایک حبہ بھی نہ تھا۔ ع۵

حضرت اسماءؓ کا یہ طرز عمل بڑے ہی دل گردے کی بات ہے ورنہ دادا سے زیادہ اُن کو صدمہ ہونا چاہیئے تھا وہ جتنی بھی شکایت دادا سے کرتیں درست تھا ایک تو باپ کی جدائی دوسرے مکہ والے دشمن اور ظاہری گزارے کا کوئی سامان نہیں۔ کیسی پریشانی کی بات تھی۔ مگر خدائے تعالیٰ نے ایک ایک ادا صحابہؓ اور صحابیاتؓ کو ایسی عطا فرمائی تھی جسکی مثال اُن کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔"

ہجرت مدینہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ولادت آپ اپنے شوہر حضرت زبیرؓ کے ساتھ فوراً ہی "مدینہ منورہ" نہیں گئیں

نوٹ ۱۔ نطاق اُس رومال کو کہتے ہیں جسکو عرب عورتیں قمیص کے اوپر کمر پر باندھتی ہیں

ع۱ صحیح بخاری مترجمہ مرزا حیرت ص۱۷۹ ع۲ ترجمہ تاریخ طبری جلد اول حصہ سوم ص۱۳۱ ع۳ ترجمہ صحیح بخاری جلد ۱ ص۱۸۱ ع۴ ترجمہ صحیح بخاری جلد ۱ ص۵۹۸ ع۵ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص۱۳۲
ع۶ مزرقانی جلد ۱ ص۳۵۰

بلکہ کچھ دنوں مکہ ہی میں مقیم رہیں۔[1]

آنحضرت صلعم نے مدینہ پہنچکر جب مستورات کو بلوانے کیلئے زید بن حارثہ اور اپنے غلام رافع کو مکہ روانہ کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی ایک آدمی روانہ کیا تو اپنے بھائی عبداللہ اور اپنی بہن اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ حضرت اسماءؓ بھی آئیں اور "قبا" میں قیام کیا وہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آپ کے بڑے صاحبزادے کی ولادت ہوئی صحیح بخاری میں ہے کہ "حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ میں پورے دنوں سے تھی کہ چلی اور مدینہ آئی۔ "قبا" میں فروکش ہوئی۔ اور "قبا" میں عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ بعد اس کے میں اُنھیں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لے گئی۔ اور اُنہیں آپ کی گود میں رکھدیا۔ آپ نے ایک چھوارہ منگایا اور اُسے چباکر عبداللہ بن زبیرؓ کے مُنہ میں ڈالدیا۔ پس سب سے پہلے جو چیز اُن کے شکم میں گئی وہ رسول خدا صلعم کا لعاب دہن تھا۔ بعد اس کے جب آپ اُن کے منہ میں چھوارے سے ڈال چکے تو اُن کے لئے دعاء کی اور اسلام میں سب سے پہلے مولود وہ ہی تھے۔[2]

محنت و مشقت سے عار نہ تھا حضرت اسماءؓ محنت و مشقت برداشت کرنے اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو عار نہ سمجھتی تھیں گھر کے سارے کاروبار اپنے ہاتھوں سے کرتیں اور تنگدستی کے زمانے میں نہایت خوش اسلوبی سے خانہ داری کے فرائض اور ذمہ داریوں کو سرانجام دیتی تھیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ۔ "حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جس زمانے میں "حضرت زبیرؓ نے مجھ سے شادی کی تھی اُن کے پاس رُوئے زمین پر نہ کوئی مال تھا۔ نہ غلام نہ کچھ اور" صرف ایک بارکش اُونٹ اور ایک گھوڑا تھا۔ میں گھوڑے کو گھاس دانہ ڈالتی تھی اُسے پانی پلاتی تھی۔ آٹا گوندتی تھی اور روٹی بھی پکاتی تھی۔ لیکن میں اچھی روٹی پکانے میں ماہر نہ تھی۔ اس لئے میری انصاری ہمسائیاں روٹی پکادیتی تھیں۔ کیونکہ انصاری عورتیں نہایت نیک عورتیں تھیں۔ حضرت زبیرؓ کو آنحضرت صلعم نے کچھ زمین جاگیر میں دی تھی۔ وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاتی تھی وہ زمین ہمارے مکان سے ۲/۳ کوس پر تھی۔ حسب معمول میں ایک روز آرہی تھی۔ سر پر کھجور کی گٹھلیاں تھیں کہ رسول اللہ صلعم مل گئے۔ اُسوقت حضور صلعم کے ہمراہ انصارؓ کی ایک جماعت تھی۔ "حضور صلعم" نے میرے لئے برکت کی دُعا کی۔ اور مجھے اپنے پیچھے سوار کرنے کے لئے اُونٹنی سے فرمایا آخ۔ آخ۔ "یعنی بیٹھ بیٹھ"۔ مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور یہ بھی خیال ہوا کہ زبیرؓ بڑے غیرت دار آدمی ہیں۔ رسول اللہ صلعم بھی پہچان گئے کہ مجھے شرم آگئی ہے لہذا آپ تشریف لے گئے۔ اور میں زبیرؓ سے آکر ملی۔ میں نے اُن سے کہا کہ رسول اللہ صلعم مجھے ملے تھے۔ حضور صلعم کے ساتھ کچھ انصاریؓ تھے۔ میرے سر پر کھجور کی گٹھلیاں تھیں۔ حضور صلعم نے مجھے سوار کرنے کے لئے اُونٹ بٹھایا۔ لیکن مجھے شرم معلوم ہوئی اور (اس کے علاوہ) میں تمہاری غیرت بھی جانتی تھی۔

حضرت زبیرؓ نے کہا "خدا کی قسم تمہارا سر پر کھجور کی گٹھلیاں اُٹھانا۔ میرے لئے رسول اللہ صلعم کے ہمراہ سوار ہونے سے زیادہ سخت ہے۔[3]

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ "بالآخر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے میرے پاس ایک خدمت گار بھیجدیا جو گھوڑے کی سائیسی کرنے لگا اور مجھے اس تکلیف سے نجات مل گئی۔ گویا حضرت ابوبکرؓ نے مجھے آزاد کردیا"۔

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ "میں حضرت زبیرؓ کے گھر کا کام کاج کیا کرتی تھی اُن کا ایک گھوڑا تھا اُس کی بھی خدمت کرتی تھی اُس کی خدمت سے زیادہ مشکل میرے لئے کوئی کام نہ تھا۔ میں اُس کے لئے گٹھلیاں کوٹتی۔ نگرانی کرتی اور سائیسی کرتی۔ کچھ زمانے کے بعد مجھے ایک خادمہ مل گئی۔ "رسول اللہ صلعم" کی خدمت میں کچھ باندیاں آئی تھیں۔ "حضور صلعم"

---

[1] ذاتی فہمی [2] ترجمہ صحیح بخاری ص ۱۸۱۱ [3] ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم ص ۲۱۲ ترجمہ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۵۲ اسد الغابہ ابن اثیر جلد ۵ ص ۴۸۲

نے ایک باندی مجھے دیدی۔ وہ گھوڑے کا کام کاج کرلیا کرتی اُس نے میرے اُوپر سے اس بار کو دُور کردیا تھا" ع۱

شجاعت و بہادری حضرت زبیرؓ آپکے شوہر عرب کے بے مثل بہادر۔ آنحضرت صلعم کے زمانے اور آپ کے بعد بھی لڑائیوں میں برابر شریک رہے۔ شام اور مصر کی فتوحات میں آپ کے کارنامے مشہور ہیں۔ حضرت اسماءؓ لڑائیوں پر اُن کے ہمراہ جایا کرتی تھیں۔ جنگ یرموک جو سب سے بڑی لڑائی ملک شام میں ہوئی اُس میں بھی آپ موجود تھیں۔

فیاضی آپ حدّ درجہ فیاض تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے تھے کہ میں نے اُن سے بڑھکر کسی کو فیاض نہیں دیکھا آپ کا یہ حال تھا کہ جو کچھ پاتی تھیں اسکو اٹھا نہیں رکھتی تھیں اکثر مقروض رہتی تھیں اور ادھر اُدھر سے قرض لیا کرتیں تھیں لوگ عرض کرنے لگے کہ آپ کو قرض کی کیا ضرورت ہے۔ فرماتیں کہ جس کی قرض ادا کرنے کی نیت ہوتی ہے خدا اُسکی اعانت کرتا ہے۔ میں اُس کی اسی اعانت کو ڈھونڈتی ہوں" آپکے قرض لینے سے غرض دوسروں کی امداد تھی۔ ع۲

حضرت اسماءؓ نے ایک جائداد حضرت عائشہؓ سے وراثت میں پائی تھی۔ جس کو حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ میں خرید لیا لیکن اُنہوں نے اس رقم کو قاسم بن محمد بن (حضرت ابوبکر صدیقؓ) اور ابن عتیق پر ہبہ کردیا۔ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ چونکہ قاسم کو حضرت عائشہؓ کی وراثت سے حصّہ نہیں ملا تھا اسلئے حضرت اسماءؓ نے اُن کی دل شکنی کے خیال سے یہ رقم اُن کو دیدی۔ ع۳

آپ جب بیمار ہوجاتیں تو تمام ملازموں کو آزاد کردیتی تھیں۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ نصیحت فرمایا کرتی تھیں کہ مال دوسروں کے کام نکالنے اور اُن کی مدد کرنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ جمع کرنے کو اسطرح اگر تم اپنا مال مخلوق خدا پر خرچ نہ کرکے بخل کروگے تو خدا بھی تم کو اپنے فضل وکرم سے محروم رکھے گا جو کچھ تم صدقہ یا خرچ کروگے دراصل وہ ہی تمہارے لئے ایک اچھا ذخیرہ ہوگا۔ جسکے گم اور ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ ع۴

حضرت زبیرؓ کے مزاج میں تشدّد زیادہ تھا۔ اسلئے حضرت اسماءؓ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ میں اپنے شوہر کے بلا اجازت اُن کے مال سے کچھ فقراء و مساکین کو دیسکتی ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ہاں دیسکتی ہو۔ ع۵

صحیح بخاری میں ہے کہ "حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیقؓ فرماتی ہیں کہ جس زمانے میں قریش نے رسول اللہ صلعم سے (صلح) کا معاہدہ کرلیا تھا۔ اُنہیں ایام میں میری مشرک والدہ میرے نانا کے ہمراہ میرے پاس آئیں۔ میں نے حضور صلعم سے دریافت کیا اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلعم میری ماں میرے پاس آئی ہے اور کچھ مال کی خواہشمند ہے۔ کیا میں اُسکے ساتھ صلہ رحمی سلوک کرسکتی ہوں"۔ فرمایا اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔" ع۶

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ "ایک روز ایک شخص نے مجھ سے آکر کہا" عبداللہ کی ماں میں ایک غریب آدمی ہوں آپ کے احاطہ کے سایہ میں دُوکانداری کرنی چاہتا ہوں میں نے جواب دیا کہ اگر میں تم کو اجازت دیدُوں تو زبیرؓ شاید انکار کردیں۔ لہٰذا جسوقت "الزبیر" موجود ہوں یہ تم آکر مجھ سے درخواست کرنا۔

چنانچہ زبیرؓ کی موجودگی میں اُس شخص نے آکر کہا عبداللہ کی ماں میں غریب آدمی ہوں آپکے احاطہ کے سایہ میں کاندرای کرنی چاہتا ہوں میں نے جواب دیا۔ تیرے لئے میرے احاطہ کے علاوہ اور کوئی جگہ ہی نہیں ملی۔ زبیرؓ بولے۔ تم کیوں ایک فقیر آدمی کو دُوکانداری کرنے سے منع کرتی ہو۔ اس کے بعد وہ شخص دُوکانداری کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس نے (خوب) کمائی کی۔ اور اُس کے ہاتھ میں نے

ع۱ عرب کا دستور پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے کہ کھجور گٹھلیاں توڑ کر یا چکی میں ڈال کر پھر پانی میں بھگو کر جانوروں کو دانہ کے طور پر کھلاتے ہیں"

ع۱ صحیح بخاری و صحیح مسلم جلد دوم کتاب الاسلام صفحہ ۲۳۰ ع۲ الادب المفرد باب السخاء والنفس صفحہ ۴۳ طبع مصر ع۳ صحیح بخاری ع۴ اصابہ تہذیب صفحہ ۴۳۵ و طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۸۳ ع۵ مسند جلد ۶ صفحہ ۳۵۳ ع۶ صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ ۸۵۱ ترجمہ سید دائم جلالی۔

ایک باندی فروخت کی۔ زبیرؓ اندر آئے تو باندی کی قیمت میری گود میں موجود تھی۔ بولے یہ ہم کو ہبہ کر دو۔ میں نے کہا یہ راہِ خدا میں دے چکی[۱]۔ آپ بڑی مخیرہ تھیں۔ جو بھی آپ کے ہاتھ آجاتا اُسے خیرات کر دیتی تھیں اور غریبوں اور اچھے کاموں پر صرف فرماتی تھیں[۲]۔ حضرت اسماءؓ اور آپ کی بہن اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ دونوں بہت فیاض تھیں جو کچھ ہاتھ میں آتا تھا اُسے صدقہ کر دیتی تھیں۔ لیکن دونوں بہنوں کے طرزِ عمل میں فرق تھا۔ حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھیں جب معتدبہ سرمایہ ہو جاتا تھا تو اُس کو تقسیم کر دیتی تھیں۔ لیکن حضرت اسماءؓ کل کیلئے کچھ نہ رکھ چھوڑتی تھیں جو کچھ ملتا اُسی روز صرف کر دیا کرتی تھیں"۔[۳]

حضرت اسماءؓ کا مکان دار اسماءؓ حضور اکرم صلعم کے "مکہ" سے مدینہ منورہ" میں رونق افروز ہونے پر "انصارؓ نے اپنے مملوکہ اکثر قطعات اراضی۔ آپ کے اختیار میں دیدئے تھے اور آپ نے تعمیر مکانات کے لئے انکو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مہاجرین میں تقسیم فرما دیا تھا۔ حضرات مہاجرینؓ نے" حضور صلعم کی حیات ہی میں اپنے مکان تعمیر کر لئے تھے"۔

سمہودی" المتوفی ۹۱۱ھ" نے بعض ایسے مکانوں کا ذکر کیا ہے۔ جو اسوقت بے پتہ ہیں"۔ مثلاً دار اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ دار عائشہ (بنت حضرت طلحہؓ) دار سکینہ بنت حضرت حسینؓ دار عُمر بن حضرت زبیرؓ" دار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دار حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب" دار انس بن مالکؓ دار حضرت عمرو بن عاصؓ دار عاتکہ بنت یزید بن حضرت امیر معاویہؓ

تقدس لوگ آپ کے بہت معتقد تھے آپ کے تقدس اور عظمت کا شہرہ عام تھا ہر شخص دُعائے خیر کا طالب رہتا تھا صحیح بخاری میں ہے کہ" حضرت فاطمہ بنت منذرؓ کہتی ہیں کہ جب کوئی بخار چڑھی عورت حضرت اسماءؓ کے پاس دُعا کروانے آتی تو آپ پانی لیکر اُس کے گریبان کے اندر چھڑکتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلعم ہمکو فرماتے تھے کہ بخار کو پانی سے سرد کریں۔ یہ جہنم کی لپٹ کا ایک حصہ ہے"۔

جب کبھی آپ کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو آپ آنحضرت صلعم کے جُبّہ کو (جسکو حضرت عائشہؓ نے وفات کے وقت حضرت اسماءؓ کے سپرد کیا تھا) دھوکر اُس کا پانی پلاتی تھیں۔[۵]

چنانچہ صحیح مسلم میں عبدالملکؓ نے حضرت اسماءؓ کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ" مجھے حضرت اسماءؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بھیجا اور یہ پیام دیا کہ (تم اُن سے کہنا) مجھے معلوم ہوا ہے آپ تین چیزوں کو حرام کہتے ہیں (۱) کپڑے کے نقش و نگار کو۔ (۲) سُرخ گدیلے کو۔ (۳) اور پُورے رجب کے روزے رکھنے کو"۔

حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا" (۱) آپ نے جو روزوں کا ذکر کیا تو جو شخص دوامی روزے رکھتا ہے۔ وہ پورے رجب کے روزوں کو کیونکر حرام کہہ سکتا ہے۔ (۲) رہا کپڑوں کے نقش و نگار کا تذکرہ تو میں نے حضرت عمرؓ سے سُنا تھا کہ رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ ریشم صرف وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ تو چونکہ ریشمی لباس حرام ہے مجھے اندیشہ ہوا کہ (ریشمی) نقش نگار بھی کہیں اُس حکم میں داخل نہ ہوں۔ (۳) رہا سُرخ رنگ کا گدیلا تو (خود دیکھ لو) یہ عبداللہ کا گدیلا ہے۔ اُس وقت حضرت عبداللہ کا گدیلہ سُرخ اُونی تھا۔

غرض میں لوٹ کر" حضرت اسماءؓ کے پاس آیا اور جو کچھ واقعہ گزرا تھا وہ بیان کر دیا۔

حضرت اسماءؓ ایک طیلسانی کسروانی جُبّہ نکالکر لائیں جس کا گریبان کاوہانہ دریائی کا تھا اور دونوں حاشیوں پر دریائی کی بیل لگی تھی۔ فرمانے لگیں" یہ جُبّہ وقت وفات تک" عائشہؓ کے قبضہ میں رہا۔ جب اُن کا انتقال ہو گیا۔ تو میں نے لے لیا۔ اس کو رسول اللہ صلعم پہنا کرتے تھے اور ہم بیماروں کو دیلانیکے لئے اسکو دھوتے ہیں اور اسکے واسطے سے طلب صحت کیجاتی ہے"۔[۶]

---

۱ ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب اللباس صفحہ ۲۲۲ ۲ ذوالقعدہ الزبیرؓ ۳ ادب المفرد باب السخاء طبع مصر ۴ رہنمائے مدینہ صفحہ ۵۲ و ۵۳ ۵ صحیح بخاری جلد اول و صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۲۳ ترجمہ سید دائم بلالی ۶ ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۱۹۳ و طبقات ابن سعد جزء ثالث صفحہ ۲۳۹ و ۲۴۰

جب کبھی "حضرت اسماءؓ" کو دَرد سر کا دَورہ ہوتا۔ تو اپنے سر کو ہاتھ سے پکڑ کر فرماتیں کہ خدایا اگرچہ میں گنہگار ہوں لیکن تیری شان غفاری بڑی ہے۔" [1]

راسخ الاعتقادی

ایک دن آپکی گردن دَرد کر رہی تھی تو آنحضرت صلعم نے دستِ مبارک سے اُسے سہلایا اور فرمایا کہ خدا تمہاری اس تکلیف کو دور کرے ایک مرتبہ آپ کی والدہ کچھ تحفہ تحائف لے کر دیکھنے کو آئیں۔ کیونکہ وہ اُسوقت مُشرک تھیں، اور حضرت اسماءؓ مُشرکوں کی دشمن اور راسخ الاعتقاد مسلمان خاتون تھیں اسلئے آپ نے نہ تو اُن کے تحفے قبول کئے اور نہ انھیں اپنے گھر ٹھہرایا۔" اور اپنی بہن اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ آنحضرت صلعم سے دَریافت کریں کہ اس موقع پر میں کیا کروں۔ آپ کا اس بارے میں کیا حکم ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تحفے قبول کرلو اور اُن کو اپنے گھر میں مہمان رکھو۔ خدائے تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ "لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۰ انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظلمون ۰"

ترجمہ:۔ جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اُن کیساتھ احسان کرنے اور مُنصفانہ برتاؤ کرنے سے خدائے تعالیٰ تم کو نہیں رُوکتا ہے۔ (کیونکہ) اللہ تعالیٰ منصفانہ برتاؤ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تم کو اُن ہی لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں۔ (تمہارے مخالفوں کی) مدد کی اور جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی رکھے گا تو (سمجھا جائیگا کہ) یہ ہی لوگ (مسلمانوں پر) ظلم کرتے ہیں۔" [2]

رسُول مقبول صلعم کیساتھ آپکے حج

اس کے بعد حضرت اسماءؓ نے اپنی والدہ کو اپنے مکان میں قیام کرنے کی اجازت دی اور اُن کے تحفے بھی قبول کئے [3]

حضرت اسماءؓ نے کئی حج کئے پہلا حج آنحضرت صلعم کیساتھ کیا تھا اور اس میں جو کچھ دیکھا تھا اُنھیں سب یاد تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جب آنحضرت صلعم کے بعد حج کے لئے آئیں اُس کے متعلق عبداللہ مولیٰ حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بیان ہے کہ "حضرت اسماءؓ مقام حجون کی طرف سے گزرتی تھیں تو فرماتی تھیں کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول صلعم پر رحمت نازل فرمائے حضور صلعم کیساتھ ہم اس جگہ ٹھہرے تھے۔ اُس زمانہ میں ہمارے توشہ دان ہلکے تھے۔ پشت بھی سُبک تھی۔ کھانے پینے کا سامان بھی کم تھا۔" میں نے میری بہن عائشہؓ نے حضرت زبیرؓ نے" اور فلاں فلاں آدمیوں نے عمرہ کیا تھا اور بیت اللہ کو (یعنی رکن کو) مس کر کے ہم نے احرام کھولدیا پھر حج کے لئے شام سے احرام باندھا تھا۔ [4]

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ "ہم رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب احرام کر کے نکلے" حضور صلعم نے فرمایا جسکے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ احرام قائم رکھے اور جس کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ احرام کھول دے۔ میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ تھا۔ میں نے احرام کھولدیا۔ حضرت زُبیرؓ کے ساتھ تھا انہوں نے نہ کھولا۔ میں اپنے کپڑے پہنکر اور جاکر حضرت زبیرؓ کے پاس بیٹھ گئی زبیرؓ نے فرمایا میرے پاس سے پرے ہٹ جاؤ میں نے کہا کیا آپ کو اس بات کا خوف ہے کہ میں آپ پر حملہ کر دونگی [5]

عبداللہ مولیٰ حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ "حضرت اسماءؓ" (ذوطوے کے مکان کے پاس ہم تھیں مجھ سے فرمایا گیا چاند ڈوب گیا۔ میں نے کہا۔ نہیں حضرت اسماءؓ نے تھوڑی دیر بعد پھر نماز کے بعد فرمایا۔ بیٹا کیا چاند ڈوب گیا۔

---

[1] طبقات صـ ۱۸۳ و جلد ۸ صـ ۵ [2] طبقات جلد ۸ صـ ۱۸۲ [3] طبقات ابن سعد صـ ۱۸۳ [4] صحیح مسلم صـ ۲۵۴ جلد ۱ [5] ترجمہ صحیح مسلم جلد اول کتاب الحج صـ ۳۸۱ [6] ترجمہ صحیح مسلم جلد اول کتاب الحج صـ ۳۸۱ و ۳۸۲

میں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا تو اب مجھے لے چلو۔ چنانچہ ہم چلدیئے حضرت اسماءؓ نے (منا پہنچکر) رمی جمرہ کیا۔ پھر اپنی ہی فرودگاہ پر نماز پڑھی۔ میں نے کہا خاتون ہم پہلے سے چلدیئے۔ فرمایا" نہیں بچے رسول اللہ صلعم نے سواریوں کو اور دوشیزوں کو اجازت دیدی ہے"

اخلاق و اخلاص و نماز کسوف میں شرکت

حضرت اسماءؓ مجسم پیکر اخلاق تھیں اخلاص و نیک نیتی کا مادہ فطرتاً آپ میں ودیعت ہوا تھا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کسوف (سورج گرہن) کی نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے نماز کو بہت طول دیا تو حضرت اسماءؓ گھبرا گئیں اور تھک کر ایدھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ اُن کے پاس دو عورتیں جن میں ایک دُبلی اور ایک موٹی تھی اور بھی کھڑی تھیں۔ ان دونوں کو کھڑا دیکھ کر آپ کو تسلی ہوئی آپ نے اپنی گھبراہٹ کو دُور کر کے تہیہ کر لیا کہ مجھے اِن سے دیر تک کھڑا رہنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ نماز ختم ہونے تک برابر کھڑی رہیں۔ چونکہ نماز کئی گھنٹوں تک ہوتی تھی گو آپ نے بہت استقلال سے کام لیا۔ لیکن ضبط نہ کر سکیں اور غش آگیا جسکی وجہ سے سر پر پانی چھڑکنا پڑا

ناپ تول کر خرچ سے احتراز

حضرت اسماءؓ اپنی تنگدستی کے زمانے میں اُمور خانہ داری میں بہت احتیاط سے کام لیتیں اور ہر چیز کو بقدر ضرورت ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں۔ آنحضرت صلعم نے آپ کو صاف فرمایا کہ ناپ تول کر مت خرچ کیا کرو ورنہ خدا تعالےٰ اتنا ہی دیگا۔ اُسوقت سے آپ نے یہ عادت چھوڑ دی۔ اس کے بعد آمدنی وافر ہوگئی اور پھر آپ کبھی تنگ دست نہیں ہوئیں"

حضرت اسماءؓ کی اولاد

حضرت اسماءؓ کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں اُن کے نام یہ ہیں" عبداللہ" عروہ۔ منذر۔ عاصم۔ مہاجر۔ صاحبزادے خدیجہ۔ اُم الحسن۔ عائشہ۔ صاحبزادیاں

آپ کے صاحبزادوں کے تاریخ اسلام میں بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ حضرت عبداللہ امیر المومنین نو برس تمام عالم اسلامی کے خلیفہ رہے۔ حضرت عروہؓ بہت بڑے محدث فقیہ اور مفتی ہوئے۔ حضرت منذرؓ بھی نہایت نامور تھے۔

اسلامی سادگی

باوجودیکہ حضرت اسماءؓ کے گھر میں دولت کی افراط تھی۔ مگر تب بھی آپ اسلامی سادگی پہ رہیں۔ ہمیشہ موٹا پہنتیں اور سادہ غذا سے شکم پُری کرتی تھیں۔

طبقات میں ہے کہ" منذر بن حضرت زبیرؓ جب عراق سے مدینہ آئے تو اُنہوں نے حضرت اسماءؓ کی خدمت میں زمانے خوبصورت باریک منقش کپڑے پیش کئے جو وہ اپنے ہمراہ اُنہیں کے لئے لائے تھے۔ اُسوقت حضرت اسماءؓ کی بصارت زائل ہو چکی تھی اسلئے اُنہوں نے ہاتھ سے اُسے چھو کر فرمایا کہ یہ اچھا نہیں ہے کپڑا اُسے (حضرت منذرؓ کو) واپس کر دو" جب منذرؓ کو یہ کپڑا ملا تو اُنہوں نے اُسے پھاڑ دیا اور اپنی والدہ حضرت اسماءؓ سے کہا کہ اس کپڑے کو پہننے سے کچھ نظر نہیں آتا ہے یعنی یہ اتنا پتلا نہیں ہے کہ جسم نظر آئے۔

حضرت اسماءؓ نے جواب میں فرمایا کہ۔ اگر نظر نہ آئے مگر بہت چکنا تو ہے۔ اسکے بعد" منذرؓ" موٹی قسم کا کپڑا خرید کر لائے تو اُس کو حضرت اسماءؓ نے خوشی سے قبول کیا اور فرمایا کہ بیٹے مجھے ایسے ہی کپڑے پہنایا کرو۔ ع۳

وظیفہ

مروی ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ نے لوگوں کے لئے وظیفے مقرر کئے تو حضرت اسماءؓ کے سالانہ ایک ہزار درہم مقرر فرمائے۔ مہاجرات کے جن میں سب سے اوّل" اسماء بنت عمیسؓ کو اسماء بنت ابی بکرؓ" اور اُم عبداللہ بن مسعودؓ نے ہجرت کی تھی ایک ایک ہزار مقرر کئے"۔ ع۴

روایت حدیث

آپ نے آنحضرت صلعم سے تقریباً چھیاسٹھ حدیثیں روایت کی ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں۔ جن لوگوں نے

ع۱ ترجمہ صحیح مسلم جلد اوّل کتاب الحج صفحہ ۳۹۲ و ۳۹۳ حدیث ۲۹۱۵ و خلاصتہ تذہیب صفحہ ۴۲۳ جلد ۲۲ ع۲ صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۴ و صحیح مسلم جلد اوّل صفحہ ۳۶۱ و ۳۶۲ کتاب الکسوف ع۳ طبقات ابن سعد جزء ثامن صفحہ ۱۸۴ ع۴ طبقات ابن سعد جزء ثامن صفحہ ۱۸۴ و ترجمہ فتوح البلدان البلاذری جزء دوم صفحہ ۴۲۲ مطبوعہ دار الطبع جامعخانیہ

آپ سے روایت کی ہے اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں ۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ۔ عروہ بن زبیرؓ (پسران حضرت اسماءؓ) عباد بن عبداللہ بن حضرت زبیرؓ ۔ عبداللہ بن عروہ بن حضرت زبیرؓ (بنیرگان حضرت اسماءؓ) فاطمہ بنت المنذر بن حضرت زبیرؓ ۔ عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیرؓ ۔ ابن عباسؓ ۔ ابن ابی ملیکہؓ ۔ صفیہ بنت شیبہؓ ۔ عبداللہ بن کیسان (غلام) وہب بن کیسان (غلام) ۔ مطلب بن حنطبؓ ۔ ابوبکر و عامر ابن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ۔ محمد بن منذرؓ ۔ مسلم معریؓ ۔ ابولوفل بن ابوعقربؓ وغیرہ ۔

آپ بڑی ذہین اور راسخ الاعتقاد ۔ قلب کی مضبوط اور بہت صابر تھیں ۔" ع۱

ایک حدیث مروی ہے کہ کسی نے حضرت اسماءؓ سے سوال کیا کہ آیا سلف میں سے کوئی خوف خدا سے بیہوش ہوجاتے تھے ۔ آپ نے فرمایا نہیں ۔ مگر مارے خوف کے روتے تھے ۔" ع۲ صحیح بخاری میں آپ سے سولہ احادیث مروی ہیں ۔ ع۳

دلیری اور ہمت آپ بڑی باہمت اور دلیر بی بی تھیں آپ کی شجاعت و بہادری سے جنگوں میں شرکت کے واقعات کو ہم اُوپر بتا آئے ہیں ۔ اس جگہ مدینہ منورہ میں فتنہ و فساد کے زمانہ کا آپ کی ہمت و دلیری کا ایک واقعہ لکھتے ہیں جو یہ ہے کہ :

سعیدؓ بن عاص کے زمانہ حکومت میں جب مدینہ کے اندر فتنہ و فساد برپا ہوا ۔ شہر میں بہت بدامنی پھیل گئی ۔ اور چوریاں ہونے لگیں ۔ تو حضرت اسماءؓ ایک خنجر سرہانے رکھکر سویا کرتی تھیں ۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتی ہیں ۔ فرمایا ۔ جب چور آئیگا اور مجھ پر حملہ کرے گا تو میں اُس کا پیٹ چاک کر دُوں گی ۔" اسوقت آپکی عمر سو سے برس سے زائد تھی ۔ ع۴

ہمت قدر و قابانن و توش مسلم قریؒ کہتے ہیں کہ ..... ہم حضرت اسماءؓ کے پاس گئے ۔ دیکھا کہ ایک فربہ اندام نابینا خاتون ہیں ہم نے مسئلہ دریافت کیا ع۵

تعبیر خواب حضرت اسماءؓ کے والد امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ تعبیر خواب میں پورے عرب میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ۔ چنانچہ حضرت اسماءؓ نے بھی اس علم کو اپنے والد محترم سے حاصل کیا تھا ۔ اس میں آپ کو تبحر حاصل تھا چنانچہ محمد بن عمرؓ کی روایت ہے کہ "حضرت سعید بن المسیبؒ سب سے زیادہ تعبیر خواب کے جاننے والے تھے ۔ انہوں نے یہ علم حضرت اسماءؓ بنت (حضرت) ابی بکرؓ سے حاصل کیا تھا اور حضرت اسماءؓ نے اپنے والد (حضرت) ابوبکرؓ سے حاصل کیا تھا ۔" ع۶

حضرت اسماءؓ کا ہار اور آیت تیمم کا نزول حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ۔ میں نے ایک بار حضرت اسماءؓ سے عاریتاً ایک ہار لیا تھا ۔ ایک دفعہ میں ہم رسول اللہ صلعم کے ہمراہ کسی سفر میں نکلے جب مقام بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا وہ ہار نوٹ کر گر گیا ۔ رسول اللہ صلعم نے بھی پڑاؤ ڈالا اور حضور صلعم کے تمام صحابہؓ نے بھی اور یہ قیام پانی پر نہ تھا ۔ نہ لوگوں کے پاس پانی تھا ۔ مجبوراً لوگوں نے آکر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا ۔ آپ نے دیکھا عائشہؓ نے کیا کیا ۔ رسول اللہ صلعم کو بھی ٹھہرالیا ۔ اور حضور صلعم کے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی حالانکہ یہ قیام پانی پر نہیں ہے ۔ اور نہ کسی کے پاس پانی ہے ۔

حضرت ابوبکرؓ یہ سُنکر (غصہ میں) تشریف لائے حضور اقدس صلعم میری ران پر سر رکھکر سو رہے تھے آتے ہی فرمایا ۔ تو نے

نوٹ ۱ حضرت سعید بن المسیبؒ نے ۹۳ھ میں مدینہ میں وفات پائی ۔ تابعین میں آپ کا بہت اونچا مرتبہ تھا ۔ آپ بڑے عالم ۔ فقیہ ۔ کثیر الحدیث عالی مرتبہ اور بلند پایہ شخص تھے ۔ اور آپ اپنے علم و فضل کی وجہ سے بڑے صاحب وقعت تھے ۔

ع۱ اسد الغابہ ج۵ ص۴۹۲ ع۲ طبقات ابن سعد جزو خامس ص۱۰۱ ع۳ ترجمہ صحیح بخاری جلد اول ص۱۰۳ فخر مجتبائی دہلی ۔ ع۴ طبقات ابن سعد ص۱۰۴ ع۵ ترجمہ صحیح مسلم بلد اول کتاب الحیض ص۳۱۳ ع۶ طبقات ابن سعد جزو خامس ص۱۰۱ ع۷ اصابہ ج۴ ص۴۱۵ طبع اول حیدر آباد دکن

رسول اللہ صلعم کو بھی روک رکھا اور حضور صلعم کیساتھ اور لوگوں کو بھی۔ حالانکہ قیام نہ پانی پر ہے نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔ بالآخر حضرت ابو بکرؓ نے مجھے بہت برا بھلا کہا اور حسب خبثیت الٰہی بہت کچھ ڈانٹا اور میری کوکھ میں ہاتھ سے ٹھیکے مارنے شروع کئے اور چونکہ حضور اقدس صلعم میری ران پر سو رہے تھے اسلئے میں حرکت نہ کر سکتی تھی۔ القصہ صبح تک رسول اللہ صلعم سوئے اور اسوقت تک پانی نہ ملا اور خدائے تعالےٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ لوگوں نے تیمم کیا۔ اسید بن حضیر نقیب رسول اللہ صلعم کہنے لگے۔ ابو بکرؓ کے خاندان والو تمہاری یہ برکت پہلی برکت نہیں ہے (دیکھتر تلاش کے بعد پھر واپس آکر) ہم نے اپنی سواری کے اونٹ کو اٹھایا تو اس کے نیچے ہار مل گیا۔[1]

صاحبزادے کیساتھ رنجش

ایک روز کسی بات پر حضرت زبیرؓ حضرت اسماءؓ پر ناراض ہوئے۔ اور ان پر زیادتی کی اس پر انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کو اپنی امداد کیلئے آواز دی حضرت زبیرؓ نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو چلا کر کہا اگر تم یہاں آؤ گے تو تمہاری ماں کو سمجھ لو کہ مر گئی۔ لیکن عبداللہ یہ کہتے ہوئے کہ اسطرح کی قسم سے آپ میری ماں کو نشانہ نہ بناتے اور ان کی مدد سے مجھے روکنا چاہتے ہیں اندر آگئے اور ان کو اپنے ہمراہ لے گئے اسطرح حضرت اسماءؓ اپنے شوہر سے بالکل علیحدہ ہو گئیں اور اس دن سے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ رہنے لگیں۔ اسوقت ان کی عمر کافی ہو چکی تھی۔ ع۲

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بہت فرمانبردار بیٹے تھے وہ اپنی بوڑھی ماں کی بہت اطاعت کرتے اور ان کی رضامندی کو اپنے مقاصد کی کنجی سمجھتے تھے۔

اخلاقی جرأت اور صبر و استقلال

آپ کے صاحبزادے امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید کے تخت نشین ہونے پر اس کی بیعت سے انکار کیا اور مکہ کو اپنا مستقر قرار دیا۔ کیونکہ ہر منتظر حضرت عبداللہؓ کی عظمت و جلالت اور حق گوئی و سلامت روی کا معترف تھا اس لئے تمام عالم اسلام جوق جوق حلقۂ ارادت میں آگیا وہ نو برس تک امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین رہے بہت سے واقعات کے بعد آخر کار ۷۲ھ یکم ذی الحجہ کو عبدالملک بن مروان کے سپہ سالار حجاج نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر کے رسد بند کر دی تو چھ ماہ سے زائد محاصرہ کے بعد جنگ کی سختی کے علاوہ رسد کی نایابی کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے معین و مددگاروں کی کثیر جماعت ان کے پاس سے چلی گئی تھوڑے آدمی ساتھ رہ گئے۔ اسوقت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماءؓ کے پاس جا کر ان کی رائے پوچھی کہ اب جبکہ میرے وفاداروں میں سے کثیر جماعت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور میرے مقابل نے مجھے لکھا ہے کہ میں جو چاہونگا وہ مجھے دیا جائے گا تو کیا ایسی حالت میں مجھے اطاعت قبول کر لینی چاہیئے۔

حضرت اسماءؓ نے جواب دیا۔ بیٹا تم اپنی مصلحت کو خوب سمجھ سکتے ہو اگر تم دنیا کے خواہشمند تھے تو تم نے برا کیا خود بھی گنہگار ہوئے اور خلق خدا کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔ اگر تمہیں حق اور صداقت پر کامل یقین ہے تو پھر اطاعت کیسی۔ مردوں کی طرح لڑ کر استقلال اور ثابت قدمی دکھا کر تمہیں اپنی جان دینی چاہیئے تنہائی کے خیال سے اطاعت کا خیال یہ کوئی شریفوں کی روش نہیں ہے۔ تم کب تک زندہ رہو گے آخر ایک دن مرنا ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ نیک نام مرو تاکہ مجھے مسرت کا موقع ملے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ سنکر کہا کہ مجھے خوف ہے کہ بعد شہادت کے وہ لوگ میری لاش کو سولی دیکر اعضا کو پرزے پرزے کریں گے۔

---

[1] ترجمہ صحیح مسلم جلد اوّل کتاب الحیض ص ۱۱۹ ح ۱۲۰ ۲ ح ۶۹۰ ۶۹۱ ۳ اسد الغابہ ص ۳۹۳ ۴ در المنثور ص ۳۲ ۵ وفائی فضیلۃ الزبیرؓ

حضرت اسماءؓ نے فرمایا۔ بیشک تمہارا خیال دُرست ہے۔ لیکن ذبح کرنے کے بعد خواہ بکری کی کھال نکالیں خواہ اُس کے گوشت کو قیمہ کر ڈالیں بکری کو کوئی اذیت نہیں پہنچتی۔ جو کچھ کر رہے ہو اپنی بصیرت کیساتھ کیے جاؤ اور خدا سے مدد مانگو

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی والدہ کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور کہا کہ میرا بھی یہی خیال تھا۔ میں نے جو آپ سے یہ باتیں کیں وہ اسلیئے تھیں کہ کہیں میری شہادت سے آپ کو صدمہ اور رنج نہ ہو۔ میں خود ہی کر شہادت حاصل کرونگا میں دنیا کو ہیچ سمجھتا ہوں۔ جو کام میں نے کیا وہ دین اسلام کے استحکام کے لیئے کیا ہے۔ آپ کے بیٹے نے کبھی فسق و فجور نہیں کیا احکام شریعت کے اجرا میں کبھی غلطی نہیں کی اور نہ عمال کے ظلم و ستم سے خوش ہوا۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنا منہ آسمان کی طرف کر کے کہا کہ۔ اے۔ بارالہا تو خوب جانتا ہے کہ جو کچھ میں نے اپنی ماں سے کہا ہے وہ محض اُن کی تسلی و تشفی کے لئے کہا ہے تاکہ وہ اس حال کو دیکھ کر مُتاسف نہوں۔

حضرت اسماءؓ نے فرمایا کہ مجھے اللہ سے توقع ہے کہ اگر تم مجھ سے پہلے اس جہاں سے گزر گئے تو میں تمہاری مصیبت پر صبر کرونگی اور اگر میں تم سے پہلے مرگئی تو کم سے کم دیکھ تو لوگی کہ تمہاری اس جنگ کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ تم ظفرمند ہوئے تو میں خوش ہونگی

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عرض کیا کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے آپ میرے حق میں دعا فرماتی رہیں۔" حضرت اسماءؓ نے فرمایا کہ لوگ باطل پر بھی مارے جاتے ہیں مگر تم تو حق و صداقت پر جان دے رہے ہو اس کے بعد آپ نے اُن کے حق میں دُعا کی۔" اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی والدہ ماجدہؓ سے معانقہ کیا اور اُن کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اسی حالت میں حضرت اسماءؓ کا ہاتھ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی زرہ پر پڑ گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جو لوگ جان دینے پر آمادہ ہوتے ہیں وہ زرہ نہیں پہنا کرتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بولے۔ یہ میں نے اسلیئے پہنا ہے کہ آپ کو پوری طرح تسلی رہے کہ میرا بیٹا اچھی طرح مسلح ہو کر مقابلہ کے لئے جا رہا ہے۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا کہ اسطرح میری تسلی نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے زرہ اُتار دی۔ پھر اپنی دونوں آستینوں کو چڑھا لیا اور اپنے قمیص و مغفر کے جُبّہ کو لپیٹ کر اِزار کے درمیان کر لیا اور حصّہ زیریں کو اُٹھا کر کمر بند کے نیچے سے لے لیا۔

حضرت اسماءؓ فرماتی جاتی تھیں کہ تم اپنا لباس لپٹا ہوا پہنو جس سے چستی و چالاکی معلوم ہو پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ یہ رجز پڑھتے ہوئے اتی اذا عرف یوم صبر ۔ وانما یعرف یوم الحزاذ یعظلھم یعرف ثم نکر ۔ دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے متعدد لڑائیوں اور حملوں کے بعد بالآخر شہید ہو گئے۔ ۱

شہادت کے بعد حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش مکہ کے پھاٹک پر لٹکوا دی۔ تین دن گزرنے کے بعد حضرت اسماءؓ اپنی کنیز کے ساتھ آئیں تو دیکھا کہ لاش لٹکی ہوئی ہے۔ یہ دردناک نظارہ دیکھا مگر نہایت صبر و استقلال سے کام لیکر فرمایا کہ "کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ یہ شہسوار اسلام اور فدا ملت گھوڑے پر سے اُترے ۲

راست گوئی اور جرأت حضرت اسماءؓ کے خاص شعار تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف نے حضرت اسماءؓ کو بلوایا تو آپ نے اُس کے پاس جانے سے قطعی انکار کر دیا اور اُس کی دھمکیوں کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ مجبوراً وہ خود حضرت اسماءؓ کے پاس آیا اور کہا "دیکھا خدا نے اپنے دشمن کا کیا انجام دکھایا"

حضرت اسماءؓ نے فرمایا۔ تو نے اُن کی دُنیا خراب کی لیکن انہوں نے تیری آخرت برباد کر دی۔ تو مجھے ذات النطاقین کہکر شرم دلاتا ہے۔ تجھے کیا معلوم یہ کتنا معزز لقب ہے اور کس کا دیا ہوا ہے نادان یہ لقب آنحضرت صلعم کا عطا کردہ ہے

---

۱ اسد الغابہ ص۱۶۳ و استیعاب ص۳۶۶ و درّ المنثور ص۳۲ ۲ اسد الغابہ ص۱۶۳ و استیعاب ص۳۶۶ -

میرے پاس دو نطاق (پٹکے یا کمربند) تھے ایک سے میں نے آنحضرت صلعم کا بوقت ہجرت سامان باندھا تھا اور دوسرے کو اپنے مقرفہ میں لاؤں گی اور میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ "قبیلہ ثقیف سے ایک کذاب اور ایک ظالم ہوگا۔ سو کذاب (مختار) کو تو دیکھ چکی ہوں۔ اور ظالم تو ہے"۔

حجاج "حضرت اسماءؓ کی یہ بے باکانہ باتیں سنکر کچھ نہ بول سکا اور خاموشی سے واپس لوٹ گیا۔ ع۱

حضرت اسماءؓ دعا فرمایا کرتی تھیں کہ جب تک میں "عبداللہؓ کی لاش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے۔ ان کی شہادت پر جس عزم و استقلال اور جس بہادری سے آپ نے کام لیا اس کی تاریخ میں بہت کم نظیریں ملتی ہیں۔ عبدالملک بن مروان کے حکم سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش مجون سے اتار کر حضرت اسماءؓ کے سپرد کیگئی۔ جسے "غسل دینے کے وقت بڑی دقت ہوئی کیونکہ لاش کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے تھے لیکن اس عبرتناک منظر کو بھی دیکھکر حضرت اسماءؓ صابر و شاکر رہیں"۔

حجاج کے کبر و نخوت کے مقابلہ میں حضرت اسماءؓ کی خودداری کی مثال تاریخ اسلام میں عجیب و غریب ہے۔

وفات حضرت عبداللہؓ کی شہادت کو ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت اسماءؓ نے اپنی زندگی کے سو سال پورے کرکے جمادی الاول ۷۳ھ میں بمقام مکہ معظمہ انتقال فرمایا۔ ع۲

طبقات میں ہے کہ "حضرت اسماءؓ کی وفات اپنے صاحبزادے عبداللہ بن زبیرؓ کے شہید ہونے کے چند روز بعد ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت روز سہ شنبہ ۱۷ جمادی الاول ۷۳ھ میں ہوئی۔

وصیت ہشام بن عروہؓ سے مروی ہے کہ "حضرت اسماءؓ نے اپنی وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے غسل دلانا اور کفن پہنانا اور خوشبو لگانا مگر کفن کے اوپر (حنوط) خوشبو نہ لگانا۔

دوسری حدیث میں اسطرح ہے کہ انہوں نے فرمایا "میرے جنازہ کے پیچھے آگ نہ روشن کرنا ع۳

حلیہ حضرت اسماءؓ کی ننانوے سال کی عمر ہوگئی تھی مگر آپ کا ایک دانت بھی نہیں ٹوٹا تھا اور ہوش و حواس بالکل درست تھے آپکا قد دراز اور جسم پر گوشت تھا۔ تمام قویٰ بھی آپ کے آخر عمر تک صحیح و سالم رہے "البتہ آنکھوں سے معذور ہوگئی تھیں

حضرت اسماءؓ کی مائیں نیز بھائی اور بہنیں۔ (۱) حضرت اسماءؓ کی والدہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ سے حضرت صدیق اکبرؓ نے ایام جاہلیت میں شادی کی تھی وہ اسلام سے مشرف نہیں ہوئیں۔ اسلئے حضرت صدیق اکبرؓ نے انہیں طلاق دیدی تھی۔ ان کے بطن سے علاوہ حضرت اسماءؓ کے ایک صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے" یہ عبداللہ غزوۂ طائف میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے تیر کا زخم پاؤں میں لگا جو اچھا ہوگیا مگر پھر وہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ہرا ہوگیا جس کے صدمہ سے شوال ۱۱ھ میں ان کا انتقال ہوگیا اور ان سے سلسلہ نسل کا نہیں چلا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی لڑکیوں میں سب سے بڑی حضرت اسماءؓ تھیں۔ (حضرت اسماءؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے دس برس بڑی تھیں" اور ان دونوں بہنوں میں ایسی مخلصانہ محبت تھی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے" اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ حضرت عائشہؓ کو اپنے بھائیوں اور بھائیوں کے ساتھ خاص لگاؤ تھا۔)

(۲) ام رومان دوسری بی بی حضرت صدیق اکبرؓ کی تھیں۔ ان کے ساتھ بھی ایام جاہلیت میں شادی ہوئی تھی۔ مگر یہ مسلمان ہوگئی تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت عبدالرحمن جو ۵۳ھ میں فوت ہوئے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں۔ حضرت عبدالرحمن حدیبیہ میں اسلام لائے۔ حضرت خالد بن الولیدؓ کیساتھ جنگ شام میں شریک تھے۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ اپنی ہمراہ تھے "بیعت یزید کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم بھیجے آپنے لینے سے انکار کر دیا اور بیعت نہیں کی ۵۳ھ

ع۱ صحیح مسلم ص۳۷۵ جلد ۳ و طبقات ابن سعد جزء ۸ ص۱۸۶ ع۲ در المنثور ص۳۴ و استیعاب ص۷۲۴ و اسد الغابہ ص۳۵۳ ع۳ طبقات ابن سعد جزء ۸ من ۱۸۶ ع۴ اصابہ جلد ۴

میں سفر میں سوتے ہوئے انتقال ہوگیا۔")

(۳) تیسری بی بی حضرت صدیق اکبرؓ کی "اسماء بنت عُمیس تھیں۔ اُن کے بطن سے مدینہ میں" محمدؐ پیدا ہوئے جن سے قاسم بن محمدؐ ہوئے حضرت صدیق اکبرؓ کے انتقال کے بعد" اسماء بنت عُمیس سے حضرت علیؓ نے نکاح کر لیا تھا محمدؐ اسوقت خورد سال تھے۔ اسلئے محمدؐ نے اپنی ماں کیوجہ سے حضرت علیؓ کے گھر پرورش پائی۔

(۴) چوتھی بی بی بنت خارجہ کے بطن سے حضرت صدیق اکبرؓ کے انتقال کے بعد اُن کی ایک صاحبزادی" اُم کلثوم پیدا ہوئیں۔ (اُم کلثوم کی شادی حضرت طلحہؓ سے ہوئی تھی جن سے عائشہ زوجہ مصعب بن حضرت زبیرؓ پیدا ہوئیں۔") [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ حضرت سعید بن زیدؓ (عشرہ مبشرہ) کی حقیقی بہن تھیں۔ حضرت سعیدؓ کی روایت کے مطابق بعثت سے پانچ سال پہلے جبکہ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے پیدا ہوئی تھیں۔ اور ہشام بن حضرت عروہؓ کی روایت کی بنا پر جسوقت نبی صلعم کی بعثت ہوئی تھی حضرت عائشہؓ کے باپ زید بن عمرو بن نفیل عدوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ [2]

طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت عائشہؓ "کہتی ہیں کہ" "اہل مدینہ" کہتے تھے کہ جو شخص شہادت کی آرزو رکھتا ہے وہ "عائشہؓ" سے شادی کرے۔ کیونکہ اوّلاً وہ" حضرت عبداللہ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عقد میں تھیں جب" حضرت عبداللہ شہید ہوگئے تو" حضرت عمرؓ نے نکاح کیا وہ بھی شہید ہوگئے تو" حضرت زبیرؓ نے عقد کیا۔ اور اُن کی شہادت کے وقت وہ اُنھیں کے نکاح میں تھیں۔ [3]

"دائی فہیلی انزیہ میں ہیکہ" بی بی عائشہ" بنت عبدبن عمرو بن نفیل (نفیل حضرت عمرؓ کے دادا تھے) اسلام لانے کے وقت بہت کم سن تھیں اور" مدینہ منورہ" ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔ پہلا نکاح" عبداللہ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہوا تھا خوبصورت اور طرّاق کی بی بی تھیں۔" حضرت [illegible] انہیں بہت چاہتے تھے ان ہی کے عشق کیوجہ سے وہ" ابتدائی غزوات عہد نبوت میں حصّہ نہ لے سکے۔" اور نماز میں بھی [illegible] اسی بناء پر اُن کے والد بزرگوار نے زور دیا کہ اُن سے علیحدہ رہیں۔ پہلے تو منظور نہیں کیا۔ بعد میں والد کے مجبور کرنے پر علیحدگی اختیار کر لی تھی لیکن جب صدیق اکبرؓ نے اُن کو یہ شعر پڑھتے ہوئے "سنا کہ" "اے" عائشہ" میں تجھے نہیں بھولونگا جب تک شورج چمکتا رہے" تو والد بزرگوار کو رحم آگیا اور اجازت دیدی کہ وہ انکی طرف رجوع ہو جائیں۔ اس کے بعد" حضرت عبداللہ غزوہ [illegible] میں ایک تیر سے زخمی ہوئے جسے" ابومحجن ثقفی" نے چلایا تھا۔ یہ زخم چند روز میں اچھا ہوگیا۔ مگر پھر دوبارہ کچا ہوگیا جس کی وجہ سے اپنے والد بزرگوار کی خلافت کے زمانہ میں فوت ہوگئے بی بی عائشہؓ نے اُن کا ایک مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔ قالت لا تنفک عینی خزینۃ ٭ علیک ولا ینفک جلدی اغبرا"

ترجمہ۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میری آنکھیں ہمیشہ تیرے اُوپر غمگین رہیں گی اور بدن خاک آلود رہے گا۔ اس کے بعد" بی بی عائشہؓ نے" زید بن الخطاب" سے نکاح کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اُن سے نکاح نہیں کیا۔ کیونکہ یہ" یمامہ میں مرتدوں کی لڑائی میں شہید ہوگئے تھے۔ اور اُن کے بھائی" حضرت عمرؓ نے اُن سے ۱۲ھ میں نکاح کیا۔ اس شادی میں بہت لوگوں کو دعوت دی تھی۔ جس میں" حضرت علیؓ" بھی شامل تھے۔ اُنہوں نے اجازت چاہی کہ" عائشہؓ" سے کچھ باتیں کریں۔" حضرت عمرؓ نے کہا مجھے شک نہیں ہے۔ تم بات کر سکتے ہو۔ یہ دروازے میں گئے اور یہ سوال کیا کہ" تم نے اپنے پیارے کے متعلق جو مرثیہ اشعار کہے تھے کہ" میں قسم کھاتی ہوں کہ مجھ پر میری آنکھ آنسو بہانے سے کبھی نہیں تھکے گی۔" اُن کا کیا ہوا۔ اس پر بی بی عائشہؓ نے کہا

---

[1] سیرۃ الصدیق مؤلفہ مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی المخاطب بنواب صدر یار جنگ [2] سیرت کربلا حصّہ دوم صفحہ ۱۶۸ و ۱۶۹ [3] ترجمۃ الحسین جلد دوم تالیف جلال الدین حنفی نقشبندی

[3] طبقات ابن سعد جز ثالث صفحہ ۷۹

تو "حضرت عمرؓ" نے کہا "اے ابوالحسنؓ میں نے تمہیں اسلئے دعوت نہیں دی تھی۔ عورتیں تو ایسا کیا ہی کرتی ہیں۔ مگر حضرت علیؓ نے قرآن مجید کی یہ آیت دُہرائی کہ "اے مومنو تم وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ خدا کو یہ سخت ناپسند ہے کہ جو کہو وہ کرو نہیں" (سورہ ۶۱ آیت دو اور تین) جب "حضرت عمرؓ" شہید ہوئے تو "بی بی عائشہؓ" نے یہ مرثیہ کہا "

وا اے میری آنکھ آنسوؤں کو بہنے دے۔ اور اے غم تو بزرگ امام پر کبھی کوتاہی نہ کر۔ اُن لوگوں سے جو لڑائی اور تکلیف میں ثابت قدم رہتے ہیں یہ کہدے کہ مرجاؤ۔ اُسکو موت کا پیالہ پینے کو دیا جا چکا ہے"

اس کے بعد انہوں نے "حضرت زبیرؓ" سے نکاح کیا۔ بی بی عائشہؓ "جمعہ کی نماز ہمیشہ مسجد میں پڑھا کرتیں"۔ جب حضرت عمرؓ اُن سے نکاح کرنے لگے تو انہوں نے شرط کی تھی کہ وہ انھیں مسجد جانے سے نہیں روکیں گے۔ حضرت عمرؓ نے بادلِ ناخواستہ اسے منظور کیا تھا۔ حضرت زبیرؓ سے بھی انہوں نے یہ ہی شرط کی تھی۔ اور اُن کو بھی یہ شرط ماننی پڑی۔ گو "حضرت زبیرؓ" کو یہ شرط ناگوار تھی۔ مگر آپ بی بی عائشہؓ کو روک نہ سکے۔ "تدبیریں سوچتے تھے۔ کہ وہ باز آجائیں آخر کار ایک دفعہ جب "بی بی عائشہؓ" عشاء کی نماز کو مسجد میں گئیں، تو انھیں ایک ناگوار حادثہ پیش آیا۔" "واقعہ یہ ہوا کہ جب حضرت زبیرؓ" کے صبر نے جواب دیدیا تو آپ ایک دن جلد۔ مغرب کی نماز کو گئے اور ایسی جگہ کھڑے ہوئے کہ "بی بی عائشہ" اُن کو دیکھ نہ سکیں اور پیچھے سے "بی بی" پر حملہ کیا۔ یہ ڈر گئیں اور جلدی سے واپس ہوگئیں اور پھر کبھی باہر نہیں آئیں"۔

جب "عمرو بن جرموز" نے "حضرت زبیرؓ" کو شہید کر دیا تو بی بی عائشہؓ نے "مرثیہ کہا تھا جسے ہم حضرت زبیرؓ کے حالات میں لکھ آئے ہیں سب سے آخر میں "۔ حضرت علیؓ نے بی بی عائشہؓ سے عقد کرنا چاہا تو انہوں نے جواب دیا "اے امیر المومنین تو مسلمانوں کا بڑا بوجھ اٹھا رہے ہیں اور تھکے لوگوں کے لئے باقی رکھنا چاہئے۔ وہ لوگ جن کو میں نے حاصل کیا تھا۔ مر چکے ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ آپ کو موت سے بچاؤں۔ اس پر انہوں نے اس رشتہ کو چھوڑ دیا۔ [1]

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم کلثومؓ بنت عقبہ ابی معیط بن ابی عمرو بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیؓ۔ ان کی ماں اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب عبد شمس بن عبد مناف بن قصیؓ تھیں۔ سرکار دو عالم صلعم کی ہجرت سے پہلے آپ "مکہ ہی میں اسلام لائیں۔ حضور صلعم کے ہجرت کرنے کے بعد عورتوں میں یہ پہلی ہیں جنہوں نے ہجرت کی ہے"۔ مکہ میں آپ کا کوئی شوہر نہ تھا (یعنی کنواری تھیں) ابن ہشام نے لکھا ہے کہ اُم کلثومؓ بنت عقبہ بن ابی معیط نے ابتداء بعثت ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا مگر ہجرت نبوی صلعم کے بعد بھی "مکہ" ہی میں مقیم رہیں لیکن ۸ھ میں "حدیبیہ"

نوٹ [1] یاقوت حموی اور حماسہ نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسینؓ نے بی بی عائشہؓ کو نکاح کا پیغام دیا ہے انہوں نے منظور کر لیا تھا۔ یہ اُن کا چوتھا نکاح ہوا۔ حضرت عائشہ ایسی حسین و جمیل تھیں کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد انہیں بعض لوگوں نے نکاح کا پیغام دیا مگر انہوں نے منظور اور حارثہ کی زندگی بسر کی۔ مگر ان دونوں کی یہ روایتیں قطعاً غلط ہیں کسی اور نے اسکی طرف ذرا سا بھی اشارہ نہیں کیا۔ بی بی عائشہؓ کی عمر حضرت زبیرؓ کی شہادت کے وقت چونسٹھ برس کی تھی وہ بوڑھی ہو چکی تھیں اور حضرت حسینؓ جو بنت نبوی صلعم سے سولہ برس بعد پیدا ہوئے تھے بی بی عائشہؓ سے اکیس برس چھوٹے تھے پس جب یہ صورت ہے تو حضرت حسینؓ سے ان کا نکاح کرنا کسطرح صحیح ہو سکتا ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ عورت کے والد سے وہ انکار کر چکی ہوں اور اُن کے پاس بنت کسریٰ جیسی لونڈیاں موجود ہوں صحیح یہ ہی ہے کہ حضرت زبیرؓ کے بعد عائشہ نے کوئی نکاح نہیں کیا [2] سیرت کربلا حصہ دوم صفحہ ۱۶۱، ۱۷۰ ترجمہ العین جلد دوم تالیف جلال الحسینی مصری مطبوعہ برقی سٹین پریس مراد پور)۔

---

[1] ذاتی فیملی الزبیرؓ بحوالہ ابن الاثیر جلد ۵ صفحہ ۲۶۷ و ابن حجر جلد ۲ صفحہ ۶۸۵۔

کے مقام پر جب جناب رسالتمآب صلعم اور "اہل مکہ" میں صلح کی گفت وشنید ہوئی تو آپ تن تنہا مکہ سے چل کھڑی ہوئیں۔ راستہ میں آپ کو قبیلہ خزاعہ" کا ایک شخص ملگیا جو ہمراہ روانہ ہوا۔ اور خیریت کے ساتھ آپ "مدینہ" پہنچگئیں۔ چونکہ "صلح حدیبیہ" میں ایک شرط یہ تھی کہ اگر "اہل مکہ" کا کوئی "شخص" آنحضرت صلعم کے پاس چلا جائے تو واپس کر دیا جائے اس لئے ان کے دونوں بھائی "عمارہ اور ولید" مدینہ منورہ" پہنچے اور جناب رسالتمآب صلعم سے اُن کی حوالگی کا مطالبہ کیا مگر آپ نے اس سے انکار فرمایا کیونکہ قرآن مجید کی سورۃ ممتحنہ کی آیت دس میں مسلمان عورتوں کو کافروں کے سپرد کرنے کی ممانعت آئی ہے[1]

طبقات میں "ابن شہاب" سے مروی ہے کہ "صلح حدیبیہ" میں سرکار دوعالم صلعم اور مشرکین مکہ کے درمیان یہ شرط طے پائی تھی کہ "اگر کوئی اہل مکہ "مدینہ" جائے تو اُسے "مکہ" واپس کر دیں۔ جب اُم کلثوم رض بنت عقبہ ہجرت کر آئیں تو اُن کے دو بھائی اُنھیں لیجانے آئے" اُسوقت قرآن کریم کی یہ آیت اُتری۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المومنٰت مھاجرٰت فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنٰت فلا ترجعوھن" الخ۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو" اگر مومن عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آجائیں تو تم اُن کے امتحان کرو" اللہ اُن کے ایمان کے متعلق خوب جانتا ہے۔ اگر تمہیں یہ معلوم ہو کہ وہ عورتیں مومن ہیں تو اُنہیں واپس مت کرو" اس آیت کے نازل ہونے سے عورتیں شرط سے مستثنیٰ ہوگئیں[2]

مدینہ آکر بی بی اُم کلثوم رض نے "زید بن حارثہ رض سے نکاح کیا اور جب یہ "موتہ" کی لڑائی میں شہید ہوگئے تو "حضرت زبیر رض سے نکاح کیا حضرت زبیر رض بی بی سے بہت سختی سے پیش آتے تھے اس لئے وہ اُن سے تفریق چاہتی تھیں۔ جس کو وہ نامنظور کرتے تھے۔ آخر ایک دن جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو اُنہوں نے پُرزور خواہش کی اور "حضرت زبیر رض" بغیر خواہش کے غصہ میں طلاق کا حکم زبان سے نکال بیٹھے۔ "بی بی اُم کلثوم رض" فوراً وہاں سے چلی گئیں اور اپنے خاندان میں پہنچ گئیں یہاں جلد اُن کے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام "زینب"۔ رکھا گیا ایک رشتہ دار نے "حضرت زبیر رض" کو اس کی اطلاع پہنچائی۔ تو اُنہوں نے چلا کر فرمایا" اُس عورت نے مجھے سخت دھوکا دیا ہے۔ خدا بھی اُسے دھوکا دے گا" اس کے بعد اُنہوں نے جناب رسالتمآب صلعم کے پاس شکایت کی حضور صلعم نے فرمایا کہ "خدا نے ایک حکم نازل کر دیا ہے۔ اُس سے دوبارہ نکاح کی خواہش کرو" حضرت زبیر رض نے اس بارے میں عرض کیا کہ وہ تو نہیں مانے گی اس کے بعد "بی بی" نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض سے نکاح کیا اور اُن کے صلب سے علاوہ اور بچوں کے "حُمید و ابراہیم پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رض کی وفات کے بعد حضرت عمرو بن العاص رض نے اُن سے نکاح کیا مگر مہینہ بھر بعد ہی "بی بی کا انتقال ہوگیا"[3]

اکمال فی اسماء الرجال میں سب واقعات تو وہ ہی ہیں جو اوپر لکھے گئے ہیں لیکن اتنا اور زائد ہے کہ حضرت ابن العاص رض نے ان سے شادی کی تو چھ مہینے ان کے پاس رہ کر اُم کلثوم رض نے وفات پائی۔ (اُسوقت حضرت عمرو بن العاص رض والی مصر[4] تھے) حضرت اُم کلثوم رض ماں کی طرف سے حضرت عثمان رض کی بہن تھیں آپ کے صاحبزادوں حُمید و ابراہیم وغیرہ نے اولاد کی

حضرت اُمّہ (اُم خالد) رضی اللہ عنہا

آپ کی والدہ کا نام۔ "حمینہ بنت خلف بن اسعد بن عامر بن بیاضہ بن سبیع بن ہبتہ بن سعد بن مُیح بن عمر از بنی خزاعہ"

---

[1] ذوالی قیلی الزبیر رض بحوالہ ابن ہشام صفحہ ۷۵۰ [2] طبقات ابن سعد جز آخر صفحہ ۱۸۶ [3] (ذوالی قیلی الزبیر رض بحوالہ نووی صفحہ ۵۶۶ وابن الاثیر جلد ۵ صفحہ ۶۱۲ وابن حجر جلد ۲ صفحہ ۶۱۵ و ۹۵۳ و طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۶۷ و ۱۶۸ [4] ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۳۰ مؤلفہ محمد بن عبداللہ خطیب مطبوعہ کرزن پریس دہلی۔

تھا جنہوں نے ابتدائے اسلام میں "مکہ" میں اسلام قبول کیا اور اپنے شوہر "خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ" کے ساتھ ہجرت ثانیہ حبشہ میں ہجرت کی اُن کی اولاد یہیں "سعید بن خالد اور امینہ بنت خالد۔

اُمینہ بنت خالد" کی شادی حضرت زبیرؓ بن العوام" سے ہوئی اور یہاں "عمر بن حضرت زبیرؓ اور خالد بن زبیرؓ پیدا ہوئے[1]

اکمال فی اسماء الرجال میں ہے کہ "اُم خالد" بنت سعید بن العاص بن اُمیہ کی کنیت انکے نام سے زیادہ مشہور ہے (نام امینہ بنت خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ ہے۔) یہ حبشہ میں پیدا ہوئیں تھیں [illegible] لے کر مدینہ آئے حضرت زبیر بن العوام" نے اُن سے شادی کی تھی۔ بہت سے لوگوں نے ان سے روایت [illegible]

ابن ہشام میں ہے کہ اُمینہ بنت خالد بن سعید" جن کی ماں کا نام۔ اُمینہ بنت خلف تھا۔ حبشہ میں اُسوقت پیدا ہوئیں جب اُن کے والدین ہجرت کر گئے تھے" حضرت زبیرؓ کے بطن سے اُن کے دو بیٹے "خالد" اور "عمر" پیدا ہوئے[2] ان کو اکثر اُن کے بیٹے کے نام پر "اُم خالد" کہا جاتا ہے۔[3]

اُم خالدؓ فرماتی ہیں کہ "ایک بار میں اپنے والد کے ہمراہ زرد قمیص پہنے خدمت گرامی میں حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ سنہ سنہ[4] عبداللہ بن مبارک"۔ کہتے ہیں۔ حبشی زبان میں سنہ کے معنی "خوب" کے ہیں۔ "اُم خالدؓ" فرماتی ہیں کہ میں جاکر رسول اللہ صلعم کی انگشتری سے کھیلنے لگی۔ میرے والد مجھ کو حضور صلعم نے (بطور دُعا کے) فرمایا۔ کپڑے کو پرانا کر کہنہ کر پھر پرانا کر کہنہ کر۔ (یعنی خدا کرے تیری عمر دراز ہو)

عبداللہ کہتے ہیں۔ "اُم خالدؓ بہت مدت تک زندہ رہیں یہاں تک کہ لوگوں میں انکی (خوب) شہرت پھیل گئی"[5]

حضرت اُم خالدؓ کہتی ہیں کہ میں "حبش" سے آئی تو میں چھوٹی سی لڑکی ہی تھی" حضور صلعم نے مجھے ایک منقش چادر پہنائی تھی اور چادر کے نقشوں پر ہاتھ پھیر کر فرمایا تھا۔ خوب خوب"[6]

حضرت اُم خالدؓ کہتی ہیں کہ "رسول اللہ صلعم کی خدمت میں کچھ کپڑے پیش کئے گئے۔ جن میں سے ایک چھوٹی سی سیاہ لُوئی بھی تھی۔ "حضور صلعم نے ارشاد فرمایا تمہاری کیا رائے ہے یہ لُوئی ہم کسکو پہنائیں۔ لوگ خاموش رہے"۔ حضور صلعم نے فرمایا "اُم خولد" کو میرے پاس لاؤ مجھے سوار کر کے حضور صلعم کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ حضور صلعم نے لُوئی اپنے دست مبارک سے لیکر مجھے پہنائی اور دو مرتبہ فرمایا۔ پرانی ہو کر پہنے۔ اس لُوئی پر کچھ سبز اور زرد نقش و نگار بھی تھے۔ جن کو دیکھ کر ہاتھ سے میری طرف اشارہ کیا اور فرمانے لگے "اُم خالد" یہ خوبصورت ہے"۔ اُم خالدیہ خوبصورت ہے بخاری شریف میں آپ سے احادیث مروی ہیں[7]

حضرت زینبؓ | آپ عرب کے مشہور قبیلہ بکر بن وائل سے تعلق رکھتی تھیں آپکے بطن سے حضرت زبیرؓ کے یہاں عبید اور جعفر پیدا ہوئے۔ (اغانی جلد ۱۲ صفحہ ۸۸)

حضرت الربابؓ | آپ مشہور و معزز قبیلہ بنی کلب کے سردار کی صاحبزادی تھیں اور نہایت حسین و جمیل تھیں حضرت زبیرؓ کے یہاں آپ سے مصعب، حمزہ اور ایک بیٹی رملہ پیدا ہوئیں (اغانی جلد ۱۲ صفحہ ۸۸)

حضرت حلالؓ | آپ عرب کے نامور قبیلہ اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتی تھیں آپکے بطن سے حضرت زبیرؓ کے یہاں ایک صاحبزادی خدیجۃ الصغریٰ پیدا ہوئیں (طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ [illegible])

نوٹ ۱ کتاب الجمر کے صفحہ ۳۶ پر ہیکہ "خالد بن سعید کو آنحضرت صلعم نے صنعاء پر امیر مقرر کیا تھا حضور صلعم کی وفات کے وقت آپ وہیں تھے" آپکے بھائی الحکم بن سعیدؓ ترکی عربیہ پر اور دوسرے بھائی عمرو بن سعید کو وادی القریٰ پر اور تیسرے بھائی عمر بن سعید کو نجران پر امیر بنایا تھا"

نوٹ ۲ رسالہ برہان میں ہے کہ "ایک مرتبہ حضور صلعم نے حبشی زبان کے بعض کلمات کا تکلم فرما کر حقیقتاً مخصوص حالات میں غیر زبانوں سے خصوصی تکلم کی اجازت دی ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ [illegible] ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۳۴۲ و ۳۴۳ [2] ابن ہشام صفحہ ۲۱۰ [3] ابن الاثیر جلد ۵ صفحہ ۴۰۷ و ۵۷۹ و ابن حجر جلد ۴ صفحہ ۴۵۲ و ۴۵۳

[4] ترجمہ بخاری شریف جلد دوم پارہ ۱۲ کتاب الجہاد [5] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم پارہ پندرہ ۱۵ کتاب الانبیاء ۲۶۶ [6] ترجمہ صحیح بخاری جلد ثالث صفحہ ۱۷۰ و ۱۹۳

حضرت تماضر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

تماضر بنت الاصبغ بن عمرو بن ثعلبہ بن حضر بن ضمضم بن ہیل۔ بنی کلب سے تھیں۔ ان کی والدہ "جومیہ بنت وبرہ بن رواحہ بن کلبی" تھیں۔ اور "تماضر" بنی کلب کے بادشاہ کی بیٹی تھیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ "تبلیغ کے لئے" بنی کلب کے یہاں گئے۔ اور وہاں کی لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ تب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے حسب ایماء سرکار دوعالم صلعم "تماضر بنت الاصبغ" سے شادی کی اور یہاں "ابوسلمہ بن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ پیدا ہوئے"۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کے انتقال کے بعد ان کی شادی "حضرت زبیر بن العوام رضؓ" سے ہوئی مگر سات دن کے بعد حضرت زبیر رضؓ ابن العوام رضؓ نے انہیں طلاق دیدی۔ ۱؎

حضرت زبیر رضؓ کی بیویاں جو آپ کی وفات کے بعد زندہ تھیں

حضرت زبیر رضؓ کی بیویوں میں سے "حضرت اسماء رضؓ عاتکہ" "آمنہ" "الرباب" "زینب" اور "ام کلثوم" آپ کی وفات پر زندہ تھیں۔ خاصکر اول الذکر دو کے متعلق تو پورا یقین ہے۔ ۲؎

حضرت زبیر رضؓ کی ایک یہ بھی خصوصیت ہیکہ باوجود اتنی غزوات اور لڑائیوں میں شرکت فرمانیکے آپنے نہ تو کسی عرب سے شادی کی اور نہ ہی کسی لونڈی سے تمتع حاصل کیا۔

امیر المومنین عبداللہ بن حضرت زبیر رضؓ

آپ مہاجرین مدینہ منورہ کے مولود اولین ہیں۔ جن کی وجہ سے مسلمانوں کے نعرۂ تکبیر سے مدینہ منورہ کے دیوار و در گونج اٹھے تھے۔ آپ مسجد قبا میں پیدا ہوئے۔ اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماء صدیقہ رضؓ کی گود سے اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی گود میں اور پھر سرکار دوعالم صلعم کی گود میں پہونچائے گئے۔ اور سب سے پہلے آپ کے پیٹ میں رسول اکرم صلعم کا لعاب دہن پہونچا۔ اور عبداللہ کے نام اور اپنے نانا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی مناسبت سے ابوبکر اسدی قریشی کی کنیت سے سرفراز فرمائے گئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ نے آپ کو بیٹا بنایا اور سرکار دوعالم صلعم نے ام المومنین رضؓ کی کنیت "ام عبداللہ" قرار دی۔

اس طرح آپ کی پرورش رسول اکرم صلعم کے گھر اور حضرت عائشہ رضؓ کی گود میں ہوئی۔ اور اس فیضان کا اثر آپ کی پوری زندگی کے ہر ہر واقع سے بخوبی آشکارا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ایک جامع صفات خاتون تھیں۔ آپ کے علم و فضل کا یہ فیضان ہے کہ رہتی دنیا تک دنیا اس سے مستفید ہوتی رہے گی۔ حضرت عبداللہ رضؓ کو آپ سے بہرہ وافر ملا۔ اور ہر طرح کی مروجہ تعلیم آپ کے آغوش شفقت و تربیت میں حاصل ہوئی اور اسی وجہ سے آپ نہایت باحوصلہ۔ باہمت۔ جری بیباک اور فصاحت و بلاغت و تدبر میں شہرۂ آفاق ہوئے۔ باپ۔ ماں۔ نانا۔ خالہ۔ وغیرہ کے جملہ صفات آپ میں موجود تھے۔

تمام علوم اسلامیہ میں قرآن اور اس کے متعلقات راس العلوم ہیں۔ آپ کو قرأت سے خاص شغف تھا۔ وہ اسلام کے مشہور قاری تھے۔ حضرت عبداللہ بن العباس رضؓ۔ آپ کے دوسرے فضائل و کمالات کے ساتھ آپ کی قرأت قرآن کے بھی خاص طور سے معترف تھے۔ جب امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضؓ نے جمع قرآن شریف کی جانب توجہ مبذول فرمائی

۱؎ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۱۸ و ۱۹۰ ۲؎ فتوح مصر و فضیلۃ الزبیر رضؓ تالیف ایف ڈسٹن فیلڈ مستشرق جرمنی۔

تو آپ اُن چار میں سے ایک ہیں جن کو قرآن شریف کے جمع کرنے اور صحتِ الفاظ کے لئے قریش کے لہجہ کو ملحوظ رکھنے کا ذمہ دار قرار دیا تھا۔ آپ کے ساتھ حضرت سعید بن العاص، حضرت عبدالرحمٰن بن حارث اور حضرت زید بن ثابت اس کام میں شریک تھے۔ اوّل الذکر تین قریشی اور چوتھے بزرگ غیر قریشی تھے۔ قرآن شریف جو اس وحدت مسلمانوں کا دین و ایمان ہے اس کے ترتیب و جمع کے کام میں شرکت آپ کی زندگی کا ایک روشن باب ہے چونکہ قرآن مجید قریش کے محاورہ کے مطابق نازل ہوا ہے اسلئے ان بزرگوں نے اس کو قریش کے محاورہ کے مطابق ہی لکھا۔ اور یہ ہی قرآن رہتی دُنیا تک مسلمانوں کا طغرائے ماویٰ رہے گا۔

آپ نے سرکار دو عالم صلعم اور صحابہ کرامؓ سے بھی فیض علم و فضل حاصل کیا تھا۔ اور جس کو بعد والوں نے آپ سے حاصل کر کے اُس کی اشاعت کی۔ آپ کا علم و فضل آپ کے معاصرین میں مسلّم تھا لیکن باوجود اس کے جو مسائل ایسے آجاتے کہ جن کا آپ کو علم نہ ہوتا تو آپ معاصرین سے استفادہ حاصل فرماتے۔ اور اس طرح کے جو مشورے آپ کو دیئے جاتے اُن کو آپ قبول فرما لیتے۔ اور اس میں کسی طرح کی کوئی کسرِ شان نہ سمجھتے تھے لیکن جس بات کو آپ صحیح جانتے اور بڑے بڑے صحابی اُس کے متعلق کوئی استدلال فرماتے تو آپ اُن کو کبھی تسلیم نہ فرماتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس حرمت متعہ کے قائل تھے لیکن آپ نے بڑی سختی کے ساتھ اس کا ابطال فرمایا اور اس کی تکذیب کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی متعہ کے خلاف تھے۔

آپ عربی کے علاوہ دوسرے ممالک کی زبانوں سے واقفیت رکھتے تھے۔ اور آسانی سے گفتگو فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کے پاس مختلف اقوام کے وفود سے ملاقات کرتے تھے آپ سے سے اُنکی مادری زبان میں گفتگو فرماتے تھے (مستدرک حاکم جلد ۳)

زبان آوری اور خطابت میں قریش کی فصاحت و بلاغت مشہور تھی۔ اور آپ کو اس میں خداداد اور فطری ملکہ حاصل تھا۔ عثمان بن عفان حضرت طلحہ [illegible] حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا کوئی حریف نہ تھا۔

جب آپ خطبہ دیتے تھے تو آپ کی آواز کی گرج سے پہاڑیاں گونج اٹھتی تھیں۔ تاریخ کے کتابوں میں آپ کی تقریریں موجود ہیں۔ جو عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہیں۔ فتح افریقہ کے بعد جب آپ مدینہ منورہ واپس ہوئے اور امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے ارشاد کے بموجب وہاں کے حالات اور فتح و نصرت پر مسجد نبوی میں جو خطبہ دیا وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ آپ کے والد حضرت زبیرؓ تقریر سے خوش ہو کر اُٹھے اور بیٹے کی پیشانی چوم لی اور فرمایا کہ "اولاد ذرّیت ایک دوسرے سے ہوتے ہیں اور بزرگوں کا اثر چھوٹوں پر ضرور ہوتا ہے۔ اے بیٹے تم نے تو خطابت ابوبکرؓ کی زبان ہی سے دیا" (عقد الفرید)۔

آپ نے حضرت مصعبؓ کی [illegible] خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "تمام تعریف اُسی خدا کے [illegible] کیا اور جس کے ہاتھ میں حکو[illegible] سلطنت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے [illegible] عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔

جان لو حق و صداقت جس کے ساتھ ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا ہے [illegible] اور رسید یار و مددگار ہی کیوں نہ ہو اور خدا اُس شخص کو کبھی عزت نہیں دیتا جس کی دوستی شیطان اور اُسکی جماعت سے [illegible] جماعت کتنی ہی کثیر کیوں نہ ہو۔

ہمیں عراق سے ایک خبر معلوم ہوئی ہے جس نے ہمیں رنجیدہ بھی کیا ہے [illegible] ہی بھی ہے۔ اور وہ خبر یہ ہے کہ مصعبؓ (خدا کی رحمت ان پر نازل ہو) شہید ہو گئے۔ ہمیں خوشی اسلئے ہوئی ہے کہ انہیں درجۂ شہادت نصیب ہوا۔ غم اس لئے ہوا کہ ہمارے رفیق مصعبؓ ہم سے جدا ہو گئے جو مصیبت کے وقت ہمارے مددگار رہتے۔ ایک محب صادق کی جدائی۔ ایک سوزش نہانی ہوتی ہے جو اُس کے دوست کو صدمہ پہونچانی اور رستاتی ہے۔ مگر عطا[illegible] تمام با[illegible] [illegible] کرتے ہیں۔

اس وقت مجھے مصعبؓ کا صدمہ اُٹھانا پڑا۔ حالانکہ اس سے پہلے حضرت زبیرؓ کی وفات کا صدمہ سہہ چکا ہوں۔ نیز حضرت عثمانؓ کی وفات کا زخم بھی ایسا نہیں ہے جسے میں نے فراموش کر دیا ہو۔

مصعبؓ بھی اللہ کے ایک بندے اور میرے دست و بازو تھے۔ اور خدا وند [illegible] و برتر اُن کی شہادت کو ہمارے لئے بھلائی کا سبب بنانے والا ہے۔ مگر طال اس بات کا ہے کہ اہل عراق نے اُن [illegible] اور منافقت کی اور دُنیا کی قلیل دولت کے خوف اُنہیں دشمنوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ اور اُنکے دشمن کے حوالے ایسے ہی کیا جیسے نشتر لگایا ہوا شتر مُرغ کسی کے حوالے کیا جاتا ہے۔

پس اگر مصعبؓ شہید ہو گئے تو یہ اُن کے خاندان میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اُن کے والد۔ چچا۔ بھائی بھی فی سبیل اللہ شہید ہوئے اور یہ سب خیار المسلمین میں سے تھے۔

ہم اپنے بستروں پر پڑ کر مرنے کے عادی نہیں ہیں۔ ہماری موت بزدلوں کیطرح نہیں ہوگی۔ بلکہ جوانمرد۔ مرد میدان کی طرح تلواروں کے سایہ تلے ہم جان دیں گے۔

ہم اس طرح نہیں مریں گے جیسے کہ ابوالعاص (جو عبدالملک کا پردادا تھا) کی اولاد مرا کرتی ہے۔ بخدا اُن کے خاندان کا کوئی شخص بھی زمانہ جاہلیت یا اسلام کی جنگ میں کام نہیں آیا۔ اور ہم ہمیشہ تیروں کا نشانہ بنا کئے اور تلواروں کے سایہ میں جان دیتے رہے ہم اب بھی نہیں مریں گے جب تک نیزوں سے ٹکڑے نہ ہو جائیں۔

رہی دُنیا۔ یہ اس شہنشاہ اعلیٰ واعظم کی طرف سے کہ صرف اسی کی حکومت کو بقاء دوام حاصل ہے ایک مستعار شے ہے اگر وہ سامنے آئے گی تو میں اُس کو کمینہ وگمراہ اور ذلیل و ناہنجار لوگوں کی طرح نہ لوٹوں گا۔ اور اگر وہ مجھ سے پُشت پھیر کر بھاگے گی تو میں اُس پر کمزور و ناتواں۔ اور ضعیف و بے اوسان لوگوں کی طرح نہ رُوٹوں گا۔"

اپنی شہادت کے دن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خطبہ فرمایا کہ "اے آل زبیرؓ اگر تم مجھ سے خوش ہو اور مجھ کو اپنے میں سے تصور کرتے ہو تو یاد رکھو کہ ہم عرب کے ایک ایسے خاندان کے لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے لئے اپنی جانیں قربان کی ہیں اور خدا ہی کے لئے صلح کی ہے۔"

اے آل زبیرؓ تم تلواروں کی ضربوں سے خوفزدہ نہ ہونا۔ کیونکہ زخم میں دوا لگانے کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اُس تکلیف سے جو زخم کے پیدا ہونے سے ہوتی ہے۔ تم جس طرح اپنے چہروں کو بچاتے ہو اسی طرح تلواروں کی بھی حفاظت کرنا۔ کیونکہ میں کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں کہ جس کی تلوار لوٹ گئی ہو۔ اور پھر بھی وہ زندہ باقی رہا ہو۔ مرد کے پاس ہتھیار نہ ہوں تو وہ عورت کی طرح رہتا ہے۔ اپنی اپنی تلواریں تو لو تو نظریں نیچی رکھو تاکہ تلواروں کی چمک سے تمہاری آنکھوں میں چکاچوند نہ پیدا ہو جائے۔ ہر شخص اپنے مقابل پر حملہ آور ہو۔ تم مجھے ڈھونڈتے نہ پھرنا۔ اگر کوئی میری تلاش ہی کرے تو میں سب سے آگے دشمنوں سے لڑتا ہوا ملوں گا۔ اللہ کا نام لے کر حملہ کرو۔"

آپ اپنے شجیع باپ کے بہادر بیٹے تھے۔ فتح افریقہ۔ حملہ قسطنطنیہ اور دوسرے محاذوں پر آپ کے کارنامے ضرب المثل ہیں۔ آپ کی بے نظیر شجاعت کا دشمن بھی لوہا مانتے تھے۔

اُس عہد کے مشہور و معروف سپہ سالار "مہلب بن ابی صفرہ" سے اُس زمانہ کے بہادروں کے نام پوچھے گئے تو اُس نے حضرت مصعب بن زبیرؓ۔ عمر بن عبیداللہ اور عباد بن حصین کے نام بتائے پوچھنے والے نے کہا "امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا تم نے نام نہیں لیا۔"

مہلب نے برجستہ جواب دیا "ہم اُن انسانوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جنوں کا ذکر نہیں کرتے۔" (مستدرک حاکم جلد ۳)

حضرت عبداللہ بن حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ "حضرت زبیرؓ کے دونوں بیٹوں حضرت عبداللہؓ اور حضرت مصعبؓ

میں سے کون زیادہ بہادر تھا۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ "دونوں بہادر تھے۔ دونوں موت کو دیکھتے ہوئے اُس کے مُنہ میں گھس گئے۔" (مستدرک حاکم)

آپ کی جرأت و بیباکی نے حضرت امیر معاویہؓ جیسے سیاسی بزرگ کو متحیر اور خائف کر دیا تھا۔ اور جو گفتگو ان چچا بھتیجوں میں ہوئی وہ آپ کی نڈرپن اور بیباکی کی مثال کے لئے کافی ہے۔ اور جو اثر حضرت امیر معاویہؓ پر آپ کی گفتگو کا ہوا تھا وہ اُس نصیحت سے ظاہر ہے جو اُنہوں نے اپنی وفات کے وقت آپ کے بارے میں یزید کو کی تھی کہ۔

"..... مجھے اس کا اندیشہ نہیں ہے کہ امر خلافت جو تیرے لئے مقرر ہو چکا ہے اُس کے متعلق قریش میں چار شخصوں کے سوا اس بارے میں اور کوئی تم سے نزاع کرے گا۔ وہ چار عبداللہ بن زبیرؓ، حسین بن علیؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ کا تو عبادت نے کام تمام کر دیا ہے۔ جب وہ دیکھیں گے کہ اُنکے سوا اب کوئی باقی نہیں رہا تو وہ بھی تجھ سے بیعت کر لیں گے۔ حسین بن علیؓ کو عراق کے لوگ جب تک خروج پر آمادہ نہ کریں گے ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ اگر وہ تجھ پر خروج کریں اور تو اُن پر قابو پا جائے تو درگذر کرنا۔ اُن کو قرابت قریبہ حاصل ہے اور بہت بڑا حق رکھتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ وہ شخص ہیں کہ اپنے اصحاب کو جو کام کرتا دیکھیں گے ویسا ہی خود بھی کریں گے۔

ہاں جو شخص شیر کی طرح تجھ پر حملہ آور ہوگا اور لومڑی کی طرح تجھے دھوکا دے گا۔ جب اُس کو موقع ملے گا وہ عبداللہ بن زبیرؓ ہے اگر ایسی حرکتیں وہ تیرے ساتھ کرے اور تیرے قابو میں آجائے تو اُس کے ٹکڑے اُڑا دینا۔"

عبادت و ریاضت آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ یہاں تک کہ میدانِ جنگ میں قلعہ والوں کی آنکھوں کے سامنے عبادتِ خداوندی میں مشغول ہو جاتے۔ تواریخ میں ہے کہ جب آپ دُنیاوی اُمور کی طرف راغب ہوتے تو معلوم ہوتا تھا کہ پکے دُنیا دار ہیں۔ اور جب رجوع الی اللہ ہوتے تو معلوم ہوتا کہ دُنیا سے آپ کو کوئی واسطہ ہی نہیں۔ آپ کے رکوع و سجود اس قدر طویل ہوتے کہ تمام تمام شب اسی میں گزر جاتی۔ اس سکونِ قلب۔ اس اخلاص اور اس استغراق سے آپ نماز ادا فرماتے کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر تم لوگ رسول اللہ صلعم کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو عبداللہ بن زبیرؓ کی نماز کی نقل کرو۔ (مسند امام احمد حنبل جلد اوّل)۔

روزوں کا بھی یہی حال تھا۔ کبھی مسلسل سات سات دن کا روزہ بھی رکھتے تھے حج بیت اللہ کم ناغہ ہوا۔ عبادت کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں آپ نے محنت سے محنت نہ اُٹھائی ہو۔ آپ کی شہادت کے بعد جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ کی لاش کی طرف سے گزرے تو نہایت حسرت سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔

"ابو خبیب (حضرت عبداللہ رضؓ کی کنیت ہے) خدا تمہاری مغفرت کرے۔ تم بڑے روزہ دار۔ بڑے نمازی اور بڑی صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ بخدا جس خاندان کے تم فرد ہو وہ قوم میں سب سے زیادہ بہتر ہے۔"

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو سرکار دو عالم صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد سب سے زیادہ محبت آپ ہی سے تھی۔ خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر بھی آپ کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔

خلافت امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک نظر

تاریخ اسلام جلد دوم مؤلفہ علامہ اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی کے ۵۵۵ پر تحریر ہے کہ۔ اُس وقت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بہتر کوئی شخص خلافت کے لئے نہ تھا۔ جو مستحق خلافت ہو۔

آپ جرأت و بیباکی میں جو شجاعت کا دوسرا رخ ہے فرد تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو ولیعہد بنانے کے لئے اپنی پولٹیکل تدبیروں اور زرپاشیوں سے بڑے بڑے لوگوں کی زبانیں بند کر دی تھیں لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

کی تیغ زبان اُن کے مقابلہ میں بھی بے نیام رہی۔ آپ نے اِس شدّ و مَد سے اُن کی مخالفت کی کہ حضرت امیر معاویہؓ جیسے عالی دماغ کو بھی متحیّر کر دیا۔ اور آخر تک یزید کی ولیعہدی تسلیم نہ کی۔" یزید تخت نشین ہونے پر آپ کو قابو میں نہ لا سکا۔

آپ بنو امیّہ کے خلاف اس زور سے اُٹھے کہ اُن کی حکومت کی بُنیادیں ہلا دیں۔ اور قریب قریب تمام عالم اسلامی سے اپنی خلافت تسلیم کرالی۔ قضاؤ قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا ورنہ آج بنو اُمیّہ کی تاریخ کا کہیں وجود نہ ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے صحیح خلافت کے ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تمام عالم اسلام میں لوگوں نے اپنی آزاد مرضی سے اُن کو خلیفہ تسلیم کیا۔" اور جہاں جہاں لوگوں کو آزادی حاصل تھی کسی نے بھی اُن کی خلافت سے انکار نہیں کیا۔ ہاں بنو امیّہ جو خلافت کے معاملہ میں اُن کے رقیب تھے اُن کی مخالفت پر آمادہ ہُوئے۔ اور شام و فلسطین و مصر وغیرہ میں جبر و قہر کے ساتھ اُنہوں نے اپنی حکومت قایم کی۔" اور پھر اسی جبر و قہر کے ساتھ وہ تمام عالم اسلام پر حکومت قایم کر سکے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے بالمقابل" مروان بن الحکم" اور عبدالملک کی حکومت کو باغیوں کی حکومت کہا جا سکتا ہے۔ پس عبدالملک بن مروان کی حکومت کا وہ زمانہ ہی جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوتا ہے باقاعدہ حکومت سمجھا جائے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنے عہد خلافت میں کوئی ایسا موقع نہیں ملا کہ آپ لڑائیوں اور چڑھائیوں کی فکر سے مطمئن بیٹھے ہوں اسلئے آپ کے عہد خلافت میں اگرچہ جدید فتوحات اور اندرونی اصلاحیں ہم کو نظر نہ آئیں تو کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے۔

آپ بہت بڑے سپہ سالار اور جنگی شہسوار تھے۔ ساتھ ہی آپ بڑے مدبر اور مُلکدار بھی تھے۔ یہ ایک اتفاقی بات تھی کہ آپ کے حریفوں کی تدبیریں آپ کے خلاف کامیاب ہوئیں اور آپ کو جام شہادت نوش فرمانا پڑا۔" آپ کی زندگی کا عملی نمونہ زُہد و عبادت کے اعتبار سے بھی بہت ہی قابلِ تعریف تھا۔"

بنو اُمیّہ کے حکمرانوں میں یہ بات خصُوصیت سے فایق و نمایاں تھی کہ وہ اپنی حکومت کے قیام و استحکام کے لئے رُوپیہ سے کام لینا خوب جانتے تھے۔ وہ روپیہ کے حاصل کرنے میں بھی خوب مستعد تھے۔" اور اس روپیہ کو حصول مقصد کے لئے خرچ بھی سلیقہ کے ساتھ کرتے تھے۔" اگر لوگوں میں روپیہ کی محبت نہ پیدا ہو گئی ہوتی تو وہ ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔" اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اُن کے مقابلہ میں ہرگز نا کامیابی حاصل نہ ہوتی۔"

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اگر عبدالملک بن مروان کی طرح بیت المال کو اپنے دوستوں اور مددگاروں کے لئے وقف کر دیتے اور کمزوروں کا لحاظ نہ رکھتے تو آپ کے گرد بھی بہت سے شمشیر زن جمع ہو جاتے اور بنو امیّہ کو نیچا دیکھنا پڑتا۔" لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس خلاف تقویٰ راہِ عمل کو ہمیشہ ناپسند فرمایا۔ اور آپ کے لئے یہ ہی موزوں بھی تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد خلافت میں" مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کا کوفہ میں قتل ہونا ایک بڑا کارنامہ ہے۔" فارس کے فتنہ خوارج کو بھی آپ نے خوب دبایا۔ اور حتی الامکان اُنہیں مسخر نہیں اُبھارنے دیا۔ ان مختلف عناصر کے انتظامات کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنی پوری توجہ اور طاقت بنی اُمیّہ کے مقابلہ میں نہیں لا سکے۔ اگر بنو اُمیّہ کے ساتھ اندرونی معرکہ آرائی اور زور آزمائی جاری نہ ہوتی تو شریعتِ اسلام کو آپ بہت رواج دیتے اور بہترین خلیفہ ثابت ہوتے۔"

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد" صحابہ کرامؓ کی خلافت اور فرمانروائی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ آپ سب سے آخری صحابیؓ تھے جنہوں نے مُلکوں پر حکومت کی۔" آپ کی عابدانہ اور زاہدانہ زندگی ایک مُتقل راہ اور نجم ہدایت تھی۔"

آپ ہی ایک ایسے خلیفہ تھے جن کا دارالخلافہ مکہ معظمہ تھا۔ نہ آپ سے پہلے مکہ معظمہ دارالخلافہ تھا اور نہ آپ کے بعد آج تک مکہ معظمہ کو دارالخلافہ بنایا گیا۔

"حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ آپ کے بھائی حضرت مصعب بن زبیرؓ۔ بن العوام" کی بہادریوں کے کارنامے پڑھکر اور آپ کی والدہ حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شجاعت اور حوصلہ مندی دیکھکر انسان کا دل مرغوب ہو جاتا

اور دنیا کے شجاعت پیشہ لوگوں کو بے اختیار اس بہادر خاندان کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ خاک و خون میں لوٹنا حمایت حق میں سینوں پر چھیوں کے زخم کھا کھا کر آگے بڑھنا اور دشمنان حق کو تہ تیغ کرنا جیسا مشکل اور دشوار کام ہے۔ وہ اُن کے لئے مزیدار اور خوشگوار تھا۔"

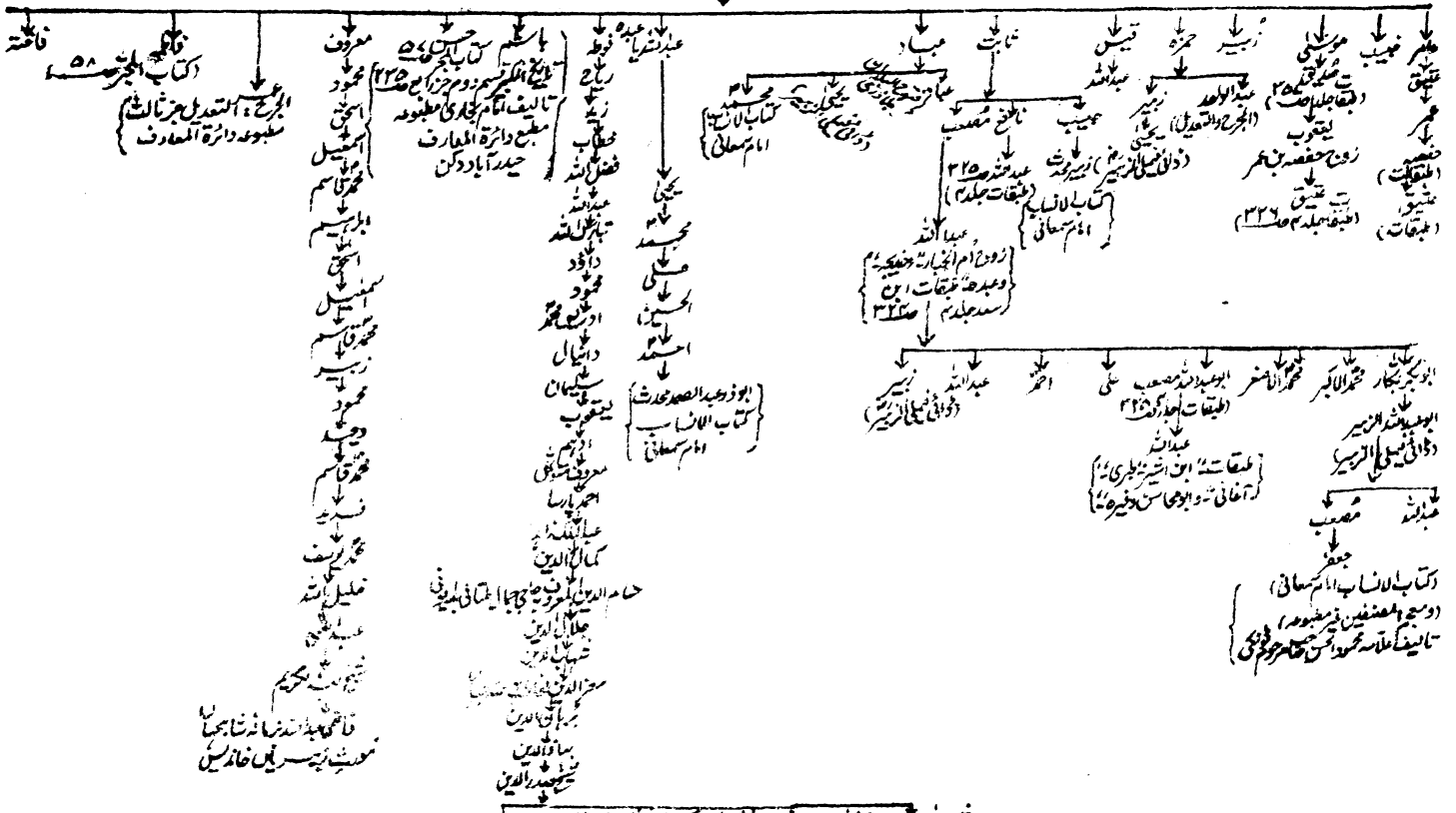
آپ کی اولاد خوب پھلی پھولی اور اس میں بڑے بڑے محدث "علماء" فضلاء" اور فقیہ ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ کی اولاد در اولاد کے حالات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ آپ ہی کی اولاد میں عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن حضرت عبداللہ ہوئے آپ حدیث اور فقہ کے ایک بہت بڑے عالم ہونے کے علاوہ مہدی اور ہارون الرشید کے دست و بازو بھی تھے۔ انہی کے صاحبزادہ مشہور عالم ابوبکر بکار ہارون الرشید کے عہد میں والیٔ مدینہ تھے۔ مدینہ کے گورنر ہونے کے علاوہ آپ وہاں کے قاضی بھی تھے۔ ہارون آپ کو بہت چاہتا تھا۔ آپ ہی نے پیر حضرت عروہ بن زبیرؓ کا پانی ہارون الرشید کو مدینہ سے روانہ کیا تھا۔

محمد بن عمر واقدی المتوفی ۲۰۷ھ ہجری جو طبقات ابن سعد کے مؤلف کے استاد تھے اور مغازی میں جن کا بہت بڑا درجہ ہے۔ انہوں نے قاضی ابوبکر بکار ہی کی مدد سے یحییٰ بن خالد اور ہارون الرشید کے دربار میں بار پایا تھا آپ اپنے زمانہ کے علماء کی صف اوّل میں تھے۔ آپ کے صاحبزادہ زبیر بن ابوبکر بکار بھی بڑے عالم اور باپ کے بڑے عالم اور فاضل بیٹے تھے آپ کی تعلیم و تربیت بہت ہی اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی تھی۔ آپ بڑے حافظ حدیث فقیہ مؤرخ اور بڑے نساب تھے۔ حافظ امام سمعانی نے جو ان کے معاصر بھی تھے اپنی کتاب الانساب میں آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ ثقہ نسب کے عالم اور متقدمین کے معاصر اور تاریخ کے عالم تھے۔

ابن ابی خیثمہ نے بیان کیا ہے کہ مصعب جن کی کنیت ابوعبداللہ زبیری تھی اہل علم میں سے تھے۔ میں نے ان کو مدینہ میں بارہا کہتے ہوئے سنا ہے کہ "اگر ہم سے کوئی بڑھا تو میرا بھتیجا زبیر بن ابوبکار بڑھ جائے گا" آپ کے شوق علمی اور کتب بینی میں استغراق کا ایک واقعہ اہل تاریخ نے لکھا ہے جو بہت سبق آموز ہے۔ ایک دن امام زبیر بن بکار کی بھانجی نے اُن کی بیوی سے کہا کہ "میرے ماموں نہایت لائق تعریف ہیں کہ انہوں نے تمہارے سوا کوئی دوسری بیوی نہیں کی" بیوی نے جواب دیا کہ یہ کتابیں مجھ پر سوکنوں سے زیادہ گراں اور بھاری ہیں۔" آپ کے ایک مشہور و معروف مصنف بھی ہیں چنانچہ۔ انساب القریش ایک ایسی مستند کتاب ہے کہ آپ کے بعد علم الانساب کی کوئی ایک بھی کتاب ایسی نہیں ہے کہ جس میں آپ کی اس کتاب کا حوالہ نہ دیا گیا ہو۔ اور جس کو بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں نے سبقاً سبقاً نہ پڑھا ہو۔ مگر افسوس ہے کہ اس کتاب کا کوئی نسخہ ہماری معلومات کی حد تک ہندوستان میں موجود نہیں ہے۔ البتہ استنبول کے سرکاری کتب خانہ اور کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ آپ کی دوسری کتاب "مؤنفیات" ہے آپ کی تیسری مشہور کتاب "اخبار مدینہ" ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ کتابیں بھی آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد تھی جنہوں نے آپ سے حدیث اور دوسرے موضوعات پر درس لیا تھا۔ ان میں ابن ماجہ قزوینی نے سنن میں اور ابن ابی الدنیا وغیرہ نے حدیث میں روایتیں کی ہیں۔

اسحاق بن ابراہیم موصلی آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ ابن عساکر نے بھی آپ سے روایت کی ہے ایک زمانہ نے آپ سے علم کا فیض حاصل کیا اور آپ مکہ معظمہ اور بغداد کی مسند علم و فضل پر متمکن رہ کر تشنگان علم کو سیراب فرماتے رہے آپ کے تبحر علمی کی بغداد میں شہرت ہو جانے کی وجہ سے مکہ معظمہ کے عہدۂ قضاۃ پر آپ کو ممتاز فرمایا گیا جس پر آپ ۲۵۶ھ تک جبکہ آپ کی وفات ہوئی فائز رہے مکہ میں دفن ہوئے اور چوراسی سال کی عمر پائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی اولاد میں اور بہت صاحب علم و فضل ہوئے ہیں۔

اولاد حضرت عبداللہ بن حضرت زبیر رضؓ



سیدنا حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ ۲۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور اپنی خالہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بڑے پیارے تھے۔ آپ نے ان ہی کی آغوشِ تربیت میں پرورش پائی اور ان ہی کے حلقۂ درس میں تحصیل علم کی۔ اُم المومنینؓ کے حضور میں آپ کے بھائی حضرت مصعب بن زبیرؓ و عائشہ بنت حضرت طلحہؓ، جو بعد میں حضرت مصعبؓ کی بیوی ہوئیں اور اُم المومنین کی بھانجی تھیں۔ اور صفیہؓ بنت شیبہ کو زیادہ تقرب اور اختصاص حاصل تھا۔ حضرت عروہؓ بڑے بڑے مسائل کو حضرت عائشہ سے حل کراتے اور یاد رکھتے۔ انہی مبارک صحبتوں کا اثر تھا کہ جب بڑے ہوئے تو وہ اپنی خالہ حضرت عائشہؓ کے خزانۂ علمی کے کلید بردار سمجھے گئے۔ اور فضل و کمال کے تاجدار بنے۔ حضرت عائشہؓ کے مرویات اور فقہ و فتاویٰ کا عالم ان سے بڑھکر کوئی نہ تھا۔

حاجی خلیفہ لکھتے ہیں کہ حضرت عروہؓ اپنی علمیت کے باعث بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہا میں ایک آپ بھی تھے۔ ابن شہاب (امام زہری) جو آپ کے مشہور شاگرد ہیں کہتے ہیں کہ حضرت عروہؓ ایک بحر نا پیدا کنار ہیں۔ آپ نے اُم المومنین حضرت عائشہؓ اور والدہ حضرت اسماءؓ اور اپنے والد حضرت زبیرؓ اور اپنے بھائی حضرت عبداللہؓ کے علاوہ بھی بڑے بڑے صحابۂ کرامؓ سے فیض روایت حاصل کیا۔ آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور اقوال کا بہت بڑا حصہ جو اپنی ماں اور اپنی خالہ۔ باپ اور بھائی سے سنتے روایت کرتے ہیں۔ آپ علم کے بحرِ ذخار تھے۔ تقویٰ اور پارسائی آپ کی سب سے بڑی خصوصیتیں ہیں۔ صحابیت کی عزت تو آپ کو حاصل نہیں ہوئی مگر اتنے بڑے صاحب علم و فضل اور اس پائے کے محدث اور فقیہ اور ایسے عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے کہ کبار تابعین میں آپ شمار کئے جاتے تھے۔ آپ قریش کے عبادت گذاروں میں سے تھے۔

"سیرت و مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام میں آپ ہی سب سے پہلے مصنف ہوئے ہیں۔ اور فن مغازی کی سب سے پہلی کتاب بقول صاحب کشف الظنون آپ ہی نے تدوین کی۔ الفاروق میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات میں سب سے پہلی کتاب آپ نے ہی لکھی تھی۔ مگر افسوس کہ ۶۳ھ میں اہل مدینہ اور یزید کی فوجوں میں جنگ حرّہ کے نام سے جو لڑائی مشہور ہے اور جس میں اہل مدینہ بہت تباہ و برباد ہوئے تھے اسی میں آپ کی یہ کتابیں بھی برباد ہوگئیں جس کے بعد وہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کتابوں کا میرے پاس اس وقت ہونا میری اولاد اور مال سے میرے نزدیک محبوب تر ہوتا لیکن باوجود اس کے آپ کی بہت سی لمبی لمبی تحریرات اس وقت بھی کتب تواریخ کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ آپ کے اقوال میں ہے کہ آپ اپنی اولاد سے فرمایا کرتے تھے کہ علم سیکھو۔ اس لئے کہ اگر چہ تم اس وقت اپنی قوم کے چھوٹوں میں ہو مگر عنقریب دوسری قوموں کے بڑے بن جاؤ گے۔ جہالت بہت بُری چیز ہے۔ خصوصاً قوم کے سردار کے لئے۔"

فرماتے تھے "حضرت داؤدؑ ممبر پر بیٹھے ہوئے۔ کھجوروں کی پتیوں کی ٹوکریاں بناتے اور ان کو بیچ کر ان کی قیمت سے زندگی بسر کرتے تھے۔" یہ بھی فرماتے تھے کہ دنیا میں سب سے زیادہ زہد والے میرے گھر کے لوگ ہیں۔

جب آپ نے اپنے محل میں جو وادی عتیق میں تھا گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ اور مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں آنا ترک فرمادیا تو لوگوں نے اس کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ "میں نے دیکھا کہ مسجدیں کھیل کود کے اکھاڑے۔ ہزلیات کی منزلیں اور گذرگاہیں اور بے حیائیوں کے اڈے بن گئے ہیں۔ اس لئے مجھے گھر پر ہی عافیت معلوم ہوتی ہے۔

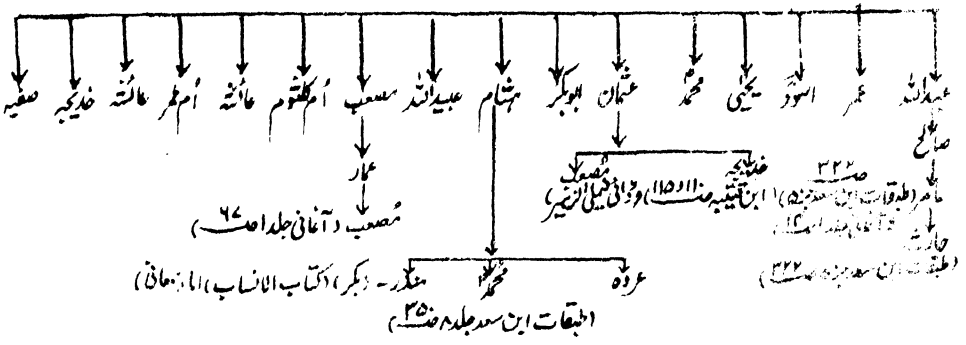
آپ اپنے صاحبزادوں کو یہ تفہیم کرنے سے کبھی نہیں چوکتے تھے کہ علم حدیث حاصل کر کے وہ اپنے آپ کو اثاثی ولابدی

بنا سکتے ہیں۔ آپ کی احادیث نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے زمانۂ حیات پر محیط ہیں۔ بلکہ خلفاء راشدینؓ کے زمانے کے واقعات پر بھی حاطہ کئے ہوئے ہیں۔ ابو زنیاد کا قول ہے کہ میں نے حضرت عروہؒ سے زیادہ کسی کو شعر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ شاعری میں آپ بڑے دقیقہ سنج اور ماہر تھے۔ اور اکثر کتب سے ظاہر ہے کہ آپ کو اس کا بڑا ذوق تھا۔ ۹۴ھ ہجری میں آپ نے وفات پائی۔

آپ کی تمام اولاد بھی بڑی صاحب علم و فضل ہوئی۔ اور حدیث و فقہ کی کتابوں میں آپ کی اولاد در اولاد کے نام روایت حدیث میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں لیکن ہشام بن حضرت عروہؒ اپنے بھائیوں میں فرد فرید تھے۔ آپ مدینہ کے مشہور ترین اور زیادہ حدیثیں روایت کرنے والوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور اہل مدینہ کے حفاظ اور مقبول اور پرہیزگاروں میں آپ کا شمار تھا۔ آپ کو آپ کے والد سے ورثہ میں علم و فضل حاصل ہوا تھا۔ چنانچہ امام ثوری۔ امام مالک بن انسؓ اور ابن عیینہ بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ مدینہ سے آپ بغداد اور وہاں سے کوفہ تشریف لے گئے تھے اور احادیث کی روشنی میں فقہ کی تعلیم کا درس دیتے تھے۔ بغداد میں ۱۴۵ھ ہجری یا ۱۴۶ھ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ خلیفہ منصور آپ کا نہایت احترام کرتا تھا اور آپ کے جنازے کی نماز بھی اسی نے پڑھائی تھی۔

حضرت عروہ کے شاگردوں میں حضرت جعفر صادق۔ امام زہری۔ ہشام بن حضرت عروہؓ۔ ابو زناد۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ اور ان شاگردوں کے شاگردوں میں امام مالک۔ امام اوزاعی۔ امام لیث بن سعد جن کے شاگرد و شیخ عبداللہ بن یوسف اور شاگرد امام بخاری ہوئے۔ موسیٰ بن عیسیٰ معمر ابن رشید اور کتاب المغازی کے مشہور مؤلف محمد ابن اسحٰق اور امام ابوحنیفہ۔ امام مسلم۔ امام داؤد۔ امام نسائی۔ امام ترمذی۔ اور ابن ماجہ۔ امام شافعیؒ و امام احمد حنبل وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے امام دین آپ کے صاحبزادے اور آپ کے شاگردوں کے فیض یافتہ تھے۔ اور اس طرح سے آپ کا علم و فضل رہتی دنیا تک سلسلہ بہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اولاد عروہ بن حضرت زبیرؓ



سیدنا حضرت مصعب بن حضرت زبیرؓ

آپ اپنے محترم باپ کی شہادت کے وقت بہت چھوٹے اور اپنے برادر بزرگ حضرت عبداللہؓ کے بڑے محبوب تھے اور اُن ہی کے آغوش اور نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اُن شاگردوں میں سے آپ ایک تھے کہ جن کو اُن کی جناب میں اختصاص حاصل تھا۔ حضرت عبداللہؓ کے بعد شجاعت و شہامت اور خطابت و بلاغت میں آپ کا کوئی نظیر نہ تھا۔ اُس زمانہ کے مشہور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ اور ابراہیم بن الاشتر وغیرہ آپ کی شجاعت و شہامت کے معترف تھے۔ مُروت۔ سخاوت۔ شرم و حیا۔ صلہ رحمی۔ اور دینداری وغیرہ میں بھی آپ کو امتیاز حاصل تھا۔ غرضکہ اپنی تعلیم و تربیت اور ذاتی اوصاف کی خوبیوں کی وجہ سے شہزادگانِ قریش میں آپ ایک بہترین نوجوان تھے۔ صورت و سیرت دونوں میں آپ فرد تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے بے حد حسین و جمیل شخص تھے۔ اور اسی کے ساتھ بڑے شاندار اور بارعب بھی تھے۔

روایت ہے کہ مصعب بن الزبیرؓ سے زیادہ کوئی خوبصورت امیر آپ سے بیشتر منبر پر کبھی نہیں دیکھا گیا۔ باپ نے کافی دولت چھوڑی تھی۔ بھائیوں کے لاڈلے تھے۔ اس لئے آپ کا لڑکپن اور جوانی کا زمانہ بہت فارغ البالی۔ ناز و نعمت اور شہزادوں کی طرح بسر ہوا۔ نوجوانانِ قریش کی جو بیٹھکیں مسجد نبوی صلعم میں ہوتیں اُن میں آپ معہ اپنے بھائی حضرت عروہؓ اور حضرت عبداللہؓ کے بیٹوں یعنی اپنے بھتیجوں کے ساتھ شریک رہتے۔ آپ کی سب سے زیادہ دوستی عبدالملک بن مروان سے تھی جو اُمویوں کا بعد میں بڑا زبردست خلیفہ ہوا۔ اکثر و بیشتر وقت ان دونوں کا ایک ساتھ گذرتا تھا۔

جب آپ کے بڑے بھائی امیرالمومنین حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو آپ کو اپنی فطری قابلیتوں کے اظہار کا موقع ملا۔ آپ پہلے مدینہ منورہ کے گورنر بنائے گئے۔ اور بعد ازاں بصرہ کُوفہ کی حکومت سپرد کی گئی جس کے معنی یہ ہیں کہ ایران و خراسان۔ ترکستان۔ اور ہندوستان کی سرحد تک کے علاقے آپ کے زیر نگیں تھے۔ آپ نے فتنۂ مختار کا قلع قمع کر دیا اور مسلمانوں کو ایک بڑی مصیبت سے نجات دے دی۔ اور خوارج کی سرکوبی کی۔ جب عبدالملک کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے کوفیوں اور عراقیوں نے بے وفائی کی اور آپ کا موقف نازک ہوگیا۔ تو آپ کو بصرہ جانے کی صلاح دی گئی۔ مگر آپ کی غیرت اس کو برداشت نہ کر سکی۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت عیسیٰ اور آپ جس طرح میدان جنگ میں باوجود دشمنوں کی الحاح و زاری کے میدان سے آپ ہٹ جانیں پروانہ کرکے اور موت کو سامنے دیکھکر بھی ـــــ موت کے منہ میں گھس گئے اور ابدالآباد تک اپنا نام روشن کر گئے مولانا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی مرحوم نے اس واقعہ کا مقابلہ حضرت حسینؓ کی شہادت سے اس طرح کیا ہے کہ۔

"کوفیوں نے مصعب بن حضرت زبیرؓ اور حضرت حسینؓ دونوں کے قتل کرانے میں ایک ہی ذریعہ کا جُرم کیا ہے۔ لیکن یہ دونوں جُرم مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے۔

(۱) وہاں حضرت حسینؓ اپنے دشمنوں سے چاہتے تھے کہ وہ اُن کو میدان جنگ سے مکہ یا دمشق یا اور کسی طرف کو بچ کر نکل جانے دیں۔ یہاں حضرت مصعبؓ کے دشمن خود چاہتے تھے کہ حضرت مصعبؓ میدان سے نکل جائیں۔

(۲) وہاں حضرت حسینؓ کے دشمنوں نے اُن کی بات قبول نہیں کی۔ اور یہاں حضرت مصعبؓ بن زبیرؓ نے اپنے دشمنوں کی بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔"

نتیجہ دونوں کا ایک ہوا کہ دونوں شہید ہوئے اور مسلمانوں کے لئے ایک شاندار مثل نمونہ چھوڑ گئے۔ آپ کی شہادت کا جو اثر خود آپ کے دشمن عبدالملک پر ہوا اور جس طرح اُس نے آپ کو یاد کیا وہ تاریخ میں پڑھنے کے لائق ہے۔ عبدالملک نہیں چاہتا تھا کہ جو صورت پیدا ہوئی وہ ہوتی۔ لیکن حضرت مصعبؓ کی غیرت نے اس کو گوارا نہیں کیا کہ وہ میدان سے پشت پھیر کر نکل جائیں۔ تاریخ کا یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ جو دردناک مرثیے آپ کی شان میں کہے گئے ہیں وہ عربی زبان کے شاہکار ہیں۔ اور آپ سے پیشتر ایسی دردناک نظمیں نہیں لکھی گئی تھیں۔

تیسری صدی ہجری میں جب دیلمی خاندان کے وزراء نے بغداد کے خلفاء کو بے دست و پا کر دیا تو مجالس ماتم سیدنا حضرت حسینؓ کا رواج ڈالا گیا۔ جو ہند میں اس وقت تک جاری ہے۔ سُنّی اُس کے مقابلہ میں صدہا برس تک ماتم سیدنا حضرت مصعب بن الزبیرؓ برپا کرتے رہے۔ یہ بھی ایک حُسن اتفاق ہے کہ شیعہ حضرات خسر یعنی حضرت حسینؓ کا اور سُنّی آپ کے داماد یعنی حضرت مصعبؓ کے ماتم میں سوگوار رہے

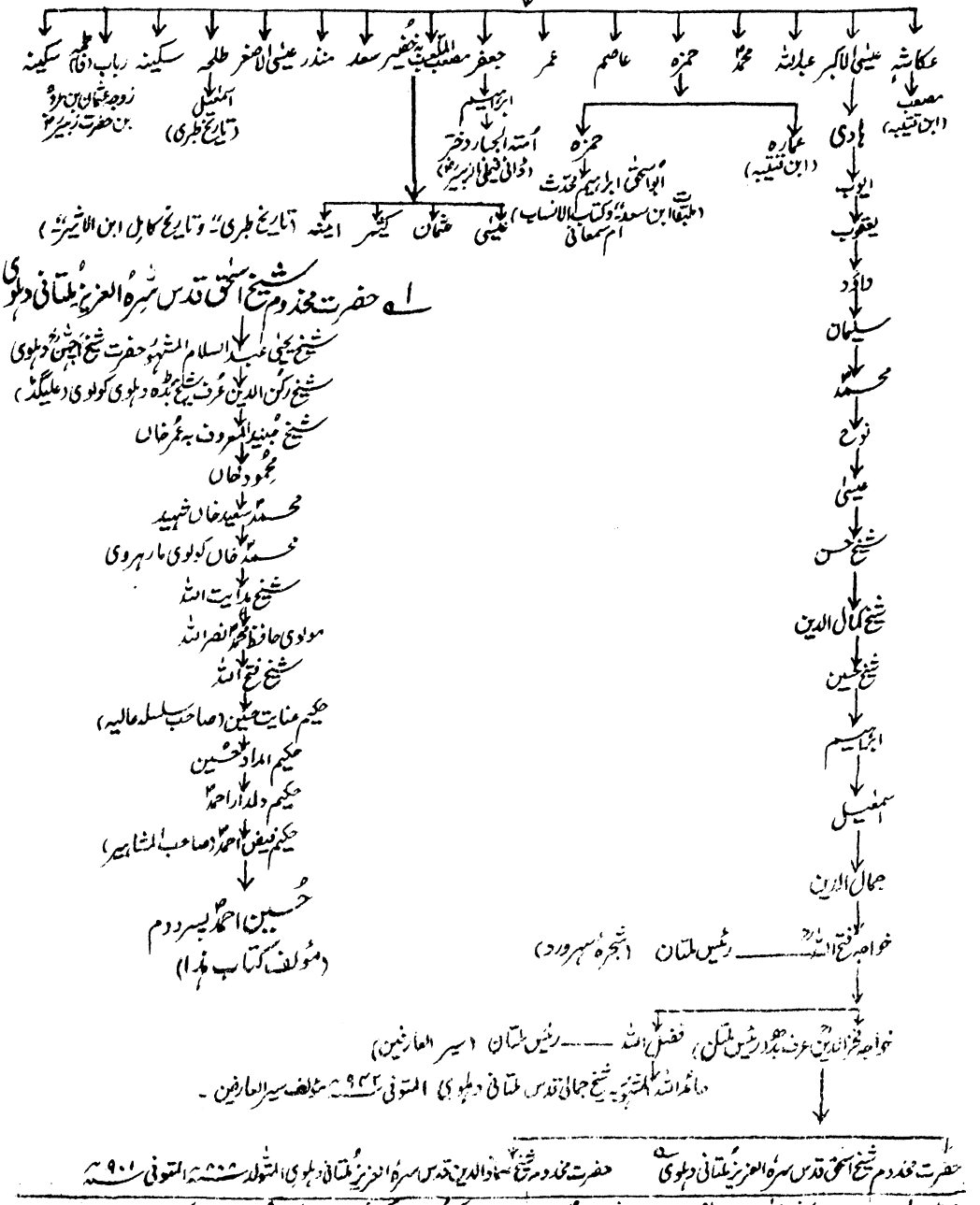
آپ نے اپنے زمانہ کی سب سے زیادہ تعلیم یافتہ۔ مہذب۔ بزلہ سنج۔ خوددار۔ اور فخر زمان بیٹیوں حضرت سکینہ بنت حضرت حسینؓ اور حضرت عائشہ بنت سیدنا حضرت طلحہؓ (جو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نواسی اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی محبوب شاگرد اور بھانجی بھی تھیں) شادی کی تھی۔ اور یہ دونوں خواتین اپنے زمانہ میں حُسن و جمال۔ ذہن و ذکاء اور طباعی میں فرد تھیں۔

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل میں ہر وقت مستعد رہے آپ کا تقویٰ بے نظیر۔ تموّل و دولت لاثانی۔ فیاضی ضرب المثل۔ شجاعت بے مثال اور غیرت۔ نفاست پسندی۔ رحمدلی و درگذر۔ شفقت و رعایا پروری وغیرہ آپ کے خاص جوہر تھے۔ خطابت میں آپ کا نام ممتاز تھا۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے آپ ہی نے درہم و دینار تیار کروائے تھے اور یہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

آپ کی اولاد میں بھی بڑے بڑے صاحب علم و فضل ہوئے۔ جنہوں نے دنیا کو اس سے فیضیاب کیا۔ اور جہاں گئے علم و عمل کو اپنا شعار راہ بنا کر رکھا ہے۔ اور آپ کی اولاد میں بڑے بڑے فقیہ۔ محدث اور علماء پیدا ہوئے۔ چنانچہ تاریخ گزیدہ مؤلفہ حمداللہ بن ابی بکر بن احمد بن نصر مستوفی قزوینی میں جو شروع ساتویں صدی ہجری کی تصنیف ہے۔ قزوین کے مختلف خاندانوں کا حال بیان کرتے ہوئے زبیری خاندان کے متعلق تحریر ہے کہ "زبیریاں۔ از نسل مصعبؓ بن زبیرؓ بن العوام اند۔ و رایشاں علماء و صلحاء بوده اند" علاوہ ازیں ۱۴۵ھ میں محمد نفس ذکیہ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن حضرت علیؓ کی حمایت میں یحییٰ بن مصعب (الملقب بہ خضیر) بن حضرت مصعبؓ اور ابراہیم بن جعفر بن حضرت مصعبؓ صرف تین سو آدمیوں کے ساتھ منصور عباسی کی چالیس ہزار فوج سے مدینہ منورہ کے باہر ایسی مشہور جنگ کر کے شہید ہوئے کہ اُن کے کارنامے تاریخ کا ایک زرین باب ہیں اس جنگ کی وجہ سے آپ کی اولاد کے کچھ افراد نے سندھ کے شہر کنباہ میں آکر سکونت اختیار کر لی مگر جب حضرت زبیرؓ کے چچازاد بھائی حضرت ہبارؓ کی اولاد کی سلطنت منصورہ کا ۷۵۲ھ میں قرامطہ کے ہاتھوں سقوط ہو گیا تو یہ خاندان کنباہ سے ملتان میں منتقل ہو گیا اور وہاں قریشی کنبوہی کہلایا پھر مختلف اَدوار میں یہ لاہور۔ دہلی۔ بیجاپور۔ سہسنل۔ مارہرہ۔ لکھنؤ۔ پٹنہ وغیرہ وغیرہ میں آباد ہو گیا اس میں بفضل خدا مشائخ طریقت۔ علمائے شریعت۔ اُمرائے عظام و حکام ہوتے چلے آئے ہیں علامہ آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ھ نے لکھا ہے کہ "دارالخلافہ دہلی کا منصب قضاء و افتا شروع سلطنت اسلامیہ سے اسی خاندان میں متوارث رہتا آیا ہے اور اب بھی ہے" ہندوستان کی تاریخ میں اسکا خصوصی درجہ رہا ہے اور ہر زمانے میں اپنے اوصاف حمیدہ۔ جودت طبع۔ علم و فضل اور وجاہت و اثر میں ممتاز رہا ہے اور بقول مولانا عبداللہ العمادی آب تک بھی یہ اپنے خاص امتیاز پر عادی ہے۔

نوٹ ۱ ہم نے اپنی کتاب خاندان زبیری النسبوی میں اس خاندان پر کافی روشنی ڈالی ہے اور حضرت مصعب اور آپ کی اولاد کے حال سیرۃ سیدنا حضرت مصعبؓ میں مفصل تحریر کئے ہیں۔

اولادِ مُصعب بن حضرت زبیرؓ



نوٹ ۱ حضرت مخدوم شیخ اسحٰق قدس سرہٗ العزیز اور حکیم فیض احمد صاحب المشاہیر کی جملہ اولاد کے شجرے ہم نے کتاب خاندان زبیری کنبوی میں دے دیئے ہیں۔

منذر بن حضرت زبیرؓ

آپ کی کنیت ابوعثمان تھی۔ آپ سردار اور بردبار تھے۔ اپنے برادر بزرگ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ یہ بھی شہید ہوئے[1]

منذر بن حضرت زبیرؓ کی شرکت بحری جنگ میں

بزمانہ حضرت امیر معاویہؓ ۴۳ھ میں جب کہ قبرس اور روڈس کے جزائر بحر روم میں فتح کئے گئے اسوقت ان جہادوں میں "اہل مصر" اور "اہل مدینہ بھی ساتھ تھے اہل مدینہ کے رئیس منذر بن حضرت زبیرؓ تھے۔ اور امیر اعلیٰ عبدالرحمن بن حضرت خالدؓ تھے[2]

مزید حالات

آپ بہت ہوشیار اور وجیہ آدمی مدینہ کے شمار ہوتے تھے۔ یہ اپنے برادر بزرگ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دعوئ خلافت کی پرزور حمایت کیا کرتے تھے۔ جب ۶۰ھ میں یزید تخت نشین ہوا تو اس نے عمر بن سعید الاشدق کو مدینہ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ جس نے عمرو بن حضرت زبیرؓ کو جو اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مخالفت رکھتے تھے اپنے باڈی گارڈ کا افسر مقرر کیا۔ اور جن لوگوں کو عمرو نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے موافق خیال کیا اُن کو کوڑے لگوائے۔ ان میں اُن کے بھائی "المنذر بھی تھے۔ ۶۳ھ میں ولید بن عتبہ حجاز کا گورنر بن کر مدینہ آیا مگر جلدی ہی اُس کی جگہ عثمان بن محمدؓ بن ابی سفیان مامور کر دیا گیا۔ ۶۳ھ میں جب عثمان بن محمد بن ابی سفیان یزید کے چچازاد بھائی نے جو یزید کی طرح گورنر مدینہ تھا اُس نے اشراف شہر کا ایک وفد یزید کے حالات بچشم خود دیکھنے کے لئے دمشق بھیجا تھا۔ اُس وفد میں حضرت منذر بن زبیرؓ بھی شریک تھے۔ یزید نے ارکان وفد کی بہت عزت و تکریم کی اور اُن کے ساتھ بحد حسن سلوک کے ساتھ پیش آیا۔ اور وفد کے ارکان کے علاوہ حضرت منذرؓ کو یزید نے ایک لاکھ روپیہ دیا تھا۔

وفد کے باقی اراکین تو دمشق سے مدینہ واپس آ گئے مگر حضرت منذرؓ اپنے دوست ابن زیاد گورنر عراق سے ملنے کے لئے اُس کے پاس تشریف لے گئے۔

جو اراکین وفد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے یزید کے متعلق اُنہوں نے اہل مدینہ کے سامنے اپنے بُرے خیالات کا اظہار کیا جس کی وجہ جو تنفر یزید کی طرف اُن کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا اُس میں اور بھی زیادتی ہو گئی۔

حضرت منذرؓ کی عراق میں اُن کے دوست ابن زیاد نے بہت خاطر و مدارت کی۔ اسی دوران میں یزید کو اُن حالات کا جو ارکان وفد کی واپسی پر مدینہ میں اُس کے خلاف اور بھی شدت سے پیدا ہو گئے تھے۔ علم ہو گیا۔ کیونکہ حضرت منذرؓ عراق میں ابن زیاد کے مہمان تھے۔ اس لئے یزید نے ابن زیاد کو آپ کی گرفتاری کے متعلق فرمان بھیجا۔ عبیداللہ بن زیاد کو یزید کا یہ حکم ناگوار گذرا۔ کیونکہ حضرت منذرؓ اُس کے دوست اور مہمان تھے۔ اس لئے اس نے یزید کے حکم سے اُن کو مطلع کر کے یہ مشورہ دیا کہ جب لوگ میرے پاس جمع ہوں تو آپ مجھ سے مدینہ جانے کی اجازت طلب کیجئے جس پر میں یہ کہکر اصرار کروں گا کہ آپ میرے بزرگ اور مہدرد ہیں ابھی میرے پاس کچھ دنوں اور قیام فرمائیے جس پر آپ یہ جواب دیں کہ مدینہ میں میری جاگیر وغیرہ کے کچھ ایسے ضروری کام درپیش ہیں جن کی وجہ سے میرا وہاں پہنچنا فی الوقت بہت ضروری ہے۔

آپ کا یہ اصرار سُنکر میں جانے کی اجازت دے دوں گا اس قرارداد کے بموجب عمل کیا گیا اور حضرت منذرؓ مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچکر یزید کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔

آپ نے اہل مدینہ سے فرمایا کہ اگرچہ یزید نے مجھے بھی ایک لاکھ روپیہ انعام دیا ہے۔ مگر اس کا یہ احسان

---

[1] ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول صفحہ ۱۳۸ [2] ترجمہ تاریخ کامل ابن الاثیر جلد سوم صفحہ ۴۵۔

مجھے سچی بات کہنے سے نہیں روک سکتا اور انہوں نے علی الاعلان یزید کے عیوب کو آشکارا کیا نیز فرمایا کہ خدا کی قسم وہ شراب پیتا ہے اور بخدا اسے ایسا نشہ ہو جاتا ہے کہ وہ نماز کو ترک کر دیتا ہے۔

یزید کے حالات ان بزرگوں کی زبانی سن کر اہل مدینہ نے گورنر حجاز کو نکال کر وفد کے ایک رکن عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کو اپنا قائد بنا لیا۔

یہ خبر سنکر یزید نے مدینہ پر فوج بھیجی اور ۶۳ھ میں جنگ حرّہ مابین اہل مدینہ اور یزید کی فوج کے واقع ہوئی جس میں اہل مدینہ کو شکست ہوئی اس لڑائی میں سات سو قریشی اشراف مدینہ کے علاوہ اور دس ہزار دوسرے لوگ شہید ہوئے یزید کی فوج نے بعد فتح مدینہ میں تین روز تک قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔ اس کے بعد اہل مدینہ سے یزید کی غلامی کی بیعت لے کر وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئی۔

حضرت منذرؓ اس واقعہ حرّہ میں شریک تھے۔ لیکن بچکر اپنے برادر بزرگ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس مکہ معظمہ چلے گئے تھے۔

یزید کی اس فوج کے مکہ معظمہ پہنچکر اس کا محاصرہ کر لینے سے قبل تمام اہل مکہ اور اہل حجاز حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے خلافت کی بیعت کر چکے تھے۔ اور مدینہ منورہ کے تقریباً سب لوگ بھی مکہ معظمہ چلے آئے تھے۔ نجدہ بن عامر بھی خارجیوں کی ایک جماعت ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے بچانے کے لئے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آ گیا تھا جب یزید کی فوج نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا تو حضرت ابن زبیرؓ نے اپنے بھائی حضرت منذر بن زبیرؓ سے جو واقعہ حرّہ میں شریک تھے اور جو اپنے برادر بزرگ سے آن ملے تھے۔ کہا کہ میرے اور تمہارے سوا شامیوں سے لڑنے کے لئے اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ پھر انہوں نے اپنے بھائی منذرؓ کو کچھ لوگوں کیساتھ قتال کرنے کے لئے روانہ کیا۔

ایک ساعت تک حضرت منذرؓ نے بہت شدید جنگ کی۔ شامیوں کو جو یکے بعد دیگرے اُن کے مقابل آئے قتل کر دیا پھر ایک اور شامی کی طرف جس نے انہیں اپنے مقابلہ کے لئے بلایا تھا بڑھے ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ دونوں کے وار کاری پڑے اور دونوں ہی جان ہو کر گر پڑے۔ ۱

منذرؓ بن حضرت زبیرؓ کی جاگیر | قدیل "جملہ" کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات تھا۔ سلیمان بن علی نے اس پر قبضہ کر لیا اس کے کنارے المنذر بن الزبیر بن العوام کا قطیعہ تھا۔ اور یہیں نعمان بن المنذر کا نخلستان کھجور کی نہر تھی۔ جو کسریٰ کے زمانہ میں اس کو ملی تھی۔ یہاں "نعمان" کا ایک قصر بھی تھا۔ ۲

اولاد و ازواج | ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ "منذر" اپنی کنیت "ابو عثمان" کیا کرتے تھے ان کا ایک لڑکا محمد بن منذر ہے جو ابو زید اپنی کنیت کیا کرتے تھے۔ ۳

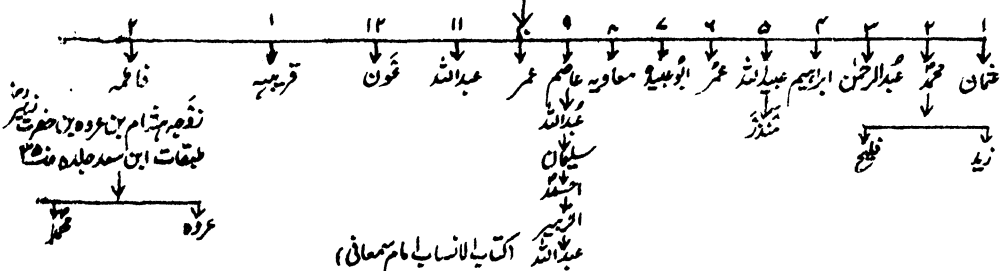
طبقات میں ہے کہ کہار اوی نے بیان کیا مجھ سے عبدالملک بن عاصم العقدی نے ان سے کہا تھا "افلح" نے اور انہوں نے "قاسم" سے اپنی حدیث میں روایت کی ہے کہ "منذرؓ" کی کنیت ابو عثمان تھی بعدہٗ منذرؓ کا لڑکا "محمد" پیدا ہوا جس کی ماں عاتکہ بنت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل تھی۔

منذرؓ کی دوسری اولاد عبدالرحمٰن، ابراہیم اور قریبہ ہیں۔ ان کی ماں حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن حضرت ابو بکر صدیقؓ تھیں۔ عبیداللہ ان کی ماں۔ حسان بن فضل کی بیٹی جو فی سلمہ بن عبدالاسد سے تھے۔ عمر "ابو عبیدہ" معاویہ۔ عاصم۔ فاطمہ زوجہ ہشام بن عروہ بن حضرت زبیرؓ ان سب کی ماں ام ولد لونڈی تھی۔ عمر "عون" اور عبداللہ ان کی ماں بھی ام ولد تھیں۔ ۴

---

۱ طبری و ابن الاثیر ص ۲۵۶ جلد چہارم ۲ ترجمہ فتوح البلدان بلاذری جزو دوم صفحہ ۶۔ ۳ طبقات ابن سعد جزو ثامن صفحہ ۱۳۵۔

اولاد منذر بن حضرت زبیرؓ



(کتاب الانساب امام سمعانی)

محمدؒ بن منذر بن حضرت زبیرؓ آپ قریش کے سردار کہلاتے تھے اور ابو زید اپنی کنیت کیا کرتے تھے جب آپ راستہ چلتے تو لوگ آپ کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے آگ بجھا دیا کرتے تھے۔

ایک دن آپ کے ایک جوتہ کا تسمہ ٹوٹ گیا تو اپنے پاؤں پر خفا ہوئے اور دوسرے کو بھی اتار دیا۔ دونوں کو چھوڑ کر چلے گئے اور پھر نہیں پہنا آپ ہی کا قول ہے۔ "ما قل سعفاء القوم الا ذنوا" آپ کی نسل باقی ہے ع۱

محمد بن منذر کی شادی اپنے تایا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی صاحبزادی "فاختہ" سے ہوئی تھی" ع۲

عمرو بن المنذر بن حضرت زبیرؓ آپ حضرت حسن بن حضرت علیؓ کے داماد تھے اُم سلمہ بنت الحسنؓ سے آپ کی شادی ہوئی تھی ع۳

عاصم بن المنذر بن حضرت زبیرؓ عاصم بن المنذر کی شادی اُم عبد بنت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی تھی۔ یہ سعیدؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ صالح الحدیث تھے آپ نے اپنی دادی حضرت اسماءؓ اور عبید اللہ بن عبداللہ بن حضرت عمرؓ اور ہشام بن عروہؒ سے حدیثیں سُنکر روایت کی ہیں۔ ع۴

الزُبیر بن احمدؒ بن احمدؒ بن سلیمان بن عبداللہ بن عاصم بن المنذر بن حضرت زُبیرؓ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ کچھ دِنوں تک بصرہ کے مشہور ترین شافعی فقیہ تھے۔ آپ بغداد پہنچے جہاں الزُبیر البصری کے نام سے مشہور ہوئے اور ۳۱۷ھ مطابق ۹۲۹ء میں فوت ہوئے۔ آپ کی متعدد قیمتی "فقہی تالیفیں" ہیں جن کے ناموں کا ذکر ابن خلکان نے سوانح عمری ۲۴۰ کے تحت اور حاجی خلیفہ نے ۲۲۲ اور ص ۲۳۵ کے تحت بیان کیا ہے ع۵ اور ابو عبداللہ الزُبیر بن احمدؒ بن سلیمان بن عبداللہ بن عاصم بن المنذر بن الزُبیر بن العوام الاسدی الزُبیری والبصری تھے۔ مذہب شافعی کے ایک فقیہ تھے۔ فقہ میں صاحب تصانیف تھے۔ اُن میں سے ایک کتاب "الکافی" بھی ہے۔ بغداد آئے اور وہاں داؤد بن سلیمان المودب محمد بن سنان القزار اور ابراہیم بن ابو لید الحشاش وغیرہم سے روایت حدیث کی اور اُن سے محمد بن الحسن النقاش۔ عمر بن بشران البکری۔ علی بن ہارون اسماء علی بن محمد بن لولو اور محمد بن عبداللہ بن بحیت الفرقانی نے روائتیں کی ہیں وہ ثقہ تھے اور نابینا تھے ع۶

عثمان بن منذر بن حضرت زبیرؓ القاسم بن محمد التقفی عن معاویہ دوی الولید بن مسلم عن عثمان بن المنذر۔ قاسم بن محمد ثقفی معاویہ سے روایت کرتے ہیں اُن سے ولید بن مسلم روایت کرتے ہیں

وقال یحیی بن حماد سمع اسماء بنت ابی بکرؓ ع۔ وہ عثمان بن منذر سے اور یحیی بن حماد نے کہا کہ انہوں نے اسماء بنت ابوبکرؓ سے سنا۔

ع۱ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اوّل ص ۱۳۵ ع۲ کتاب الجمہرۃ ص ۵۲ ع۳ کتاب الجمہرۃ ص ۵۲ ع۴ الجرح والتعدیل جزء ثالث ص ۳۵ ع۱۹۳۲
ع۵ ذیل فی الزبیر ص ۲۸ ع۵۶ ع۶ کتاب الانساب امام سمعانی ع۷ جزء رابع تاریخ البکیر ص ۵۶ امام بخاری مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔

فلیح بن محمدؒ بن منذرؒ بن حضرت زبیرؓ عن ابیہ روی عنہ عبداللہ بن المبارک سمعت ابی یقول ذلک[۱] — اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اُن سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے یہ کہتے ہوئے سنا۔

ابراہیم بن المنذرؒ کثیر بن جعفر بن ابی کثیر اخو اسمٰعیل مولیٰ بنی ذریق الانصاری المدنی سمع علاقہ وزیادۃ روی عنہ ابراہیم بن المنذرؒ و محمدؒ بن عبیداللہ[۲] — کثیر بن جعفر بن ابی کثیر اخو اسمٰعیل کے بھائی مولیٰ بنی زریق الانصاری المدنی کو علاقہ اور زیادہ سے روایت کرتے ہوئے سُنا اور ابراہیم بن منذرؒ اور محمدؒ بن عبیداللہ سے بھی۔

منذرؒ بن عُبیداللہ بن المنذرؒ بن حضرت زبیرؓ عن ہشام بن عروۃ روی عنہ قتیبہ[۳] — آپ نے ہشام بن عروہؒ سے روایت کی ہے اور قتیبہ سے بھی روایت کی ہے۔

فاطمہ بنت المنذرؒ بن حضرت زُبیرؓ ان کی ماں ایک اُم ولد تھیں۔ ان کی شادی ہشام بن عروہ بن حضرت زبیرؓ سے ہوئی جن سے ان کے عروہ اور محمدؒ پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی ہے[۴]

حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن حضرت ابوبکر صدیقؓ زوجہ منذرؒ بن حضرت زبیرؓ طبقات میں ہے کہ ان کی والدہ قریبۃ الصغریٰ تھیں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے "حفصہؓ" کی شادی منذرؒ بن حضرت زبیرؓ بن العوام سے کر دی تھی۔ حفصہؓ نے اپنے والد اور پھوپی اُم المومنین حضرت عائشہؓ اور اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ سے روایت کی ہے[۵]

عاتکہ زوجہ منذرؒ بن حضرت زبیرؓ ان کے والد حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کے والد بزرگوار نے ان کا نام اپنی بہن حضرت عاتکہؓ کے نام پر رکھا تھا۔

عُبیدہ بن حضرت زُبیرؓ

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ "عُبیدہ بن حضرت زُبیرؓ" وہ ہیں جنہوں نے عمرو بن حضرت زُبیرؓ کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی لڑائی کے وقت کہا تھا کہ تم میرے ساتھ چلو۔ اگر انہوں نے پناہ دی تو فبہا ورنہ ہم تم کو پناہ کی جگہ میں پہنچا دیں گے۔ مگر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اُن کی پناہ کی کچھ پروا نہ کی اور اُن سے لوگوں کا بدلہ لے لیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ اُن کی نسل باقی ہے[۶]

گورنری مدینہ منورہ طبری میں ہے کہ ۶۲ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عُبیدہ بن حضرت زُبیرؓ کو عامل و گورنر مدینہ مقرر کیا[۷]

گورنری سے معزولی تاریخ کامل ابن الاثیر میں ہے کہ اس سال ۶۵ھ میں "حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ" نے مدینہ سے اپنے بھائی عُبیداللہ بن حضرت زُبیرؓ کو معزول کیا اور اپنے ایک اور بھائی مُصعب بن حضرت زبیرؓ کو مقرر کیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ عُبیدہ بن حضرت زُبیرؓ نے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں کہا کہ کیا تم نے دیکھا کہ خدا نے ایک قوم سے اُس کی اُونٹنی کے بارے میں کیا سلوک کیا جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔

نوٹ ۱ کتاب المجرّبین میں ہے کہ حفصہؓ بنت عبدالرحمٰنؓ نے الحسین بن علیؓ بن ابی طالب سے نکاح کیا پھر عاصمؓ بن عمرؓ بن الخطاب سے اور پھر منذرؒ بن الزبیر سے

۱ الجرح والتعدیل القسم ثانی من المجلد ثالث ص ۱۵۰ ۲ ص ۲۸۱ ۲ الجزء الرابع تاریخ کبیر ص ۲۱۷ ۳ الجزء الرابع تاریخ کبیر امام بخاری ص ۲۵۸ ۴ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۵۰ ۵ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۴۴ ۶ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول ص ۱۲۷ ۷ ترجمہ طبری حصہ اوّل جلد دوم ص ۴۰۹

(طبری نے اونٹنی کی قیمت اپنی روایت میں پانچ سو درہم بتانا لکھی ہے) اس وجہ سے عُبیدہؓ کا نام "مقوم الناقہ" (اونٹنی کی قیمت لگانے والا) ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا یہ تکلف اور تصنع ہے (طبری) عُبیدہؓ بن حضرت زبیرؓ کو معزول کر کے مصعب بن حضرت زبیرؓ کو مقرر کیا۔ ع۱

ازواج واولاد ابن قتیبہ نے آپ کی ازواج و اولاد میں سے کسی کا بھی نام نہیں لکھا۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ عُبیدہ کی نسل باقی ہے طبقات میں ہے کہ عُبیدہ بن حضرت زبیرؓ کی اولاد صرف دو ہیں۔

(۱) مُنذر یہ ایک اُم ولد لونڈی کے بطن سے تھے۔

(۲) زینب ان کی ماں اُم عبداللہ بنت مساحق بن عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی تھیں۔ ع۲

اولاد عبیدہ بن حضرت زبیرؓ

- المنذر
- زینب

منذر بن عُبیدہ بن حضرت زبیرؓ آپ کا ذکر آپ کے چچا سیدنا جعفر بن حضرت زبیرؓ کے حالات کے ضمن میں آیا ہے کہ حضرت جعفرؓ نے ایک شعر لکھ کر آپ کے ہاتھ عمر بن عبدالعزیز بن مروان کے پاس بھیجا تھا۔

ازواج واولاد فاطمہ بنت حضرت علیؓ آپ کی بیوی تھیں۔ طبقات میں ہے کہ فاطمہ بنت حضرت علیؓ کی ماں ایک اُم ولد لونڈی تھیں۔ ان کی پہلی شادی محمدؒ بن ابی سعید بن حضرت عقیلؓ بن ابی طالب سے ہوئی اور حمیدہ بنت محمدؒ پیدا ہوئیں۔ محمدؒ کے انتقال کے بعد ان کی شادی سعید بن الاسود بن ابی البختری بن حارث بن اسد بن عبدالعزیٰ ابن قصی سے ہوئی۔ برزہ اور خالد ان سے پیدا ہوئے۔

سعید کے انتقال کے بعد ان کی شادی منذر بن عُبیدہ بن حضرت زبیرؓ بن العوام سے ہوئی اور عثمان و کبریٰ پیدا ہوئے ع۳

اولاد منذر بن عُبیدہ بن حضرت زبیرؓ

- عثمان
- کبریٰ

نوٹ ۱ اس روایت میں اُونٹنی سے مُراد حضرت صالحؑ کی اُونٹنی ہے۔ جس کے متعلق قرآن شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ "ثمود" کو عذاب دیا گیا۔ کیونکہ اُنہوں نے اپنے پیغمبر "حضرت صالحؑ" کی اُونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے تھے جب "عُبیدہ بن حضرت زبیرؓ نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی قیمت لگائی تو حاضرین کو بڑا لطف آیا اور وہیں آپ کا نام "مقوم الناقہ" رکھدیا۔

ع۱ ترجمہ تاریخ کامل ابن الاثیر جلد چہارم صفحہ ۳۵۲۔

ع۲ طبقات ابن سعد جزو خامس صفحہ ۱۳۵

ع۳ طبقات ابن سعد جلد آٹھ صفحہ ۳۲۱۔

عمر بن حضرت زبیرؓ

فتوحات بُخارا میں اِن کا بھی حصّہ ہے۔ وہاں کی لڑائیوں میں اپنے والد بزرگوار اور بڑے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرح یہ بھی شریک تھے۔

فتوحات بُخارا میں ہے کہ ..... ان سب واقعات کے پیش آنے اور صلح کی کارروائی ہونے کے بعد عمرو بن حضرت زبیرؓ شہر بذکور میں تشریف لائے۔ جن کے ساتھ اہل اسلام کی ایک جماعت تھی۔ یہاں پہنچکر آپ نے مقام کیا۔ پھر قیس ابن حارث روانہ ہوئے اور کلبذا نامی شہر کے قریب پہنچے اور ایک قصبہ کے پاس آپ نے مقام کیا جو اشنیس کے نام سے مشہور تھا۔ "اُولیاص" وہاں کے بطریق نے دل میں دغابازی رکھ کر جزیہ کی شرط پر صلح کرلی بلکہ اشنیس کی طرف سے بھی اُس کے جزیہ ادا کرنے کا اقرار کرلیا کیونکہ اشنیس بھی اُس کا ماتحت تھا۔ ؎۱

تاریخ ابن الاثیر میں ہے کہ عمر بن حضرت زبیرؓ سے اچھی خدمت کی بنا پر حضرت امیر معاویہؓ بہت خوش تھے اور اُن کی تعریف کیا کرتے تھے۔"

حضرت امیر معاویہؓ نے عمر بن حضرت زُبیرؓ کو تحریری طور سے "ایک لاکھ درہم کا" پروانہ دیا تھا جس میں لکھا تھا کہ یہ رقم "خلیفہ" کے بھائی "زیاد" کو جو گورنر تھا ادا کرنی ہوگی۔ عمر نے خط کھولا اور ہندسہ کو دو لاکھ بنا دیا۔ جب "زیاد" نے اس کا حساب بھیجا تو حضرت امیر معاویہؓ پر اُن کا جعل ظاہر ہوگیا اس پر "عمر" کو گرفتار کر کے لایا گیا۔

آخر کار اُن کے بھائی حضرت عُبداللہ بن زبیرؓ کو یہ رقم ادا کر کے اُنھیں رہائی دلانی پڑی اور "خلیفہ" کو یہ ضرورت پیش آئی کہ وہ مُہر کی حفاظت کے لئے ایک شخص کو مقرر کریں اور کمر بند سے اُسے باندھا کریں اور مُہر لگایا کریں۔ اس لئے اُنہوں نے مُہر کا محافظ مُقرر کیا جو اس کام کی نگرانی کرتا تھا۔

پہلا شخص جس نے یہ خدمت انجام دی اُس کا نام عبداللہ بن محصن الحمیری تھا ؎۲

حضرت عُبداللہ بن زبیرؓ نے جو قربانی دی تھی اور جو "عمر بن حضرت زبیرؓ" پر بار نبی ہوئی تھی اُس کا کچھ اچھا اثر نہیں ہوا تھا عمر اپنے آپ کو ہمیشہ بیڑیاں پہنائے رکھتے۔ جب ۶۰ھ میں "یزید" کی حکومت شروع ہوئی اور حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ بیعت سے انکار کر کے مدینہ سے "مکہ" چلے گئے تو عمر بن حضرت زبیرؓ نے موقع پایا اور نئے گورنر عمرو بن سعید الاشدق کے پاس جاکر (جس کو "یزید" نے "مدینہ" بھیجا تھا۔) یہ خدمت قبول کی کہ اُس کے باڈی گارڈ کے افسر اعلیٰ بنیں ؎۳

طبری میں ہے کہ عمرو بن سعید جب "مدینہ" میں (یزید کی طرف سے گورنر ہوکر) آیا تو اُس نے اس خیال سے کہ عمرو بن حضرت زُبیرؓ کو اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بُغض و عداوت ہے اُن کو رئیس شرطہ (کوتوال) مُقرر کر دیا تھا۔ (ایک جگہ کوتوال کے بجائے باڈی گارڈ کا افسر لکھا ہے)۔

عمرو بن سعید نے مدینہ کے اُن لوگوں کے پاس جنہیں وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ہوا خواہ سمجھتا تھا۔ عمر بن حضرت زبیرؓ کو بھیجا تو اُنہوں نے اُن کو بہت بُری طرح مارا پیٹا جن میں مُنذر بن حضرت زبیرؓ اُن کے صاحبزادے محمد بن مُنذر عبدالرحمٰن بن اسید بن عبدالعیوث۔ عثمان بن عبداللہ بن حکیم حبیب بن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ محمد بن حضرت عثمار بن یاسرؓ میں سے کس کو چالیس اور کس کو پچاس ساٹھ کوڑے لگائے۔

عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر اور عمرو بن حضرت زُبیرؓ کے ہاتھ سے جان بچا کر "مکہ" بھاگ گئے۔

؎۱ فتوحات بُخارا ص ۲۲۳ و ۲۲۴ ؎۲ تاریخ ابن الاثیر جلد ۴ ص ؎۳ تاریخ ابن الاثیر جلد ۴ ص ۱۱۳۔

عمرو بن سعید عامل مدینہ نے عمرو بن حضرت زبیرؓ سے پوچھا کہ تمہارے بھائی کے مقابلہ میں کون شخص یہاں سے جائے گا اُنہوں نے کہا کہ اُن کے مقابلہ کے لئے مجھ سے زیادہ کوئی شخص موزوں نہیں ہو سکتا۔

اہل مدینہ کے غلاموں میں سے ایک اَنبوہِ کثیر عمرو بن حضرت زبیرؓ کے ساتھ ہوا اُنیس بن عمرو اسلمی سات سو اَشنجو یوں کو ساتھ لے کر شریک ہوا جسے انہوں نے اپنا مقدمۃ الجیش کر کے روانہ کیا اُس نے مقام جرف میں جا کر لشکر ڈالا مروان بن حکم نے اِس کشکر کشی کا حال سُن کر عمرو بن سعید سے کہا کہ "مکہ" پر حملہ مت کرو اور خانۂ کعبہ کی بے حرمتی سے بچو۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بوڑھے ہو گئے ہیں وہ ضدی آدمی ہیں وہ خود ہی مرنے کو ہیں اُنھیں قتل مت کرو۔

اس پر بھی "عمرو بن حضرت زبیرؓ باز نہ آئے اور اُنہوں نے مقام اُبلیح میں پہنچ کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ خلیفہ (یزید) کی قسم پوری کرو اور اپنا گردن میں چاندی کی زنجیر ایسی کہ دکھائی نہ دے ڈال لو۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے لکھا کہ میرا اور تمہارا مقابلہ مسجد الحرام میں ہوگا اور یہ جواب لکھ کر آپ نے عبداللہ بن صفوان جمحی کو ذی طویٰ میں عمرو بن حضرت زبیرؓ کے مقدمۃ الجیش سے لڑنے کو روانہ کیا۔

عبداللہ بن صفوان کے ساتھ وہ بھی شریک ہو گئے جو بیرون "مکہ" مقیم تھے۔ عبداللہ بن صفوان نے اُنیس پر حملہ کیا اور جنگ میں اُسے شکست فاش دی۔

عمرو بن حضرت زبیرؓ کے لشکریوں میں سے ایک جماعت نے اُن کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ عقبہ کے گھر چلے گئے جہاں اُن کے بھائی عبیداللہ بن حضرت زبیرؓ اُن سے ملنے گئے اور اُن کو اپنی پناہ میں لے کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے جا کر کہا کہ میں نے عمرو کو پناہ دیدی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کیا لوگوں کے مظالم سے تم نے اُسے پناہ دیدی ہے یہ تو کسی طرح مناسب نہیں۔

یہ فرما کر آپ نے عبیداللہ بن حضرت زبیرؓ کے ڈنڈہ کو توڑ ڈالا اور یہ فرمایا کہ میں نے تم کو کب حکم دیا تھا کہ اس فاسق کو پناہ دو جو خدا کی حرام کی ہوئی باتوں کو حلال سمجھتا ہے۔

اس کے بعد عمرو بن حضرت زبیرؓ نے جن لوگوں کو پٹوایا تھا۔ اُن سب کا بدلہ اُن سے لیا البتہ منذر بن حضرت زبیرؓ اور اُن کے صاحبزادے نے اپنا بدلہ لینے سے انکار کیا اور عمرو بن حضرت زبیرؓ کوڑوں ہی کی مار میں مر گئے[1]

طبقات میں ہے کہ یزید بن حضرت معاویہؓ نے عمرو بن سعید کو جو مدینہ کا عامل تھا لکھا تھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف ایک لشکر روانہ کرے۔

پس عمرو بن سعید نے لوگوں سے پوچھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا سب سے بڑا دشمن کون ہے لوگوں نے عمرو بن حضرت زبیرؓ کا نام بتایا تھا اس پر عمرو بن سعید نے عمرو بن حضرت زبیرؓ کو مدینہ منورہ کا کوتوال مقرر کیا۔

عمرو بن حضرت زبیرؓ نے اس عہدے پر مقرر ہو کر مقام "سیاط" میں بہت سے قریش اور انصار کو ہلاک کر دیا اور کہا کہ وہ سب عبداللہ بن زبیرؓ کے شیعہ ہیں۔

اس کے بعد عمرو بن سعید نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف عمرو بن حضرت زبیرؓ کو روانہ کیا اور اُن سے لڑنے کو کہا اُن کے ساتھ ایک شامی فوج بھی تھی۔

عمرو بن حضرت زبیرؓ نے مکہ آ کر مقام ذی طویٰ میں پڑاؤ ڈالا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مصعب بن عبدالرحمٰن کو ایک جماعت کے ساتھ اور عبداللہ بن صفوان کو دوسری جماعت کے ساتھ عمرو بن حضرت زبیرؓ سے مقابلہ کرنے کیلئے روانہ کیا

---

[1] ترجمہ تاریخ طبری حصہ اوّل جلد دوم ص ۱۶۷ تا ۱۶۹۔

مُصعب اور ابن صفوان کے لشکر اور عمر بن حضرت زبیرؓ کے لشکر میں جنگ ہوئی جس میں اُنیس بن عمرو الاسلمی جو عمر بن حضرت زُبیرؓ کے لشکر کا مقدمۃ الجیش تھا مارا گیا اور یہ لشکر شکست کھا کر منتشر ہو گیا۔

عُبیدہ بن حضرت زبیرؓ نے عمر بن حضرت زبیرؓ کو اپنی پناہ میں لے کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خدمت میں پیش کیا ایسی حالت میں کہ خون اُن کے قدموں پر ٹپکتا تھا۔

یہ دیکھکر حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ نے فرمایا کہ یہ کس چیز کا خون ہے۔ اس پر عمر بن حضرت زُبیرؓ نے یہ شعر پڑھا لنا علی أعقابنا تقطر مِنّا کُلُومُنا۔ وَلٰکِن علی أقدامنا تقطر الدّمَا۔ ترجمہ شعر۔ ہم اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ جن کی پیٹھ کے زخم سے خون ٹپکتا ہو بلکہ اُن لوگوں میں ہیں جن کے قدموں پر خون ٹپکتا ہے۔

یہ سُنکر حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ نے فرمایا اے دُشمنِ خدا اور خدا کے حرام کو حلال سمجھنے والے تم یہ بات کہتے ہو بعد ازاں اُن سے اُن تمام لوگوں کا بدلہ لیا گیا جن کو عمرو نے مارا یا ظلم کیا تھا۔

اس کے بعد مُصعب بن عبدالرحمٰن بول اُٹھے کہ عمرو نے مقام "سیاط" میں میرے تئیں دُرّے مارے تھے حالانکہ مجھ سے کسی قسم کی خطا سرزد نہیں ہوئی تھی۔ پس حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ نے حکم دیا کہ عمرو کو سامنے کھڑا کر دیا جائے اور مصعب بن عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں کوڑا دے کر حکم دیا کہ تم بھی اس کے تئیں کوڑے لگاؤ چنانچہ مصعب نے حکم کی تعمیل کی۔ لیکن عمرو کوڑے کھانے کے بعد زخموں سے پھر اچھے ہو گئے۔ ایک دن جب جیل سے نکال کر باہر لائے گئے تو حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ تم اب تک زندہ ہو بعد ازاں اُن کا انتقال قید خانہ ہی میں ہو گیا۔ ان کی نعش کو مُردار وں کی گھاٹی میں ڈلوا دیا گیا جہاں بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی لاش کو حجاج نے سُولی پر لٹکوا دیا تھا۔[1]

عمرو بن حضرت زبیرؓ کا مکان مدینہ میں بعض بڑے بڑے مہاجرین نے حضور صلعم کے زمانہ حیات ہی میں مدینہ منورہ میں اپنے لئے مکانات تعمیر کرا لئے تھے ازواج مطہرات کے لئے حجرے بنائے گئے تھے۔ ان مکانوں کا ایک حصّہ تو مسجد نبوی میں داخل ہو گیا اور دُوسرا حصّہ امرائے بنو اُمیّہ بنی عباس اور دیگر سلاطین اسلام کے ان عالیشان مکانوں کی تعمیر کی نذر ہو گیا جو وہ ہر برسر اقتدار اس مُقدس اور متبرک شہر میں بنواتے رہے۔

سمہودی (متوفی ۹۱۱ھ ہجری) نے بعض ایسے مکانوں کا ذکر کیا ہے جو اسوقت بے پتہ ہیں مثلاً دارِ عباسؓ بن عبدالمطلب، دار عائشہؓ، دارِ اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ دارِ سکینہ بنت حسینؓ۔ دارِ عبداللہ بن مسعودؓ دارِ انس ابن مالکؓ۔ دارِ عمرو بن العاصؓ۔ دارِ عمرو بن حضرت زُبیرؓ وغیرہ وغیرہ۔[2]

حوضِ عمرو حوضِ عمرو۔ عمرو بن حضرت زبیرؓ کا حوض [illegible]

اُزواج و اولاد ابن قتیبہ نے ان کی ازواج و اولاد میں سے کسی کا نام نہیں بتایا صرف اتنا لکھ دینے پر اکتفا کیا ہے کہ عمرو بن حضرت زُبیرؓ اپنی کُنیت ابوالزبیرؓ کیا کرتے تھے۔[3]

طبقات میں ہے کہ عمرو کی اولاد یہ ہیں۔

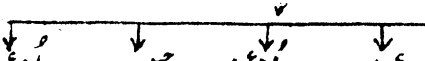
(۱) محمدؒ اُم عمروؓ ان دونوں کی ماں اُم یزید بن عدی ابن نوفل بن عدی ابن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد جزو خامس صفحہ ۱۳۸ [2] رہنمائے مدینہ مرتبہ مولوی مسعود علی صاحب محجوبی۔ [3] سابق سیکشن نمبر ۳ فتوح البلدان تالیف احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری المتوفی ۲۷۹ھ جزو اوّل صفحہ ۲۰ [illegible] مودودی رکن سوم تالیف و ترجمہ جماعت اسلامیہ کارکنان ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء

(۲) عمرو بن عمر اور "حبیبہ" ان دونوں کی ماں ایک اُم ولد لونڈی تھی۔
(۳) اُم عمرو بن عمرو اس کی ماں بنی غفار سے تھی۔ [1]

اولاد عمرو بن حضرت زبیرؓ



عمرو بن عمرو بن حضرت زبیرؓ المعارف میں ہے کہ عمرو بن حضرت زبیرؓ کا بیٹا عمرو بن عمر ہے جن کے بارے میں الحزین الدیلی نے یہ ہجویہ شعر کہا ہے۔

لوان اللؤم کان مع الثریا۔ تناول داسہ عمرو بن عمرو۔ ترجمہ ملامت اگر ثریا کے ساتھ ہوتی۔ تب بھی عمرو بن عمرو اُس کی چوٹی پکڑ لیتا۔ [2]

محمد بن عمرو بن حضرت زبیرؓ امام سمعانی لکھتے ہیں کہ "البنانی" ابو محمد ثابت بن اسلم شامی بصرے کے تابعین میں سے تھے محمد بن عمرو بن حضرت زبیرؓ سے روایت کرتے ہیں۔

حمزہ بن حضرت زبیرؓ

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ حمزہ بن زبیرؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ مکہ میں مقتول ہوئے۔ ان کے کوئی اولاد نہیں [3] طبقات میں ہے کہ یہ مصعب بن حضرت زبیرؓ کے بھائی تھے۔ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے

اولاد حمزہؓ کے صرف ایک لڑکا عمارہ پیدا ہوا تھا جس نے اُن کی حین حیات ہی میں وفات پائی۔ [4]
حمزہؓ کی شہادت کے بعد ان کا کوئی پسماندہ نہ تھا لہٰذا عروہ بن حضرت زبیرؓ اور جعفر بن حضرت زبیرؓ کو ان کا ورثہ ملا [5]

عاصم بن حضرت زبیرؓ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ عاصم بن حضرت زبیرؓ لڑکپن ہی میں انتقال کر گئے تھے ان کی نسل باقی نہیں [6]

خالد بن حضرت زبیرؓ

المعارف میں ہے کہ خالد بن حضرت زبیرؓ کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یمن کا حاکم بنایا تھا ان کی نسل باقی ہے جملہ اُن کے خالد بن عثمان بن خالد بن حضرت زبیرؓ تھے اُنہوں نے محمد حسنی کے ساتھ خروج کیا تھا۔ [7]

ازواج و اولاد طبقات میں ہے کہ خالد بن حضرت زبیرؓ کی اولاد یہ ہیں۔
(۱) محمد الاکبر اور رملہ ان کی ماں اُم ولد لونڈی تھی۔
(۲) محمد الاصغر۔ موسیٰ۔ ابراہیم اور زینب ان کی ماں حفصہ بنت عبدالرحمن بن ازہر بن عوف تھیں۔

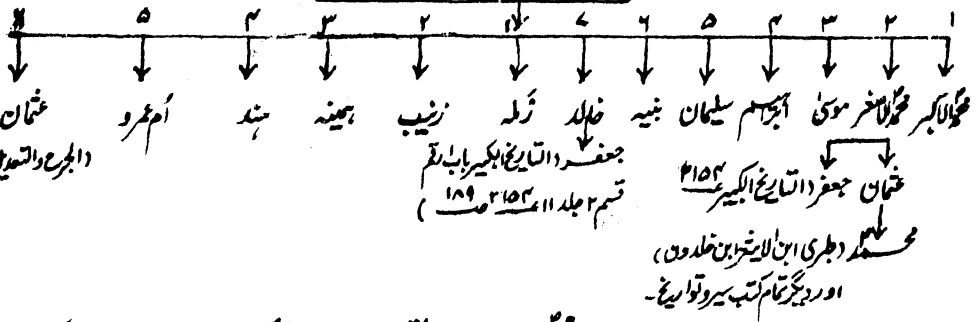
نوٹ [1] محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن رضؓ بن حضرت علی رضؓ بن ابی طالب اُنہوں نے حضرت زبیرؓ کے خاندان کی مدد سے ابو جعفر منصور عباس پر جو دوسرا خلیفہ بنی عباس کا ہے ۱۴۵ھ میں خروج کیا تھا۔

---

[1] طبقات ابن سعد جزء خامس ص ۱۲۷ [2] ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اوّل ص ۱۲۷ [3] ترجمہ کتاب المعارف ابن قتیبہ جلد اوّل ص ۱۲۵ [4] طبقات ابن سعد جزء خامس ص ۱۲۹، ۱۳۰ [5] ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اوّل ص ۱۳۰ [6] ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اوّل ص

(۳) سلیمان بن خالد اور اُم سلیمان ان کی ماں اُم محمد بنت عبداللہ بن عمرو بن الحصین ذی الغصۃ الحارثی تھیں۔
(۴) بنیہ بن خالد اور بہینہ ان کی ماں ایک اُم ولد لونڈی تھی۔
(۵) خالد بن خالد اور ہند ان کی ماں بھی اُم ولد تھی۔
(۶) اُم عمرو بن خالد یہ بھی اُم ولد لونڈی کے بطن سے تھیں [1]

اولاد خالد بن حضرت زبیرؓ



عثمان بن خالد بن حضرت زبیرؓ روی عن محمد بن عمرو بن علقمہ — آپ سے محمد بن عمرو بن علقمہ نے روایت کی یحیی بن ابی اسید نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے ایسا کہتے ہوئے سنا۔
روی عنہ یحیی بن ابی اسید سمعت ابی یقول ذلک [2]

جعفر بن خالد بن حضرت زبیرؓ بن العوام بن خویلد قال لی خالد بن مخلد حدثنا جعفر بن خالد بن الزبیر بن العوام۔ عن خالد بن زبیر عن عثمان بن محمد بن خالد بن حضرت زبیرؓ کی محمد بن خالد بن الزبیر بن العوام۔ عن خالد بن زبیر عن عثمان بن محمد بن خالد بن حضرت زبیرؓ کی سمع عبداللہ بن عروہ وھشام من عروہ وقال معن عن جعفر بن خالد۔ عبداللہ بن عروہ اور ہشام بن عروہ سے بھی سنا اور معن نے جعفر بن خالد سے کہا۔

عثمان بن محمد الاصغر بن خالد بن حضرت زبیرؓ ۱۴۵ھ میں محمد نفس ذکیہ بن عبداللہ بن حسن مثنی بن حسن رضؓ بن حضرت علیؓ نے آپ کے خاندان کی کمک سے عروج کر کے اور مدینہ منورہ کے عباسی گورنر "ریاح" کو گرفتار کر کے وہاں اپنا پورا تسلط کر لیا تو انہوں نے عثمان بن محمد بن خالد بن حضرت زبیرؓ کو مدینہ منورہ کا عامل اور کوتوال بنایا تھا۔ پھر جب ابو جعفر منصور عباسی کی کثیر التعداد فوج سے مدینہ منورہ کے قبضہ کے لئے لڑائی ہوئی تو اُسوقت یہ ہی عثمان بن محمد بن خالد بن حضرت زبیرؓ محمد نفس ذکیہ کی فوج کے علمبردار بھی تھے۔ اس لڑائی میں ابراہیم بن جعفر بن مصعب بن حضرت زبیرؓ عیسیٰ بن مصعب (الملقب بخضیر) بن مصعب بن حضرت زبیرؓ اور اُن کے دوسرے تمام اعزا کے جو سب کے سب محمد نفس ذکیہ کی طرف سے لڑے تھے بڑے کارنامے ہیں ہم نے اس خروج اور لڑائی کی تفصیل اپنے اس سلسلہ کی چوتھی جلد سیرت مصعب بن حضرت زبیرؓ میں جہاں حضرت مصعبؓ کی اولاد کا حال بیان کیا ہے یکجا لکھی ہے اور وہیں عثمان بن محمد بن خالد بن حضرت زبیرؓ کے مفصل حالات بھی لکھتے ہیں۔

محمد بن عثمان بن محمد بن خالد بن حضرت زبیرؓ آپ کے حالات بھی سیرت حضرت مصعبؓ میں آپکے والد بزرگوار کے حالات کے ساتھ ہم نے لکھے ہیں آپ اُس وقت خورد سال تھے۔ مگر لڑائی میں شریک تھے اور اپنے والد ہی کے ہمراہ گرفتار ہوئے تھے۔

---

[1] طبقات ابن سعد جز خامس ص ۱۳۶ [2] الجرح والتعدیل جز ثالث ص ۱۲۸ ۸۱۳ مطبوعہ دار المعارف بار اول سنہ ۱۳۷۰ھ

جعفر بن حضرت زبیرؓ

ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ جعفر بن حضرت زبیرؓ نوجوانانِ قریش سے تھے اور عاشق مزاج تھے انہیں کا قول ہے

المجلس القرشی حق واجب ÷ فانظر فی شان الکریم الاسروع

ماتا ابن بہ جعفر وحاجتہ ÷ یتامھا فی خلوۃ وتفرع ÷ [1]

ترجمہ۔ جعفر اور اُس کی اُس مراد کے بارے میں جس کے لئے وہ خلوت کو پسند کرتا ہے تو کیا حکم کرتی ہے ان کی نسل پر بین ہے

طبقات میں ہے کہ کہا راوی نے بیان کیا مجھ کو معن بن عیسیٰ نے کہ محمد بن ہلال نے اُن سے روایت کی ہے کہ جعفر بن حضرت زبیرؓ مونچھیں چھوٹی نہیں دیتے تھے بلکہ ایک معقول حد تک کترواتے تھے۔

کہا مصعب بن عبداللہ نے کہ جعفر بن حضرت زبیرؓ بہت دنوں تک زندہ رہے اور اُن کی وفات سلیمان بن عبدالملک کی خلافت کے آخری زمانہ میں ہوئی [2]

ابن حجر میں ہے کہ جعفر بن حضرت زبیرؓ کی ماں کا نام زینب بنت بشر بن عمرو بن قیس بن ثعلبہ تھا یہ رسالت مآب صلعم کی وفات کے بعد پیدا ہوئے [3]

ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ یہ ہی وہ اکیلے شخص ہیں کہ جنہوں نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا اُسوقت ساتھ دیا جبکہ وہ چپکے سے مدینہ سے روانہ ہو گئے تاکہ یزید کی بیعت پر مجبور نہ کئے جاسکیں [4]

آغانی میں ہے کہ یہ مکہ میں بھی اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ ہی رہے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے دن بھی انہوں نے اس تنگی اور بہادری سے جنگ کی کہ پہنچے والا خون ان کے ہاتھ پر چپک گیا تھا اس جنگ کے بعد یہ مدینہ آن کر مقیم ہو گئے ایک دفعہ ان کے صاحبزادے شعیب بن جعفر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک سے (جو ۹۶ھ سے ۹۹ھ تک برسرِ حکومت رہے) ملے تو انہوں نے ان کے والد جعفر بن حضرت زبیرؓ کا حال اُن سے دریافت کیا حضرت عمر بن عبدالعزیز جو اُسوقت وہاں موجود تھے اُنہوں نے قبل شعیب کے جواب دینے کے کہا کہ جعفر مُعمر ہوئے اور دگھر کی حالت کے باعث فکر مند ہیں۔

خلیفہ نے فرمایا کہ اُن سے کہو ایک بار میرے پاس تشریف لائیں۔

شعیب نے خلیفہ کا پیغام اپنے والد بزرگوار کو پہنچا دیا اگرچہ وہ خلیفہ سے نہیں ملے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس اپنے بھتیجے المنذر بن عبید بن حضرت زبیرؓ کے ذریعہ ایک شعر لکھ کر بھیجدیا۔

اُنہوں نے اُس شعر کو پڑھ کر خلیفہ سلیمان عبدالملک سے سفارش کی جس نے جعفر بن حضرت زبیرؓ کے قرضوں کی ادائی کے لئے ایک ہزار دینار منظور کئے اور اسکے مزید برآں ان کے گھر والوں کی پرورش کے لئے نیز سیاہ و سفید غلاموں اور غلہ کی ایک بڑی مقدار کا بھی حکم دیا۔

ذلیفہ اور غلہ جو جعفر بن حضرت زبیرؓ کو خلیفہ کے پاس سے وصول ہوتا تھا اُس سب کو اور مزید ایک ہزار دینار کو یہ یتیموں اور غربا میں باقاعدگی کے ساتھ تقسیم فرمادیتے تھے۔

یہ اپنے بھائی حضرت عروہؓ کے ساتھ رہا کرتے تھے آپ بہت اچھے شاعر تھے آپ کے بہت سے اشعار غلطی سے عمر بن ابی ربیعہ کی طرف منسوب ہو گئے ہیں آپ نے جب قبیلہ خزاعہ کی ایک لڑکی سے شادی کی تو یہ مشہور اشعار کہے۔

---

[1] ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول صفحہ ۱۲۶ و ۱۲۷ [2] طبقات ابن سعد جز خامس صفحہ ۱۲۶ و ۱۲۷ [3] ابن حجر جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ [4] ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱

ترجمہ۔ کیا محبوبہ کو یاد کرنا کوئی عہد شکنی ہے۔ کیا رنج سے بھرا ہوا دل بھی کوئی خوشی حاصل کر سکتا ہے۔
میں نے دوپہر کے بعد کئے ہوئے اپنے سفر کو نہیں بھلایا ہے جب ہم "آنج" کے کنارے اترے اور جب پیام رساں نے کہا کہ وہ راضی ہو چکی ہے بغیر دیر کئے ہوئے آور اندر داخل ہوئیں اُن کے گھروں کے پاس تکلیفیں بھرتا رہا تاکہ اُس کے خوشبودار سانس کا جھونکا پا سکوں۔

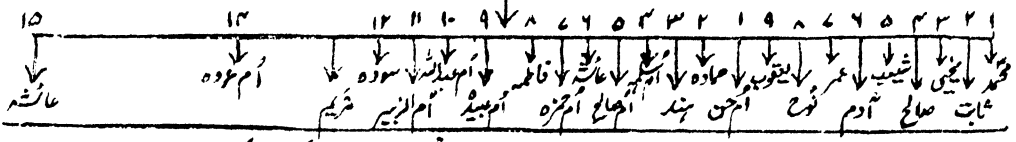
وفات ایک جماعت قریش میں جو مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر ٹھہری ہوئی تھی شہر سے ایک بدوی آیا اُنہوں نے اُس سے پوچھا کیا "مدینہ" کی کوئی نئی خبر ہے۔ جواب دیا۔ ہاں لوگوں کا باپ مر چکا ہے۔ پوچھا یہ کیسے کہا پورا شہر اُن کے پیچھے آیا اور تمام لوگ گھروں سے روتے ہوئے نکلے انہوں نے کہا یہ صرف جعفر بن حضرت زبیرؓ نہ ہو سکتے ہیں اور جلد ہی ان لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ جعفرؒ کا انتقال ہو چکا ہے[1]

جعفر بن حضرت زبیرؓ کی زمانہ وفات کے متعلق لکھا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک کی خلافت کے آخری زمانے میں ہوئی اس بیان سے آپ کی وفات اواخر ۹۸ھ یا اوایل ۹۹ھ میں ہونی معلوم ہوتی ہے[2]

ازواج و اولاد ابن قتیبہ نے آپ کی ازواج و اولاد کے نام نہ بتا کر صرف اسی قدر لکھنے پر اکتفا کیا ہے کہ انکی نسل بہت پھیلی۔ طبقات میں ہے کہ جعفر بن الزبیرؓ کی اولاد یہ ہیں۔

(۱) محمدہ۔ ام حسن اور حمادہ ان تینوں کی ماں ایک ام ولد تھی۔
(۲) ثابت اور یحییٰ ان دونوں کی ماں بسامہ بنت عمارہ بن زید بن ثابت بن ضحاک بن زید ابن لوذان بن عمرو بن عبید بن عوف بن غنم بن مالک ابن نجار ہے۔
(۳) صالح۔ ہند اور ام سلمہ یہ تینوں ایک ام ولد کے بطن سے ہیں۔
(۴) شعیب آدم۔ عمر اور نوح یہ تینوں بھی ایک ام ولد کے بطن سے تھے۔
(۵) یعقوب۔ فاطمہ اور ام عبیدہ یہ بھی ام ولد کے بطن سے تھے۔
(۶) ام صالح۔ عائشہ اور ام حمزہ یہ تینوں بھی ایک ام ولد کے بطن سے تھے۔
(۷) ام عبداللہ۔ ام الزبیر اور سودہ یہ بھی ایک ام ولد کے بطن سے تھے۔
(۸) مریم ان کی ماں ایک ام ولد لونڈی تھی۔
(۹) ام عروہ یہ بھی ام ولد کے بطن سے تھی۔
(۱۰) عائشہ یہ بھی ام ولد لونڈی کے بطن سے تھی۔ ع۳

اولاد جعفر بن حضرت زبیرؓ



نوٹ[1] علامہ مسعودی نے اپنی کتاب تنبیہ واشراف کے ص۲۹۰ پر لکھا ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی مدت حکومت دو سال آٹھ ماہ پانچ روز رہی۔ ۲۰ صفر ۹۹ھ میں "سلیمان" کا انتقال ہوا۔

ع۱ طبقات ابن سعد جزء خامس ص۱۳۶ و ۱۳۷ ع۲ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اوّل ص۱۳۶ ع۳ طبقات ابن سعد جزء خامس ص۱۳۶ و ۱۳۷۔

محمدؐ بن جعفر بن حضرت زبیرؓ آپ بحیثیت راوی کے بہت مشہور ہیں۔ محمدؐ بن جعفر بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ جب ابو حذیفہؓ بن عتبہ اور سالم مولائے ابی حذیفہؓ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو دونوں عباد بن بشر کے یہاں اُترے اور دونوں یمامہ میں قتل ہوئے ع۱

صالح بن جعفر بن حضرت زبیرؓ یونانیوں سے لڑنے کے لئے جو فوج بھیجی گئی تھی اُس میں آپ بھی شریک تھے۔ آپ کی یاد میں آپ کے والد بزرگوار نے ایک نظم لکھی ہے ع۲

عُروہ بن اُم عروہ بنت جعفر بن حضرت زبیرؓ اُم عروہ کے صاحبزادے "عروہ" سے جعفر بن حضرت زبیرؓ کو بہت محبت تھی جعفرؓ نے اپنے نواسے "عروہ" کو اُن کے بچپن میں ایک نظم یاد کرائی تھی۔ جس وقت جعفر بن حضرت زبیرؓ یہ شعر پڑھا کرتے کہ۔ اُو ہو میرے سب سے زیادہ پیارے نیچے "عروہ" کو ہاتھ پر لو جو تمام انصار اور باہر والوں سے زیادہ پیارا ہے تو عروہ اس کو سُنکر خوشی سے ناچنے لگتے ع۳

مہاجر و رجاء ابنائے حضرت زبیرؓ ان دونوں صاحبزادوں کے حالات ہمیں کسی کتاب میں نہیں ملے۔

خدیجۃ الکبریٰؓ بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر

خدیجۃ الکبریٰ کی شادی عبداللہ بن ابی ربیعہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے ہوئی پھر مُطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے ساتھ نکاح ہوا بعد ازاں عبداللہ بن ابی ربیعہ کے نکاح میں بارُدوم آئیں پھر عبداللہ بن السائب بن ابی حبیش بن المطلب بن اسد سے خدیجہ بیاہی گئیں ع۵

اُم الحسن بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر اور اولاد

آپ کے شوہر عبدالرحمٰن ابن الحارث بن ہشام بن مُغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مُرّہ تھے۔ عیاش بن عبدالرحمٰن و عبداللہ جن کا کوئی پسماندہ نہ تھا اور ابوسلمہ جو بچپن میں بغیر پسماندہ چھوڑے گئے حارث جو بغیر پسماندہ چھوڑے مر گئے۔ اسماء۔ عائشہ جن سے (حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان نے نکاح کیا۔ ام سعید و ام کلثوم و اُم الزبیر ان سب کی والدہ۔ اُم الحسن بنت (حضرت) زبیرؓ بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھیں۔ اُم الحسن کی والدہ (حضرت اسماءؓ بنت (حضرت) ابی بکر صدیقؓ تھیں ع۶

اولاد اُم الحسن بنت حضرت زبیرؓ

اسماء — عائشہ — اُم سعید — اُم کلثوم — اُم الزبیر — عیاش — عبداللہ — ابوسلمہ — حارث

خدیجۃ الصغریٰ بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر

خدیجۃ الصغریٰ کی شادی ابویسار عمر بن عبدالرحمٰن بن عبیداللہ بن شبہ بن ربیعہ بن عبد شمس سے ہوئی ع۷

ع۱ ابن ہشام صفحہ ۹۰۲ ع۲ طبقات ابن سعد اردو حصہ دوم جزو خامس صفحہ ۳۲ ع۳ آغانی جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۶ ع۴ آغانی جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۶ ع۵ کتاب المحبر صفحہ ۴۷۶
ع۶ ابن سعد اردو جزو ثامن صفحہ ۳۷ ع۷ کتاب المحبر صفحہ ۴۷۶

رملہ بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر اور اولاد

رملہ کی پہلی شادی عثمان بن عبداللہ (بن حکیم بن حزام بن خویلد) سے ہوئی تھی اُن کے بطن سے عبداللہ بن عثمان پیدا ہوئے جب رملہ کے بھائی حضرت عبداللہ بن حضرت زبیرؓ ۷۳ھ میں شہید ہوئے تو خالد بن یزید بن حضرت معاویہؓ نے حج کا سفر اختیار کیا اور رملہؓ سے نکاح کرنا چاہا جو اُس وقت بیوہ تھیں جونہی حجاج کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اپنے دربار عبیداللہ بن موہب کو خالد کے پاس بھیجا اور کہلوایا میں نے سنا ہے کہ تم خاندان زبیرؓ کی ایک بی بی سے شادی کرنا چاہتے ہو بغیر اس کے کہ مجھ سے مشورہ کرتے تم ان لوگوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا خیال بھی کس طرح کر سکتے ہو جو ٹھیک نسب کے بھی نہیں ہیں اور یہ ہی کوام تمہارے دادا نے بھی کیا تھا۔

یہ وہی لوگ ہیں جو تمہارے باپ کے ساتھ خلافت کے لئے لڑ بھگڑ چکے ہیں اور اُن کے خلاف ہر قسم کے توہین آمیز الزامات لگا چکے ہیں نیز تمہارے باپ اور دادا کے ایمان میں کیڑے نکال چکے ہیں۔

خالد بن یزید نے دیر تک اس پیام رسان کو دیکھا۔ پھر کہا اگر تو بیام رسان نہ ہوتا اور اس بنا پر نقصان سے امن میں نہ ہوتا تو میں تیرا ایک ایک عضو کٹوا دیتا اور تجھے تیرے آقا کے دروازے کے سامنے ڈلوا دیتا اُس سے کہہ کہ میں نہیں مانتا کہ وہ اُس رتبہ کو پہنچ چکا ہو کہ میں اُس کا مشورہ لینے کا پابند ہو جاؤں کہ میں کس عورت سے شادی کروں اور جب وہ مجھ سے کہلوانا چاہتا ہے کہ ان لوگوں نے میرے باپ سے جھگڑا کیا تھا اور اُس کی ہر طرح توہین کی تھی تو سُن یہ قریشی لوگ ہیں جو آپس میں جھگڑتے رہے ہیں اور جب وہ یہ کہنے کی جرأت کرتا ہے کہ یہ لوگ ٹھیک نسل کے نہیں ہیں تو کس قدر حیرت کی بات ہے کہ حجاج کو انساب قریش کا کس قدر کم علم ہے کیا العوام عبدالمطلب بن ہاشم کے برابر کے نہ تھے جب انہوں نے صفیہؓ (والدہ ماجدہ حضرت زبیرؓ) سے اور رسول خدا صلعم سے اُم المومنین بی بی خدیجہؓ (حضرت زبیرؓ کی پھوپھی) سے نکاح کیا ؎۱

خالدؒ نے حجاج کی باتوں کی پرواہ نہیں کی اور "رملہ" سے نکاح کر لیا اور اس بنا پر اُس کے اشعار ذیل اشارہ کرتے ہیں۔

بحون خلا خیل النساء ولا ادی ؎ لرملۃ خلخالا یجول ولا قلبا

احب بنی العوام من اجل حبہا ؎ ومن اجلہا احببت اخزال لہا کلبا

ترجمہ:۔ سب عورتوں کے پازیب یا خلخال جنبش کرتے یا گردش کرتے ہیں مگر میں "رملہ" کے پازیب یا خلخال کو جنبش کرتے اور دل کو گردش کرتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ میں اُس کی محبت کی وجہ سے تمام اولاد عوام کو دوست رکھتا ہوں اور قبیلہ بنی کلب کو بھی جو اُس کے ماموں ہیں ؎۲

نوٹ ؎۱ عائشہ بنت اُم الحسن بنت حضرت زبیرؓ حضرت امیر معاویہؓ کی بیوی تھیں جن کی طرف حجاج کا اشارہ ہے۔

نوٹ ؎۲ یزید کے انتقال کے بعد اُس کے بیٹے معاویہ تخت نشین ہوئے جو تین ماہ کے بعد مر گئے جانشینی کا حق اب خالد بن یزید کا تھا لیکن سلطنت کی پیچیدگیوں نے ان کو تخت و تاج سے محروم کر دیا اور عبدالملک کا باپ مروان بن حکم تخت نشین ہو گیا اس لئے خالد نے اپنی توجہ علم و حکمت کی طرف مبذول کر لی ان کی تعلیم اعلیٰ پایہ کی ہوئی تھی انہوں نے مصر و یونان سے کتابیں فراہم کر کے اور وہاں کے علما کو بلا کر حکمت و کیمیا کی کتابوں کے تراجم کرائے اور خود بھی ان فنون پر کتابیں لکھیں اور یہ درحقیقت مسلمانوں میں علم کیمیا کے پہلے عالم اور کتب خانہ قائم کرنے والے ہیں یہ اچھے ادیب اور قادر الکلام

بقیہ صفحہ ۳۰۹ پر

؎۱ کتاب المحبر صفحہ ۶۷ و آغانی جلد ۱۶ صفحہ ۸۸ ؎۲ وفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۲۱۱ و ترجمہ معارف ابن قتیبہ جلد اول صفحہ ۱۳۶۔

سودہ بنت حضرت زُبیرؓ کے شوہر اور اولاد

سودہ بنت حضرت زُبیرؓ عمرو بن سعید الاشدق بن ابی العیص بن عاص بن اُمیہ بن عبد شمس سے بیاہی گئی تھیں۔
سودہؓ کے بطن سے عمرو کے تین اولادیں عبدالملک۔ عبدالعزیز اور رملہ تھیں۔
عمرو بن سعید قریشی تھے یزید بن حضرت معاویہؓ نے ان کو "مدینہ منورہ" کا والی (گورنر) بنایا تھا حضرت حسینؓ کی شہادت کے وقت یہ "مدینہ منورہ" کے والی تھے۔
دمشق سے حضرت حسینؓ کا سر عمرو بن سعید کے پاس ارسال کیا گیا تو عمرو بن سعید نے اس کو کفن پہنا کر جنت البقیع میں حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلعم کے بازو میں دفن کر دیا۔
اس کے بعد یزید بن حضرت معاویہؓ نے عمرو بن سعید کو لکھا کہ (حضرت) عبداللہ بن زُبیرؓ سے لڑنے کے لئے ایک لشکر روانہ کریں عمرو بن سعید نے ایک فوج عمرو بن حضرت زُبیرؓ کی قیادت میں "مکہ معظمہ" روانہ کی تاکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے جنگ کرے
عمرو بن سعید نے لوگوں کو دے کر ایک سالی حج بھی کیا تھا یہ "اہل شام" میں محبوب تھے شام کے لوگ اُن کی باتوں کو سنا کرتے اور ان کی اطاعت کرتے تھے [1]

عمرو بن سعید کی شہادت

معاویہ بن یزید بن حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد خالد بن یزید کم سالی کی وجہ سے مروان بن الحکم کی خلافت پر اجماع کر کے بنو کلب اور بنو اُمیہ نے ملک شام میں یہ طے کیا تھا کہ مروان کے بعد خالد بن یزید اور خالد کے بعد عمرو بن سعید الاشدق ابن العاص بن اُمیہ خلیفہ بنائے جائیں گے۔ لیکن اس معاہدے کے خلاف "مروان" نے اپنے بعد اپنے دو بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کے لئے خلافت کی بیعت لے لی تھی۔

شاعر بھی تھے حدیثیں بھی اُنہوں نے روایت کی ہیں زہری۔ بیہقی خطیب بغدادی عسکری اور حافظ ابن عساکر وغیرہ نے ان کی سند پر حدیثیں روایت کی ہیں ان کے علاوہ مشہور امام حدیث ابوداؤد نے اپنی سنن اور قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں بھی ان کا ذکر کیا ہے یہ ایک پُر لطف بات ہے کہ اُنہوں نے کیمیا میں سب سے پہلی تصنیف نظم ہی میں کی تھی اس فن میں ان کے تین رسالوں کا حال معلوم ہوا ہے جن میں سے ایک میں مریانوس راہب سے اپنی ملاقات اور تعلیم کا حال بیان کیا ہے انکی کیمیا میں ایک کتاب اکسرارت ہے جس میں پتھروں کی تراشت اور ان کے بیان عبرت کرنے بیان اور خاتیوں کے بیان ہیں ان کی تصنیفات میں سے اسوقت کوئی کتاب موجود نہیں صرف اُن کے نام کتابوں میں آتے ہیں۔
یہ اپنے فن میں ماہر و ممتاز ہونے کی وجہ سے حکیم کے لقب سے مُلقب تھے اور اپنی صفات کتب سے متصف تھے عابد و زاہد تھے اور حدیث کی روایت میں خاص درجہ رکھتے تھے۔ ائمہ فن رجال نے ان کو صدوق (سچا) کہا ہے یہ اپنی ذکی گوئی اور بیباک بیانی میں بھی مشہور تھے حضرت علامہ شبلی نے ان کے متعلق مقالات شبلی (تاریخی حصہ دوم) جلد ششم ص ۵۱۴ میں فہرست ابن الندیم ص ۳۴۲ و ابن خلکان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اب تک اہل عرب نے غیر قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں کی تھی (حضرت) امیر معاویہؓ کا پوتا خالد جو اسلامی علوم و فنون میں یکتا تھا اُس نے فن طب اور کیمیا میں کمال پیدا کرنا چاہا اور چونکہ اسوقت علمی طور سے اس فن کے ماہر عیسائی یا یہودی تھے خالد کو عیسائی علماء کی شاگردی کرنی پڑی اس تعلق سے خالد نے غیر قوموں کے اور علوم سے بھی واقفیت حاصل کی ایک یونانی رُہبان سے جس کا نام "مریانس" تھا علم کیمیا سیکھا اور خود اس فن میں تین مختصر کتابیں لکھیں ایک کتاب میں انہوں نے "مریانس" سے تعلیم پانے کا ذکر تفصیل سے لکھا ہے [illegible] ہے کہ انہوں نے بڑے حوصلہ کے ساتھ علیہ یا یونان کے ترجمہ پر توجہ کی۔ اس زمانہ میں اقلیدس وغیرہ کی تعلیم یونانی زبان سے منتقل ہو کر مصر میں آئی تھی اور یونانی اصل کے بڑے بڑے

بقیہ صفحہ

---

[1] طبقات ابن سعد جزو خامس صفحہ ۱۲۱ و کتاب البحر۔

اُس وقت عمرو بن سعید مصلحت دیکھکر خاموش ہورہے تھے مگر جب ۶۹ھ میں عبدالملک کو چھوڑکر اور دمشق واپس آکر اُس پر قبضہ کرلیا دوسرے دن عبدالملک نے دمشق آکر عمرو سے لڑائی چھیڑ دی لیکن بعد میں خط وکتابت ہوکر ان دونوں میں صلح ہوگئی اور عمرو بن سعید کو عبدالملک نے امان دیدی جس کے چند روز بعد عبدالملک نے عمرو بن سعید کی خوب خاطر ومدارت کی پھر ایک روز دھوکہ سے اُنھیں بلاکر قتل کر دیا اور بنو اُمیہ میں سے عمرو بن سعید کے بہت سے ساتھیوں کو بھی قتل کرڈالا اور عمرو بن سعید کے بھائی یحییٰ بن سعید اور عمرو بن سعید کے لڑکوں کو تھوڑے دن قید رکھکر پھر اس خیال سے حضرت مصعب بن زبیرؓ کے مقابلہ پر روانہ کردیا کہ اگر یہ وہاں لڑائی میں کام آگئے تو عبدالملک اُن کے قتل کی ذمہ داری سے بچ جائے گا اور اگر وہ صحیح وسالم رہے تو جیسا مناسب سمجھا جائے گا اُن کے ساتھ کیا جائے گا مگر یہ خاندان بجائے اپنے مامُوں حضرت مصعب بن زبیرؓ سے لڑنے کے اُن کے پاس چلا گیا۔[1]

اولاد سودہ بنت حضرت زبیرؓ

- عبدالملک
- عبدالعزیز
- رملہ

ہند بنت حضرت زُبیرؓ کے شوہر

ہند کی شادی عبدالملک بن عبداللہ بن عامر بن کُریز سے ہوئی اور ربیعہ ازان عباس بن عبداللہ بن حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے بیاہی گئیں۔[2]

جمیلہ دُختر حضرت زُبیرؓ کے شوہر اور اولاد

اُم جمیلہ کے شوہر عباس بن عبداللہ بن حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ابن ہاشم بن عبدمناف بن قُصَی تھے جن کی ماں زرعہ بنت شرحبیل بن سعدی کرب بن ولیعہ قبیلہ بنی کندہ سے تھیں یہ علی بن عبداللہ بن حضرت عباسؓ کی ماں بھی تھیں۔

عباس بن عبداللہ بن حضرت عباسؓ حضرت ابن عباسؓ کے بڑے صاحبزادے تھے اور ان ہی سے ابن عباسؓ کی کنیت ابوالعباس تھی

(بقیہ حاشیہ ص۳۰۹)

حکما اور اہل فن پہلے کے مدرسوں میں پڑھتے پڑھاتے تھے اور چونکہ مصر جس دن سے اسلام کے قبضہ میں آیا تھا اُسی وقت سے وہاں عربی زبان رواج پانے لگی تھی یہاں تک کہ تھوڑے دن کے بعد کل مصر کی زبان قبطی کے بجائے عربی ہوگئی اس لئے ان حکما میں بہت سے ایسے بھی تھے جو عربی زبان لکھ پڑھ سکتے تھے خالد نے ان لوگوں کو بلاکر یونانی اور قبطی زبان کی کتابوں کے ترجمہ پر مامور کیا۔ علامہ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں لکھا ہے کہ اسلام میں یہ پہلا موقع ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کیا گیا خالد کے عہد کا مشہور مترجم "اسطفن" تھا معلوم ہوتا ہے کہ خالد کی اس کوشش کا اور لوگوں پر بھی اثر ہوا اور خود سلطنت کو اس کام کی طرف توجہ ہوئی اور مضمون کتب خانہ اسکندریہ بمقالات شبلی (تاریخی حصہ دوم) جلد ششم کے ص۱۵۵ میں لکھا ہے کہ یہ ثابت ہوجانے کے بعد کہ دولت امویہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ سے پہلے شاہی کتب خانہ قائم ہوچکا تھا اور یہ کہ خاندان امیہ میں اوّل جس شخص نے قدیم تصنیفات کی جستجو اور تلاش کی وہ خالد بن یزید تھے یہ قیاس یقین کے قریب پہنچ جاتا ہے کہ کتب خانہ کی اوّل جس نے بنیاد ڈالی ص۱۵۵ یہ ہی خالد تھے۔

نوٹ ۲ طبقات ابن سعد جزو خامس کے ص۲۳۱ پر تحریر ہے کہ جمیلہ بنت حضرت زُبیرؓ کے شوہر عباس بن عبداللہ بن (حضرت) عباسؓ بن عبدالمطلب تھے نہ کہ ہند بنت حضرت زُبیرؓ کے۔

---

[1] ترجمہ تاریخ کامل ابن الاثیر جلد چہارم ص۴۵ تا ۴۵۷ و تاریخ طبری حصہ دوم جلد دوم ص۶۴۵ و ۶۵۵ و طبقات کبیر جزو شامن۔

عباس بن عبداللہ بن عباسؓ سے حدیث مروی ہے کہ عباس بن عبداللہؓ کے بیٹے عون کی ماں ام حبیبہ بنت الزبیرؓ بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھیں یہ عون لاولد مر گئے اور عباس بن عبداللہ بن عباسؓ کی دوسری بیبیوں سے جو اولاد تھی وہ سب اولاد بھی لے اولاد گئی اس لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی بجز علی بن عبداللہ بن عباسؓ کی اولاد کے جن کے ہاتھوں میں خلافت اسلامیہ آئی ہے[1]

زینب بنت حضرت زبیرؓ

کتاب الجمہرہ کے صفحہ ۲۶۲ پر اس سرخی کے تحت کہ وہ دو اشخاص جن کے چچا اور ماموں دونوں خلیفہ ہوئے تحریر ہے کہ (۱) ایسا شخص عثمان بن عنبسہ بن ابی سفیان بن حرب اور دوسرا یحییٰ بن عروہ بن الزبیرؓ ہے عثمان کی والدہ زینب بنت الزبیرؓ ہیں اس لئے عبداللہ بن الزبیرؓ اُن کے ماموں ہوئے اور معاویہؓ بن ابی سفیانؓ اُن کے چچا ہوئے اور یحییٰ بن عروہ بن الزبیرؓ کی ماں کا نام بنت الحکم بن العاص ہے۔ بنا بر اُن عبداللہ بن الزبیرؓ اُن کے چچا تھے اور مروان بن الحکم ماموں ان کے سوا اسلام میں اور کوئی ایسی نظیر نہیں ہے[2]

عائشہ بنت حضرت زبیر | ان کا حال کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا۔

مختلف ممالک میں جن ناموں سے خاندان حضرت زبیرؓ موسوم ہوا

سبائک الذہب میں ہے کہ۔

(۱) **بنو رمضان** - یہ قبیلہ حضرت زبیرؓ بن العوام کا بطن ہے۔ حمدانی نے ان کا ذکر کیا ہے۔

(۲) **بنو بدر** - یہ قبیلہ حضرت زبیرؓ بن عوام کا بطن ہے۔ حمدانی نے ان کا ذکر کیا ہے

(۳) **الزبیریون** - یہ قبیلہ بنی اسد بن عبدالعزیٰ کا بطن ہے یہ بنو زبیرؓ بن العوام مذکور ہیں۔

(۴) **بنو مصلح** - یہ قبیلہ بنو عبداللہ ابن حضرت زبیرؓ کا بطن ہے۔

(۵) **بنو مصعبؓ** زبیریین قبیلہ اسد بن عبدالعزیٰ کا بطن ہے۔

(۶) **زبیر بیتین** یہ قبیلہ اسد بن عبدالعزیٰ کا بطن ہے۔

(۷) **بنو غنی** - یہ بنی عروہ ابن حضرت زبیرؓ کا بطن ہے جوہری نے ان کا ذکر کیا ہے۔

(۸) **جماعت ذوق** - یہ لوگ "مصر" میں آباد ہیں اور جماعت ذوق کے نام سے مشہور ہیں یہ عروہ بن حضرت زبیرؓ کا بطن ہے

(۹) **بنو ھلان** - یہ بنی غنی کا بطن ہے یعنی بنو ھلان ابن غنی ابن عبداللہ بن عقبہ الغنوی سے تھے[3]

بصرہ، عقیل اور قصبہ بیر میں اس وقت تک بھی یہ خاندان موجود ہے بصرہ کے محلہ عشار میں حضرت خاندان آل الزبیرؓ رہتے ہیں اُن میں شیخ احمد اور شیخ سلیمان مشہور و معروف ہیں[4]

ہندوستان میں خاندان حضرت زبیرؓ جن ناموں سے مشہور ہے

ہندوستان میں یہ خاندان قریشی و زبیری اور شہر کنبوہ کی سکونت کی مناسبت سے کنبوی کہلایا پھر امتداد زمانہ سے یہ غلط عام کنبو یا کنبوہ بھی کہا جانے لگا۔ چنانچہ اس وقت تک یہ خاندان ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے مختلف مقامات پر نام و نمود کے ساتھ مشہور چلا آتا ہے اور جس طرح ان کے بزرگ محمود زمانہ رہے ہیں اسی طرح بفضل خدا یہ آج بھی محمود ہیں۔

ہم نے اپنی کتاب خاندان زبیری کنبوی جلد اوّل و دوم میں جو طبع ہو چکی ہے اس خاندان پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد جزو خامس ص ۲۳ و جزو ثامن ص ۳۶ [2] اصابہ فی احوال الصحابہ ص ۶۸ ترجمہ اُروہ و سبائک الذہب عربی ص ۱۰۰ [3] سبائک الذہب عربی ص ۱۰۰ [4] اصابہ ص ۲۰۹

شانِ خداوندی

حضرت زبیرؓ جملہ سات بھائی تھے آپ کے چھ بھائیوں میں سے کسی کی اولاد کا سلسلہ نہیں چلا آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ جب آپ کے والد العوام بن خویلد جو تھی اور آخری جنگ فجار میں قریش کی جانب سے بہادرانہ جنگ کرتے ہوئے قتل ہو گئے اُس وقت یا تو آپ شکم مادر میں تھے یا پیدا ہو چکے تھے اس لئے اپنے باپ کی شفقتوں سے بالکل محروم رہے یہ خدا کی شان ہے کہ اُس نے اپنی نعمتیں ایسی آپ کو عطا فرمائیں کہ شروع ہی سے آپ نیک اطوار اور بہادرانہ اوصاف۔ سے بہرہ ور ہوئے آپ نے ان اوصاف سے بس طرح کام لیا اور جو کارنامے شجاعت۔ امانت۔ دیانت۔ معیشت۔ فیاضی۔ خوف خدا وغیرہ اور محبت رسول اللہ صلعم کے انجام دئے وہ تاریخ کے صفحات پر زرّیں حروف سے مزین ہیں اور رہتی دنیا تک شمع ہدایت کا کام دیتے رہیں گے۔ العوام کی اولاد کا سلسلہ صرف آپ ہی سے چلا ہے اور آپ کی اولاد بہت پھلی پھولی اُس میں خدا نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ دنیا کے دور دراز حصّوں میں پھیل گئی اور جہاں گئی اپنے خاص اوصاف کی حامل رہی اور اب تک بفضل خدا دین و دنیا کی بزرگیوں سے فیض یاب چلی آرہی ہے۔

حضرت زبیرؓ کا مکان مکہ معظمہ میں

ازرقی نے خاندان اسد کے مکہ کے مکانوں کا کچھ حال بیان کیا ہے جس میں حضرت زبیرؓ کے مکان کا ذکر اس طرح تحریر کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں حزام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ کے نام سے ایک سڑک کا نام آخر امیہ رکھا گیا تھا۔

الف۔ حکیم بن حزام کا گھر اسی سڑک پر واقع تھا۔

ب۔ اور وہیں حضرت زبیرؓ بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ کا مکان بھی واقع تھا۔

ج۔ اور اسی احاطہ میں ام المومنین بی بی خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ کا رہائشی حصّہ تھا جس میں آپ کی شادی کے بعد آنحضرت صلعم بھی رہا کرتے تھے۔[1]

حضرت زبیرؓ کے غلام

حضرت زبیرؓ کے پاس ایک ہزار غلام تھے جن میں سے اکثر بڑے اور نامور محدث ہیں اُن میں سے چند کے حالات مختصر اً حسب ذیل ہیں۔

نافع یہ حضرت زبیرؓ کے بعد زندہ رہے اُن سے مصعب بن ثابت بن عبد اللہ بن حضرت زبیرؓ نے روایت کی ہے قلیل الحدیث تھے۔[2]

بُرد عبد اللہ بن محمد سے وہب بن جریر نے کہا کہ جویریہ بن اسماء نے بُرد سے حدیث سنی۔[3]

حبیب حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور علیا سے اُنہوں نے حدیثیں سنیں۔[4]

مروان بن رتبع آپ بھی گروہ محدثین میں سے ہیں۔[5]

مرزوق الثقفی یہ بھی حضرت زبیرؓ کے غلام اور خادم تھے اور گروہ محدثین میں سے ہیں۔[6]

ابو البکیر مالک بن اسمٰعیل نے کہا کہ ابو البکیر (حضرت زبیرؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں) اُن سے مروی ہے کہ میں مصعب بن (حضرت زبیرؓ کے ہمراہ اس مکان میں داخل ہوا جس میں رسول اللہ صلعم اور (حضرت) ابو بکرؓ اور (حضرت) عمرؓ کی قبریں ہیں میں نے اُن کی قبر کو مستطیل (لمبا) پایا۔[7]

وہب بن کیسان آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں جنہیں اُنہوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے سُنکر بیان کیا ہے اور اُن سے دوسروں نے روایت کی ہیں۔[8]

---

[1] کتاب المکہ علامہ ازرقی صفحہ ۲۶۳۔ [2] طبقات ابن سعد جزء ۱۳ صفحہ ۲۴۲ جزء ۱۵ تاریخ الکبیر القسم (۲) امام بخاری صفحہ ۱۳۴ [3] ۱۵۱ [4] الجرح التعدیل تاریخ الکبیر امام بخاری صفحہ ۱۳۲ [5] الجرح التعدیل تاریخ الکبیر امام بخاری صفحہ ۲۸۴ [6] طبقات کبیر ابن سعد جزء رابع صفحہ ۱۳۱ [7] سیرت ابن ہشام جلد (۱) صفحہ ۱۵۱

بہی نام عبداللہ بن یسار تھا حضرت زبیرؓ بن العوام کے مولیٰ تھے کنیت ابو محمد تھی کوفہ میں رہنے لگے تھے اُن سے کوفیوں نے روایت کی ہے۔ مجھے اُن کے نام اور کنیت کے متعلق اُن کی اولاد میں سے ایک شخص نے خبر دی جس کا نام محمد بن یحییٰ بن محمد بن عبداللہ المہنی تھا۔

ابو جعیبہ مولائے حضرت زبیرؓ بن العوام | یہ موسیٰ بن عقبہ کے دادا تھے۔

حمید بن قیس الاعرج | حضرت زبیرؓ بن العوام کے گھر کے غلام تھے اہل مکہ کے قاری تھے ثقہ اور قلیل الحدیث تھے وہب بن الورد سے مروی ہے کہ اعرج مسجد (حرم) میں قرات کرتے تھے جب وہ قرآن ختم کرتے تو لوگ اُن کے پاس جمع ہوتے جس شب کو انہوں نے قرآن ختم کیا عطا اُن کے پاس آئے تھے سفیان بن عیینہ نے کہا کہ حمید الاعرج اہل مکہ میں سب سے زیادہ علم حساب اور فرائض جانتے تھے اہل مکہ سوا اُن کی قوت کے اور کسی کی قوت پر جمع نہیں ہوتے تھے اُنہوں نے مجاہد سے قوت حاصل کی تھی کہ میں اُن سے اور عبداللہ بن کثیر سے اجمعا کوئی قاری نہ تھا۔

نوٹ ۵ موسیٰ بن عقبہ بھی خاندان حضرت زبیرؓ کے غلام تھے یہ بہت بڑے محدث ہیں اور ایسے معتبر ہیں کہ بڑے بڑے ائمہ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں بلکہ اُن سب کی حدیثوں کی بنیاد یہی ہیں مولانا شبلیؒ نے اپنی کتاب الفاروق کے صفحہ ۱۴۳ پر لکھا ہے کہ جب تفسیر، حدیث اور فقہ کی تدوین شروع ہوئی تو ادب رعلوم کے ساتھ تاریخ و رجال میں بھی کتابیں لکھی گئیں چنانچہ محمد بن اسحٰق المتوفی ۱۵۱ھ نے منصور عباسی کے لئے خاص سیرت نبوی میں ایک کتاب لکھی جو آج بھی موجود ہے ہمارے مؤرخین کا دعویٰ ہے کہ فن تاریخ کی یہ پہلی کتاب ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے پہلے موسیٰ بن عقبہ المتوفی ۱۴۱ھ نے آنحضرت صلعم کے مغازی تحریر کئے تھے موسیٰ بہت ثقہ اور محتاط شخص تھے صحابہؓ کا زمانہ پایا تھا اس لئے اُن کی یہ کتاب محدثین کے دائرے میں بھی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔

اور سیرۃ النبی صلعم جلد اول مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ کے صفحہ ۲۸ پر بھی علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ بن عقبہ کا حال لکھا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ امام زہری المتوفی ۱۲۴ھ کے تلامذہ میں سے تھے موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحٰق پر اس فن کا سلسلہ ختم ہوتا ہے موسیٰ بن عقبہ خاندان زبیرؓ کے غلام تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا فن مدینہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے نہایت مداح تھے اور لوگوں کو ترغیب دیتے تھے کہ فن مغازی سیکھنا ہو تو موسیٰ سے سیکھو اُن کی مغازی کے جو خصوصیات ہیں یہ ہیں۔

(۱) مصنفین اب تک روایات میں صحت کا التزام نہیں رکھتے تھے اُنہوں نے زیادہ تر اس کا التزام کیا۔

(۲) عام مصنفین کا یہ مذاق تھا کہ کثرت سے واقعات نقل کئے جائیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ہر قسم کے رطب و یابس روایتیں آجاتی تھیں موسیٰ نے احتیاط کی یہ ہی وجہ ہے کہ ان کی کتاب بہ نسبت اور کتب مغازی کے مختصر ہے۔

(۳) چونکہ روایت حدیث کے لئے کسی عمر کی قید نہ تھی اس لئے اکثر لوگ بچپن اور آغاز شباب ہی سے درس میں شریک ہو جاتے تھے صحابہؓ سے لوگوں سے روایت کرتے تھے لیکن چونکہ اس بڑے واقعات کا صحیح طور سے سمجھنا اور محفوظ رکھنا ممکن نہ تھا اس لئے اکثر روایتیں تغیر اور اختلاط ہو جاتا تھا۔

موسیٰ نے برخلاف اور لوگوں کے کمسنی میں اس فن کو سیکھا تھا موسیٰ کی کتاب آج موجود نہیں لیکن ایک مدت تک شائع و ذائع رہی اور سیرت کی تمام کتابوں میں کثرت سے اس کے حوالے آتے ہیں موسیٰ نے ۱۴۱ھ میں انتقال کیا۔ طبقات کبیر جزنا من مصنفہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ ۲۷۰ پر ہے کہ۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۱۵

نوٹ ۵ اسلام میں سب سے پہلے مغازی آنحضرت صلعم عروہ بن حضرت زبیرؓ المتوفی ۹۴ھ نے کتب لکھی تھی جس کا تذکرہ علامہ شبلیؒ نے کتاب سیرۃ سیدنا عروہ بن حضرت زبیرؓ میں تحریر کیا ہے۔

نوٹ ۶ امام زہری حضرت عروہ بن حضرت زبیرؓ کے شاگردوں میں سے ایک تھے۔

---

۱ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۳۵۵ ۲ ترجمہ طبقات کبیر ۳ ابن سعد ص ۲۴۸ ۴ ترجمہ طبقات کبیر [illegible] ۵ [illegible] عبداللہ اسعادی۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں میں سے چند سے ہم نے تعارف کرایا ہے اسی طرح آپ کے صاحبزادوں کے بھی بہت غلام تھے جن میں سے اکثر بڑے بڑے محدث اور عالم ہوئے ہیں طوالت کے خیال سے صرف اُن میں سے یہاں دو کے حالات لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اسمٰعیل بن حکیم | یہ موالی آل زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے تھے ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں ۱؎

زنبیل بن عباس | یہ موالی عروہ بن حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تھے انہوں نے اپنے آقا عروہ بن حضرت زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے اور ان سے یزید بن ہاد نے روایت کی ہے ۲؎

خاتمہ کتاب

خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور جلیل القدر علمبردار اسلام کی سیرت مبارکہ لکھنے کی مجھے سعادت نصیب ہوئی کسی جلیل القدر کے حالات لکھنا اور وہ بھی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عالی مرتبہ کے حالات لکھنے کے لئے قرآن۔ حدیث اور تاریخ اسلام کی پوری چھان بین اور تحقیق و کاوش درکار ہے مجھ جیسے کم مایہ اور نہیدست علم کے لئے بڑی جسارت تھی۔ مگر رُوح حضرت زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان تمام مراحل کو اتنی آسانی سے حل کر دیا کہ خود راقم کو حیرت ہوتی ہے کہ اتنی بڑی اور اتنی جامع کتاب کیونکر پوری ہوئی میں تو کچھ نہیں مگر ؎ چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم۔

بس حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا تصرف ہے اور میرے لئے یہ نسبت بس کرتی ہے۔ فقط والسلام

حسین احمد زبیری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۳) اسمٰعیل بن ابراہیم بن عقبہ موسیٰ بن عقبہ کے بھتیجے تھے کنیت ابو اسحٰق تھی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عائشہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور دونوں سے صحیح حدیث روایت کی ہیں مغازی (واقعات جنگ) کے متعلق اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں جن سے محمد بن عمر و اسمٰعیل بن ابی اویس وغیرہ نے سنا وفات مہدی کی خلافت کے شروع میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

۱؎ سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۵۲ ۲؎ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۵۔

فہرست ماخذ کتاب

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ یا قلمی	نام مصنف	زمانہ تالیف	ولادت و وفات مصنف
۱	طبقات ابن سعد	جرمنی و دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	محمد ابن سعد		المتوفی سنہ ۲۳۰ھ
۲	عقد الفرید	مطبوعہ	ابو عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ بن حبیب بن حفیر		ولادت ۲۴۶ھ وفات سنہ ۳۲۸ھ
۳	ڈائی فیملی الزمیر	مطبوعہ جرمنی	ایف وسٹن فیلڈ مستشرق جرمنی	سنہ ۱۸۷۸ء	
۴	آغانی	مطبوعہ	ابو الفرج اصفہانی		المتوفی سنہ ۳۵۳ھ
۵	خصائص الکبریٰ	"	جلال الدین سیوطی		المتوفی سنہ ۹۱۱ھ
۶	اکمال فی اسماء الرجال	مطبوعہ کرزن پریس دہلی	محمد بن عبد اللہ خطیب بن محمد عرف شیخ ولی اللہ		سنہ ۱۰۷۱ھ میں زندہ تھے
۷	شمس التواریخ	مطبوعہ مطبع منشی النور آگرہ سنہ ۱۳۱۸ھ	محمد وارث علی سابق ایڈیٹر اخبار اسلام		
۸	یعقوبی	مطبوعہ عبد اللہ العلوی	احمد بن یعقوب واضح کاتب عباسی	سنہ ۲۷۷ھ	
۹	تنبیہ و اشراف	مطبوعہ دار الطبع جامعہ عثمانیہ متر جمہ مولانا	قطب الدین ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی		المتوفی سنہ ۳۴۶ھ
۱۰	المعارف ابن قتیبہ	مطبوعہ	ابو عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ		المتولد سنہ ۲۱۳ھ المتوفی سنہ ۲۷۶ھ
۱۱	صحیح بخاری	مطبوعہ محمدی پریس دہلی و کرزن گزٹ پریس دہلی مترجمہ شیدا و الطاف حالی و مرزا حیرت دہلوی	محمد بن اسمٰعیل بخاری		المتوفی سنہ ۲۵۶ھ
۱۲	موفقیات		ابو عبد اللہ کاتب الدمشقی		
۱۳	مراصد التخلیص معجم البلدان	مطبوعہ لیدن و حرمن شائع کردہ ایف وسٹن فیلڈ	صفی الدین		زمانہ چودھویں صدی ہجری
۱۴	سفر نامہ ابن جبیر اندلسی	مطبوعہ	ابو الحسن محمد ابن جبیر اندلسی		المتوفی سنہ ۶۱۴ھ
۱۵	حجۃ البالغہ	"	شاہ ولی اللہ دہلوی		المولد سنہ ۱۱۱۴ھ المتوفی سنہ ۱۱۷۶ھ
۱۶	کتاب المغازی	"	محمد بن عمر واقدی		المتوفی سنہ ۲۰۷ھ
۱۷	تاریخ الکبیر امام طبری	مطبوعہ مطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	امام جریر طبری		المتوفی سنہ ۳۱۰ھ
۱۸	کتاب المحبر	مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن	ابی جعفر محمد بن حبیب بن امیہ بن عمرو الہاشمی البغدادی		المتوفی سنہ ۲۴۵ھ
۱۹	ترجمہ سیرۃ ابن ہشام	مطبوعہ مطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	عبد الملک ابن ہشام بن یوسف حمیری معافری		المتوفی سنہ ۲۱۳ھ
۲۰	دُرّ المنثور	مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۱۲ھ	سیدہ زینب بنت علی بن حسین بن عبد اللہ		
۲۱	القول الجمیل معہ شرح شفاء العلیل	مطبوعہ	شاہ ولی اللہ		المتوفی سنہ ۱۱۷۶ھ
۲۲	المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف	حمیدیہ پریس دہلی	محمد بن عبد اللہ خطیب بن محمد عرف شیخ ولی الدین		سنہ ۷۴۰ھ
۲۳	فتوح البلدان	مطبوعہ دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	امام ابو العباس احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی البلاذری		المتوفی سنہ ۲۷۹ھ
۲۴	آئینہ حقیقت نما	مطبوعہ ایونائیٹڈ انڈین پریس لکھنو	علامہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی	سنہ ۱۹۲۷ء	سنہ ۱۳۵۸ھ
۲۵	مروج الذہب و معدن الجواہر	مطبوعہ دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	قطب الدین ابو الحسن علی بن الحسین بن علی مسعودی		المتوفی سنہ ۳۴۶ھ
۲۶	سیر الصحابہ	مطبوعہ مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ	شاہ معین الدین احمد ندوی		حیات

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ یا قلمی	نام مصنف	زمانہ تالیف	ولادت و وفات مصنف
۲۷	اسد الغابہ ترجمہ اردو	مطبوعہ عمدۃ المطابع لکھنؤ ترجمہ مولوی	محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیبانی الملقب		المتوفی ۶۳۰ھ
۲۸	الخط الاسلامی	مطبوعہ نظام المطابع عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۱۷ھ	سید محمد یوسف الدین	۱۳۲۷ھ	
۲۹	مسند امام احمد حنبل	مطبوعہ	ساقی صدیقی و ادارہ کلام گویا ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد		ولادت ۱۶۴ھ وفات ۲۴۱ھ
۳۰	شاہنامہ اسلام	″	مولانا ابوالحفیظ جالندھری		حیات
۳۱	عہد نبوی صلعم کے میدان جنگ	″	ڈاکٹر حمید اللہ پی ایچ ڈی		حیات
۳۲	فتح الباری	″	حافظ ابن حجر عسقلانی		المتوفی ۸۵۲ھ
۳۳	مستدرک حاکم	″	امام عبداللہ الحاکم		المتوفی ۴۰۵ھ
۳۴	تاریخ ابن خلدون	مطبوعہ تیسرا پریس آگرہ ۱۳۱۹ھ	ولی الدین ابن ابی زید عبدالرحمن بن محمد بن خلدون المغربی	۷۹۷ھ	المتوفی ۸۰۸ھ
۳۵	رسول اللہ صلعم کی سیاسی زندگی	مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور	ڈاکٹر حمید اللہ پی ایچ ڈی		حیات
۳۶	کتاب الانساب امام سمعانی	قلمی موجود در کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن	حافظ ابوسعد عبدالکریم بن محمد المروزی السمعانی		۵۶۳ھ
۳۷	ابن درید	مطبوعہ	علامہ ابی بکر بن درید		المتوفی ۳۲۱ھ
۳۸	تاریخ کامل ابن اثیر	مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ و مجتبائیہ	محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الملقب بعزالدین ابن اثیر		المتوفی ۶۳۰ھ
۳۹	طبقات الحفاظ	مطبوعہ	حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بغدادی معروف بخطیب		المتوفی ۳۹۲ھ
۴۰	سیرت ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ	مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڑھ	سید سلیمان ندوی		حیات
۴۱	کتاب المسالک والممالک	مطبوعہ مطبع بریل لیدن ۱۸۷۰ء	ابوالقاسم ابن حوقل	۳۵۹ھ	۳۶۷ھ میں زندہ تھے
۴۲	عجائب الہند	مطبوعہ لیدن ۱۸۸۳ء	بزرگ بن شہریار	۳۰۴ھ	
۴۳	ازالۃ الخفا عن خلافت الخلفا	مطبوعہ	شاہ ولی اللہ		۱۱۱۴ھ ۱۱۷۶ھ المتوفی
۴۴	صحاح جوہری	مطبوعہ مصر	ابونصر اسمٰعیل بن حماد الجوہری		وفات ۳۹۳ھ
۴۵	اصابہ ابن حجر	مطبوعہ	علامہ حافظ ابن عسقلانی		المتوفی ۸۵۲ھ
۴۶	سیرۃ النبی صلعم	مطبوعہ معارف دارالمصنفین اعظم گڑھ	علامہ شبلی	۱۳۳۷ھ	۱۹۱۴ء
۴۷	کنز العمال	مطبوعہ	علی متقی بن حسام الدین		المتوفی ۹۷۵ھ
۴۸	صحیح مسلم ترجمہ اردو	مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی	ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کوشاد قشیری		ولادت ۲۰۶ھ وفات ۲۶۱ھ
۴۹	کشف الظنون	مطبوعہ	حاجی خلیفہ		المتوفی ۱۰۶۷ھ
۵۰	الفاروق	مطبوعہ نامی پریس کانپور	علامہ شبلی		المتوفی ۱۹۱۴ء
۵۱	کتاب الاکلیل	مطبوعہ	احمد الحمدانی	۳۳۴ھ	
۵۲	تحفہ اثنا عشری	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی		المتوفی ۱۲۳۹ھ
۵۳	تذکرہ حضرت نویسرؒ	مطبوعہ	مولوی مقبول احمد سہسوانی		حیات
۵۴	مجموعہ اثنا بیتی السیاسیہ	″	ڈاکٹر حمید اللہ پی ایچ ڈی		″

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ یا قلمی	نام مصنف	زمانۂ تالیف	ولادت و وفات مصنف
۵۵	تاریخ الفقہ	مطبوعہ شمس الاسلام پریس حیدرآباد دکن ۱۳۳۵ھ	قاضی ظہور الحسن سیوہاروی	۔	۔
۵۶	تاریخ الفدا	مطبوعہ مطبع انصاری امرتسر	سلطان ملک المؤید عماد الدین اسمٰعیل بن علی عزیز قریبی سلطان صلاح الدین ایوبی	۱۳۲۱ھ	المتوفی ۱۳۳۱ھ
۵۷	تاریخ اسلام	مطبوعہ رفیق عام پریس لاہور	علامہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی		وفات ۱۳۵۸ھ
۵۸	عبرت نامہ اندلس	مطبوعہ	[illegible]		۔
۵۹	معجم البلدان یاقوت	مہر ولا پریس ۱۸۶۶ء	امام شہاب [illegible]		المتوفی ۶۲۶ھ
۶۰	تاریخ الامت	مطبع ملیہ علیگڈھ	[illegible]		حیات
۶۱	نتوعات بہنسا	مطبوعہ مطبع نامی لکھنؤ سرمۂ [illegible]	مولانا فخر [illegible]		المتوفی ۔
۶۲	سیر حامدی (سفرنامہ)	مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ	حامد علی خاں نواب رامپور		فوت
۶۳	رہنمائے مدینہ	مطبوعہ اعظم المطبع پریس حیدرآباد دکن ۱۳۵۹ھ	مسعود علی محوی بی۔ اے سشن جج سابق حیدرآباد دکن۔	۱۳۵۸ھ	۷
۶۴	فتنۂ ابن سبا	مطبوعہ لکھنؤ	انجمن ہدایت المسلمین لکھنؤ		حیات
۶۵	سیرۃ معاویہ رضؓ	مطبوعہ مطبع حمیدیہ پریس بھوپال ۱۹۳۶ء	شریف احمد صاحب ذبیح [illegible]		فوت
۶۶	سیر المہاجرین خلفائے راشدین	مطبوعہ مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ	سید سلیمان ندوی		حیات
۶۷	تذکرہ عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ	مطبوعہ مطبع عبد آفریں حیدرآباد دکن	مولوی فضل اللہ		حیات
۶۸	ابن عساکر	مطبوعہ ۱۳۲۹ھ	ابو القاسم علی بن الحسن بن عساکر الدمشقی		المتوفی ۵۷۱ھ
۶۹	رسالۃ الالوسیہ	قلمی محفوظ خدا بخش لائبریری پٹنہ	جاء اللہ	۔	۔
۷۰	مؤطا	〃	امام مالک رح	۔	۱۷۹ھ
۷۱	جامع ترمذی	مطبوعہ نولکشور پریس	محمد بن عیسیٰ ترمذی		المتوفی ۲۷۹ھ
۷۲	تاریخ اسلام	مطبوعہ	جسٹس امیر علی	۔	فوت
۷۳	الریاض النضرہ	〃		۔	۔
۷۴	استیعاب فی معرفۃ الاصحاب	〃	حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ المعروف بہ ابن البر القرطبی	۔	المتوفی ۴۶۲ھ
۷۵	عراق و ایران سفرنامہ مقامات مقدسہ	〃 در ۱۹۳۱ء	نواب میر اسد علیخاں بہادر ریگن پلی علاقہ مدراس		
۷۶	تاریخ خمیس	〃	قاضی حسین بن محمد الدیار البکری	۔	۹۶۶ھ
۷۷	صواعق محرقہ	〃	شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی	۔	۹۷۳ھ ولادت ۱۰۰۱ھ وفات
۷۸	سنن ابن ماجہ	اصح المطابع لکھنؤ	ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی	۔	۲۰۹ھ ولادت ۲۷۳ھ وفات
۷۹	سیرۃ الصدیق رضؓ	〃	حبیب الرحمٰن خاں شروانی		فوت

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ یا قلمی	نام مصنف	زمانۂ تالیف	ولادت و وفات مصنف
۸۰	سیرت کربلا ترجمہ الحسین	مطبوعہ	تالیف جلال الدین حنفی مصری	۔	۔
۸۱	وی عرب آف میسوپوٹامیہ	مطبوعہ گائس پریس بمبئی در ۱۹۱۷ء	ای۔ جی۔ سپیرسن		
۸۲	کتاب اخبار حبیبیہ و اخبار مدینہ (خلاصۃ الوفا کا ترجمہ)	مطبوعہ	علامہ نور الدین ابو الحسن علی بن عبد اللہ احمد السمہودی		المتوفی سنہ ۹۱۱ھ
۸۳	الجرح والتعدیل	مطبوعہ مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن در ۱۳۶۰ھ	امام ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس بن المنذر التمیمی الحنظلی الرازی		المتوفی سنہ ۳۲۷ھ
۸۴	تاریخ الکبیر	مطبوعہ	محمد بن اسمٰعیل بخاری		المتوفی سنہ ۲۵۶ھ
۸۵	معجم المصنفین	قلمی در کتب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	علامہ محمود الحسن ٹونکی		فوت
۸۶	ابو محاسن	مطبوعہ کلکتہ	امیر جمال الدین ابو محاسن بن طنری بن بردی		المتوفی سنہ ۸۷۴ھ
۸۷	الشاہیر	[illegible] پریس میرٹھ	حکیم فیض احمد مارہروی		
۸۸	سلسلہ عالیہ	مطبوعہ میرٹھ در ۱۳۰۶ھ	حکیم عنایت حسین مارہروی		[illegible]
۸۹	شجرۂ مہروریہ	قلمی در شاہی کتب خانہ سیار امیدو کتب خانہ مؤلف کتاب ہذا	میاں احمد خاں اکبر شاہی		فوت شروع زمانہ [illegible]
۹۰	شمائل ترمذی	مطبوعہ	ابو عیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ بن صورہ بن موسیٰ		ولادت سنہ ۲۰۹ھ وفات سنہ ۲۷۹ھ
۹۱	تاریخ الخلفاء	مطبوعہ علیگڈھ در ۱۳۲۷ھ	حاجی محمد سلم جیراجپوری		حیات
۹۲	انساب الخلافہ ترجمہ اردو [illegible]	[illegible] آرٹ پریس لاہور در ۱۹۲۲ء	شہاب الدین ابی العباس علامہ ابو الفتوح محمد بن احمد السعیدی		
۹۳	حکایات صحابہ	مطبوعہ محمدی پریس دہلی	مولوی محمد زکریا شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور		حیات
۹۴	کتاب الکنی	مطبوعہ مصر	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	سنہ ۱۱۱۲ھ	سنہ ۱۱۲۲ھ
۹۵	تاریخ بیہقی	[illegible]	امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی		ولادت سنہ ۳۸۴ھ وفات سنہ ۴۵۵ھ
۹۶	تاریخ گزیدہ	مطبوعہ لندن در ۱۹۱۰ء	حمد اللہ بن ابی بکر بن احمد بن نصر مستوفی قزوینی	سنہ ۷۳۰ھ	ولادت سنہ ۶۸۰ھ وفات سنہ ۷۴۱ھ
۹۷	عہد نبوی کے میدان جنگ	انتظامی پریس حیدرآباد دکن در ۱۳۶۴ھ	ڈاکٹر محمد حمید اللہ ایچ۔ ڈی		حیات
۹۸	سیر الصحابہ جلد دوم حصہ اول	مطبوعہ صوفی پرنٹنگ انڈیا پرنٹنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤ الدین پنجاب	مولانا سعید انصاری	سنہ ۱۳۴۴ھ	
۹۹	جغرافیہ خلافت مشرقی ترجمہ محمد جمیل الرحمن ایم۔ اے	مطبوعہ دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن در ۱۳۴۹ھ	جی۔ لی اسٹرینج		
۱۰۰	ابن القیم	مطبوعہ	شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد المعروف بابن قیم		المتوفی سنہ ۷۵۱ھ
۱۰۱	مسند ابی داؤد	〃	حافظ ابو داؤد سلیمان بن داؤد طیالسی		المتوفی سنہ ۲۰۴ھ
۱۰۲	روضۃ الصفا	〃	میر خواند		
۱۰۳	وفیات الاعیان	〃	قاضی ابو العباس احمد معین خلکان [illegible]		فوت در سنہ ۶۸۱ھ
۱۰۴	[illegible]	[illegible]	[illegible]		

ہماری مؤلفہ مطبوعہ کتابوں کے متعلق چند آرا

ہماری کتاب خاندان زبیری کنبوی حصہ اول و دوم اور ان کا ایک ضمیمہ اسوقت تک شائع ہو چکا ہے اُن پر جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اُن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

(۱) رسالہ معارف اعظم گڈھ بابتہ ماہ اگست ۱۹۵۱ء نے تبصرہ کیا ہے کہ

صوبہ متحدہ کے مغربی اضلاع آگرہ۔ مادھرہ۔ امروہہ۔ مراد آباد اور بریلی وغیرہ میں زبیری کنبوی خاندان مشہور و معروف خانوادہ ہے اس خاندان میں ہر زمانہ میں بڑے بڑے نامور اصحاب کمال پیدا ہوتے رہے نواب قار الملک۔ ڈاکٹر ضیاء الدین۔ مولوی بشیر الدین صاحب ایڈیٹر البشیر اسی خاندان کی یادگاریں ہیں اس خاندان کے نسب کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ اسکا تعلق ہندوستان کی مسلم قوم کمبو یا کمبوج سے ہے دوسری یہ کہ اس کا سلسلۂ نسب مشہور صحابی حواری رسول حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اسی نسبت سے یہ لوگ اپنے کو زبیری کہتے ہیں اور کنبوی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ حضرت زبیر بن العوام کی اولاد دوسری صدی ہجری میں سندھ کے مقام کنباہ میں آکر آباد ہوئی تھی جس کی نسبت سے وہ کنبوی کہلائی جس نے بعد میں کنبوہ کی شکل اختیار کر لی پھر یہ خاندان کنباہ سے ترکی ہو کر قسطنطنیہ میں منتقل ہو کر کئے نواح میں پھیل گیا جہاں وہ اب تک آباد ہے۔ حسین احمد صاحب زبیری نے جو اس خاندان کے ممتاز فرد ہیں اپنے خاندان اور قبیلہ کی تاریخ اور اسکے نسب کی تحقیق اور اس کی عربیت اور قرشیت کے ثبوت اور اسکی مخالف روایات کی تردید میں یہ ضخیم کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے عہد صحابہؓ سے لیکر موجودہ زمانہ تک اس خاندان کی تاریخ پر نگاہ ڈالی ہے اس سلسلہ میں انہوں نے بے شمار کتابوں کی ورق گردانی کی ہے اور اسلامی ہند کی پوری تاریخ کہنہ کا کال ڈالا ہے اور جہاں جہاں سے انکو زبیری خاندان کے متعلق بیان ملا ہے اسکے انہوں نے فائدہ اٹھایا ہے اور قرشیت کی روایت کو اپنے دعوے کے ثبوت اور دلیل میں پیش کیا ہے اور مخالف بیانات و روایات کی تردید کی ہے اس سلسلہ میں ہندوستان کے بہت سے علماء فضلاء صلحاء اور اخیار اور امراء اور عمائد کے حالات اسلامی ہند کے مختلف تاریخی واقعات اور مختلف النوع متفرق معلومات معرض تحریر میں آگئے ہیں جس سے اس کتاب کی افادی حیثیت بہت بڑھ گئی ہے مصنف کی یہ تحقیق و تلاش اور محنت لائق ستایش ہے کہ انہوں نے ایک محدود موضوع پر معلومات کا اتنا متنوع۔ دلچسپ اور مفید ذخیرہ فراہم کر دیا ہے جس سے یہ کتاب زبیری خاندان کی تاریخ کیساتھ اسلامی ہند سے متعلق متفرق معلومات کا گنجینہ بن گئی ہے کتاب کے تینوں حصوں کا مقصد ایک ہی ہے لیکن پہلی جلد میں خصوصیت کیساتھ زبیری خاندان کے نسب کے متعلق محمود احمد صاحب امروہوی مؤلف تاریخ امروہہ اور دوسری جلد میں چودھری وہاب الدین صاحب امرتسری مؤلف تاریخ کنبوہان اور ضمیمہ میں مولوی عبید اللہ صاحب فرحی امروہوی کے مضامین اور بیانات کی تردید کیگئی ہے ہمارے نزدیک اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت اسکی معلومات کا تنوع اور اسکی کثرت ہے جس میں ہر مذاق کی دلچسپی کا کچھ نہ کچھ سامان موجود ہے اس میں شبہ نہیں کہ نجابت نسبی کا بھی ایک درجہ ہے لیکن اسلام میں معیار شرافت انسان کے اعمال و اخلاق ہیں زبیری خاندان کیلئے یہ فخر کیا کم ہے کہ اس میں ہر دور میں بڑے بڑے اصحاب کمال پیدا ہوئے جسکا ایک نمونہ خود مصنف بھی ہیں اور وہ معترضین سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ؎

اُلمنّۃ للّٰہ نیازم بہ نسب نیست ۔۔۔ ایک پہ شہباز تطلیم ز نم را

(۲) زور نامہ سیاست حیدرآباد دکن بابتہ ماہ دسمبر ۱۹۵۱ء نے اظہار خیال کیا ہے کہ

یہ ایک بڑی تحقیقی محققانہ اور ریسرچ معلومات تالیف ہے فاضل مؤلف نے اسکے لکھنے میں عربی فارسی اردو [illegible] لیکر معلومات کا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے اس خاندان کے متعلق شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم نے اپنی مشہور تاریخ [illegible] لکھا ہے کہ یہ خاندان ہمیشہ سے جائداد دین کیلئے مشہور رہا ہے اور بقول مولوی سید طفیل احمد صاحب مرحوم سابق آنریری اسسٹنٹ سکریٹری آل انڈیا [illegible] سرسید احمد خاں کی تعلیمی سکیم کو اگر کسی نے کامیاب کر کے دکھایا تو وہ یہی خاندان ہے لیکن اس خاندان کا کسی [illegible] ایک اہم موضوع بنا رہا ہے جس کو اسوقت تک تحقیق و تلاش کے ذریعہ حل نہیں کیا جا سکا تھا اسلئے اردو زبان [illegible] اور مسلم دور کے وہ واقعات اور آثار روشنی میں آجاتے ہیں جن پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا تھا اور یہ پورے وثوق [illegible] زبان کی یہ سب سے بہتر تحقیقی کتاب ہے اس کتاب کی افادیت کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ علامہ العصر مرحوم جیسے [illegible] بڑا کہ ہماری علمی تواسکی کیا قدر کریگی مستشرقین یورپ اگر اس عظیم الشان محققانہ کارنامے سے آگاہ ہو سکے تو وہ البتہ حیرت شناس ہونگے اسلئے تاریخ [illegible]

اور اہل علم حضرات کیلئے معلومات کا یہ ایک بیش بہا ذخیرہ ہے جو اپنی آپ نظیر ہے اور جناب مولوی حسین احمد صاحب زبیری اپنے اس اہم علمی خدمت کیلئے لائق تحسین ہیں۔

(۳) مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی مشہور ادیب و مصنف و مورخ حیدرآباد دکن نے تنقید فرمائی ہے کہ

خاندان زبیری کنبوی کے اہم سے تین جلدیں مولوی حسین احمد صاحب زبیری کنبوی نے شائع فرمائی ہیں ذیل میں ہم ان پر ایک تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔

(۱) جلد اوّل رائل سائز کے (۱۰) اہم عنوانی پر مشتمل ہے اس میں تحقیق الانساب تاریخ امروہہ کی تحقیقات کا تجزیہ کیا گیا ہے اگرچہ (۶۶) عنوانات کے تحت تفصیل ہے مگر ہر عنوان کے تحت ذیلی عنوان بھی دیا ہے اس لحاظ سے کئی سو مباحث زیر بحث آگئے ہیں ہر عنوان پر مکمل روشنی ڈالکر تحقیق کی داد دی گئی ہے اس میں نہ صرف تاریخی حقایق اور صحیح واقعات کو ثبوت کیساتھ تاریخ امروہہ سے بیان کیا گیا ہے بلکہ خاندان کنبوی کے چالیس افراد کے حالات زندگی بھی لکھے گئے ہیں اس ضمن میں خاندان زبیری کنبوی کی صحیح تاریخ آگئی ہے۔ اسطرح تین اہم امور کے متعلق اس ضخیم کتاب میں معلومات جمع کئے گئے ہیں تاریخ امروہہ کے بیان کرنے میں پورے انصاف کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور اپنے دعووں میں تاریخی ثبوت بھی عنایت کیا ہے اسی وجہ سے ایک غیر جانبدار شخص کو صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں پوری مدد مل سکتی ہے اور وہ اصلیت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے جن لوگوں کے حالات لکھے گئے ہیں وہ بھی بڑی تحقیق سے لکھے گئے ہیں جو دلچسپی میں اور سبق آموز بھی خاندان زبیری کی مکمل تاریخ کا علم ہو جاتا ہے اگر چہ عنوان کے لحاظ سے مولف صاحب کو صرف تالیف تاریخ امروہہ کے بیان کا تجزیہ کرنا مقصود تھا مگر اس ضمن میں مولف صاحب نے نہایت تفصیل اور صراحت کیساتھ پورے خاندان زبیری کنبوی کی تاریخ اور سوانح حیات بھی درج کر دی ہے اس سے نہ صرف مولف کے وسیع معلومات اور تحقیقات کے عمق کا پتہ چلتا ہے بلکہ اہل علم کو زبیری کنبوی خاندان کے متعلق ہمیشہ رہنما رہا اور صحیح واقعات کا بھی اچھی طرح علم ہو جاتا ہے کتاب کے آخر پر مولف نے اپنے ماخذوں کی فہرست بھی دیدی ہے جو (۱۲۳) سے زیادہ کتابوں کے علاوہ (۳۰-۴۰) اخبارات و رسایل پر مشتمل ہے اس سے بھی مولف کے وسیع مطالعہ اور جانکاہی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ (۲) جلد دوم رائل سائز کی کتاب (۲۹۴) صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب (۳۵) باب پر منقسم ہے اور (۲۸۰) عنوانات قائم کئے گئے ہیں زبیری خاندان اور قوم کنبو کے حالات مولف تاریخ کنبوہان کی غلطیوں۔ خامیوں اور فروگزاشتوں کی صحت کی گئی ہے اور ساتھ ساتھ معتبر تاریخوں اور دیگر کتابوں سے بیش بہا معلومات اللہ دلچسپ امور کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے بورپین مصنفین کی غلطیوں کا ازالہ بھی ہے ہندوستان کی تاریخ تہذیب اور کلچر وغیرہ کو بھی مولف نے اپنی اس کتاب میں سمویا ہے اور ان پر سیر حاصل بحث کی ہے اور زبیری کنبوی خاندان کے مشاہیر سلف کا تذکرہ کر کے انکی خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے اس تفصیل میں تاریخ اسلام کا تذکرہ بھی آگیا ہے اسکے ذیل میں حضرت زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی سیرت پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اسطرح اس کتاب کا مقصد صرف تجزیہ تاریخ کنبوہان نہیں رہا ہے بلکہ اسکو ہمہ گیر کر کے خاندان زبیری کنبوی اور قوم کنبو کی مکمل تاریخ بھی قلمبند کر دیگئی ہے اس کتاب کی تیاری اور تدوین میں مولف کو جسقدر محنت اور جانکاہی کرنی پڑی ہے اس کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ (۱۶۴) عربی۔ فارسی۔ انگریزی قلمی اور مطبوعہ کتابوں سے مدد لگی ہے اور انکے سوا اخبارات و رسایل علیحدہ ہیں ــــ اس کتاب کے مطالعہ سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ تاریخ کنبوہان کے مولف نے اپنی کتاب میں کسی کسی فاحش غلطیاں کی ہیں اور اصل واقعات کو کس طرح نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ (۳) اس سلسلہ کی تیسری کتاب ایک ضمیمہ کی صورت رکھتی ہے جو رائل سائز کے (۳۶) صفحوں پر مشتمل ہے اس میں مولوی عبیداللہ صاحب فرحی امروہوی کے مضامین پر تنقید کیگئی ہے اس رسالہ کے تین باب ہیں پہلے باب میں عباسی خلیفوں اور زبیری خاندان پر بحث کیگئی ہے دوسرے باب میں عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کے واقعات احوال کے ضمن میں روایتوں کی تنقید کی ہے تیسرے باب میں مولوی عبیداللہ کی بعض دیگر غلطیوں خصوصاً مولوی شبلی کی نظم یماں کے بیجا اور بے بنیاد غصہ کا ازالہ کیا ہے۔

ان تینوں کتابوں کے مطالعہ سے خاندان زبیری کنبوی کی پوری تاریخ و مشاہیر کے حالات اور کارگزاریوں کی تفصیل ہی نہیں ملتی بلکہ تاریخ ہند اور تاریخ اسلام کے کئی گوشے اس میں زیر بحث آجاتے ہیں جن پر مولف نے نہایت محنت اور جانکاہی سے روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ زبیری خاندان نے کہاں کہاں اور کیا کیا کام کئے ہیں اور کس طرح تاریخی اسلام اور تاریخ ہند میں ان کے کارنامے درخشاں ہیں۔

اسکے قطع نظر جو دیگر امور اور حالات اس سلسلہ کی تینوں کتابوں میں آگئے ہیں انکے لحاظ سے اگر انکو خاندان زبیری کی انسائیکلوپیڈیا یا encyclopedia کہا جائے تو بیجا نہیں ہے مولوی حسین احمد صاحب زبیری کنبوی قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے شائقین تاریخ کے لئے محنت شاقہ برداشت کر کے ایسے بیش بہا اور مفصل معلومات جمع کر دیئے ہیں جو برسوں کی محنت اور جانکاہی کے بعد بھی معلوم نہیں ہو سکتے تھے اور جو بیش قیمت ذخیرہ اور دلچسپ معلومات کو ان کتابوں میں مرتب کیا گیا ہے وہ دنیائے اردو میں قابل قدر اضافہ ہے اس لئے ارباب اردو کی جانب سے یہ مولف لائق ستایش قرار پاتے ہیں۔

دستخط ــــــــ نصیر الدین ہاشمی ۔ ۵ر فروری ۱۹۵۳ء